خصائص العرب

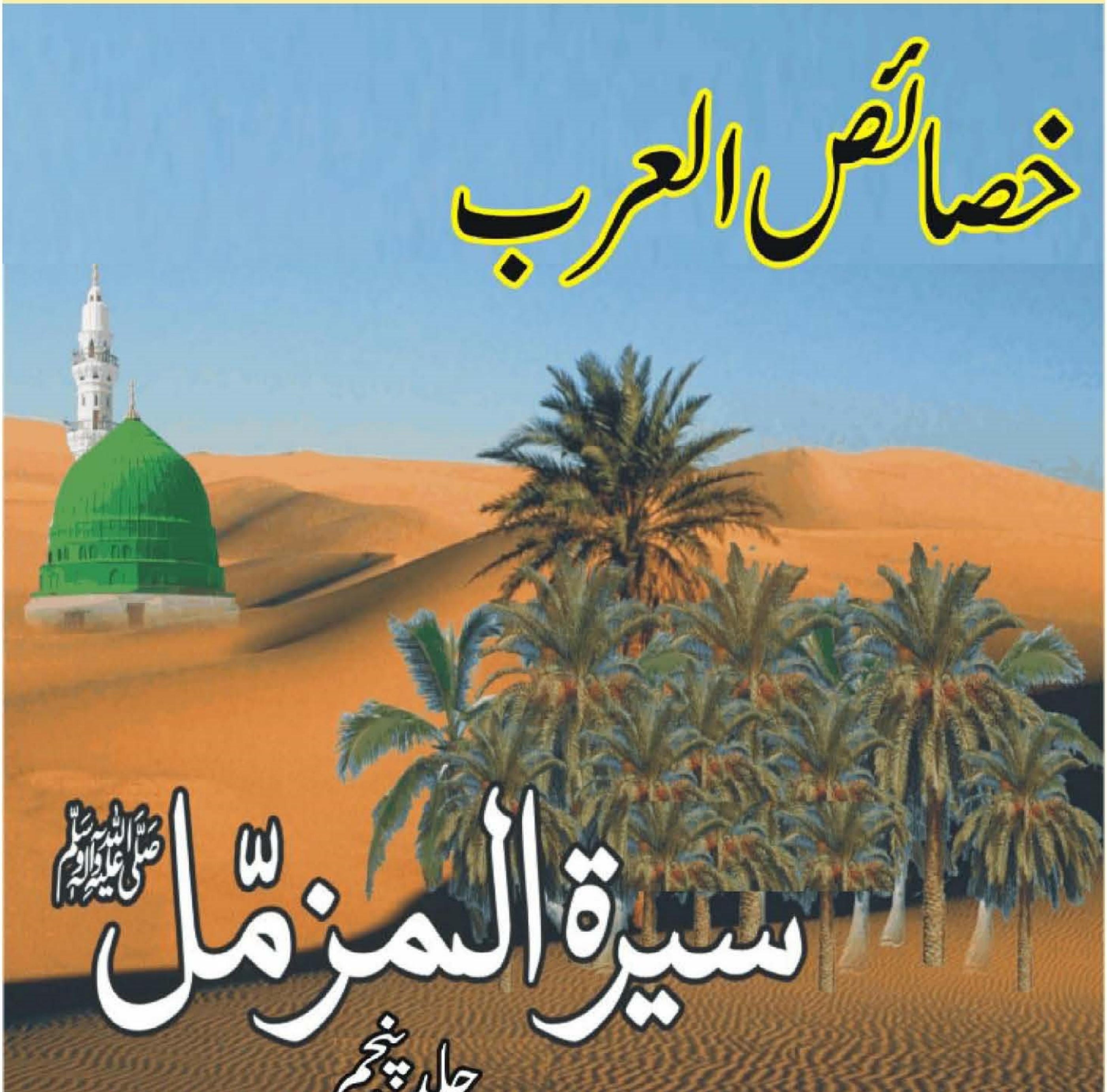

سیرۃ المزمّل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد پنجم

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد افتخار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد افتخار

رہائش؛ ڈنگہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

فون ؛ 03006281898

میل ایڈریس ؛ ift1167@gmail.com

نام کتاب؛ سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر؛ جلد پنجم (خصائص العرب)

سنہ تحریر؛ دسمبر 2009ء

کمپوزر و ڈیزائنر؛ افتخار احمد افتخار

اہتمام؛ کتاب وسنت ڈاٹ کام

مطالعہ کے لیے؛ https://kitabosunnat.com

ڈاؤنلوڈ کے لیے؛ (محدث لائبریری) https://kitabosunnat.com

ابتدائے کلام

جہاں تک نظر جاتی ہے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے نشان نظر آتے ہیں اور جہاں تک خیال جاتا ہے مسلمانوں کی اخلاقی سماجی عسکری اور معاشی تنزلی نظر میں چبھتی ہے۔تب بہت سے سوال پھن اٹھائے سانپوں کی طرح ڈستے ہیں کہ قرآن حکیم کی موجودگی میں ،اسوہ رسول ﷺ کی موجودگی میں ،اس تنزلی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ کیا مسلمان کسی معجزے کے منتظر ہیں؟ مگر وہ معجزہ تو ان کے گھر میں موجود ہے ،ان کی عبادت گاہ میں موجود ہے ،ان کی محفلوں میں موجود ہے،

ان کی تنہائیوں میں موجود ھے، اور وہ معجزہ تو قرآن ھے۔ تو کیا وہ قرآن کو کھولتے نہیں کہ عبرت حاصل کریں؟ کیا انھیں وہ سب قومیں بھول گئیں جن کا ذکر قرآن میں عبرت ھی کے نقطہ نظر سے کیا گیا ھے؟ کیا وہ آخرت میں جواب دینے کے ھر احساس سے تہی ھو گئے ھیں؟ یہ اور اس جیسے سینکڑوں سوال ھیں جو امت کی تنزلی پہ ھر حساس دل کو زخمی کر دیتے ھیں۔ اُن کا اخلاقی معیار تو مقرر کر دیا گیا تھا، اُن کا سماج تو استوار کر دیا گیا تھا، اُن کی منزل تو معلوم اور معروف تھی۔ پھر اس تنزلی اور بے راہ روی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ھے۔ کیا وہ اھل مغرب کی برتری سے مرعوب ھیں؟ کیا وہ کسی احساس کمتری کا شکار ھو چکے ھیں؟ ھر چند کہ وہ جانتے ھیں کہ مغرب کی برتری تو خود اھل مغرب کو بھی کسی منزل سے آشنا نہیں کر سکی۔ پھر وہ ان کی اندھی تقلید پہ کیوں تلے ھوئے۔ اس کی صرف ایک ھی وجہ سمجھ آتی ھے کہ وہ اپنی منزل سے غیر ارادی طور پہ ھٹ گئے ھیں وہ ایک جمود کا شکار ھو چکے ھیں جس میں وہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو ھر پل کرتے ھیں مگر نبی اکرم ﷺ کی پیروی پہ خود کو آمادہ نہیں کر پاتے۔ ادھر اھل مغرب نے سیل زماں کی طرح میڈیا یلغار کے ذریعے ان کی نظریں اپنی منزل اپنی اولین محبت

سے ھٹا دی ھیں۔آج کا مسلمان اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے اتنی ھی محبت کرتا ھے جتنی کہ پہلی صدی ھجری کا کوئی مسلمان کرتا تھا مگر اس کو محبت کا سلیقہ نہیں آرھا۔ اس کو محبت کے تقاضے بھول چکے ھیں۔ وہ نعت پڑھتا ھے مگر نماز سے گریزاں ھے۔ حج کرتا ھے مگر پھر بھی کم تولتا ھے۔ نام و نمائش کی محفلوں میں لاکھوں کی خیرات کرتا ھے مگر اپنے ھمسایۓ کی تنگ دستی سے آشنا نہیں۔اور یہ سب اسی صورت میں ھوتا ھے جب کوئی اپنے محبوب کی اداؤں سے مطالبات سے ناآشنا رہ جائے۔چنانچہ ضرورت اس امر کی ھے کہ آج کے مسلمان کو قرآن کھولنا چاھیے اور مورخین نے ایک طویل جدو جھد کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے ھر لمحے کو امتی کے لیے محفوظ کیا ھے تو مسلمان کو اس پہ نگاہ رکھنی چاھیے۔ تب وہ جانے گا کہ اس کی زندگی میں کھاں اور کب کمی رہ گی ھے۔ ھر امت کا فرض ھے کہ وہ اپنے نبی کی مکمل پیروی پہ خود کو آمادہ کرے اور اگر کوئی قوم مسلسل انکار پہ تلی رہ جائے تو اس کا حشر قوم بنی اسرائیل کی طرح ھوتا ھے جنھیں خالق کی محبت حاصل تھی پھر اُن کو اسی در سے لعنت کا طوق عطا کر دیا گیا۔اللہ مسلمان امت کو ھدایت دے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے اسوہ پہ قائم ھو جائے اور سیرت المزمل ﷺ کو بھی اپنی بارگاہ میں

قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو لوگوں
کے لیے باعث علم و ھدایت بنا دے آمین
حقیر
افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

ابتدائے کلام	4
حسن ترتیب	8
خصائص العرب	15
شجاعت	37
عربوں کے شجاع	65
درید بن الصمہ	67
زید الفوارس	77
الحارث الشنفری	80
خالد بن جعفر بن کلاب	84
مجمع بن ہلال بن خالد	89
عمرو بن کلثوم	93
مہلہل بن ربیعہ	95

اہل عرب کی یاداشت	102
ایفائے عہد	106
حنظلہ بن غفراء	109
حاجب بن زرارہ	123
السموال بن حبان	127
الحارث بن ظالم	136
قادر الکلامی	141
ایک لاجواب خط	163
عرب حلیم تھے	176
غیرت وحمیت	189
اہل عرب کا احساس تفاخر	209
عامر بن صعصہ اور بنی شیبان	227
عامر اور عقلمہ	235
ہاشم اور امیہ کی مفاخرت	251

جریر بن عبداللہ اور خالد بن ارطاۃ	255
قعقاع بن زرارہ اور خالد بن مالک	263
یمن اور مضر کی مفاخرت	266
حکمائے عرب	268
عامر بن ظرب العدوانی	270
اقرع بن حابس تیمی ؓ	275
اکثم بن صیفی	278
عبدالمطلب بن ہاشم	284
ابو طالب بن عبدلمطلب	286
حکیمات العرب	297
خطبات العرب	312
سجان وائل باہلی	321
دوید بن زید	324
زہیر بن جناب	327

الربیع بن ضبیع	333
الحرث بن کعب	340
قیس بن زہیر العثی	344
ابوطمہان القینی	347
ذوالاصبح العدوانی	353
اکثم بن صیفی التیمی	356
یزید بن ابی مہلب	359
الحرث بن ذبیانی	362
عمرو بن کلثوم	367
نعیم بن ثعلبہ بن کنانی	371
عہد اسلامی کے چند خطبے	374
سخاوت، فیاضی، مہمان نوازی	382
سالم بن قحفان	395
عمیلہ فزاری اور ابن عنقاء	399

عمرو بن سعید العاصؓ	404
فدکی اور عقلمہ بن سیف	406
لیلیٰ بنت عبداللہ بن کعب	410
نعمان بن منذر اور نابغہ ذبیانی	424
قیس بن معاذ	427
حاتم طائی	447
عبداللہ بن جدعان التیمی	466
حرم بن سنان	474
کعب بن مامہ العیادی	481
اوس بن الحارثہ	486
عبداللہ بن حبیب العنبری	492
اسلامی عہد کے چند سخی	497
اشاریہ	519
ماخذ و مصادر و مراجع	555

بسم الله الرحمن الرحيم

خصائص العرب

یادرہے کہ ہرنوع کوکمال ان اوصاف کے حصول سے میسر آتا ہے جواس نوع کے ساتھ مخصوص ہوں اور اِن آثار کے صدور سے عمل میں آتا ہے جواس نوع سے مطلوب ہوں اورانھی اوصاف کی کمی یا بیشی کی وجہ سے بعض افراد یا بعض اقوام کودیگرافراداورقوموں پر فضیلت حاصل ہوتی ہےاور یہ توافق بعض اوقات اتنا بسیط ہوتا ہے کہ ایک کوزمین اوردوسرے کوآسمان قرار دیا جاسکتا ہے۔اگرچہ انسان باقی تمام اجسام کے ساتھ جگہ گھیرنے اورفضامیں موجودہونے کے اعتبار سے برابر کا شریک ہے۔اسی طرح غذا حاصل کرنے اورنشوونما پانے کی رو سے یہ نباتات کا بھی شریک ہے اورسانس لے کرزندہ رہنے،حرکت ارادی اور احساس کی رعایت سے انسان بے زبان جانوروں کے زمرے میں شامل ہے۔چنانچہ اگراس کا کوئی امتیازی وصف ہے تو وہ ہے اس کی قوت گویائی ہے جواسے عطا کی گئی اوراُن امور کی وجہ سے ہے جواس کے تابع ہیں۔مثلاً عقل اورعلم ضروریہ، پسندیدہ اورنیک اعمال،نظروا ستدلال کی اہلیت اوراپنی انھی صلاحیتوں کی بدولت وہ ترقی اور مدارج کمال تک پہنچتا ہے۔یہ جاننے کی وجہ سے کہ کیا ممکن ہے اور کیا

ناممکن وہ علوم کی ان جہتوں میں جھانکتا ہے جن سے دوسری مخلوقات عاری ہیں اور اس کا کمال اس بات پہ مضمر ہے کہ وہ معقولات کا تصور کرلے۔ نامعلوم امور کو پالے اور اُن اخلاق حسنہ کو اپنالے جو نیک اعمال کے تابع ہیں۔ چنانچہ انسان کو اپنی ذات اور جسم کے معاملے میں کائنات میں موجود باقی تمام مخلوقات پہ فضیلت حاصل ہے اور انسان کی ذاتی فضیلت اس قوت متفکرہ کی بدولت ہے جس کے ساتھ عقل علم حکمت تدبیر اور رائے وابستہ ہوتی ہے۔

اس لیے کہ حس اگرچہ تمام چوپائیوں میں بھی پائی جاتی ہے اور بعض میں تو قوت متخیلہ بھی ہوتی ہے ۔تاہم ان میں نہ تو قوت متفکرہ ہوتی ہے اور نہ ہی سوچنے کا مادہ اور نہ ہی معلوم چیز سے نامعلوم چیز کے استنباط کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اشیا کی علت اور اسباب کو جانتے ہیں۔اس لیے حیوان ایسی صنعتوں سے قطعی دور ہوتے ہیں جن کا تعلق غور وفکر اور سوچنے سے ہے۔دوسرے حیوانات کی نسبت انسان کو جسمانی فضیلت بھی عطا کی گئی ہے اس کو کام کرنے والے ہاتھ، بولنے والی زبان اور فکر کرنے والا دماغ عطا کیا گیا ہے۔اس لیے انسان ان تمام چیزوں پہ غالب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں پیدا کی ہیں۔خود قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات کی تمام مخلوقات سے برتر مخلوق قرار دیا ہے اور اسے اپنا خلیفہ یا نائب بتایا ہے جس سے انسان کے شرف اور عظمت کا احساس ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی فضیلتوں کے بیان میں فرمایا ہے؛

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

''ہم نے انسان کو بہترین ڈھانچے پہ پیدا کیا ہے''

مزید فرمایا کہ:

صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

”اللہ نے تمہیں صورت بخشی اور اچھی صورت بخشی“

مزید فرمایا کہ:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ○

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

”ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کرایا اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پہ فضیلت عطا کی“۔

جو شخص یہ خیال کرے کہ خالق نے انسان کو وحشی جانوروں کے مقابلے میں ناقص اور کمزور پیدا کیا ہے اس لیے کہ وحشی جانوروں کو لباس کی ضرورت نہیں ہوتی مگر انسان کو ہوتی ہے۔اسے خود اپنی ذات کے اندر ہتھیار عطا نہیں کیے گئے جس طرح کہ جانوروں کو عطا کیے گئے ہیں تو اس شخص کا خیال ناقص ہے۔ظاہر سی بات ہے کہ انسان کو ان چیزوں کے عوض قوتِ عقل و تمیز عطا کی گئی ہے جس کی بدولت وہ اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق لباس تیار کرتا ہے اور ہتھیار کے معاملے میں تو وہ جانوروں سے ہزاروں سال آگے ہے۔اس لیے کہ شیر اور بھیڑیے کے پاس آج بھی وہی ہتھیار ہیں جو دس ہزار سال پہلے تھے مگر انسان کے

پاس آج وہ ہتھیار ہیں جو شیر اور بھیڑیے کو لمحوں میں نیست و نابود کر کے رکھ دیں۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے "**خُلِقَ الاِنْسَانُ ضَعِیْفًا**" "یعنی انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے" کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا کمزور ہونا ملائے اعلیٰ کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ انسان میں وہ بدنی حاجات پائی جاتی ہیں جو ملائے اعلیٰ میں نہیں پائی جاتیں۔ لہٰذا جب فضیلت کا دار و مدار ان امور پہ ہے جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ تو عربوں کو دیگر اقوام پر فضیلت ان خصوصیات کی بنا پر حاصل ہوئی جو انھیں اپنی عقل، زبان اخلاق اور اعمال کی رو سے حاصل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت یا تو نفع رساں علم کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے یا عمل صالح کی بنا پر۔ رہا علم تو اس کا ایک مبداء ہے اور وہ قوت عقل ہے جو اپنی ذات میں قوتِ حفظ بھی ہے اور قوتِ فہم بھی۔ دوسری بات اس کا کامل ہونا ہے اور وہ قوت گویائی ہے یعنی قوت بیان اور مافی الضمیر کا اظہار۔ واضح رہے کہ عرب لوگ دیگر اقوام کے مقابل زیادہ سمجھدار زیادہ حافظے والے اور زیادہ قادر الکلام ہیں۔

رہا قوت فہم میں ان کا کمال تو یہ اس لیے ہے کہ کوئی قوم صحیح ادراکی، تیزی فہم اور حقیقی فراست میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ لوگ اپنی قوت ذکاء کے ذریعے نظروں سے اوجھل چیز کے متعلق بھی اسی طرح خبر دیتے ہیں گویا وہ اس چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ کسی پانی کے گھاٹ پر پہنچنے سے پہلے ہی اپنے ادراک سے اس کا اصل حال بیان کر دیا کرتے تھے اور اپنی تیزی ذکاء کی وجہ سے بعید ترین چیزوں کو یوں ثابت کر دیتے گویا وہ بعید ہی نہیں۔ اپنی حقیقی فراست کی بنا پر وہ غیر معلوم چیز کو ایسے بیان کرتے جیسے وہ مدت مدید سے معروف چلی آئی ہو۔ وہ لوگ جو بعد کے زمانے میں تھے وہ گذشتہ زمانے کے لوگوں کے مقابلے میں کم درجہ رکھتے تھے اس کے باوجود وہ رمز آشنا اور دقیقہ شناس تھے۔ مخفی اور لطیف اشاروں ہی سے خبردار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے سامنے کچھ قیدی لائے گئے اور اس وقت وہاں عربوں کا مشہور شاعر فرزدق بھی موجود تھا۔ خلیفہ نے فرزدق سے کہا کہ وہ ان قیدیوں میں سے کسی ایک کی گردن مار دے۔ فرزدق نے معذرت کی۔ مگر سلیمان نہ مانا اور ساتھ ہی اس کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک ایسی تلوار سے اس کی گردن مارے جو قابل استعمال نہ ہو۔ سلیمان کی اس فرمائش پہ فرزدق نے کہا اچھا میں ان میں سے کسی کی گردن مارتا ہوں لیکن میں اس کے لیے اپنی تلوار استعمال کروں گا۔ اس کے بعد اس نے اپنی تلوار سے ایک قیدی پہ حملہ کیا مگر اس کا وار اوچھا پڑا جس پہ سلیمان سمیت اس کے تمام

درباری ہنس دیئے۔اس موقع پر فرزدق نے یہ شعر کہے۔

اَیُعجِب ُالنَّاس َاَنْ اَضحکَت ُسَیّدَھُم ْ
خِلِیْفَۃَ اللّٰہ ِ یُسْتَسْقیٰ بِہ ِ المَطَرُ

کیا لوگوں کو اس بات پہ تعجب آتا ہے کہ میں نے ان کے سردار یعنی اللہ کے خلیفہ کو ہنسا دیا ہے جس کے واسطے سے بارش کی دعا کی جاتی ہے“۔

لَمْ یَنْبُ سَیفِیْ مِنْ رُعْبٍ وَلَا دَھشٍ
عَنِ الا ْ سِیْرِ و لٰکِن اخّرَ القَدر ُ

میری تلوار کا وار قیدی کے کسی قسم کے رعب یا دہشت کی وجہ سے خطا نہیں گیا بلکہ تقدیر میں تاخیر کردی گئی تھی“۔

وَلَنْ یُقَدِّم َ نَفساً قَبْلَ مِیْتَتِھَا
جَمْعُ الیَدَیْنِ وَلَا الصَمصَا مَۃ ُالذکَر ُ

اور کسی شخص کی موت اپنے وقت سے پہلے نہ تو دونوں ہاتھ باندھ دینے سے آسکتی ہے اور نہ عمدہ لوہے کی تلوار سے“۔

مَا اِنْ یُعَابُ سَیِّدٌ اِذَا صَبَا
وَلَا یُعَابُ صَارِمٌ اِذَا نَبَا
وَلَا یُعَابُ شَاعِرٌ اِذَا کَبَا

اور اگر کوئی سردار بچپن کی بات کر بیٹھے تو اس پہ انگلی نہیں اٹھائی جاتی اور نہ ہی کاٹنے والی تلوار پر حرف آ سکتا ہے اگر وہ چوک جائے اور نہ ہی شاعر کی عیب چینی کی جاتی ہے اگر وہ ٹھوکر کھائے اور منہ کے بل گرے تو۔" [*1]

اس کے بعد فرزدق تو وہاں سے چلا آیا مگر ایک عرب شاعر نے اس کی ہجو میں یہ شعر کہے جس میں اس کو مطعون کیا گیا۔ اس پر فرزدق نے جواباً اس کی ہجو میں کچھ شعر کہے تو خلیفہ سلیمان نے ان سے کہا کہ فرزدق ایک خاندانی آدمی ہے اور اس کی ہجو کہنے والا جریر ایک ادنیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے فرزدق نے جب جریر کی ہجو کہی تو اسے اس کی اوقات یاد لا دی اور اس نے مفاخرت میں کہا کہ میرے خاندان میں کلیب درام اور روائل جیسے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے مقابل تم اپنے روسائے قوم کو پیش کرو تو جواباً جریر کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

جریر نے فرزدق کی ہجو میں لکھا کہ:

بِسَیْفِ اَبِیْ رَغْوَانَ سَیْفِ مُجَاشِعٍ
ضَرَبْتَ وَلَمْ تَضْرِبْ بِسَیْفِ ابنِ ظَالِمٍ

کہ تو نے ابی ارغوان یعنی مجاشع کی تلوار سے وار کیا تھا ابن ظالم کی تلوار سے وار نہیں کیا تھا۔"

ابن جریر نے مزید کہا کہ:

وَلَا نَقْتُلُ الْاَسْرٰی وَلٰکِنْ نَفُکُّھُمْ
اِذَا اَثْقَلَ الْاَعْنَاقَ حَمْلُ الْمَغَارِمِ

جب گردنوں پر تاوان کا بھاری بوجھ پڑ جائے تو ہم قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے انھیں آزاد کر دیا کرتے ہیں"۔

فرزدق نے اس کے جواب میں یہ شعر کہے:

کَذَاكَ سُیُوْفُ الْھِنْدِ تَنْبُوْ ظُبَاتُھَا
وَتَقْطَعُ اَحْیَانًا مَنَاطَ التَّمَائِمِ

اسی طرح بعض اوقات ہندی تلواروں کی دھاریں چوک بھی جاتی ہیں اور کبھی گردنوں کو کاٹ بھی دیتیں ہیں"۔

وَلَا نَقْتُلُ الْاَسْرٰی وَلٰکِنْ نَفُکُّھُمْ
اِذَا اَثْقَلَ الْاَعْنَاقَ حَمْلُ الْمَغَارِمِ

جب گردنوں پر تاوان کا بھاری بوجھ پڑ جائے تو ہم قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے انھیں آزاد کر دیا کرتے ہیں"۔

وَهَل ضَرْبَةُ الرُّومِیّ جاعَلَۃُ لَکُمْ
اَبَا عَنْ کُلَیْبٍ اَوْ اَخاً مِثْلَ دَارِمٍ

اور کیا رومی قیدی کو کاری ضرب لگانے سے تمہیں کلیب کے مقابلے کا کوئی باپ اور دارم جیسا کوئی بھائی مل جاتا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

نَسَبتُ عَیْنَاكَ عَنْ طَلٍ بِحُزْوی
عَفَتْهُ الرِّیحُ وَامْتَنَحَ الْقِطَارَا

حزوی کے مقام پر جو کھنڈر ہے اور جسے ہواؤں نے مٹا دیا ہے اور جس نے بارش کا تحفہ لیا ہے اس سے تمھاری آنکھیں اچاٹ ہوگئیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

یَعُدُّ النَّاسِبُونَ اِلَی تَمِیْمٍ
بُیُوتَ الْمَجِدِ اَرْبَعَةً کِبَارًا

اور بنی تمیم کی طرف منسوب ہونے والے لوگ عرب کے چار بزرگ گھرانوں میں شمار ہوتے ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

یَعُدُّوْنَ الرِّبَابَ وَآلَ بَکْرٍ
وَعَمْرًا ثُمَّ حَنْظَلَۃَ الْخِیَارَا

یہ اہل عرب سے رباب، آلِ بکر اور عمرو کے گھرانے ہیں اور حنظلہ الخیر کو بھی انھی میں شامل کیا جاتا ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَيَذْهَبُ بِهِمَا الْمُرِّيُّ لَغْواً
كَمَا اَلْغَيْتَ فِي الدِّيَةِ الْحُوارا

اوران چاروں گھرانوں کے درمیان "مرّی" بے کار چلا جاتا ہے جس طرح دیت میں اونٹ کے بچے کو شمار نہیں کیا جاتا۔"[*2]

اگرچہ عربوں میں اس بات کا عام رواج نہ تھا مگر کبھی کبھار کوئی شاعر کسی دوسرے کے شعروں کو خود سے منسوب کر کے سنا دیا کرتا۔ چنانچہ عربوں کے ایک شاعر ذوالرمہ [*3] نے فرزدق کے کچھ اشعار اپنے ایک قصیدے میں شامل کر لیے۔ اس بات کا علم جب فرزدق کو ہوا تو اُس نے ایک دن ذوالرمہ کو گھیر لیا اور اس سے کہا: کہ وہ اپنا قصیدہ سنائے۔ چنانچہ جب اس نے اپنا قصیدہ سنایا تو فرزدق نے اپنے اشعار کو پہچان لیا اور ذوالرمہ سے کہا: کہ خدا کی قسم یہ اشعار کہنے والا وہ شخص ہے جس کے جبڑے تم سے زیادہ مضبوط ہیں۔ فرزدق نے ذوالرمہ سے کہا اگر اب تو نے یہ شعر اپنے نام کے ساتھ سنائے تو میں تیری گردن ماردوں گا۔ اہل عرب کی ذہانت اور فطانت کے کیا کہنے تھے جس کے باعث وہ لطیف سے اشارہ کی تہہ تک بھی فوراً پہنچ جاتے تھے۔ اُن کی نظر اس قدر تیز تھی کہ نہایت معمولی رمز کو بھی پا جاتے تھے جیسا کہ بہت سی مشہور روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ عربوں کے دو شہ سوار ساتھ ساتھ چل رہے تھے جن میں سے ایک نمیری تھا اور دوسرا فرازی۔ تو اس سفر کے بیچ فرازی سوار نے نمیری سے کہا: اپنے گھوڑے کی لگام نیچی رکھو تو نمیری نے جواب دیا کہ یہ مکتوبہ ہے۔ اس لیے کہ فرازی کے پیش نظر یہ شعر تھا جس میں بنو نمیر کی ہجو کی گئی تھی۔"

فَغُضِّ الطَّرفَ اِنَّكَ مِنْ نُمَيْرٍ
فَلا كَعْباً بَلَغْتَ وَلَا كِلَابَا

اپنی آنکھیں نیچی رکھو کہ تم تو بنی نمیر میں سے ہو تم نہ تو کعب کی شان کو پہنچ سکتے ہو نہ اور کلاب کو۔"

اور نمیری کے جواب سے اس کا اشارہ اس شعر کی طرف تھا جس میں بنی فزارہ کی ہجو کی گئی تھی۔

لَا تَأمَنَنَّ فَزَارِیًّا خَلَوْتَ بِہِ
عَلَی قَلُوصِكِ وَاكْتُبْهَا بِأَسْيَارِ

کہ جب تو کسی فرازی کے ساتھ خلوت گیر ہو تو اپنی اونٹنیوں کی طرف سے بے فکر نہ ہونا اور ان کی شرمگاہوں کو تسموں سے باندھ دینا (اس لیے کہ ان لوگوں سے اونٹنیوں کی عصمت بھی محفوظ نہیں)

اسی طرح معاویہؓ [4*] نے احنف [5*] سے کہا" **الشَّیُ المُلَفَّفُ فِی البِجَادِ**" (یعنی یہ دھاری دار چادر میں لپٹی ہوئی چیز کیا ہے) تو احنف نے جواب دیا کہ "**سَخِینَہ**" اور معاویہ کی مراد شاعر کے اس شعر سے تھی۔

اِذَا مَا مَاتَ مَیْتٌ مِنْ تَمِیْمٍ
فَسَرَّكَ اَنْ یَعِیشَ فَجِئْ بِزَادٍ

کہ جب بنی تمیم کا کوئی آدمی مر جائے اور تو چاہے کہ وہ زندہ ہو جائے تو پھر کھانے کی کوئی چیز لے آ۔"

بِخُبْزٍ اَوْ بِتَمْرٍ اَوْ بِسَمْنٍ
اَوِ الشَّئِی الْمُلَفَّفِ فِی الْبِجَادِ

روٹی یا کھجور یا گھی یا دھاری دار چادر میں لپٹی ہوئی کوئی چیز ہو تو پھر تو ان کا رنگ دیکھ۔“

تَرَاهُ یَطُوفُ فِی الْآفَاقِ حِرْصًا
لِیَأْكُلَ رَاسَ لُقْمَانَ بْنِ عَادٍ

تو اسے لالچ کی وجہ سے دنیا بھر کا چکر لگاتا دیکھے گا تا کہ اگر ممکن ہو تو لقمان بن عاد کا سر بھی کھا جائے۔“

اخنف ؓ کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور سخنیہ سے اس کی مراد ایک کھانے سے تھی جو بعد میں اہل قریش کا لقب بن گیا اور یہ لقب قریش کی چڑ نہ تھی اور نہ ہی وہ اس کا برا مناتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں امام سہیلی نے الاروض الانف میں لکھا ہے کہ قریش کو قدیم زمانے ہی سے سخنیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس لیے کہ جب قصی کا زمانہ آیا تو اس کا دستور تھا کہ مکہ میں جب کبھی کوئی جانور ذبح کیا جاتا تو وہ اس کی ران کا گوشت لے کر اس سے خزیرہ پکاتے جو گوشت میں گندم ملا کر پکایا جاتا تھا اور جب یہ کھانا تیار ہو جاتا تو وہ اس کو کھانے کے لیے لوگوں کو دعوت دیتے اسی وجہ سے قریش کو سخنیہ کہا گیا۔ تاہم بعض دیگر مورخین کا خیال ہے کہ ان کو سخنیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب عرب میں قحط اپنی شدت کو پہنچ جاتا اور لوگوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ رہتا تو وہ علہز کھاتے جو پشم اور خون ملا کر بنایا جاتا مگر اہل قریش اس سے پرہیز کرتے اور اسے نہ کھاتے۔ بلکہ وہ قحط کے ان دنوں میں بھی خزیرہ کھایا کرتے جس کی وجہ سے باقی عرب ان سے حسد کرتے اور اسی بنا پر ان کو سخنیہ کا نام دیا گیا اور قریش بھی اس لقب کو ناپسند نہ کیا کرتے۔ اہل عرب کے خصائص کے ضمن میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب کی ذہانت فطانت، فہم و ذکا اور زبان آوری صرف

مردوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اُن کی عورتیں بھی زبان و بیان کی ان رفعتوں پہ فائز تھیں جس کا کسی اور قوم میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ عربوں کے مورخ علامہ آلوسی نے بلوغ الارب میں بیان کیا ہے کہ ایک بار عربوں کے چار شاعر کسی جگہ اکٹھے ہوئے اور اپنی فصاحت و بلاغت پہ مفاخرت کرنے لگے۔ ان شعرا میں جریر بن عطیہ بن الخطفی تھا جو مشہور اسلامی شاعر تھا اور اس کی فرزدق کے ساتھ نہ بنتی تھی اور وہ ایک دوسرے کی ہجو کہتے رہتے۔ ان میں ایک شاعر کا نام کثیر تھا جو اپنی کنیز عزہ کی وجہ سے کثیر عزہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ایک جمیل بن عبداللہ معمر العذری تھا اور ابن قطیبہ کے نام سے مشہور تھا اس کی کنیت ابو عمرو تھی اور یہ اموی عہد کا شاعر تھا۔ اس محفل میں شامل چوتھا شاعر نصیب ابو الجنا تھا جو اہل قری کے ایک آدمی کا حبشی غلام تھا اس نے اپنے مالک سے مکاتبت کی اور مکاتبت کا پیسہ اسے خلیفہ عبدالعزیز نے اس کی مدح کے بدلے میں انعام کے طور پہ دیا۔

شعرا کی اس مفاخرت میں شامل جریر نے کہا کہ اس طرح فیصلہ نہ ہوگا تم کوئی ثالث مقرر کرلو۔ اسی دوران سکینہ نامی ایک عورت ان کے قریب سے گزری اور اس نے ان شعرا کی بات سن لی تھی۔

اس نے کہا:

اگر تم مناسب جانو تو میں تمھاری ثالث بننے کو تیار ہوں اور یہ کہ میں تم سب کو جانتی ہوں اور تمھارے استادوں کو بھی جانتی ہوں اور اس نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا یہ شعر تمھارے استاد کا نہیں؟

طَرَقَتْكَ صَائِدَةُ الْقُلُوبِ وَلَيْسَ ذَا
حِيْنُ الزِّيَارَةِ فَارْجِعِيْ بِسَلَامِ

دلوں کا شکار کرنے والی رات کے وقت تمھارے پاس آئی مگر تم نے کہا کہ یہ ملاقات کا وقت نہیں لہذا تو سلامتی کے ساتھ واپس چلی جا۔"

ساتھ ہی سکینہ نے جریر کے استاد کے اس شعر پہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا: خدا تمھارے استاد کو رسوا کرے اس امر کے لیے رات کے وقت سے بڑھ کر اور کون سا وقت بہتر ہوگا۔ پھر اُس نے کثیر کو مخاطب کیا اور کہا تو بتا

کیا یہ شعر تیرے استاد ہی کا نہیں؟

بِقَرٌّ بِعَيْنِى مَا يَقِرٌّ بِعَيْنِهَا
وَاَحْسَنُ شَئٍى مَا بِهِ الْعَيْنُ قَرَّتِ

جو چیز اس کی آنکھوں کا قرار ہے وہی میری آنکھوں کا قرار ہے اور بہترین چیز وہی ہوتی ہے جس سے آنکھوں کو قرار حاصل ہو۔''

اس شعر پہ تبصرہ کرتے ہوئے سکینہ نے کثیر کے استاد کی ملامت کی اور کہا خدا تمھارے استاد کو تباہ کرے عورتوں کو تو شادی بیاہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں قرار حاصل نہیں ہوتا کیا تمھارا استاد یہی چاہتا ہے کہ کوئی اس کو بیاہ کر لے جائے۔ پھر سکینہ نے اپنا رخ جمیل کی طرف کیا اور اسے کہا کیا یہ تمھارے استاد کا شعر نہیں ہے؟

فَلَو تَرَكَتْ عَقْلِى مَعِىْ مَا طَلَبْتُهَا
وَاِنَّ طِلَابِيهَا لِمَا فَاتَ مِنْ عَقْلِى

اگر وہ میری عقل کو میرے پاس رہنے دیتی تو میں اسے طلب نہ کرتا اور میرا اسے طلب کرنا صرف اس گئی ہوئی عقل کی وجہ سے ہے۔''

اور اس شعر پہ سکینہ نے اپنی رائے یوں ظاہر کی اور اس کا مخاطب جمیل تھا کہ تمھارے استاد کا عشق جھوٹا تھا کیونکہ سچے عاشق کو عقل سے کیا تعلق۔ اور اب سکینہ نے اپنا رخ نصیب کی طرف کیا اور کہا کیا یہ تمھارے استاد کے شعر نہیں؟

اَهِيمُ بِدُعْدٍ مَا حَيِيتُ فَإِنْ اَمُتْ
فَيَا وَيْحَ نَفْسِيْ مَنْ يَهِيمُ بِهَا بَعْدِيْ

جب تک زندہ ہوں وعد پر عاشق رہوں گا اگر مر گیا تو وائے افسوس کہ نجانے میرے بعد کون اس پہ عاشق ہوگا۔"

اَهِيمُ بِدُعْدٍ مَا حَيِيتُ فَإِنْ اَمُتْ
فَلَا صَلُحَتْ دُعْدٌ لِذِي خُلَّةٍ بَعْدِي

میں جب تک زندہ ہوں وعد پہ عاشق رہوں گا اور جب میں مر جاؤں تو خدا کرے میرے بعد وہ کسی عاشق کے لائق نہ رہے۔"

اس پہ سکینہ نے کہا کہ تمھارا استاد نامرد ہے خود منزل کی تگ ودو نہیں کرتا اور دوسروں کی منزل کھوٹی کرنے کی بددُعا کرتا ہے اللہ اس کو اور اس کے شعروں کو رسوا کرے۔ اب تم اپنے شعر پیش کرو اس پہ چاروں عرب شعرا نے اپنے ہاتھ جوڑے اور اس سے کہا۔ تم نے ہمارے اساتذہ کا جو حال کیا ہے خدا ہمیں اس حال سے اور تمھارے شر سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد وہ اس محفل سے اٹھ کر چلے گئے اور سکینہ نے مسکراتے ہوئے اپنے گھر کی راہ لی۔

یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ عرب اپنی فطانت ذکاوت اور حسِ فہم میں حدِ اعجاز کو چھو رہے تھے۔ چنانچہ علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب " **الاغانی** " میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کی کہ عربوں کے مشہور شاعر امراؤالقیس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس عورت سے شادی کرے گا جو اس

کے تین سوالوں کے جواب دے گی۔

اور اس کے سوال یہ تھے، آٹھ، چار اور دو جن میں زندگی ہے ؟

اس نے کئی عورتوں سے یہ سوال کیا؟

جس کے جواب میں ہر عورت کہتی: چودہ

اور یہ اس سوال کا جواب نہ تھا اس لیے امراؤالقیس خاموش ہو رہتا اور کسی ایسی عورت کی تلاش میں رہتا جو اس کی اس بجھارت کو جان سکے۔

ایک بار جب وہ سفر میں تھا تو آدھی رات کے وقت اسے ایک اور مسافر ملا جس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی امراؤالقیس کو اس کی خوبصورتی بھا گئی کہ اس کا حسن چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔

پھر وہ رات گئے عارضی پڑاؤ کے لیے رکے تو امراؤالقیس اس لڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا اور اس پہ اپنا وہی سوال دھرایا؟ کیا تو جانتی ہے کہ آٹھ چار اور دو جن میں زندگی ہے سے کیا مراد ہے؟

لڑکی نے کچھ دیر سوچا اور کہا: ہاں۔ امراؤالقیس بہت خوش ہوا اور اس نے کہا بتاؤ؟

لڑکی نہ کہا کہ کتیا کے تھن آٹھ ہیں اونٹنی کے چار اور عورت کے دو اور ان میں زندگی ہے۔

امراؤالقیس بہت خوش ہوا کہ یہی اس کے سوال کا درست جواب تھا۔

اب امراؤالقیس اس لڑکی کے باپ کے پاس گیا اور اس سے کہا:

میں شہزادہ ہوں اور کیا تم ایک سو اونٹوں دس غلاموں دس کنیزوں اور تین اصیل گھوڑوں کے مہر کے عوض اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کرو گے۔

لڑکی کے باپ نے کہا: پوری خوشی کے ساتھ تب وہ جدا ہو گئے اور امراؤالقیس نے اس سے ملنے کا وعدہ کر لیا۔

امراؤالقیس اپنے وطن پہنچا اور اپنے ایک غلام کو کچھ تحفے دے کر اس لڑکی کی طرف بھیجا۔ ان تحفوں میں گھی کا ایک مشکیزہ، شہد کا ایک مشکیزہ اور کپڑوں کا ایک جوڑا شامل تھے۔ راستے میں امراؤالقیس کا غلام کسی چشمے پہ اترا اور اس نے کپڑوں کے جوڑے کو پہن لیا اس نے مشکیزوں کو بھی کھول لیا اور اس سے چشمے پہ موجود دوسرے لوگوں کی دعوت کی۔

اس کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہوا اور لڑکی کے قبیلے تک پہنچا۔

وہ اس لڑکی سے ملا اور وہ لڑکی اس وقت تنہا تھی اور اس کے گھر والے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ غلام نے امراؤالقیس کے تحفے اس تک پہنچائے اور رخصت مانگی۔

لڑکی نے کہا: تم آج کی رات ہمارے مہمان ہو کل میں تم کو امراؤالقیس کے لیے پیغام دوں گی تم اسے لے جانا۔

اگلی صبح وہ غلام جب لڑکی سے ملا تو لڑکی نے اس سے کہا:

جا کے اپنے مالک سے کہنا کہ میرا باپ کسی اجنبی کو قریبی اور قریبی کو اجنبی بنانے گیا ہے اور میری والدہ ایک نفس کے دو نفس بنانے گئی ہے میرا بھائی سورج کو تاک رہا ہے اور تمھارا آسمان پھٹ گیا ہے اور تمھارے دونوں برتن سلامت نہ تھے۔

غلام واپس آیا اور اُس کو اِس کلام کی کچھ سمجھ نہ تھی تاہم اس نے یہ سب کچھ اپنے آقا کو بتایا:

تب امراؤالقیس نے اپنے دوسرے غلاموں سے کہا: اس غلام کو جکڑ دو کہ اس نے امانت میں خیانت کی ہے جس کی سزا اس کو ملنی چاہیے۔

پھر اس نے کہا کہ اس کا یہ کہنا کہ میرا باپ اجنبی کو قریبی اور قریبی کو اجنبی بنانے گیا ہے تو اِس سے اُس کی مراد یہ ہے کہ اس کا باپ اپنی قوم کے خلاف کسی اور قوم کو حلیف بنانے گیا ہے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ میری والدہ ایک نفس کے دو نفس بنانے گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی حاملہ عورت کی مشکل آسان کرنے گئی ہے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ میرا بھائی سورج کو تاک رہا ہے تو اِس سے اُس کی مراد یہ ہے کہ وہ کہیں جانور چرا رہا ہے اور سورج غروب ہونے کا منتظر ہے تاکہ جب وہ مایہ زوال ہو تو وہ اپنے جانوروں کو واپسی کی آواز لگائے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ تمھارا آسمان پھٹ گیا ہے تو اِس سے اُس کی مراد یہ ہے کہ میں نے جو کپڑا اس کی طرف بھیجا تھا وہ پھٹ گیا تھا۔

اور اس کا یہ کہنا کہ تمھارے برتن سلامت نہ تھے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ راستے میں ان مشکیزوں سے شہد اور گھی نکالا گیا تھا۔

اب وہ اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا بتا یہ سب باتیں درست ہیں۔ تو اس نے

اعتراف کیا کہ ہاں میں نے مشکیزوں کو کھولا تھا اور وہ کپڑا بھی پھٹ گیا تھا۔تب امراؤالقیس نے اس غلام کو طعن وملامت کی اور اس کو کوڑے مارے۔

پھر چند دن بعد امراؤالقیس خود اس لڑکی کی طرف روانہ ہوا تب اس کے ساتھ یہی غلام تھا اور سو اونٹ تھے۔

راستے میں وہ ایک کنویں پہ اترے۔

غلام اونٹوں کو پانی پلانے گیا مگر نا کام رہا تب امراؤالقیس اس کی مدد کو بڑھا تو اس غلام نے موقع دیکھ کر اس کو کنویں میں دھکیل دیا کہ اس کے دل میں اپنی رسوائی کا دکھ تھا جس کا بدلہ اس نے امراؤالقیس کو کنویں میں ڈال کر لے لیا اور خود وہ اونٹ اپنے ساتھ لے کر اس لڑکی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کے ٹھکانے پہ پہنچ کر لڑکی کے غلاموں سے کہا لڑکی کو بولو اس کا خاوند آ گیا ہے۔

چنانچہ لوگوں نے اس لڑکی سے کہا: تمہارا خاوند آ گیا ہے۔

اس پہ لڑکی نے کہا میں نہیں جانتی کہ وہ میرا خاوند ہے یا کوئی اور ہے۔

تم ایسا کرو کہ ایک اونٹنی ذبح کرو اور اس کی اوجھ اور دم اس کو کھانے کے لیے دو اس لڑکی کے غلاموں نے ایسا ہی کیا۔

امراؤالقیس کے غلام نے یہ کھانا کھالیا۔

تو لڑکی نے کہا اس کو ترش دودھ پینے کے لیے دو۔

انھوں نے ایسا ہی کیا اور غلام دودھ پی گیا۔

پھر لڑکی نے کہا اس کا بستر انٹوں کے باڑے میں گوبر اور خون کے پاس کر دو۔

انھوں نے ایسا ہی کیا اور امراؤالقیس کا غلام لمبی تان کر سو رہا۔

دوسری صبح لڑکی نے اس غلام کو بلا بھیجا اور اس سے کہا میں تم سے کچھ سوال پوچھنا چاہتی ہوں غلام نے کہا: پوچھو؟

لڑکی نے پوچھا؟

بتا کہ تمھارے ہونٹ کیوں مضطرب ہیں:

غلام نے کہا:

اس لیے کہ تمھارا بوسہ لیں۔

لڑکی نے پوچھا؟

تمھاری کوکھ کیوں بے قرار ہے؟

غلام نے جواب دیا: تم سے لپٹنے کے لیے۔

لڑکی نے پوچھا؟

تمھاری رانیں کیوں بے قرار ہیں؟ غلام نے جواب دیا:

تاکہ تمہیں بھینچ لیں۔

تب لڑکی نے اپنے غلاموں کو آواز دی۔ اس شخص کو پکڑ لو اور اونٹوں کے پاس باندھ دو اس لیے کہ یہ میرا خاوند نہیں کوئی نوسر باز ہے اور اس کے مالک ہی اب اسے یہاں سے آزاد کرائیں گے۔

اُدھر کوئی قافلہ اسی کنویں کے پاس اترا جس میں امراؤالقیس گرا ہوا تھا تو انھوں نے امراؤالقیس کی پکار سنی اور اسے کنویں سے نکالا۔

امراؤالقیس واپس اپنے وطن پہنچا اور پھر سے سو اونٹ لیے اور اس لڑکی طرف چل نکلا۔ وہ اس لڑکی کے قبیلے میں پہنچا اور لوگوں سے کہا اس لڑکی سے کہو اس کا خاوند آیا ہے۔

لڑکی نے کہا: میں کیا جانوں وہ کون ہے؟

تم ایک اونٹنی ذبح کرو اور اس کی اوجھ اور دم اس کو کھانے کو دو۔

انھوں نے ایسا ہی کیا:

تو امراؤالقیس نے لڑکی کے غلاموں سے کہا: جگر، کوہان اور پٹھے کا گوشت لاؤ اور یہ کھانا لے جاؤ میں اس طرح کی چیزیں نہیں کھاتا۔

اور انھوں نے اسے اس کی پسند کا گوشت دے دیا۔

اس کے بعد وہ اس کے لیے ترش دودھ لے کر آئے: امراؤالقیس نے اسے بھی پینے سے انکار کر دیا اور کہا تازہ دودھ اور رثیئہ لاؤ۔

چنانچہ اسے تازہ دودھ پیش کر دیا گیا۔

لڑکی نے کہا اس کا بستر گوبر اور خون کے پاس کر دو۔

امراؤالقیس نے دیکھا تو کہا: میرا بستر اس سرخ ٹیلے پہ کرو اور اس کے اوپر خیمہ لگاؤ۔

لڑکی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے غلاموں سے کہا اس کی تکریم کرو کیونکہ یہی میرا خاوند ہے۔

اگلی صبح اس نے امراؤالقیس کو بلا بھیجا اور اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں؟

امراؤالقیس نے کہا کہ پوچھو: کیا پوچھتی ہو؟

لڑکی نے اس سے پوچھا؟

تمھارے ہونٹ کیوں مضطرب ہیں؟

امراؤالقیس نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ ایسی شراب کے طلبگار ہیں جس میں پانی نہ ملایا گیا ہو۔

لڑکی نے پھر پوچھا؟

تمھاری کوکھ کیوں بے قرار ہے؟

اس لیے کہ وہ دھاری دار یمنی چادر اوڑھے۔

اور تمھاری رانیں کیوں بے قرار ہیں؟ لڑکی نے پوچھا

کسی خوبصورت اور اصیل گھوڑے پہ سوار ہونے کے لیے۔ امراؤالقیس نے جواب دیا:

تب لڑکی خیمے سے نکلی اور لوگوں سے کہا اب کوئی اس خیمے کی طرف نہ آئے کیونکہ میں اور میرا خاوند اس خیمے کے اندر ہیں۔

یہ چند تمثیلات تھیں جو ہم نے تاریخ عرب سے آپ کے لیے منتخب کیں تا کہ اہل عرب کی ذکاوت اور فصاحت کا اجمالی اندازہ کیا جا سکے۔ پھر جب اہل عرب کے دامن میں ایمان کی دولت ڈالی گئی تو وہ خیر لاامم بن گئے۔ اس لیے کہ باوجود بہت سی خرابیوں کے اہل عرب کے ہاں ایک مستحکم اخلاقی اساس موجود تھی جس کی بنا پر ان کو نبوت کے لیے چنا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خلعت خاص سے اس لیے نوازا کہ وہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے اور ان کا نسب خالص تھا۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام آنے تک اہل عرب تمدن اور طرزِ معاشرت میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام ہی کی طرح بدویانہ اور سادہ زندگی کے عادی تھے اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی ان کے اندر بہت سی وہ خصوصیات موجود تھیں جو قدیم عربوں یا سامی اقوام کا طرہ امتیاز تھیں اور ان کی بدویانہ زندگی میں کوئی بڑی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ اس لیے کہ وہ اب بھی کھلے صحرائی منظروں کے عادی تھے۔ ان کے اونٹ اور بھیڑ کے بالوں سے بنے وہی خیمے تھے اور وہی مویشی تھے جو ان کی معاش کا مدار تھے[*6]۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو ان تمام اثرات سے محفوظ رکھا تھا جو قوموں کی عادات اور خصوصیات کو بدل دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قریب ہی کئی متمدن اور طاقتور ریاستیں قائم تھیں اور بڑے بڑے مذاہب ان کے اطراف میں موجود تھے کہ مجوسی خلیج فارس سے لے کر یمن تک حکمران تھے، یہودی یمن اور حجاز کی تجارت گاہوں پہ متصرف تھے تو عیسائیت سلطنت رومہ کا مذہب تھا۔ اہل عرب میں جو نیک طبع لوگ تھے وہ خود کو دین حنفی کا پیروکار کہتے تھے جو دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ اس لیے عرب خاص طور پہ کسی مذہب کے پیرو نہ تھے بلکہ وہ مضطرب تھے، مذاہب کے معاملے میں متذبذب تھے اور خالق کی تلاش میں کسی سادہ سلیٹ کی طرح تھے، حق کے متلاشی تھے سچائی کے پیرو تھے تا کہ نبی اکرم ﷺ ذریعے دین ابراہیمی کی دعوت وتجدید کا راستہ کھلا رہے اور یہ بھی ایک امر خاص ہے کہ باوجود ایران اور روم کی طاقتور ریاستوں کی ہمسائیگی کے وہ کسی طاقت کے زیرنگیں نہ تھے بلکہ آزاد اور خودمختار تھے اور ان کی یہی آزادی اور خودمختاری تھی جو اسلام آنے کے بعد دنیا پر حکمران ہونے کے لیے ان کے کام آئی اور یہ بھی کہ وہ امیّ تھے اور فاسد کتابی علم سے ایک فاصلے پہ تھے۔ وہ فطرت سے ہم کلام رہتے اور صحرا کی شدت سے وہ سب سبق حاصل کرتے جن سے دوسری اقوام ناآشنا تھیں۔

پھر عرب کا حدود اربعہ تھا جس نے اللہ کا دین پھیلانے کے لیے ان سے معاونت کی۔ عرب دنیا کے وسط میں آباد تھے اس لیے جب وہ اسلام کی ابدی تعلیمات اپنے دامن میں سمائے اسے پوری دنیا پہ غالب کرنے کے لیے نکلے تو ایک طرف سے وہ عراق، شام، ترکستان، خراسان، سیستان، کابل اور ہندوستان تک جا پہنچے تو دوسری طرف انھوں نے مصر، افریقہ، الجزائر، تیونس اور اسپین تک اسلام کا پرچم بلند کر دیا اور

بحری رستوں سے ان کا گزر سائپرس، کریٹ، سسلی، جزائر افریقہ ہند، سندھ اور جاوا تک ہوا اور ہر جگہ انھوں نے اسلام کی ابدی دعوت پیش کی جس سے دنیا کی ایک بڑی اکثریت تک اسلام کا ابدی پیغام پہنچ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف عرب ہی تھے جو اس وقت پوری دنیا میں ان خصائص سے متصف تھے جو کسی قوم کی اخلاقی برتری پہ دلیل ہوتے ہیں۔ ان کی شجاعت، سخاوت مہمان نوازی، حلم، علم خطابت، مساوات، خودداری اور مفاخرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ازل سے اس فیصلے کے لیے منتخب ہو چکے تھے کہ وہ دنیا کی راہنمائی کا فریضہ ادا کریں گے۔ اس لیے کہ ان کی فطری سادگی اور شجاعت نے ان کی عملی استعداد کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ جب اللہ کے دین کو دنیا پہ غالب کرنے کا وقت آیا تو ان کے یہی اوصاف تھے جو اس امانت کو دوسروں تک منتقل کرنے میں ان کے لیے ممد ثابت ہوئے اور یہی وہ سرمایہ تھا جو اس وقت نہ ہند میں تھا نہ سندھ میں نہ عجم میں تھا نہ روم میں نہ فرنگ میں تھا نہ زنگ میں اور وہ صرف اور صرف عرب تھے جو ان اوصاف سے متصف تھے جو روم و فارس میں مفقود تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری نبوت کے لیے اس قوم کو برگزیدہ کر کے یہ امانت اس کے سپرد کر دی اور عربوں کی برتری کی یہ ساری دلیلیں ایک طرف خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو پسند کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو۔"
صحیح مسلم (کتاب الفضائل 2276/1)

ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:
میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں اللہ نے تمام لوگوں کو پیدا کیا تو مجھے اس نے سب سے بہتر نسل میں رکھا ان کو دو حصوں عرب و عجم میں تقسیم کیا تو مجھے اس حصے میں رکھا جو دوسرے

سے بہتر تھا یعنی عرب میں رکھا اور عربوں کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے اس قبیلے میں رکھا جو دوسروں سے بہتر تھا پھر اس قبیلے کو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے اس خاندان میں رکھا جو باقی خاندانوں سے اعلیٰ تھا اور پھر اس خاندان کو افراد میں تقسیم کیا تو اس فرد کے گھر میں پیدا کیا جو اس خاندان کا سب سے اعلیٰ فرد تھا۔"

الحدیث (مسند احمد بن حنبل 21/1)

> شجاعت عربوں کے خون میں شامل تھی، اگرچہ اسلام سے پہلے وہ مجتمع نہ تھی، اسلام نے جب عربوں کو مجتمع کیا تو انھوں نے روم و ایران کی صدیوں سے قائم ریاستوں کو دنوں میں ملیامیٹ کر دیا۔

شجاعت

اہل عرب کی شجاعت بے مثل تھی اور ان کی بہادری کے چرچے ہر جگہ تھے۔ وہ زندگی کو موت پہ ترجیح دیتے تھے اور بستر پہ مرنے کو نامردی تصور کرتے۔ وہ تلوار کے وار کی اذیت کو لذت تصور کرتے۔ اُن کے نزدیک اُن کے قبیلے کی عصمت اُن کی جان سے گراں تھی۔ اُن کا خون پانی سے بھی کم قیمت تھا اس لیے کہ جوانی کے دنوں میں ہی اُن کی بہادری کی شہرت نہ ہوتی تو اُن کو جینے میں لطف محسوس نہ ہوتا۔ اُن کی زندگی فطرت کی سادگی کا مظہر تھی اس لیے موت کا کھیل اُن کے لیے قطعی اجنبی نہ تھا۔ چونکہ شجاعت ایک فطری صفت اور طبعی خصلت ہے اور نفس کی معنوی قوت ہے جسے انسان اس کے نشانات اور غایات ہی سے سمجھ سکتا ہے اور جس کا علم شجاعت کے مقتضیات اور علامات کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ مقتضیات اور علامات یہ ہیں کہ جہاں اور لوگ پیچھے ہٹیں وہ آگے بڑھیں، نہ زندگی کو اہمیت دی جائے نہ موت کی پرواہ کی جائے۔ کسی قوم پہ یہ نشانات جس قدر مستحکم ہوں گے ان کا مبداء اسی قدر قوی تر اور کامل ہوگا۔ عربوں کے نیزے تو ہمیشہ ایک دوسرے سے الجھتے رہے اور ان کی عمریں جنگوں میں فنا ہوتی رہیں۔ اُن کی تلواریں ایک

دوسرے سے ٹکراتی رہیں اور انھوں نے زندگی کی دل پسند لذتوں سے ہاتھ اٹھائے رکھا اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنے اور قبیلے کی عظمت کی خاطر اپنی خواہشات کے سائے میں آرام کرنے سے اعراض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر اس حوصلے نے جنم لیا جس کی مثال عربوں کے ایک سردار سموال کے ان فقروں میں بدرجہ اتم محسوس کی جاسکتی ہے کہ جب کسی نے اسے خبر دی کی اس کا بھائی قتل ہوگیا ہے تو اس نے نہایت سکون سے جواب دیا کہ:

اِنْ يُّقْتَلْ فَقَدْ قُتِلَ اَبُوْهُ وَاَخُوْهُ وَعَمُّهُ اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نَمُوْتُ حَتْفًا وَلٰكِنْ قَطْعًا بِاَطْرَافِ الرِّمَاحِ وَمُوْتًا تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔"

کہ اگر میرا بھائی قتل ہوگیا ہے تو کیا ہوا اس سے پہلے اس کا باپ اور اس کا بھائی اور اس کا چچا بھی تو میدان جنگ ہی میں قتل ہوئے تھے بخدا ہم بستر پہ نہیں مرا کرتے بلکہ نیزوں کی انیوں سے ہمارے پرزے اڑائے جاتے ہیں اور ہم تلواروں کے سائے میں موت کا پیغام قبول کرتے ہیں۔

یہ الفاظ سموال بن غریض کے ہیں جو کاہن بن ھارون بن عمران کی اولاد تھا۔ بنوقریظہ اور بنونضیر دونوں کو کاہنان کہا جاتا تھا کیونکہ یہ اپنے دادا کاہن بن ھارون بن عمران کی طرف منسوب تھے۔ سموٴل کی والدہ غسانی تھی اور عربوں کے مشہور شہر تیماء میں اسی سموال نے وہ مشہور قلعہ تعمیر کرایا تھا جس نام سموال تھا۔ سموال وفاداری میں ضرب المثل تھا اور اس کا سارا خاندان عمدہ شعر کہتا تھا۔ سموال خود بہت عمدہ شاعر تھا۔ اس کے شعر یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔ پھر اس کا باپ عمدہ شاعر تھا اور اس کا بھائی سعیہ بن غریض بھی اچھے شعر کہتا تھا۔ بیان کیا گیا کہ اہل عرب کی دلیری اور شجاعت کی داستانیں بہت طویل ہیں۔ خاص طور پہ جاہلی عرب شعرا کے ہاں ان کا تذکرہ اتنا بسیط ہے جس کا احاطہ ناممکنات میں سے ہے۔ اس لیے ہم

نمونے کے طور پہ جاہلی ادب سے کچھ اشعار اور ان کی شجاعت کے صرف چند واقعات ہی پہ اکتفاء کریں گے اس لیے کہ اس بحرِ بےکراں میں اترنا آسان مگر ابھرنا نہایت دشوار ہے۔

چنانچہ عربوں کا سردار سموال اپنی قوم کے بارے میں کہتا ہے کہ:

قَوْمٌ اِذَانَزَلَ الغَرِیْبُ بِدَارِ ھِمْ
تَرَکُوْہُ رَبَّ صَوَاھِلٍ وقِیانِ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی پردیسی ان کے یہاں آکر اترتا ہے تو یہ لوگ اسے گھوڑیوں اور لونڈیوں کا مالک بنادیتے ہیں۔"

وَ اِذَا دَعَو تَھُمْ لِیَومِ کَرِیْھَۃٍ
سَدُّوْا شُعَاعَ الشَّمْسِ بالفُر سَانِ

جب تو انھیں کسی یوم جنگ کی دعوت دے تو یہ سورج کی شعاعوں کو اپنے گھوڑوں سے روک دیتے ہیں۔"

لَا یَنکُونَ الْاَرْضَ عِندَ سُوَالِھِمْ
لِتَطَلُّبَ العِلاَّتِ بالعِیْدَانِ

جب کوئی ان سے کچھ مانگتا ہے تو یہ بہانے ڈھونڈنے کے لیے لکڑیوں سے زمین کو نہیں کریدنے لگ پڑتے۔"

بَل یُسفرونَ و جُو هَهُم فَتَری لَهَا
عِنْدَا لسُؤال کأ حُسَنِ ا لا لوَانِ

بلکہ یہ اپنے چہرے روشن کر لیتے ہیں چنانچہ تو سوال کرتے وقت انھیں بہترین رنگ میں دیکھے گا۔"

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ!

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتفَ اَنفِهِ
وَلَا طُلَّ مِنَّا حیث کَانَ قَتِیْلُ

ہمارا کوئی سردار کبھی طبعی موت نہیں مرا اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس کے خون کا ہم نے بدلہ نہ لیا ہو خواہ وہ کہیں بھی قتل ہوا ہو۔"

تَسِیْلُ عَلَی حَدِّ الظُّبَاتِ نُفُو سُنَا
وَلَیْسَت علی غیر السُیوفِ تَسِیْلُ

ہمارے خون تلواروں کی دھار پر بہتے ہیں اور کہیں کم ہی انھیں بہتے دیکھا گیا ہوگا۔"

عربوں کا یک اور شاعر کہتا ہے کہ!

وَ اِنّا لَتَستَحلی المَنَا نُفو سُنَا
وتَترُکُ اُخریٰ مُرَّھا فَنَذ وقُھَا

ہمارے نفس موتوں کو میٹھا خیال کرتے ہیں اور دوسری چیزوں کو کڑوی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور

انھیں چکھتے تک نہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

شنفری عربوں کا مشہور شہ سوار تھا اور اس کا تعلق ازد کی شاخ بنی حجر سے تھا۔ شنفری جاہلی زمانے کا شاعر اور بہادر لٹیرا تھا۔ وہ تابط شرا کا ساتھی تھا۔ شنفری کو بچپن ہی میں قید کر لیا گیا تھا۔ اس کو بنو سلامان نے قید کیا تھا ۔اس لیے جب وہ جوان ہوا تو بھول چکا تھا کہ دراصل اس کا تعلق کس قبیلے سے ہے۔ وہ خود کو بنی سلامان ہی سے متعلق سمجھتا رہا پھر جب ایک دن اس نے بنی سلامان کے ایک آدمی کو کسی بات پہ تھپڑ مار دیا تو اس آدمی نے اس کو طعنہ دیا کہ تُو ہمارا وہ غلام ہے جس کو ہم بچپن سے ذلیل کرتے چلے آئے ہیں۔ تب شنفری نے جانا کہ اس کا تعلق تو قبیلہ ازد سے ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے قبیلے میں چلا آیا اور بہت سے لوگوں کے سامنے قسم کھائی کہ بنی سلامان نے اس پہ جو ظلم کیا ہے اس کے بدلے وہ ان کے سو آدمیوں کو قتل کرے گا۔ شنفری کے پاس بہت سی تلواریں تھیں جب وہ بنی سلامان کے کسی آدمی کو قتل کرتا تو اس تلوار کو ایک جگہ رکھ دیتا۔ اس طرح وہ تلواریں گنتا رہتا کہ اس نے ابھی بنی سلامان کے کتنے لوگ مزید قتل کرنے ہیں۔ وہ لوگوں کو تلواروں کے اس ڈھیر پہ لے جاتا اور ان کو کہتا کہ مجھے بتاؤ بنی سلامان کے کتنے خون ابھی مجھ پہ واجب ہیں۔ پھر مختلف مواقعوں اور جنگوں میں اس نے بنی سلامان کے ننانوے لوگ قتل کر دیئے۔ پھر بنی سلامان ہی کے ہاتھوں خود بھی قتل ہو گیا تو لوگوں کو افسوس ہوا کہ صرف ایک قتل سے اس کی قسم رہ گئی۔ مگر قدرت کو نجانے اس کی کون سی ادا پسند آ گئی کہ اس نے وہ سبب پیدا کیا جس کی بنا پر مرنے کے بعد بھی اس نے بنی سلامان کے ایک آدمی کی جان لے لی۔ ہوا یوں کہ بنی سلامان نے اپنی شدید نفرت کی بنا پر نہ خود اس کی لاش اٹھائی اور نہ ہی اس کے وارثوں کو اس کے قریب جانے دیا۔ حتیٰ کہ جنگلی جانور اس کی لاش کو نوچ نوچ کر کھاتے رہے اور انھوں نے اس کا سر بھی اس کے جسم سے الگ کر دیا۔ ایک مدت یوں ہی بیت گئی اور شنفری کی خشک کھوپڑی اسی میدان میں پڑی رہی۔ ایک دن بنی سلامان کے کچھ لوگوں کا ادھر سے گزر ہوا تو ان میں سے ایک نے حقارت سے اس کی کھوپڑی کو پاؤں سے زور کی ٹھوکر لگائی۔ اس کھوپڑی کی نجانے کون سی ہڈی چوٹ لگانے والے اس شخص کے پاؤں میں زخم بنا گئی۔ اس نے کافی علاج کیا مگر وہ زخم بگڑتا ہی گیا۔ حتیٰ کہ اسی زخم سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ لوگوں کو اس بات کا علم تھا اس

لیے انھوں نے پورے وثوق سے بیان کیا کہ بنی سلامان کا یہ شخص شنفری کا سواں مقتول تھا اس طرح اس کی قسم پوری ہوگئی۔

شنفری کے چند اشعا ر پیش خدمت ھیں۔

الاَ تَدْفِنُو نِیِ اِنَّ دَفِنْی مُحَرَّمٌ
عَلَیکُم وَ لِکن خَامِرِی اُمَّ عَامِرِ

تم میرے قتل کے بعد مجھے دفن نہ کرنا اور تم پہ میرا دفن کرنا حرام ہے اور مجھے بجو کے آگے ڈال دینا تا کہ وہ مجھے کھا جائے۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

الاَ حُمِلَتْ رأسِیْ وَفِی الرَأسِ اَکْثَر یْ
وَغُو دِر َعِنْد المُلْتَقَی ثُمَّ سَائِر یْ

جب میرے سر کو اٹھا کر لے جایا جا چکا ہو اور ظاہر ہے کہ میرے سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے اور باقی ماندہ حصے کو میدان جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

ھنالِك لا اَبغِیْ حَیا ۃً تَسُّرنِیْ
سَجِیْسَ اللَّیَا لِیْ مُبْسَلاً بالجَرائِرِ

تو اس وقت واضح ہو جائے گا کہ میں کیوں خوش کن زندگی کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا اور کیوں لگا تار راتوں کو ارتکابِ جرم کیا کرتا تھا۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

شجاعت کے ضمن میں حضرت حسان بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ!

وَلَسْنَا عَلَى الأَ عْقَا بِ تَدْمٰی کُلُوْمُنَا
وَلٰکِنْ علی اَقْدَ امِنَا تَقْطُرُ الدِّمَا

ہم وہ نہیں کہ ہمارے زخموں کے خون ہماری ایڑیوں پر گریں بلکہ یہ ہمارے قدموں پہ گرتے ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور عربوں کاا یک شاعر علوی کہتا ہے کہ:

مُحَّرمَةٌ اکْفَا لُ خَیْلِی عَلَی ا لقَنَا
وَتَنْدَقٌ مِنْهَا فِی الصُدُو رِ صُد وُرُهَا

میرے گھوڑوں کے چوتڑ نیزوں پہ حرام ہیں اس لیے ان کے سینے اور چھاتیاں خون آلود ہوتی ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

حَرَامٌ علی اَرْمَا حِنَا طَعْنُ مُدْبِرٍ
وَتَنْدَقٌ مِنْهَا فِی الصُدُو رِ صُد وُرُهَا

جو شخص پیٹھ دکھا دے اسے نیزہ مارنا ہم پہ حرام ہے کہ ہمارے نیزوں کے اگلے حصے دشمنوں کے سینوں میں ٹوٹتے ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور مہلب بن ابی صفرہ کے شعر ہیں :

وَ سَائِلَۃٍ بِا لْغَیْبِ عَنِی وَ لَو دَرَتْ
مُقَا رَعِیْ ا لاَ بْطَا لَ طَالَ نَحِیْبُھَا

ایک عورت میری غیر حاضری میں میری بابت لوگوں سے پوچھتی ہے اگر اسے بہادروں کے ساتھ جنگ کرنے کا پتا چل جائے تو وہ مدت تک روتی رہے۔"

اِذَا مَا الْتَقَیْنَا کُنْتُ اَوَّلَ فَارِسٍ
یَجُو دُ بِنَفْسٍ اَثْقَلَتْھَا ذُ نُو بُھَا

جب ہم لوگ دشمن سے دوچار ہوتے ہیں تو میں پہلا سوار ہوتا ہوں جو اپنے اس نفس کی سخاوت کر دیتا ہے جسے گناہوں نے بوجھل کر رکھا ہوتا ہے۔

اور حصین بن الحمام المری کہتا ہے کہ:

تَاَ خَّرْتُ اَسْتَبْقِی الحَیَا ۃَ فَلَمْ اَجِدْ
لِنَفْسِیْ حَیَا ۃً مِثْلَ اَنْ اَتَقَدَّ مَا

میں اپنی زندگی کو باقی رکھنے کے لیے پیچھے ہٹا مگر حق یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کی زندگی کے لیے پیش قدمی جیسی اور کوئی شئے نہیں دیکھی[7*]۔"

عمرو بن الاطنابہ الانصاری کے شعر ہیں کہ:

اَبَتْ لِیْ شِیْمَتِیْ وَاَبٰی بَلَائِیْ
وَاَخْذِی الحَمْدَ بِالثَّمَنِ الرَّبِیْحِ

میرے اخلاق جنگ کی آزمائش اور سود مند قیمت ادا کر کے تعریف حاصل کرنے اور۔“

وَقَوْلِیْ کُلَّمَا جَشَأَتْ وَ جَاشَتْ
مَکَانَكِ تُحْمَدِیْ اَوْ تَسْتَرِیْحِیْ

جب مارے غم کے کلیجہ منہ کو آنے لگے اور اس وقت نفس کے یہ بات کہنے نے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا کہ اگر تو نے مار ڈالا تو تمھاری تعریف کی جائے گی اور اگر مر گیا تو آرام پائے گا۔“

لِاَدْفَعَ عَنْ مَاٰثِرَ صَالِحَاتٍ
وَاَحْیٰا بَعْدُ عَنْ عِرْضٍ صَحِیْحِ

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ میں اچھے کارناموں کی پاسبانی کا حق ادا کر سکوں اور اس کے بعد صحیح و سالم عزت کے ساتھ زندگی گذاروں یعنی وہ عزت جسے عیب نہ لگا ہو۔“

اور یہ کچھ اشعار قطری بن الفجاۃ کے ہیں:

وَقَوْلِیْ کُلَّمَا جَشَأَتْ لِنَفْسِیْ
مِنَ الْاَبْطَالِ وَیْحَكِ لَا تُرَاعِیْ

جب غم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے تو میں اپنی جان سے کہتا ہوں کہ اے جان بہادروں سے سے نہ ڈر۔“

فَاِ نَّكَ لَو سَاَلْتِ حَيَاةَ يَوْمٍ
سَوَى الاَجِلِ الذى لَكِ لم تُطَاعِیْ

کیونکہ اس مدت حیات کے علاوہ جو تیرے لیے مقرر ہے اگر تو ایک دن بھی زیادہ زندہ رہنے کی درخواست کرے گا تو تیری یہ درخواست نہ مانی جائے گی۔"

اوراب کچھ اشعار عربوں کے شہسوار عنترہ کی جانب سے جو بزدل کو بھی بہادر بنا دیں۔

بَكَرَتْ تُخَوِّفُنِیْ الحَتُوفَ كَاَنَّنِیْ
اَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الحَتُوفِ بِمَعْزِلِ

کہ میری بیوی صبح سویرے اٹھ کر مجھے موت سے ڈرانے لگی اور اس کی باتوں سے یوں لگتا تھا جیسے میں موت کے نشانے سے ہٹ گیا ہوں۔"

فَاَجَبْتُهَا اِنَّ المَنِيَّةَ مَنْهَلٌ
لَا بُدَّ اَنْ اُسْقٰى بِكَاْسِ المَنْهَلِ

میں نے اسے جواب دیا کہ موت تو ایک گھاٹ ہے جہاں ہر کسی نے وارد ہونا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ میں بھی اس گھاٹ سے پیالہ پیوں۔"

فَاقْنَیْ حَيَاءَكِ لَا اَبَا لكِ وَاعْلَمِیْ
اِنِّیْ امْرُؤٌ سَاَمُوتُ اِن لَمْ اُقْتَلِ

تیرا باپ مرے: حیا کرتی رہ اور جان لے کہ آخر میں ایک انسان ہی تو ہوں اور اگر میں آج قتل نہیں ہوں گا تب بھی عنقریب ویسے ہی مارا جاؤں گا۔'' [8*]

عنترہ بن شداد العبسی جس کے اشعار آپ نے ابھی پڑھے جاہلیت کا مشہور معلقہ گو شاعر اور بہادر شہ سوار تھا۔ عربوں میں وہ عنترہ الفوارس کے نام سے مشہور تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ داستانِ امیر حمزہ کی طرح اس کی شجاعت کے بھی کئی افسانے عربوں میں مقبول تھے۔ اسلام آنے سے قبل ہی اس نے ۲۲ قبل ہجری وفات پائی۔ مورخین نے عربوں کی شجاعت کے بارے میں لکھا ہے کہ جنگوں میں بہادری دکھانا اور دشمن کے مقابلے میں مردانہ وار ڈٹے رہنا عربوں کی عام عادات میں شامل تھا۔ چنانچہ قوموں کی تاریخ اس امر پہ شاہد ہے اور عرب و عجم کی زبانیں اس کی معترف ہیں کہ عربوں کے ایام جنگ شدید ہوا کرتے تھے۔ گذشتہ زمانے کے مورخین نے لکھا ہے کہ عرب جب بھی کسی خوفناک وقت میں جنگ کے لیے نکلے ہیں تو مقابلے میں ڈٹے رہے ہیں اور جنگ سے پیٹھ دکھانا ان کی سرشت میں شامل نہ تھا۔ وہ دشمن پہ ہمیشہ فتح پاتے یا کم از کم باعزت مدافعت ضرور کرتے حتیٰ کہ حالات ان کی جانب پلٹا کھائیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اپنے مقام پر سختی سے موجود رہتے اور کبھی نہ بھاگتے اور نہ ہی کبھی دشمن کا رعب ان پہ طاری ہوا اور نہ ہی کبھی ان کا دل موت سے خوف سے بے ترتیب دھڑکا، بلکہ وہ ہمیشہ ایک مطمئن اور پرسکون دل کے ساتھ اپنے محاذ پر ڈٹے رہتے اور اس بات سے خوف کھاتے کہ جنگ کی آگ بجھ جانے کے بعد کوئی ان کو بزدلی کا طعنہ دے۔ کسی نے عنترہ بن شداد العبسی سے پوچھا کہ فروق کی جنگ میں تمھاری تعداد کتنی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ ہم خالص سونے کی طرح سو آدمی تھے نہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ بزدلی دکھا کر پیچھے ہٹ جاتے اور نہ اتنے کم تھے کہ کوئی آسانی سے ہم کو ذلیل کر سکے۔ چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ عرب کہیں بھی ہوں عزت آبرو اور حریم کی حفاظت پر کسی بھی اور شئے کو مقدم نہ جانتے تھے اور ان کی حفاظت کے معاملے میں وہ اپنی جانوں کو حقیر جانتے تھے۔

چنانچہ ان میں سے اکثر لوگوں نے شہروں کو چھوڑ کر صحراؤں میں رہنا اختیار کر لیا جس کی وجہ یہ

تھی کہ ان کے خیال میں شہروں میں عزت قائم نہ رہتی تھی، بزدلی آرام اور مزے کی زندگی سے وابستگی سے جنم لیتی ہے۔ یہ ان چیزوں کی پرواہ نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو عالی نسب شخص کو عیب دار بنا دیں اور کجا یہ بات اور کجا یہ عرب۔ انھیں باتوں سے یہ احساس جنم لیتا ہے کہ عرب کس قدر بہادر تھے اور مقامات ہلاکت کی طرف کس جرأت کے ساتھ پیش قدمی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں باہمی الفت پیدا کرنے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے وہ تکالیف جھیلیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ آپ ﷺ کو اس ضمن میں حد سے زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑا اور عربوں کے اشعار بزبان حال گویا ہیں کہ وہ میدان شجاعت میں کس قدر راسخ القدم تھے اور اس باب میں کس قدر بلند ہمت تھے۔ لہٰذا اگر یہاں پر عربوں کے کچھ مزید اشعار درج کر دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ چنانچہ حیان بن ربیعہ کے یہ شعر ملاحظہ ہوں جن میں وہ اپنی قوم پہ فخر کرتا ہوا کہتا ہے کہ:

حیان بن ربیعہ الطائی کے کچھ اشعار :

لَقَدْ عَلِمَ القَبَائِلُ اُنَّ قَوْمِیْ
ذَوُ وْجِدٍّ اِذَا لُبِسَ الحَدِیْدُ

تمام قبائل یہ خوب جانتے ہیں کہ جب ہم لوگ زرہیں پہن لیں تو میری قوم خوب مستعد ثابت ہوتی ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَاِنَّا نِعْمَ اَحْلَاسُ القَوَافِیْ
اِذَا اسْتَعَرَ التَّنَافُرُ وَالنَّشِیْدُ

اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب تفاخر اور شعر گوئی کا بازار گرم ہوتا ہے تو ہم اشعار کی پیٹھ پر کس مضبوطی سے سوار ہوتے ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَاِنّا نَضْرِبُ الْمَلْحَاءَ حَتّٰی
تُوَلِّیَ وَالسُّیُوفُ لَنَا شُھُودُ

نیز یہ کہ جب کسی لشکر جرار سے پالا پڑ جائے تو اسے مسلسل تلوار سے ضرب لگائے چلے جاتے ہیں تا آنکہ وہ پیٹھ دکھادے اور ہماری تلواریں اس امر پہ آگاہ ہیں۔"

یحیی بن منصور حنفی کے شعر ہیں کہ :

وَجَدْنَا اَبَانَا کَانَا حَلَّ بِبَلْدَۃٍ
سِویً بَیْنَ قَیْسٍ عِیْلَانَ وَالْفِزْرِ

ہم نے اپنے باپ کو ایسے شہر میں اترا ہوا پایا جو قیس، عیلان اور سعد بن زید مناۃ کے علاقے کے عین وسط میں واقع ہے۔"

فَلَمَّا نَأتَ عَنَّا الْعَشِیْرَۃُ کُلُّھَا
اَنَخْنَا فَحَالَفْنَا السُّیُوفَ عَلَی الدَّھْرِ

پھر جب تمام کا تمام قبیلہ ہم سے دور چلا گیا تو ہم نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور تمام زمانے کے خلاف تلواروں کا حلیف ہونے کا عہد کرلیا۔"

فَمَا اَسْلَمَتْنَا عِنْدَ یَوْمِ کَرِیْھَۃٍ
وَلَا نَحْنُ اَغْضَنَّنَا الْجُفُونَ عَلَی وِتْرِ

چنانچہ ان تلواروں نے جنگ کے دن ہمارا ساتھ چھوڑا نہ ہم نے اپنے کنبے سے چشم پوشی کی۔"

قبیلہ بنو حمیر کے ایک شاعر اپنی اس جنگ کے بارے میں یہ اشعار لکھے
:

لَمّا رَاَوا اَنَّ یَومَھُم اَشِب
شَدُّوا حَیَازِیمَھُم علی اَلَمِہ

جب انھوں نے دیکھا کہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہے تو انھوں نے اس کے درد والم کو صبر سے برداشت کیا۔“

کَاَنَّمَا الاُسدُ فِی عَرِینِھِم
وَنَحنُ کَاللَّیلِ جَاشَ فِی قَتَمِہ

یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ان شیروں کی طرح ہیں جو اپنی کچھار میں بیٹھے ہوں اور ہم دشمن پہ اس رات کی طرح چھا جاتے ہیں جو سخت تاریک ہو چکی ہو۔“

لَا یُسلِمُونَ الغَدَاۃَ جَارَھُم
حَتّٰی یَزِلَّ الشِراکُ عن قَدَمِہ

یہ لوگ جنگ کے دن ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑتے جو ان کی پناہ میں آ گئے ہوں۔“

وَلَا يَخِيْمُ اللِّقَاءَ فَارِسُهُمْ
حَتّٰى يَشُقَّ الصُّفُوفَ مِنْ كَرَمِهْ

اوران کا شہسوار جب تک اپنی بزرگی کی وجہ سے دشمن کی صفوں کو نہ چیر لے جنگ سے منہ نہیں موڑتا۔"

مَا بَرِحَ التَّيْمُ يَعْتَزُوْنَ وَزُرْ
قُ الخَطِّ تَشْفِيْ السَّقِيْمُ مِن سَقَمِهْ

مگر بنو تمیم لگا تار اپنا نسب بیان کرتے رہے اور خط کے نیلے نیزے بدلے لینے والوں کو کینے کی بیماری سے شفاء دیتے رہے۔"

كَمْ تَرَكْنَا هُنَاكَ مِنْ بَطَلٍ
تَسْفِيْ عَلَيْهِ الرِّيَاحُ فِيْ لِمَمِهْ

اور ہم نے اس مقام پر کئی ایک بہادروں کو اس طرح چھوڑا کہ ہوائیں ان کی لٹوں پر مٹی بکھیر رہی تھیں[9*]۔"

ان اشعار میں جس جنگ کا تذکرہ کیا جارہا ہے اس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قبیلہ سعد کے علاقے میں سخت قحط پڑا۔ اور بنو عبد مناۃ بن ادد کے ساتھ ساتھ تیم، عدی، عکل، تمیم بن مر، بنو ضبہ، سلامان اور بنو صحار نے بھی ہجرت کی اور یمن کی طرف نکل کر صنعاء میں جا اترے اور اس کی

وسیع وعریض چراگاہوں میں اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیئے۔بنو حمیر نے اس امر کو پسند نہ کیا اور بنی صحار پہ حملہ کر دیا۔عرب یمنیوں کے مقابل ڈٹ گئے اور انھوں نے بنو حمیر کے بادشاہ ذوناب کو بھی قتل کر دیا۔جس کی وجہ سے جنگ کی آگ مزید دہک اٹھی۔جب عربوں پہ ان کا دباؤ پڑا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور بنو صحار وہاں سے کوچ کر کے بلاد سعد میں جا اترے۔اس دوران حمیریوں نے اپنی بکھری افواج کو جمع کیا اور ذوناب کے خون کا بدلہ لینے کے لیے عربوں کے سر پہ پہنچ گئے۔اب ان کا بادشاہ عقلمہ بن ذی یزن تھا۔جب وہ عربوں کے مستقر میں اترے تو اس سے قبل ہی عرب اس امر سے آگاہ تھے لہٰذا وہ اپنی تیاری میں تھے۔اس دوران یمنیوں کا سامنا بنو کلب سے ہوا بنو کلب صحار کے حلیف تھے۔وہ دشمن سے پہلو بچا کر بنو صحار سے جا ملے اور پھر تیم اور رباب بھی عربوں کی مدد کو پہنچ چکے تھے نیز عبد مناۃ عدی اور عقل بھی عربوں کی مدد کو روانہ ہو چکے تھے۔چنانچہ عربوں اور حمیریوں کے درمیان ایک بڑی جنگ کی بنا پڑی جس میں بنو عبد مناۃ بنو حمیر پر پھر غالب آئے اور انھوں نے پھر سے ان کے بادشاہ علقمہ بن ذی یزن کو قتل کر دیا اور حمیر نے اسی جنگ کے متعلق یہ اشعار کہے تھے۔

حسان بن نشبہ کے یہ اشعار بھی اسی جنگ کے متعلق ہیں۔

نَحْنُ اَجَرْنَا الْحَیَّ کَلْبًا وَاقْدَ اَتَتْ
لَهَا حِمْیَرٌ تُزْجِی الْوَشِیْجَ الْمُقَوَّمَا

پھر جب ان کو شکست ہوگئی تو ہم نے بائیں جانب کو ان کے لیے چھوڑ دیا اور وہ تمام نکیل والی اونٹیوں کو ہانک لے گئے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَلَمَّا دَنَوْا صُلْنَا فَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ
سَحَابُتُنَا تَنْدَی اَسِرَّتُهَا دَمَا

جب وہ ہمارے قریب آگئے تو ہم نے حملہ کردیا تھا پھر ان کی جمعیت کو ہماری کثیر تعداد فوج نے منتشر کر کے رکھ دیا تھا جن کی راہوں اور وادیوں میں خون ہی خون رواں تھا۔"

فَغَادَرْنَ قَیْلًا مِنْ مَقَاوِلِ حِمْیَرٍ
کَأَنَّ بِخَدَّیْہِ مِنَ الدَّمِ عَنْدَمَا

پھر انھوں نے حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس عالم میں چھوڑا کہ اس کے دونوں رخسار خون آلود تھے۔"

أَمَرَّ عَلَی الْأَفْوَاہِ مَنْ ذَاقَ طَعْمَھَا
مَطَاعِمُنَا یَمْجُجْنَ صَابًا وَعَلْقَمَا

ہمارے کھانوں کے مزے ان مونھوں کے لیے جنھوں نے ان کا مزا چکھا ہے ایسے تلخ ہو گئے کہ ان کے منہ جب تھوکتے ہیں تو ایلوے اور حنظل جیسا تھوک نکلتا ہے۔"

أَنِیْ وَإِنْ لَمْ أَفْدِ حَیًّا سِوَاھُمُ
فِدَاءٌ لِتَیْمٍ یَوْمَ کَلْبٍ وَحِمْیَرَا

میں جو کبھی کسی قبیلے پر قربان نہ ہوا تھا بنو تیم پر اس روز قربان ہو گیا جس روز انھوں نے بنو کلب وحمیر کے خلاف جنگ لڑی تھی۔"

اَبَوْا ان يُبْيِحُوا جَارَهُمْ لَعَدُوِّهم
وَقَدْ ثَارَ نَقْعُ الْمَوْتِ حتّٰى تكوثرا

انھوں نے اس بات سے انکار کردیا کہ وہ اپنے پناہ لینے والے کو دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں درآنحالیکہ موت کا غبار اٹھ اٹھ کر دھواں دھار ہو گیا تھا۔“

سَمَوا نَحْوَ قَيْلِ الْقَوْمِ يَبْتَدِرُوْنَهُ
بِأَسْيَافِ وِهُم حَتّٰى هَوىٰ فَتَقَطَّرَا

یہ لوگ قوم کے سردار کی طرف بڑھے اور اسے جلدی سے اپنی تلواروں پر رکھ لیا یہاں تک کہ وہ اپنے پہلو کے بل گر پڑا۔“

وَكَانُوا كَأَنْفِ اللَّيْثِ لَاشَمَّ مَرْغَماً
وَلَا نَالَ قَطُّ الصَّيْدَ حَتّٰى تَعَفَّرَا

یہ شیر کی ناک کی طرح تھے جو کبھی ذلت قبول نہیں کرتا اور جب تک شکار کو گرا نہ دے اسے نہیں کھاتا۔“

اسی جنگ کے متعلق بنی ثور بن عبد مناۃ کا ایک شاعر ھلا ل بن زرین کہتا ہے کہ :

وَبِالْبَيْدَاءِ لَمَّا اَنْ تَلَاقَتْ
بِهَا كَلْبٌ وَحَلَّ بِهَا النُّذُوْرُ

جب بیداء کے مقام پر بنی کلب جنگ میں دشمنوں سے دوچار ہوئے تو ان کی قسمیں پوری ہو گئیں۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَحَانَتْ حِمْيَرٌ لَمَّا الْتَقَيْنَا
وَكَانَ لَهُمْ بِهَا يَوْمٌ عَسِيْرُ

پھر جب بھی جنگ میں ہم ایک دوسرے سے آن ملے تو قوم حمیر تباہ ہوگئی وہ دن ان کے لیے بڑا سخت دن تھا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَاَيْقَنَتِ الْقَبَائِلُ مِنْ جَنَابٍ
وَعَامِرُ اَنْ سَيَمْنَعُهَا نَصِيْرُ

جناب اور عامر قبیلوں کو یقین ہوگیا کہ ایک بہت بڑا مددگار ان کی حفاظت کرے گا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

أَجَادَتْ وَبْلَ مُدْجِنَةٍ فَدَرَّتْ
عَلَيْهِمْ صَوْبَ سَارِيَةٍ دَرُوْرُ

اس نے زوردار بارش والے بادلوں کی بارش برسائی پھر اس نے ان پر رات کو آنے والے بادل کی طرح مینہ کی بوچھاڑ کردی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَوَا لَّوْا تَحْتَ قَطْقِطِهَا سِرَاعًا
تَكُبُّهُمُ الْمُهَنَّدَةُ الذُّكُوْرُ

پھر وہ تیروں کی بارش کے نیچے جلد ہی بھاگ گئے درآنحالیکہ انھیں ہندی فولادی تلوار منہ کے بل گرائے جارہی تھی۔“

✲✲✲✲✲✲✲✲

اور عباس بن مرداس السلمی کے یہ اشعار مضفات میں سے ہیں

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الحَيِّ حَيّاً مُصَبَّحَا
وَلَا مِثْلَنَا يَوْمَ التَقَيْنَا فَوَارِسَا

جس قبیلے کو ہم نے لوٹا۔ نہ تو ہم نے اس جیسا کوئی لٹا ہوا قبیلہ دیکھا اور نہ ہی اپنے جیسے شہ سوار دیکھے ہیں ایسے عالم میں کہ جب جنگ میں دشمنوں سے سامنا ہو۔“

✲✲✲✲✲✲✲✲

اَكَرَّ وَاَحمٰى لِلحَقِيقَةِ مِنهُم
وَاَضْرَبَ مِنَّا بِالسُّيُوفِ القَوَانِسَا

اور میں نے کسی قبیلے کو ان سے زیادہ بڑھ کر بار بار حملہ کرنے والا اور ان امور کی زیادہ حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا جن کی حفاظت کرنا ان پر واجب ہے۔“

✲✲✲✲✲✲✲✲

اِذَا مَا شَدَدْنَا شَدَّةً نَصَبُوا لَنَا
صُدُوْرَ المَذَاكِى والرِمَاحَ المَدَاعِسَا

جب ہم حملہ کرتے تو وہ ہمارے مقابل تام الخِلقت گھوڑوں کے سینے اور ٹھوس نیزے کر دیتے

ـ“

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِذَا الْخَيْلُ جَالَتْ عَنْ صَرِيعٍ نَكُرُّهَا
عَلَيْهِمْ فَمَا يَرْجِعْنَ اِلَّا عَوَابِسَا

جب دشمن اپنے گرے ہوئے ساتھیوں سے منہ موڑ کر چل دیئے تو ہم اپنے گھوڑوں کا رخ ان کی طرف کر دیتے ہیں اور جب یہ گھوڑے ان کے تعاقب سے لوٹتے ہیں تو ناگواری اور ترش روئی کے ساتھ لوٹتے ہیں۔“

✿✿✿✿✿✿✿✿

عباس بن مرداس کے جو اشعار آپ نے پڑھے ان کا قصہ یہ ہے کہ مرداس بنی عامر بن سلمٰی کا ایک شخص تھا اور اس کی کنیت ابوالھیثم تھی۔ اس کی ماں عربوں کی مشہور شاعرہ خنساء تھی۔ خنساء کے عباس کے علاوہ اور بھی بیٹے تھے اور سبھی اپنی ماں کی طرح عمدہ شاعر تھے۔ جن کے نام مورخین نے میسرہ قرد اور معاویہ لکھے ہیں۔ ان سب بھائیوں کے بچے بھی عربوں کے عمدہ شعر کہنے والوں میں شامل تھے۔ خنساء کا ایک بیٹا ابو شجرہ عمرو بن عبدالعزیٰ بھی تھا۔ کلبی کہتا ہے کہ مرداس کی تمام اولاد خنساء سے تھی سوائے عباس کے کیونکہ وہ عباس کی ماں نہیں تھی۔ مگر اس نے عباس کی والدہ کا نام درج نہیں کیا۔ اس لیے ابوالفرج اصفہانی نے کلبی سے اختلاف کیا اور پورے یقین سے بیان کیا ہے کہ عباس کی ماں عربوں کی مشہور شاعرہ خنساء ہی تھی ۔عباس بن مرداس نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہوا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے مؤلفة القلوب کو سو سو اونٹ دیئے تو عباس بن مرداس کو بھی کچھ بکریاں دیں۔ مگر اسے یہ کم لگیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے ناراض ہو گیا اور اس ضمن میں اس نے چند شعر کہے۔ جب وہ اشعار نبی اکرم ﷺ تک پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس کا منہ بند کیا جائے۔ چنانچہ اسے اور مال دیا گیا جس سے وہ راضی ہو گیا۔ اس کے گھوڑے کا نام عبید تھا اور ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ اس نے بنی سلیم کی تمام شاخوں سے آدمی لے کر کچھ فوج تیار کی اور پھر عمرو بن

معدیکرب کے قبیلے بنی زبید پہ حملہ کر دیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا یاد رہے کہ یہ واقع قبل اسلام کا ہے۔

اب ابوالابیض العصی کے کچھ اشعار کے پیش کیے جاتے ہیں جو عہد اسلامی کا شاعر تھا اور ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ ابوالابیض ھشام بن عبدالملک کے عہد میں جہاد کے لیے نکلا تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ آج اسے توقع ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ گذشتہ رات اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے کھجور اور مکھن کھایا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ چنانچہ اس دن بھی اس نے کھجور اور مکھن کھایا اور پھر آگے بڑھ کر خوب لڑا حتیٰ کہ شہید ہوا۔ شہادت سے کچھ ہی دیر پہلے کہے ہوئے اس کے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

ابو الابیض العسبی کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں

وَذِی اَمَلٍ یَرجُو تُرَاثِیْ وَاِنَّ مَا
یَصِیْرُ لَہٗ مِنّیْ غَداً لَقَلِیْلٌ

بہت سے امیدوار ہیں جو میرے ورثے کی امید لگائے بیٹھے ہیں مگر جو کچھ انھیں کل ملنے والا ہے تو وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَمَا لِی مَالٌ غَیْرُ دِرْعٍ وَمِغْفَرٍ
وَاَجْرَدُ عُرْیَانُ السَّرَاۃِ طَوِیْلٌ

بھورے رنگ کے سیدھے خطی نیزے اور ایک کم بالوں والے دراز قد و ننگی پیٹھ والے گھوڑے کے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

أقِيهِ بَنفسِیْ فِی الحُرُوْبِ وَاَتَّقِیْ
بِهَادِيْهِ اِنِّیْ لِلْخَلِيْلِ وَصُوْلٗ
میں جنگوں میں اس گھوڑے کو اپنی جان خطرے میں ڈال کے بچاتا ہوں اور اس کی گردن کو اپنے لیے ڈھال بنالیتا ہوں۔"

اور اسی ضمن میں عمرو بن کلثوم تغلبی کچھ اشعار۔

مَعَاذَ الاِلٰہ اِن تَنُوحَ نِسَاؤنَا
عَلَى هَالِكٍ أوَ نَضجٌ مِنَ القَتلِ
خدا پناہ دے اس سے کہ ہماری عورتیں کسی ہلاک ہونے والے پر نوحہ کریں یا یہ کہ ہم کسی قتل ہونے والے پر نوحہ کریں۔"

قِرَاعُ السّيُوفِ بِالسُّيُوفِ اَحَلَّنَا
بِاَرْضٍ بَرَاحٍ ذِی أرَاكٍ وذی أثْلٍ
تلواروں کے ساتھ تلواریں ٹکرانے نے ہمیں ایک چٹیل زمین میں لا اتارا جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ کوئی اور بچاؤ کی چیز تھی صرف پیلو اور جھاؤ تھا۔"

فَمَا اَبْقَتِ الاَیَّامُ مِلْعَالِ عِنْدَنَا
سِوَیٰ جِذْمِ اذْوَادٍ مُحَذَّفِهِ النَّسلِ

ہماری جنگوں نے ہمارے مال میں سے صرف چند اونٹ چھوڑے ہیں جنھیں ہم نے نسل کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

ثَلاثَةٌ اَثْلاَثٍ فاَثمَانُ خَیْلِنَا
وَاَقْوَاتُنَا وَمَانَسُوْقُ اِلَی القَتْلِ

ہمارے مال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ گھوڑوں کی قیمت میں صرف ہوتا ہے ایک حصہ کھانے میں آتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جسے ہم مقتول کے گھر والوں کو اس کی دیت میں بجھوا دیتے ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

بنی قیس بن ثعلبه کا ایک آدمی کہتا ہے کہ:

دَعَوْتُ بَنِیْ قَیْسٍ اِلَیَّ فَشَمَّرَتْ
حَذَا ذَیْذُ مِنْ سَعْدٍ طِوَالُ السَّوَاعِدِ

میں نے بنی قیس کو اپنی طرف بلایا تو آلِ سعد میں سے بہادر اور لمبے بازوؤں والے لوگ بخوبی تیار ہو کر آ گئے تھے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِذا مَا قُلُو بُ القَوْمِ طَارَتْ مَخافَۃٌ
مِنَ المَوْتِ ارْسَوْا بِالنُّفُوسِ المَوَاجِدِ

جب لوگوں کے دل موت کے ڈر سے گھبرانے لگیں تو یہ لوگ اپنی بزرگ جانوں کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں۔“

۞۞۞۞۞۞۞۞

ایک اور جاهلی شاعر حجر بن خالد بن محمود کے کچھ اشعار؛

وَجَدْنَا اَبَا نَا حَلَّ فِیْ المَجدِ بَیْتُہٗ
وَاعْیَا رِجَالاً آخَرِیْنَ مَطَالِعُہٗ

ہم نے اپنے دادا کو پایا کہ اس کا گھرانہ بزرگی کے مقام پر اترا مگر دوسرے لوگ اس بزرگی کے راستے پر چلنے سے عاجز آگئے تھے۔“

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَمَنْ یَسْعَ مِنَّا لَا یَنَلْ مِثْلَ سَعْیِہٖ
وَلٰکِنْ مَتٰی مَا یَرْتَحِلْ فَھُوَ تَابِعُہٗ

لہٰذا ہم میں سے جو شخص بھی کوشش کرے گا وہ ہمارے دادا کی سی کوشش نہ کر سکے گا ہاں ہمارا دادا اس بزرگی کی منزل سے کوچ کر کے بلند مقام کو چلا جائے تو پھر یہ اسی کی پیروی کریں گے۔“

۞۞۞۞۞۞۞۞

يَسُو دُ ثُنَانَا مَنْ سِوَانَا وبَدْؤُنَا
يَسُودُ مَعَداًّ كُلَّهَا لَا تُدَا فِعُهٗ

ہمارا دوسرے درجے کا سردار بھی دوسروں پہ سرداری کرتا ہے اور ہمارا اول درجے کا سردار تو تمام معد بن عدنان پر بدون مزاحمت حکم چلاتا ہے۔“

وَنَحْنُ الَّذِيْنَ لَا يُرَوَّعُ جَا رُنَا
وَبَعْضُهُم لِلغَدْ رِ صُمٌّ مَسَا مِعُهٗ

ہم وہ لوگ ہیں جن کے ہاں پناہ لینے والے کو کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان عہد شکنی کے وقت بہرے ہوتے ہیں۔“

نُدَهْدِقُ بَضْعَ اللَّحْمِ لِلْبَاعِ والنَّدٰى
وَ بَعْضُهُمْ تَغْلِىْ بِذَمٍّ مَنَا قِعُهٗ

ہم گوشت کے ٹکڑوں کو کرم وسخاوت کے لیے کاٹتے ہیں درآنحالیکہ بعض لوگوں کی ہنڈیا مذمت کے ساتھ جوش مارتی ہے۔“

وَيَحلبُ ضِرْسُ الضَيفِ فينا اِذَا شَتَا
سَدَيْفَ السّنَامِ تَسْتَرِيهِ اَصَابِعُهٗ

جب قحط پڑتا ہے تو جو شخص ہمارے یہاں بطور مہمان اترتا ہے اس کی ڈاڑھ کوہان کی اس چربی کو چوستی ہے جسے خود اس کی انگلیوں نے منتخب کیا ہو۔“

مَنَعْنَا حِمَا نَا وَاسْتَبَا حَتْ رِمَا حُنَا
حِمَیٰ کُلِّ قَوْمٍ مُسْتَجِیْرٍ مَرَاتِعُہٗ

ہم نے اپنی محفوظ چراگاہ کولوگوں سے بچائے رکھا مگر ہمارے نیزوں پر پناہ لینے والی قوم نے ہماری چرنے والی جگہوں کولوٹا۔"

اور یہ کچھ اشعار رقاق بن المنذر بن ضرار الضی کے ہیں۔

اِذَاالمُھْرَۃُ الشَّقْرَاءُ اُدْرِکَ ظَھْرُھَا
فَشَبَّ الاٰ لَہٗ الحَرْبَ بَیْنَ الْقَبَائِلِ

جب سرخ رنگ کی گھوڑی سواری کے قابل ہوجائے اور پھر اللہ تعالیٰ قبائل میں جنگ کی آگ بھڑکادے تو۔"

وَاَوْ قَدَ نَاراً بَیْنَھُمْ بِضِرَ مِھَا
لَھَا وَھَجٌ لِلْمُصْطَلِیْ غَیْرُ طَائِلِ

دوقبائل کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑک اٹھے تواس کی گرمی آگ سینکنے والوں کے لیے مفیدنہ ہوگی۔"

اِذَا حَمَتَنِیْ وَالرِمَاحَ مُشِیَحَۃٌ
اِلَی الرَّوْعِ لَمْ اُصْبِحْ عَلَی سِلمِ وَائِلِ

جب یہ پچھیری مجھے ہتھیاروں سمیت تیزی سے اٹھا کر جنگ کی طرف لے جائے تو میں وائل کی صلح پر صبح نہ کروں گا۔"

فَدَتْ نَفْسِی وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنِی
فَوَارِسَ صَدَّقَتْ فِیِھِمْ ظُنُوْنِیْ

میری جان اور مال ان شہسواروں پہ قربان ہو جنھوں نے میرے ان گمانوں کو جو میں ان کے متعلق رکھتا تھا سچ کر دکھایا۔"

فَوَارِسَ لَا یَمِلُّوْنَ الْمَنَایَا
اِذَا دَارَتْ رَحَی الْحَرْبِ الزَّبُوْنِ

وہ ایسے سوار ہیں جو موتوں سے نہیں اکتاتے درآنحالیکہ جنگ کی ایسی چکی چل رہی ہو جو صلح پر منتج نہ ہو سکتی ہو[10*]۔"

عربوں کے شجاع

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ تذکرہ عربوں کے ان شجاع اور بہادر شہسواروں کا کیا جائے جو عربوں کی جنگ کی رونق ہوتے تھے۔موت جن سے کتراتی اور تقدیر جن کے افعال پہ ششدر تھی۔عرب جب منقسم تھے تو ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے مگر جب اسلام کی تعلیمات ان کے دلوں میں راسخ ہوگئیں تو وہ اپنی باہمی منافرت کو بھول گئے اور اسلام کا پیغام پھیلانے کے لیے متحد ہوگئے۔تب دنیا پہ عیاں ہوا کہ عربوں کی شجاعت کا حقیقی معیار کیا تھا۔وہ چند ہزار کی جمعیت ہوتے تو لاکھوں کے لشکر کے مقابل ڈٹ جاتے۔پھر وہ وقت بھی آیا جب دوسری اقوام عربوں کو ان کی شجاعت کی وجہ سے آسیب قرار دینے لگیں اس لیے کہ ان کو شکست دینا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا۔انھوں نے روم اور ایران کی وسیع وعریض اور طاقتور ترین ریاستوں کو ان کی جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔انھوں نے ہزاروں سال سے قائم قدیم تہذیبی اور عقائدی ڈھانچے کو ملیا میٹ کر دیا اور لوگوں کو اسلام کی سادہ اور آسان تہذیب وعقائد سے روشناس کرایا۔لوگ جو استبدادی نظام حکومت کے ہاتھوں پس رہے تھے اسلام کے تصور مساوات کی طرف دیوانگی سے لپکے اور جوق در جوق اس قافلہ حق کے ساتھ جڑتے گئے۔عربوں کی شجاعت لوگوں میں ضرب المثل بن گئی اور

عربوں کا دین لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کا ابدی پیغام فلاح جلد ہی دنیا کے کونے کونے تک جا پہنچا اور لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کو اپنے آفاقی پیام کی بدولت متاثر کیا۔اسلام سے قبل عہد جاہلیت میں بھی عرب ایسے ہی شجاع تھے جس طرح کہ اسلام آنے کے بعد ظاہر ہوا۔عہد جاہلیت میں وہ محض مفاخرت کی بنا پہ ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے اور بے مقصد جنگوں و جدل میں الجھے رہے۔اس وقت تک نہ دنیا ان کے اعلیٰ اوصاف سے واقف تھی اور نہ ہی کوئی ان کی شجاعت سے متاثر تھا مگر جونہی زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد ان کے ہاتھ لگا تب دنیا نے ان کی شجاعت کو بھی دیکھا اور ان کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے بھی واقف ہوئی۔

درید بن الصمہ

عرب کے شجاع سواروں میں ایک درید بن الصمہ تھا۔مشہور مورخ ابو عبیدہ نے کہا کہ درید بن الصمہ الجشمی بن جشم بن بکر بن ہوازن میں سے تھا۔جنگ حنین میں وہ مشرکین کے لشکر میں شامل تھا۔اس نے ایک سو ساٹھ سال کی عمر پائی تھی۔عہدِ جاہلیت کا واقعہ ہے کہ درید بن الصمہ بن جشم کچھ سوار لے کر نکلا یہاں تک کہ وہ بنی کنانہ کی ایک وادی میں پہنچے جسے الأخرم کہا جاتا تھا۔ان کا ارادہ بنی کنانہ پہ چھاپا مارنے کا تھا مگر اس وقت انھیں وادیٔ کی ایک طرف ایک سوار دکھائی دیا جس کے ساتھ ایک حسین عورت بھی تھی۔درید نے اسے دیکھا تو اپنے ایک سوار سے کہا اسے للکار اور کہہ کر اس عورت کو ہمارے لیے چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جائے۔مگر یہ لوگ اسے نہ جانتے تھے کہ وہ بھی عربوں کا بہترین شہ سوار تھا جس کا نام ربیعہ بن مکدم تھا۔چنانچہ جب درید کے سوار نے اسے للکارا تو اس نے اپنی سواری کی مہار چھوڑ دی اور اپنی بیوی سے کہا کہ:

سِیْرِی عَلَی رِسْلِكِ سَیْرَ الآمِنِ
سَیْرَ رَدَاحٍ ذَاتِ جَاشٍ سَاكِنِ

بے خوف شخص کی طرح مزے سے چلتی جا جس طرح کوئی موٹے سرینوں والی پرسکون دل کے ساتھ چلتی ہے۔"

اِنّ اَنْشَنَا نِی دُوْنَ قِرْنِیْ شَائِنِیْ
اِبْلِیْ بَلَائِنِیْ وَاخْبُرِیْ وعَایِنِیْ

اپنے حریف کے سامنے سے ہٹ جانا مجھے عیب لگا دے گا میری مصیبت کو آزما، تجربہ کر اور دیکھتی جا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

اس کے بعد ربیعہ بن مقدم نے درید کے سوار کی للکار کا جواب دیا اور اس پہ حملہ کر دیا اس نے جلد ہی اس کو پچھاڑ دیا اور اس کا گھوڑا لے کر اپنی بیوی کے حوالے کر دیا۔ پھر درید نے ایک اور سوار کو ربیعہ کی طرف بھیجا ربیعہ نے جب اس سوار کو آتے دیکھا تو زمین پر لیٹ گیا اس سوار نے اسے آواز دی مگر اس نے کوئی حرکت نہ کی جس سے سوار نے یہ سمجھا کہ یا تو یہ مر چکا ہے یا زخمی ہے۔ چنانچہ وہ اس کے قریب چلا آیا اور یہی ربیعہ کی منشا تھی وہ اس جونہی اس کی زد میں آیا تو اس نے لیٹے ہوئے ہی اپنے نیزے سے اس پر وار کیا۔ سوار نیچے آ رہا اُس نے اِس سوار کا گھوڑا بھی چھین لیا اور اس کو اپنی بیوی کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اس نے درید اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ:

خَلِّ سَبِیْلَ الْحُرَّۃِ الْمَنِیْعَہْ
اِنَّکَ لَاقٍ دُوْنَھَا رَبِیْعَہْ

شریف زادی اور محفوظ عورت کا رستہ چھوڑ دے تجھے اس تک پہنچنے سے پہلے ربیعہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

فِیْ کَفِّہٖ خَطِّیَّۃٌ مُطِیْعَہْ
اَوْلَا فَخُذْھَا طَعْنَۃً سَرِیْعَہْ

کہ اس کے ہاتھ میں اطاعت گذار خطی نیزہ ہے اگر تو ایسا نہیں کرتا تو اس نیزے کی سرعت کو آزما۔"

فَالطَّعْنُ مِنِّی فِی الْوَغٰی شَرِیْعَہٗ

اور جنگ میں نیزے سے وار کرنا ہی میرا مذہب ہے۔"

جب کافی دیر تک درید کے دونوں سوار واپس نہ آئے تو اس نے تیسرا سوار ربیعہ کی طرف روانہ کیا جس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ساتھی زمین پہ پڑے ہیں اور وہ سوار اپنی عورت کے ساتھ روانہ ہو رہا ہے۔ تب اس نے ربیعہ کو پکارا اور کہا اس عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔ ربیعہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ شاید یہ سوار زیادہ تعداد میں ہیں اس لیے تو یہاں سے نکل اور تیزی سے گھر کی طرف روانہ ہو جا میں ان سے نمٹ کر تمھارے پیچھے آتا ہوں۔ عورت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تب ربیعہ یہ کہتا ہوا درید کے سوار کی طرف متوجہ ہوا:

مَا ذَا تُرِیْدُ مِنْ شَتِیْمٍ عَابِسٍ
اَلَمْ تَرَالْفَارِسَ بَعْدَ الْفَارِسِ

تو کریہہ منظر والے ترش رو شخص سے کیا چاہتا ہے کیا تو اپنے ساتھی سواروں کا حشر نہیں دیکھتا۔"

اَرْدَاھُمَا عَامِلُ رُمْعٍ یَا بِسٍ

اور ان دونوں کو میرے خشک نیزے کے پھل نے ہلاک کر دیا ہے۔"

اس کے بعد ربیعہ نے درید کے بھیجے ہوئے اس تیسرے سوار پر حملہ کر کے اس کو بھی قتل کر دیا تاہم اب اس کا نیزہ ٹوٹ چکا تھا۔ درید کو یقین تھا کہ اس کے سواروں نے اس شخص سے اس عورت کو چھین کر اسے قتل کر دیا ہوگا۔ اس لیے اب کے وہ خود ربیعہ کے پیچھے روانہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ ربیعہ اس کے قبیلے کے قرب میں پہنچ چکا تھا۔ درید نے ربیعہ کو للکارا اور کہا تم نے میرے ساتھیوں کا کیا کیا۔ ربیعہ نے کہا میں تمھارے بھیجے ہوئے سواروں جیسے سو سواروں پہ بھی غالب آجایا کرتا ہوں تم نے تو صرف تین آدمی بھیجے تھے۔ اور وہ بھی الگ الگ۔ درید اس کے حوصلے اور شجاعت سے بے حد متاثر ہوا اور کہا اگر میں چاہوں تو تجھے قتل کر دوں کیونکہ ایک تو تمھارا نیزہ ٹوٹ چکا ہے دوسرا تم میرے قبیلے کے نرغے میں پہنچ چکے ہو لیکن میں تمھارے جیسے شجاع سواروں کی عزت کیا کرتا ہوں اور بہادروں کے قتل سے گریزاں رہتا ہوں اس لیے تم پہ احسان رکھتا ہوں تم میرا نیزہ لے لو اور اس راہ سے نکل جاؤ کیونکہ میرے سوار اپنے ساتھیوں کے قتل کی وجہ سے مشتعل ہوں گے تم نکل جاؤ میں ان کو روکتا ہوں۔ ربیعہ اپنے راستے کی طرف نکل گیا اور درید اپنے سواروں سے جا ملا اور اس سے کہا کہ وہ سوار ہمارے آدمیوں کو قتل کر کے دور نکل گیا ہے اس لیے اب اس کا پیچھا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تم اس کا خیال چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ پھر اسی واقعہ کے متعلق درید نے جو اشعار کہے ان میں سے کچھ پیش خدمت ہیں:

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِہٖ
حَامِیُ الظَّعِیْنَۃِ فَارِساً لَمْ یُقْتَلِ

میں نے اپنی بیوی کو بچاتے ہوئے اس طرح کا سوار کبھی نہ دیکھا نہ ایسا سنا جسے قتل نہ کیا گیا ہو۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَرْدَیْ فَوَارِسَ لَمْ یکُونُوا نُھْزَۃً
ثُمَّ اسْتَمَرَّ کَانَہٗ یکُونُوا نُھْزَۃً

اس نے ان سواروں کو ہلاک کر دیا جو کسی سے مار کھانے والے نہ تھے پھر پہلے کی طرح روانہ ہو گیا یوں گویا ہمارے آدمیوں کا قتل اس کے لیے کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

مُتَهَلِّلاً تَبْدُو أَسِرَّةُ وَجْهِهِ
مِثْلَ الحُسَامِ جَلَتْهُ كَفُّ الصَّيْقَلِ

اس کا چہرہ چمکدار تھا اور اس چہرے کے نقوش اس تلوار کی طرح دکھائی دیتے تھے جسے صقیل کرنے والے کے ہاتھ نے چمکا دیا ہو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

يُزْجِي ظَعِينَتَهُ وَيَسْحَبُ ذَيْلَهُ
مُتَوَجِّهاً يُمْنَاهُ نَحْوَ المَنْزِلِ

وہ اپنی بیوی کو ہانک رہا تھا اور اپنے دامن کو گھسیٹ رہا تھا اور وہ خوش بختی اور کامرانی سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَتَرَى الفَوَارِسَ مِن مَخَافَةِ رُمْحِهِ
مِثْلَ البُغَاثِ خَشِيْنَ وَقْعَ الأَجْدَلِ

تو سواروں کو اس کے نیزے کے ڈر سے ان کمزور پرندوں کی طرح دیکھے گا جو شکرے کے حملے سے ڈر رہے ہوں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَا لَيْتَ شِعْرِى مَنْ اَبُوْهُ وَاُمُّهُ
يَاصَاحِ مَنْ يَكُ مِثْلَهُ لَمْ يُجْهَلِ

کاش مجھے معلوم ہو کہ اس کے والدین کون ہیں اور اس جیسا کوئی شخص غیر معروف نہیں ہو سکتا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

تو اس کے جواب ربعیہ نے بھی کچھ اشعار کہے:

اِنْ كَانَ يَنفَعُكِ الْيَقِيْنُ فَسَائِلِيْ
عَنِّى الظَّعِيْنَةَ يَوْمَ وَادِى الْاُخْرَمِ

اگر تیرے لیے یقین سودمند ہو سکتا ہے تو تُو میرے متعلق میری بیوی سے پوچھ کہ وادی اخرم کے دن کیا واقعہ گزرا تھا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِذْ هِىَ لِاَوَّلِ مَنْ اَتَاهَا نُهْبَةٌ
لَوْلَا طِعَانُ رَبِيْعَةَ بْنِ مُكَدَّمِ

کہ اگر ربیعہ بن مقدم کی نیزہ زنی نہ ہوتی تو وہ پہلے آنے والے سوار کے لیے ہی مال غنیمت بن جاتا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِذْقَالَ لِیْ اَدنَی الفَوَارِسِ مِیْتَۃً
خَلِّ الظَّعِیْنَۃَ طَائِعاً لَا تَنْدَمِ

جب قریب ترین مرنے والے سوار نے مجھ سے کہا تھا کہ رضامندی سے عورت کو چھوڑ دے اور نادم نہ ہو۔"

فَصَرَفْتُ رَاحِلَۃَ الظَّعِیْنَۃِ نَحْوَہٗ
عَمْدًا لِیَعْلَمَ بعض مالَمْ یَعْلَمِ

میں نے عورت کی سواری کو اس کی طرف ارادتاً پھیر دیا تاکہ اسے کسی قدر ان باتوں کا پتا چل جائے جن کا اسے علم نہ تھا۔"

وَھَتَکْتُ بالرُّمحِ الطَّوِیْلِ اِھَابَہٗ
فَھَوٰی صَرِیْعاً لِلْیَدَیْنِ وِلِلْفَمِ

میں نے لمبے نیزے کے ساتھ اس سوار کی کھال کو پھاڑ دیا اور وہ ہاتھوں اور منہ کے بل گرا۔"

و مَنَحْتُ آخَرَ بَعْدَہٗ جَیَّاشَۃً
نَجْلَاءَ فَاغِرَۃً کَشِدْقِ الاَضْجَمِ

اس کے بعد میں نے تمھارے سوار کو ایسا جوش مارنے والا وسیع اور کھلے منہ والا زخم لگایا جو ٹیڑھے منہ والے کی باچھ کی طرح کھلا تھا۔"

وَلَقَدْ شَفَعْتُهُمَا بِآخَرَ ثَالِثٍ
وَأَبَى الفِرَارَ لِيَ الغَدَاةَ تَكَرُّمِي

میں نے ایک اور یعنی تیسرے کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا کہ اس دن میری شرافت نے مجھے بھاگنے سے منع کر دیا تھا[*11]۔"

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ بنو کنانہ نے بنو جشم پہ غارت ڈالی اور ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور کئی ایک کو گرفتار کیا اور گرفتار ہونے والوں میں سے درید بن الصمہ بھی تھا مگر لوگ اس کے چہرے سے واقف نہ تھے اس لیے انھوں نے اسے عام قیدیوں کے ساتھ ہی رکھا۔ وہ ان کی قید ہی میں تھا کہ ایک دن بنو کنانہ کی کچھ عورتیں اس کے پاس سے گزریں ان میں ربیعہ بن مقدم کی بیوی بھی تھی جس نے دیکھتے ہی اس کو پہچان لیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

کہ تم بھی ہلاک ہو گئے اور ہمیں بھی ہلاک کر دیا ہماری قوم نے ہم پہ ستم کیا:

اللہ کی قسم یہ تو وہی شخص ہے جس نے طعینہ کے دن اپنا نیزہ ربیعہ کو دیا تھا۔

ربیعہ بن مقدم کی بیوی نے یہ کہا اور اپنا کپڑا اس پہ ڈال دیا اور اپنے قبیلے سے مخاطب ہو کر کہا:

کہ اس شخص کو میں نے اپنی پناہ میں لیا ہے اور میں ربیعہ بن مقدم کی بیوی ہوں جس کے نیزے کا سامنا کرنا بہت دشوار ہے۔

ربیعہ کی قوم نے اس کی پناہ کو قبول کر لیا مگر اس کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ اللہ کی قسم جب تک مخارق جس نے اسے گرفتار کیا ہے رضامند نہ ہو ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تب جذل الطعان کی بیٹی راتوں رات اٹھی اور اپنے قبیلے کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے:

سَنَجْزِي دُرَيْداً عن رَبِيْعَةَ نِعمَةً
وَكُلُّ امرِئٍ يُجْزَى بِمَا كَانَ قَدَّمَا

ہم ربیعہ کی طرف سے درید کے احسان کا بدلہ دیں گے کہ ہر انسان کو اسی کا بدلہ ملتا ہے جو کچھ وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے۔"

فَاِنْ کَانَ خَیْراً کَانَ خَیْراً جَزَاؤُہٗ
وَ اِنْ کَانَ شَرّاً کَانَ شَرّاً مُذَمَّمَا

اگر اس کا عمل اچھا ہوگا تو اس کی جزاء بھی اچھی ہوگی اور اگر کوئی برا ہوگا تو اس کی جزا بھی بری اور قابل مذمت ہوگی۔"

سَنَجْزِیْہِ نُعْمَی لَمْ تَکُنْ بِصَغِیْرَۃٍ
بِاِعطَائِہٖ الرُّمْحَ الطَّوِیْلَ الْمُقَوَّمَا

ہم درید کے احسان کا بدلہ دیں گے کہ لمبے سیدھے کیے ہوئے نیزے کا عطا کرنا کوئی معمولی احسان نہ تھا۔"

فَقَدْ اَدْرَکَتْ کَفَّاہُ فِیْنَا جَزَاءَہٗ
وَاَھْلٌ بِاَنْ یُجْزَی الَّذِی کَانَ اَنْعَمَا

اسے اس کے کیے کا بدلہ مل گیا ہے اور وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے احسان کا بدلہ دیا جائے۔"

فَلَا تَكْفُرُ وْ هُ حَقّ نُعماهُ فِيْكُم
وَلَا تَرکَبُوْا تِلكَ الَّتِی تَمْلأُ الْفَمَا

اس کے احسان کے حق کا انکار نہ کرو اور ایسی بات کا ارتکاب نہ کرو جس سے منہ پھر جائے۔"

فَلَو كَانَ حَيًّا لَمْ يَضِقْ بِثَوَابِهٖ
ذِرَاعاً غَنِيًّا كَانَ أَوْ كَانَ مُعْدِمَا

کہ اگر ربیعہ زندہ ہوتا تو وہ اسے جزا دینے کے معاملے میں قطعاً تنگ دل ثابت نہ ہوتا خواہ وہ مالدار ہوتا خواہ مفلس۔"

ففكُّوا دُرَيْدَا مَنْ اِسَارِ مُخَارِقٍ
وَلَا تَجعَلُوا البُؤ سَى اِلَى الشَّرِّ سُلَّمَا

درید کو مخارق کی قید سے چھڑاؤ اور دکھ دینے کو جنگ کی سیڑھی نہ بناؤ کہ یہ غلط طریق ہے "۔[*12]

زید الفوارس

زید الفوارس کا شمار کا بھی عرب کے معروف شہ سواروں میں کیا جاتا ہے وہ مدت دراز تک اپنی قوم کا رئیس رہا۔محمد الاعرابی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب زر بن ثعلبہ نامی شخص نے بنی عبس اور عبداللہ بن غفطان کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے ہاں غارت ڈالی اوران کے بہت سے جانور ہانک کر لے گئے تب زید الفوارس ہی ان کا سردار تھا اس نے اپنے قبیلے کے سواروں کو جمع کیا اور حملہ آوروں کا تعاقب کیا اور راتوں رات انھیں نقیہ کے مقام پر جا پکڑا۔زید الفوارس اوراس کے ساتھی سواروں نے حملہ آوروں کے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے آئے اوراپنے جانوروں کے ساتھ ساتھ ان کے جانور بھی چھین لیے۔اس مقابلے میں بنی مخزوم سے الجند بن تیجان اور بنی عبداللہ بن غفطان میں سے ابن ارنم زید الفوارس کے ساتھیوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے جس سے بعد میں عربوں کے درمیان کئی باہمی جنگوں نے جنم لیا۔جن میں قرنین کی جنگ بھی تھی۔اس جنگ میں زید الفوارس ہی اپنے قبیلے کی طرف سے سردار تھا۔یاد رہے کہ زید الفوارس کے اٹھارہ بیٹے اس جنگ میں اس کے ہمراہ تھے اور دونوں اطراف اسے اس کو گھیرے ہوئے تھے۔اب زید الفوارس کے کچھ منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔''

وَلَهْفَ اِنْ تَسأَلِی اَیُّ امرِیءٍ
بِلوَی النَّقِیْعَهِ اِذْ رِجَالُكِ غُیَّبُ

خدا کرے تو حیران و پریشان ہو جائے اگر تو یہ دریافت نہ کرے کہ لوئی نقعیہ کے مقام پر وہ کونسا شخص تھا درآنحالیکہ تیرے گھرانے کے لوگ تو وہاں موجود ہی نہ تھے۔''

اِذْ جَا ءَ يَوْمٌ ضَوْ ؤُهٗ كَظَلَا مِهٖ
بِمَا دِى الْكَوَاكِبِ مُقْمَطِرٌّ اَشْهَبُ

جب ایسا دن آیا تھا جس کی روشنی اور تاریکی یکساں تھی ستارے ظاہر ہو چکے تھے اور یہ دن ترش رو اور سختی کا دن تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عَوْذٌ وبَهْشَةُ حَا شِدُوْنَ عَلَيهِم
حَلَقُ الحَدِيْدِ مُضَا عَفًا يَتَلَهَّبُ

عوذ اور بہشہ قبائل جمع ہو چکے تھے اور انھوں نے دوہری اور شعلہ زن زرہیں پہن رکھی تھیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ لَوَّا تَكُبُّهُمُ الرِّ مَاحَ كَا نَّهُمُ
اَثْلٌ جَا فَتَ اُصُو لَهٗ اَو اَثْا بُ

پھر وہ دم دبا کر بھاگے ہمارے نیزے انھیں منہ کے بل گرا رہے تھے اور وہ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے وہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینکے ہوئے جھاؤ یا اثاب کی قسم کے درخت ہوں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَوْعُدْ وَ ةٌ حَتّٰى اَغَاثَ شَرِيْدَ هُمْ
جَوُّ العِشَا وِةِ فَا لْعُيُو نُ فَزُ نْقُبُ

اور وہ کہہ رہے تھے کہ کاش کوئی دور کی جگہ ہوتی جہاں ہم پناہ لے سکتے تا آنکہ جو العشاوہ، عیون اور زنقب نے ان کے بھاگے ہوئے لوگوں کو کچھ سہارا دیا اور پناہ دی۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَتَرَكْتُ زُرَّا فِى الغُبَارِ كَأَنَّهُ
بِشَقِيقَتَى قَدَمِيَّةٍ مُتَلَبِّسنب

میں نے زر کو غبار میں چھوڑا تو وہ یوں معلوم ہو رہا تھا گویا اس نے قدم کے رنگین کپڑے اپنے گرد لپیٹ رکھے ہوں۔"

وَإِنِّي فِى الحَرْبِ الضَّرُوْسِ مُوَكَّلٌ
بِإِقْدَامِ نَفْسٍ مَا أُرِيْدُ بَقَاءَهَا

اور میں سخت گھمسان کی جنگ میں اپنے نفس کو جسے میں زندہ نہیں رکھنا چاہتا اسے آگے پڑھنے پر لگائے رکھتا ہوں[13*]۔"

الحارث الشنفری

یادرہے کہ شنفری عرب کے مشہور شہ سواروں اور فصیح و بلیغ شعرا میں سے تھا۔اصل میں شنفری اور اس کے کچھ ساتھی تیز دوڑنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور ان کی رفتار کے متعلق مبالغہ آمیز روایات موجود ہیں۔شنفری کے ساتھیوں میں تابط شرا اور عمرو بن براق شامل ہیں۔مورخین نے بیان کیا کہ یہ تینوں غارت گر تھے اور عربوں میں سب سے تیز دوڑنے والے تھے حتی کہ گھڑ سوار بھی ان کو پکڑنے پہ قادر نہ تھا۔ ان کی یہ تیز رفتاری عربوں میں مثل بن گئی تھی کہا جاتا ہے کہ **" اَعْدٰی مِنَ الشَّنْفَرِیْ "** فلاں شنفری سے بھی زیادہ تیز ہے۔چنانچہ شنفری اور اس کے ساتھیوں کا قصہ ابوعمرو شیبانی نے بیان کیا ہے جیسا کہ "**مفضلیات**" کی شرح میں ابن الانباری اور "**الدّرّۃ الفاخرۃ**" میں حمزہ اصفہانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے ۔کہ ایک بار بجیلہ کے کچھ لوگ پانی کے ایک چشمے پر تابط شرا کی تاک میں بیٹھے تھے کیونکہ ان لوگوں نے بجیلہ پہ غارت ڈالی تھی جس کے بدلے میں وہ تابط شرا کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ جب تابط شرا اور شنفری اور عمرو بن براق اس رات پانی کے چشمے پہ پہنچے تو تابط شرا نے کہا کہ میں کچھ لوگوں کی آہٹ محسوس کر رہا ہوں جن کی نیت درست نہیں لگتی شاید پانی کے گھاٹ پر وہ لوگ ہماری گھات میں بیٹھے ہیں۔اور میں ان کے دلوں کی بیقرار دھڑکنوں تک کی آواز سن رہا ہوں۔تاہم شنفری اور براق نے تابط شرا کی اس

بات سے اتفاق نہ کیا اور کہا ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ تب شنفری نے اپنے ساتھیوں سے کہا اچھا تم ٹھہرو میں پانی پینے جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہے۔ شنفری پانی پینے گیا مگر بجیلہ کے لوگوں نے اسے جانے دیا۔ اس کے بعد براق پانی کے گھاٹ پر آیا اور اس نے بھی خوب پانی پیا اور واپس چل دیا۔ اہل بجیلہ نے اس کو بھی جانے دیا۔ اب شنفری اور براق نے تابط شرا کا مذاق اڑایا اور کہا کہ ہمیں تو وہاں کوئی بلا نظر نہیں آئی جس کے دل کی دھڑکن کو تم سن رہے تھے تو تابط شرا نے انھیں کہا کہ دراصل وہ لوگ تمہیں نہیں صرف مجھے اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے اب میں پانی پینے جاتا ہوں اور جب وہ مجھے لے جائیں تو تم بھاگ نہ جانا بلکہ ان کا پیچھا کرنا میں ان سے آزاد ہونے کی کوشش کروں گا۔

تاہم شنفری اور براق کو تابط شرا کی باتوں پہ یقین نہ تھا اس لیے وہ سنجیدہ نہ ہوئے مگر پھر انھوں نے دیکھا کہ تابط شرا کا اندازہ درست تھا۔ اس لیے کہ وہ جونہی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچا تو بجیلہ کے لوگ اس پہ حاوی ہو گئے اور انھوں نے اسے مضبوط رسی سے باندھ کر اپنی سواری پر ڈال لیا اور چل دیئے۔ تب شنفری اور براق ان کا پیچھا کرنے لگے بہت دیر چلنے کے بعد وہ ایک منزل پہ اترے۔ رات ابھی باقی تھی انھوں نے تابط شرا کو ایک طرف ڈال دیا اور خود آرام کرنے لگے۔ تب تابط شرا نے بجیلہ کے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا:

کیا تم اس سے بہتر بات پسند کرو گے؟

اہل بجیلہ نے پوچھا وہ کیا ہے تو تابط شرا نے کہا کہ اگر تم فدیہ لینے میں نرمی کا مظاہرہ کرو تو میرا ساتھی عمرو بن براق خود کو تمھاری تحویل میں دینے کے لیے تیار ہے۔

اہل بجیلہ نے کہا ہمیں منظور ہے۔

تب تابط شرا نے براق کو پکارا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کے نہیں گئے ہوں گے بلکہ یہیں آس پاس ہی کہیں موجود ہوں گے۔

اس نے کہا کہ:

اے ابن براق تجھ پہ افسوس ہے اس لیے کہ شنفری تو بھاگ گیا اور بنی فلاں کی آگ سینک رہا ہو گا اس لیے تو ہی آگے آ کہ تجھے معلوم ہے کہ ہمارے اور تمھارے گھرانوں کے تعلقات کتنے گہرے

ہیں۔

تو اپنے آپ کو ان پہ پیش کر دے تا کہ یہ ہم سے نرمی برتیں۔

تب براق سامنے آیا اور کہا۔

میں تو تیار ہوں ان لوگوں کو کہو مجھے پکڑ لیں۔

جب بجیلہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو وہ بھاگ اٹھا اور پہاڑ پہ چڑھ گیا۔

بجیلہ کے لوگ اس کے پیچھے تھے اور اس کی تیز رفتاری پہ ششدر تھے اور تھکن سے چور تھے۔

براق ان کو کئی گھنٹے دوڑاتا رہا تھکاتا رہا۔

پھر اہل بجیلہ نے جان لیا کہ وہ ان کے ہاتھ آنے والا نہیں۔

اور انھوں نے اسے پکڑنے کا خیال اپنے دل سے نکال دیا اور اپنے قیدی کے پاس لوٹے مگر ان کے لوٹنے سے پہلے ہی شنفری تابط شرا کو رہا کر کے بھاگ چکا تھا۔ اس طرح بجیلہ نہ براق کو پا سکے نہ تابط شرا کو اگلے دن براق شنفری اور تابط شرا پھر اکٹھے تھے۔

یاد رہے کہ یہ وہی شنفری ہے جس کا ذکر اس سے قبل بھی کہیں گزر چکا ہے کہ وہ بنی سلامہ میں پروان چڑھا اور پھر اس نے بنی سلامہ ہی کے سو آدمیوں کے قتل کی قسم کھائی اور اس نے ان کے سو آدمیوں کو قتل بھی کیا تھا۔

جب اس نے بنی سلامہ کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے تو بنی سلامہ نے اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان کے ایک شخص اسید بن جابر السلامانی نے اس کے قتل کی ذمہ داری لی کیونکہ اس سے قبل شنفری نے اسید کے بھائی اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک رات اسید کو اطلاع ملی کہ شنفری فلاں قبیلے پہ غارت ڈالنے والا ہے۔ تب اسید بن جابر اور اس کا بھتیجا حازم العقمی اس کی گھات میں بیٹھے۔ رات کے اندھیرے میں انھیں جونہی ایک سایہ نظر آیا انھوں نے اس پہ اپنے تیر برسائے شنفری زخمی ہو کر گر گیا پھر وہ لوگ اسے اٹھا کر اپنے قبیلے میں لے گئے۔ تب حازم نے شنفری سے کہا کہ آج میرا کلیجہ ٹھنڈا ہونے کو ہے اس سے قبل مجھے تم کچھ شعر ہی سناؤ۔ تب شنفری نے اس کو جواب دیا کہ گانا تو خوشی میں گایا جاتا ہے اور اس کا یہ فقرہ عربوں میں ضرب المثل بن گیا۔ پھر جب وہ اسے قتل کرنے لگے تو انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ اسے کہاں دفن کریں اس پہ شنفری نے یہ اشعار

کہے۔

الاَ تَدۡفِنُو نِیۡ اِنَّ دَفۡنِی مُحَرَّمٌ
عَلَیۡکُمۡ وَ لٰکِنۡ خَامِرِیۡ اُمَّ عَامِرٍ

تم میرے قتل کے بعد مجھے دفن نہ کرنا اور تم پہ میرا دفن کرنا حرام ہے اور مجھے بجّو کے آگے ڈال دینا تاکہ وہ مجھے کھا جائے۔“

❖❖❖❖❖❖❖❖

الاَ حُمِلَتۡ رأسیۡ وَفِی الرَأسِ اَکۡثِرِ یۡ
وَغُو دِرَ عِنۡد المُلۡتَقٰی ثُمَّ سَائِرِ یۡ

جب میرے سر کو اٹھا کر لے جایا جا چکا ہو اور ظاہر ہے کہ میرے سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے اور باقی ماندہ حصے کو میدان جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔“

❖❖❖❖❖❖❖❖

هنالِك لا اَبغِیۡ حَیاۃً تَسُّرنِیۡ
سَجِیۡسَ اللَّیَالِیۡ مُبۡسَلاً بالجَرائِرِ

اور اس وقت واضح ہو جائے گا کہ میں کیوں خوش کن زندگی کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا اور کیوں لگاتار راتوں کو ارتکابِ جرم کیا کرتا تھا[14*]۔“

❖❖❖❖❖❖❖❖

خالد بن جعفر بن کلاب

خالد بن جعفر کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا جہاں اس کی اتنی تکریم کی جاتی جتنی کہ کسی انسان کی کی جاسکتی ہے اوراس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے قبیلے کو عامر بن صعصہ کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔اس لیے کہ جب خالد بن کلاب نے ان کی قیادت سنبھالی تو اس وقت قبیلہ ہوازن کے لوگ بے حمیت نکھے اور حالات کے مارے ہوئے تھے۔وہ پہاڑوں پر بھیڑ بکریاں چراتے اور عربوں میں ذلیل وخوار تصور کیے جاتے تھے۔ عامر بن صعصہ کا زہیر بن جذیمہ ان سے زندہ رہنے کا خراج وصول کیا کرتا تھا۔چنانچہ جب عکاظ کا بازار لگتا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنی بھیڑ بکریوں کا خراج لے کر جذیمہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اپنی استطاعت کے مطابق خراج ادا کرتے۔کوئی اس کو گھی پیش کرتا تو کوئی پنیر اور کوئی اس کو اپنی بھیڑ بکریوں سے حصہ ادا کیا کرتا۔ایک دفعہ جب قبیلہ ہوازن کے لوگ اس کو خراج ادا کررہے تھے تو ایک بڑھیا تھوڑا سا گھی لے کر جذیمہ کی طرف بڑھی اور گھی کم ہونے پر اس سے معذرت طلب کی۔بڑھیا نے اس کی وجہ بھی بیان کی کہ مسلسل خشک سالی کی وجہ سے اس بار وہ کم گھی لائی ہے۔جذیمہ نے انگلی سے اس بڑھیا کا گھی چکھا تو اُس کو اِس کا ذائقہ پسند نہ آیا تو اس نے بڑھیا کو اپنی کمان سے دھکا دیا جس سے بڑھیا گر گئی اور اس کا

ستر کھل گیا۔اس واقعہ نے ہوازن کو بہت متاثر کیا اس وقت وہاں ان کا شجاع خالد بن جعفر بن کلاب بھی موجود تھا۔جعفر بن کلاب نے اپنے قبیلے کی غیرت کو جگانے کی کوشش کی اور قبیلہ ہوازن جذیمہ کے خلاف کینہ پالنے لگا۔جب وہ بڑھیا گری اور برہنہ ہوگئی تو آگے بڑھ کے اسے خالد بن جعفر بن کلاب نے ہی سہارا دیا تھا اور اسی موقع پر یہ قسم بھی کھائی کہ عنقریب میں جذیمہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دوں گا یا پھر خود اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں گا۔اس نے اپنے قبیلے کے جوانوں کو اکٹھا کیا اور ان کو قبیلہ عامر بن صعصہ کے خلاف بھڑکایا۔ان کو خطاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے جو آپ کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔

أُرِيْغُوْنِيْ اِرَاغَتَكُمْ فَاِنِّيْ
وحَذْفَةَ كالشَّجَا تَحْتَ الْوَرِيْدِ

تم جس طرح بھی چاہو مجھے دھوکے سے طلب کرتے رہو مگر یاد رکھو کہ میں اور میری گھوڑی حذفہ اس ہڈی کی طرح ہیں جو شہ رگ کے نیچے پھنس کے رہ جایا کرتی ہے۔"

مُقَرَّبَةٌ أُوَاسِيْهَا بِنَفْسِيْ
وأُلْحِفُهَا رِدَائِيْ فِي الْجَلِيْدِ

یہ گھوڑی میری مقرب ہے اور مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے کہ جب کہرا پڑتا ہے تو میں اپنا کپڑا اس پہ ڈال دیتا ہوں۔"

لَعَلَّ اللّٰه يُقْدِرُنِيْ عَلَيْهَا
جِهَارًا مِنْ زُهَيْرٍ اَوْ أُسَيْدِ

شاید اللہ تعالیٰ مجھے قدرت عطا کر دے اور میں اس گھوڑی پہ سوار ہو کر زہیر اور اسید سے اعلانیہ

دو دو ہاتھ کر سکوں۔"

بنو ہوازن تو جانے کب سے جذیمہ کی تاک میں تھے کہ اتفاق سے وہ ان کے علاقے کے قریب جا اترا۔اس کے ساتھ اس کے قبیلے کے بہت سے مرد اور عورتیں تھیں جذیمہ کی بیوی تماضر اور اس کی سب اولاد اس کے ساتھ تھی۔تب ان کے پاس سے بنو ہوازن کا ایک سوار گزرا۔تو جذیمہ کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا کہ وہ ان کی جاسوسی کر رہا ہے مگر وہ سوار جذیمہ کی بیوی تماضر کا بھائی الحرث بن عمرو تھا۔اس لیے اس نے اپنے بھانجوں کو پکارا اور کہا کیا تمھارا ماموں تمھارے پاس دودھ پینے کے لیے اترے تو تم اس کی مشکیں کس دو گے جس پہ جذیمہ کے بیٹے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے اپنے ماموں کو دودھ پلایا اور عزت سے رخصت کیا۔مگر بنو ہوازن اب ان سے نفرت کرتے تھے اس لیے الحرث بن عمرو نے خالد بن جعفر بن کلاب کو زھیر کے ٹھکانے کی اطلاع کر دی۔جس پہ بنو ہوازن کے سوار زہیر کو قتل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔خالد بن جعفر بن کلاب ان کا سردار تھا۔جندہ بن البکاع اور معاویہ بن عماد جیسے شہ سوار بھی اس کے ساتھ تھے۔انھوں نے دشمن کے اونٹوں کے پاؤں کے نشانات پہ نگاہ رکھی اور ان کا کھوج لگاتے ہوئے ان کے مستقر کے قریب جا اترے۔ادھر زھیر کے چرواہوں نے اسے گھڑ سواروں کی نقل و حرکت کی اطلاع کی۔مگر وہ شراب کے نشے میں دھت پڑا تھا۔پھر شام کو ان کی عورتوں نے واویلا کیا اور کہا کہ جہاں ہم کچھ نہ دیکھا کرتی تھیں وہاں ہمیں نیزوں کا جنگل دکھائی دے رہا ہے۔پھر زہیر کا بھائی اسید آیا اور اس نے بھی زھیر سے کوچ کرنے کو کہا اور بتایا کہ دشمن سر پہ آ پہنچا ہے کہ اس کے جانور چرانے والی کنیز نے بنو ہوازن کے سوار اور ان کے نیزے دیکھے ہیں۔زھیر نے اسید کی بات کو مذاق میں اڑا دیا اور کہا:

كُلُّ أَزَبٍّ نَفُورٌ

(ہر وہ شخص جس کے جسم پہ گھنے بال ہوں وہ بھگوڑا ہوتا ہے)

اور یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل بن گئے کیونکہ اسید کے جسم پہ بہت بال تھے اس لیے زھیر نے اسے

بھگوڑا کہا تھا۔اسید کو اس کی یہ بات بری لگی تو اس نے دوسرے لوگوں کو حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا لوگوں نے اس کی بات مان لی اور بنورواحہ کے اکثر لوگ وہاں سے کوچ کر گئے۔اور زہیر نے ان کو جاتے دیکھ کر قسم اٹھائی کہ وہ صبح تک وہاں سے نہیں ٹلے گا۔چنانچہ اس کے پاس اسید اور اس کے بیٹے ورقا اور حارث رہ گئے تھے۔باقی سب لوگ وہاں سے نکل گئے۔جب رات ذرا بھیگی تو بنو ہوازن کے بہت سے سواروں نے زہیر اور اس کے بیٹوں کو گھیر لیا۔زہیر نے انھیں یمن کے لوگ خیال کرتے ہوئے اسید سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا یہ وہی ہیں جن کے بارے میں تو آج صبح سے غصے میں ہے۔اس کے بعد اسید اپنی گھوڑی پہ سوار ہوا اور ایک طرف کو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔مگر ہوازن کے سواروں نے زہیر اور اس کے بیٹوں کو پا لیا تھا۔زہیر کود کر اپنی گھوڑی قصیٰ پہ سوار ہوا جو نہایت ہی سرکش گھوڑی تھی ۔دوسری طرف سے خالد بن جعفر بن کلاب بھی اپنی گھوڑی حذفہ پہ سوار ہو کر اس کے قریب آ پہنچا تھا اور اس کے لب پہ یہ الفاظ تھے۔

لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا زُهَير

(آج اگر زہیر میرے ہاتھ سے بچ جائے تو خدا کرے کہ میں اس کے ہاتھ سے نہ بچوں)۔

پھر خالد بن جعفر نے اپنے ہاتھ زہیر کی گردن میں ڈال دیئے وہ دونوں اپنی سواریوں سے نیچے آ گرے۔ زہیر نیچے اور خالد اس کے اوپر تھا۔زہیر نے اپنے بیٹوں کو پکارا تو اس کے بڑے بیٹے ورقا بن زہیر نے خالد بن جعفر پر تلوار سے کئی وار کیے جو کارگر نہ ہوئے اس لیے کہ خالد نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔پھر خالد کے ساتھی آگے بڑھے اور جندع نے زہیر کا سر کاٹ کر نیزے پہ اٹھا لیا۔اپنے باپ کا کٹا سر دیکھ کر ورقا بن زہیر نے بے ساختہ یہ اشعار کہے جو وقت کا طویل سفر طے کرتے ہوئے ہم تک پہنچے اور ہم انھیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔''

رَأَيْتُ زُهَيرًا تَحْتَ كَلْكَلِ خَالِدٍ
فَاَقْبَلْتُ اَسْعٰى كَالْعَجُولِ اُبَادِرُ

میں نے زہیر کو خالد کے نیچے دیکھا تو میں جلدی سے اس عورت کی طرح دوڑا جس کا بچہ مرگیا ہو۔"

اِلیَ بَطَلَیْنِ یَنْھَضَانِ کِلَا ھُمَا
یُرِیدَ انِ نَصْلَ السَّیْفِ والسَّیْفُ داثِرٌ

میں دو بہادروں کی طرف آیا اور وہ دونوں اٹھ رہے تھے تاکہ تلوار کی دھار ہاتھ میں لیں وہ تلوار جو ایک عرصے سے صقیل نہ کیے جانے کی وجہ سے زنگ آلود ہو رہی تھی۔"

فَشُلَّتْ یَمِیْنِیْ یَوْمَ اَضْرِبُ خَالِداً
وَیَسْتُرُہٗ مِنیّ الحَدِیْدُا لُمظَاھَرٗ

اور جس روز میں نے خالد کو تلوار سے مارا تھا اس روز میرا دایاں ہاتھ شل ہو گیا تھا کیونکہ اس کی دوہری زرہ اسے مجھ سے چھپا رہی تھی۔"

فَیَا لَیْتَ اِنّیْ قَبْلَ ضَرْبَۃِ خَالِدٍ
وَیَوْمَ زُھَیْرٍ لَمْ تَلِدْنِیْ تُمَاضِرٗ

کاش کہ خالد کو چوٹ لگانے سے پہلے اور زہیر کی جنگ کے دن سے پہلے میری ماں تماضر نے مجھے نہ جنا ہوتا[15*]۔"

مجمع بن ہلال بن خالد

مجمع بن ہلال عہدِ جاہلیت کا عمدہ شاعر تھا۔اس کی بہادری اور شجاعت ضرب المثل تھی۔اس نے ایک سو انیس سال کی عمر پائی تھی،وہ نبی اکرمﷺ کی بعثت سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔اس کا پیشہ دیگر کثیر عربوں کی طرح غارت گری تھا۔ایک بار جب اس نے زید بن مناۃ کے ہاں غارت ڈالی تو اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ تاہم واپسی پہ بنی مجاشع کا ایک قافلہ اس کے ہاتھ لگ گیا۔مجمع بن ہلال اور اس کے ساتھیوں نے قافلے کا تعاقب کیا جب وہ ایک چشمے پہ اترے تو انھوں نے اس پہ غارت ڈال دی۔ان کے کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد لوٹ مار شروع کردی۔ابو حاتم نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب قافلہ لوٹنے کے بعد قیدی ہونے والے افراد کو باندھا جارہا تھا تو مجمع کے لب پہ یہ اشعار تھے۔

اَنَّ اَمْسِ مَا شَیْخًا کَبِیْرًا فَطَالَمَا
عَمَرتُ وِلکنْ لَا اَرَی العُمْرَا یَنفَعُ

اگر چہ میں اب معمر ہو چکا ہوں کہ میں ایک عرصے تک جیتا رہا ہوں مگر اس طولِ عمر میں بھی مجھے کوئی فائدہ تو نظر نہیں آیا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

مَضَتْ مِائَۃٌ مِنْ مَوْلِدِیْ فَنَضَیْتُھَا
وَخَمْسٍ تِبَاعٌ بَعْدُ ذَاكَ وَاَرْبَعُ

کہ میری پیدائش سے لے کر اب تک سو سال گذر چکے ہیں پھر دس سال پھر پانچ سال پھر چار سال اور ان سب کو میں نے لباس کی طرح اتار پھینکا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَخَیْلٍ کَأَسْرَابِ الْقَطَا قَدْ وَزَعْتُھَا
لَھَا سَبَلٌ فِیْہِ الْمَنِیَّۃُ تَلْمَعُ

بہت سے گھوڑے تھے جو تیتروں کے جھنڈ کی طرح تھے اور میں انھیں صفوں میں مرتب کیا کرتا تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

شَھِدتُ وغُنمٍ قَدْ حَوَیْتُ وَلَذَّۃٍ
أَتَیْتُ وَمَا ذَا الْعَیْشُ اِلَّا التَّمَتُّعُ

میں ان سواروں کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے بہت سے اموال غنیمت جمع کیے اور زندگی چند روزہ لذت کے سوا کیا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وعا ثرۃٍ یوم الھبیمی رأیتھا
وقد ضمھا من داخل الخلب مجزعٌ

اور ایک بد بخت عورت جسے میں نے ایک جنگ میں دیکھا تھا اس کے جگر میں گھبراہٹ نے گھر کرر کھا تھا۔"

لھا غلل فا لصد ر ۃ لیس ببادحٍ
شجی نشبٌ والعین بالماء تدمعُ

میں نے دیکھا کہ اس کے سینے کے اندر شدت کی پیاس ہے جو دور نہیں ہوتی یا اس کے گلے میں کوئی پھنسی ہوئی ہڈی ہے جو اس کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔"

تقول وقد افردتھا من حلیلھا
تعست کما اتعستنی یا مجمّعُ

جب میں اسے اس کے خاوند سے جدا کر چکا تو وہ کہنے لگی اے مجمّع جس طرح تو نے مجھے تباہ کیا ہے خدا تجھے بھی تباہ کرے۔"

فقلت لھا بل تعس اخت مجاشعٍ
وقومك حتّٰی خدُّك الیوم اضرعُ

میں نے جواب دیا کہ اے بنی مجاشع کی عورت تو تباہ ہو نیز تیری قوم تباہ ہو حتیٰ کہ تمھارے رخساروں کی سرخی مٹی میں مل جائے اور تو ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو جائے۔"

عَبَأ تُ لَہ‘ رُمْحًا طَوِیْلا و اَلَّۃً
کَأَنْ قَبَسٌ یُعَلٰی بِھَا حِیْنَ تُشْرَعُ

میں نے اس کے خاوند کے لیے ایک لمبا نیزہ تیار کیا اور ایک چھوٹا نیزہ جسے جب حرکت دی جاتی تو یوں معلوم ہوتا کہ آگ کی چنگاری پھوٹ رہی ہو"۔

وکَائِنْ تَرَکْتُ مِنْ کَرِیْمَۃِ مَعْشَرٍ
عَلَیْھَا الْخُمُوْش ذَاتُ حُزْنٍ تَفَجَّعُ

اور میں نے کئی ایک شریف بیویوں کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ ان کو خراشیں آچکی تھیں اور وہ غمزدہ بھی تھیں اور دردمند بھی[16*]۔"

عمرو بن کلثوم

عمرو بن کلثوم کا نسب تغلب بن وائل تک جاتا ہے اور اس کی کنیت ابوالاسود ہے۔ ابوعبیدہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مشہور معلقہ گو شاعر تھا عہدِ جاہلیت میں اس کا شمار بہادر اور جری شہ سواروں میں کیا جاتا تھا۔ اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کو قتل کیا تھا۔ اس کے بھائی مہرہ نے المنذر بن نعمان کو قتل کیا تھا۔ عمرو بن کلثوم کی ماں کے متعلق بیان کیا گیا کہ اس کا نام اسماء بنت مہلہل بن ربیعہ تھا۔ جب مہلہل نے ہند بنت عتبہ سے شادی کی تو اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مہلہل نے اپنی بیوی سے کہا اسے قتل کردو۔ اتنا کہہ کر وہ سو گیا تو اس نے عالم رویاً میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے کہ مہلہل کی بیٹی کے پیٹ میں تو کئی ایسے نوجوان ہیں جن سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہیں جو اچھے اخلاق والے اور اپنی قوم کے سردار ہوں گے۔ تب اس کی آنکھ کھل گئی تو اس نے چیخ کر اپنی بیوی کو پکارا اور اس سے پوچھا کہ اس کی بیٹی کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اسے تو میں نے مار دیا ہے۔ تب ربیعہ نے کہا ربیعہ کے خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا اور عربوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اس طرح کی قسم کھائی تھی۔ تب مہلہل بن ربیعہ بہت رویا اور اپنی بیوی کو اس خواب سے آگاہ کیا تو اُس نے اِسے تسلی دی کہ وہ فکر نہ کرے اس کی بیٹی محفوظ ہے۔ پھر ربیعہ نے

اس لڑکی کی پرورش خوب دل لگا کے کی اور اس کا نام لیلی رکھا۔ لیلی کی شادی کلثوم بن مالک سے ہوئی جس کے بطن سے عمرو بن کلثوم پیدا ہوا۔ بیان کیا گیا کہ عمرو بن کلثوم جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو لیلی کے خواب میں آکر کسی کہنے والے نے کہا۔ کہ اے لیلی تمھارا بچہ کیا ہی اچھا بچہ ہے وہ شیر کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا۔ جب عمرو پیدا ہوا تو اسی کہنے والے نے یہ اشعار لیلی کے کانوں میں ڈالے کہ:

اِنَا زَعِیْم لَكَ اُمَّ عمرو
بِمَاجِدِ الجَدِّ کریم النَّجْرِ

اے ام عمرو! میں ایک بزرگ بخت والے شریف نسل والے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔"

اَشْجَعَ مِنْ ذِی لِبَدٍ هِزَبْرِ
وَقَاَّص اَقْرَانٍ شَدِیْدِ الْاَسْرِ

جو اس شیر سے بھی زیادہ بہادر ہے جس کی گردن پر بال ہوتے ہیں یہ مدمقابل کی گردن مروڑنے والا ہے اور اس کے جسم کی ساخت بڑی مضبوط ہے۔"

یَسُوْدُهُمْ فِیْ خَمْسَةٍ وعَشْرِ

اور وہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے قبیلے کا سردار بنے گا اور ناموری اس کا مقدر ہوگی۔"

مہلہل بن ربیعہ

مہلہل تو دراصل اس کا خطاب تھا جو اُس کو اِس کی عمدہ شاعری کی وجہ سے اہل عرب نے اسے عطا کر رکھا تھا۔اس کا نام تو امراؤ اقیس بن ربیعہ بن الحرث تھا۔جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ مہلہل عربوں کا پہلا شاعر تھا جس نے ان کو قصیدہ سے روشناس کرایا۔چنانچہ عربوں کا مشہور شاعر فرزدق اس کے بارے میں کہتا ہے کہ!

و مُهَلِهل الشُّعَراءِ ذَاكَ الأوَّلُ

اور شعرائے عرب کا پہلا شخص یہی مہلہل ہی تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

ضَرَبتْ صَدْرَهَا اِلَّى وَ قَالَتْ

يَا عَدِيّ لَقَدْ وَقَتْكَ الأوَاقِىْ

اس نے تعجب سے میری طرف دیکھا کر سینے پہ ہاتھ مارا اور کہا اے عدی تجھے بچانے والی تقدیر نے بچالیا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

هَلَهَلْتُ أُثَارُ مَالِكاً أَوْ صِنْبَلاً

قریب تھا کہ میں صنبل اور مالک کے قتل کا بدلہ کے لوں۔"

عربوں کا خیال ہے کہ مہلہل مبالغہ آمیزی سے کام لیا کرتا تھا اور اپنی گفتار میں حقیقی فعل سے زیادہ کا مدعی بنا کرتا تھا۔ بنو ربیعہ میں بہت سے مشہور شاعر تھے جن میں سعد بن مالک، مرقش اور مہلہل شامل ہیں وہ مہلہل کا بھائی کلیب تھا جس کے قتل کیے جانے کی وجہ سے عربوں کی ایک بڑی جنگ بسوس بپا ہوئی۔ چنانچہ ابوالمنذ رھشام بن محمد ابن السائب کہتا ہے کہ عرب کے سرداروں میں سے تین آدمیوں کے سوا کسی ایک شخص کی سرداری پہ تمام معد کا کبھی اجتماع نہ ہوا تھا اور یہ تین شخص عامر ربیعہ اور کلیب ہیں۔ کلیب بہت ظالم سردار تھا۔ پھر ایک دفعہ جب اس کے اونٹوں کا گزر ایک اور عرب سردار کے اونٹوں کے پاس سے ہوا تو اس نے اپنی اونٹنی کو کلیب کے اونٹوں میں شامل کرنے کے لیے اس کی رسی کھول دی یہ اونٹنی عربوں کی ایک عورت بسوس کے صحن میں کھڑی تھی۔ کلیب نے جب اسے دیکھا تو اسے اجنبی سمجھ کر اس اونٹنی کے پستانوں پہ تیر مارا تو وہ اونٹنی وہاں سے بھاگی اور اپنے گھر کی راہ لی۔ جب وہ بسوس کے صحن میں داخل ہوئی تو اس کے پستانوں سے دودھ اور خون جاری تھا جس کو دیکھ کر بسوس آگ بگولا ہو کر باہر کو بھاگی اور کلیب کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے!

لَعَمْرِیْ لَوْ اَصْبَحْتُ فِیْ دَارِ مُنْقِذٍ
لَمَاضِیْمَ سَعْدٌ وَهُوَ جَارٌ لِأَبْيَاتِیْ

اپنی جان کی قسم اگر میں منقذ کے گھر میں ہوتی اور سعد میرا پڑوسی ہوتا تو کوئی شخص اس پہ ظلم نہ کر سکتا تھا۔"

و لٰکِنَّنِی اَصْبَحْتُ فِی دَارِ غُرْبَۃٍ
مَتٰی یَعْدُ فِیھَا الذِئبُ یَعْدُ عَلَی شَاتِیْ

لیکن میں اجنبی لوگوں میں سے ہوں جہاں جب بھی کوئی بھیڑیا حملہ کرتا تو میری ہی بھیڑ بکریوں پہ کرتا ہے۔"

فَیَا سَعْدُ لَا تَغْرُرْ بِنَفْسِكَ وَارْتَحِلْ
فَاِنَّكَ فِیْ قَوْمٍ عَنِ الجَارِ اَمْوَاتِ

اے سعد دھوکہ نہ کھا اور یہاں سے کوچ کر جا کیونکہ تو ایسے قبیلے میں سے ہے جس کے افراد اپنے پڑوسی کے لیے مردے کی مانند ہیں۔"

بسوس نے اپنی خالہ کے یہ اشعار سنے تو اس نے اپنی خالہ سے کہا تم غم نہ کرو کل صبح میں تمھاری اونٹنی کے بدلے بنو ربیعہ کے ایسے اونٹ کو ہلاک کروں گا کہ جس کا درد مدتوں ان کا احاطہ کیے رکھے گا۔ جساس کے یہ الفاظ کلیب تک پہنچے تو اس نے خیال کیا کہ وہ اس کے اونٹ علیان کو قتل کرنا چاہتا ہے مگر یہ اس کی بھول تھی۔ جساس دراصل خود کلیب کو قتل کرنا چاہتا تھا تاکہ لوگوں کو اس کے ظلم و ستم سے نجات دلا سکے۔ چنانچہ اگلی صبح جساس اور اس کا ایک ساتھی عمرو بن الحرث ہتھیار بند ہو کر نکلے حتیٰ کہ وہ دونوں کلیب کے پاس اس کی چراگاہ میں جا اترے۔ جساس نے کوئی بات کیے بغیر اپنے نیزے سے کلیب پر وار کیا جو اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑتا ہوا دوسری طرف پیٹ سے باہر نکل گیا۔ اس نے کلیب کو قتل کرنے کے بعد اپنے اہل قبیلہ کو اکٹھا کیا جو اس کے آنے سے قبل ہی اپنے خیمے اکھاڑ چکے تھے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو جمع کر چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے کوچ کیا اور ایک کنویں نہی پہ جا اترے۔ دوسری طرف مہلہل کو جب کلیب کے قتل کی

اطلاع ملی تو اس نے قوم کے سرکردہ لوگوں کو اکٹھا کیا اور بنو بکر کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ انھوں نے عہد کیا کہ جب تک وہ کلیب کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے اپنی عورتوں اور شراب سے دور رہیں گے ۔بنو ربیعہ بنو بکر سے بہت طاقتور تھے اور اس حقیقت کا ادراک بنو بکر کو بھی حاصل تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے ایک باعزت آدمی مرہ بن زہل بن شیبان کو بنو ربیعہ کی طرف معذرت کے لیے بھیجا۔ چنانچہ جب وہ بنو ربیعہ کے ہاں پہنچا تو انھوں نے اسے کہا کہ تمھارے آدمی نے ایک اونٹنی کو زخمی کرنے کے بدلے کلیب جیسے شخص کو قتل کر کے بہت زیادتی کی ہے پھر بھی ہم تمہیں ایک موقع دیتے ہیں تا کہ تمھاری مصیبت دور ہو سکے۔ تم ہماری ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط پوری کر دو اور انھوں نے بنو بکر کو یہ چار باتیں پیش کیں۔

۱۔ کلیب کو زندہ کر دو۔

۲۔ اس کے قاتل جساس کو ہمارے حوالے کر دو۔

۳۔ یا جساس کے بدلے ہمام کو ہمارے حوالے کر دو کہ وہ اس کا ہم سر ہے۔

۴۔ یا تم خود کو کلیب کے بدلے قتل کے لیے پیش کر دو۔

مرہ بن شیبان نے اطمینان سے بنو ربیعہ کی شرائط سنیں پھر اس کا یوں جواب دیا۔ کہ کلیب کو اب زندہ کرنا ممکن نہیں اور اس امر سے تم خود بھی آگاہ ہو۔ رہا جساس تو وہ ایک نو خیز اور بیوقوف لڑکا ہے جو بھڑک گیا اور کلیب کو نیزہ مار کے بھاگ گیا اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ رہا ہمام تو اس کے دس بیٹے ہیں دس بھائی ہیں اور دس بھتیجے ہیں جو سب کے سب شہ سوار ہیں اور وہ اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے۔ رہا میں تو میدان جنگ میں جب گھوڑے دوڑیں گے تو شاید سب سے پہلے میں ہی مارا جاؤں مگر اس وقت مجھے مرنے کی کوئی جلدی نہیں۔ مگر پھر بھی میں تم پہ دو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دس بیٹے ہیں کلیب کے بدلے تم جس کو چاہے ذبح کر لو اور دوسری صورت یہ ہے کہ میں کلیب کی دیت کسی بادشاہ کی دیت کے برابر ادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور ایک ہزار ان اونٹنیوں کا ذمہ لیتا ہوں جن کے تھنوں سے دودھ بہہ رہا ہو۔ بنو ربیعہ نے کہا اے مرہ تم نے ہمیں برا جواب دیا ہے اس لیے کہ ہمیں کلیب کے خون

کے بدلے خون چاہیے نہ کہ دودھ (یعنی اونٹنیاں)۔

اس کے بعد دونوں قبائل میں جنگ چھڑ گئی اور یہ عربوں کی ایک ہولناک جنگ تھی جس میں بہت سے عرب قبائل شریک تھے۔اس جنگ میں بنو تغلب یعنی ربیعہ کی طرف سے مہلہل سردار تھا تو بنو شیبان یعنی بنو بکر کی طرف سے الحرث بن مرۃ سردار تھا۔اس جنگ میں بنو ربیعہ کو فتح حاصل ہوئی۔ مگر یہ جنگ اختتام کو نہ پہنچی بلکہ یہ قبائل کئی بار دوبدو ہوئے مگر ہر بار بنو ربیعہ کو فتح اور بنو بکر کو شکست ہوئی۔بنو ربیعہ کی ان فتوحات پہ مہلہل نے ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جس کے صرف چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

أ لَیْلَتَنَا بِذِیْ حسم اَنِیْرِیْ
اِذَا اَنْتِ انْقَضَیْتِ فَلَا تَحُوْرِیْ

اے رات تو ذی حسم کے مقام پر روشن ہو جا جب تو ختم ہو جائے تو پھر کبھی نہ لوٹنا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اکثَرْتُ قَتْلَ بَنِیْ بکرٍ بِھَمِّھِم
حَتّٰی بَکَیْتُ وَمَا یَبْکِی لَھُم اَحَدٌ

میں نے اپنے بادشاہ کے بدلے میں بنی بکر کے بہت سے لوگ قتل کر دیئے یہاں تک کہ میں رو پڑا مگر ان پر تو رونے والا بھی کوئی نہ تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَلَیْتُ بَا للّٰہِ لا اَرْضٰی بِقَتْلِھِمْ
حَتّٰی اُبَھْرِجَ بکراً اَیْنَمَا وُجِدُوْا

اور میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک ان کو قتل کرنے سے خوش نہ ہوں گا جب تک کہ میں اس بات کی عام اجازت نہ دوں کہ اب جہاں کہیں بنی بکر کا آدمی پایا جائے اسے قتل کر دیا جائے۔“

یاَلَبکرٍ اَنشِرُوالِی کُلَیبًا

اے قوم بکر میرے لیے میرے بھائی کلیب کو زندہ کر دو۔“

پھر بہت سا وقت گزر گیا حتیٰ کہ مہلہل بوڑھا ہو گیا۔ وہ سٹھیا گیا تھا اور اس کے دو غلام جو اس کی خدمت کیا کرتے تھے اس سے اکتا چکے تھے۔ اس لیے ایک بار جب وہ ان دونوں کو لے کر سفر پہ روانہ ہوا تو انھوں نے اسے بیچ صحرا مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ مہلہل کئی دن صحرا کی اذیت میں راستہ کھوجتا رہا مگر آخر وہ پیاس کی شدت سے مر گیا۔ تاہم مرنے سے پہلے اس نے اپنے اونٹ کی پالان پہ یہ اشعار لکھے اور کیوں نہ لکھتا کہ آخر وہ عربوں کا سردار شاعر تھا۔

مَن مُبلِغُ الحَیَّینِ اَنَّ مُھَلھِلاً
لِلّٰہِ دَرُّ کُمَا و دَرّ اَ بِکُمَا

دونوں قبیلوں کو کون یہ خبر پہنچائے گا مہلہل تمھارا کیا کہنا اور تمھارے باپ کا بھی کیا کہنا۔“

مَن مُبلِغُ الحییَّنِ اَنَّ مُهَلِهلا
اَمسٰی قُتَیلا فِی الفَلاۃِ مُجَدَّلاَ

دونوں قبیلوں کوکون یہ خبر پہنچائے گا کہ مہلہل بیابان میں مقتول ہوکر گراپڑا ہے۔"

❂❂❂❂❂❂❂❂

لِلّٰہِ دَرٌّ کُمَا و دَرٌّ اَبِیْکُمَا
لَا یَبْرَ حُ العَبْدَانِ حَتّٰی یَقْتَلاَ

تمھارے اور تمھارے باپ کے کیا کہنے۔۔ اور دونوں غلام قتل ہوئے بغیر نہ جانے پائیں[*17]۔"

❂❂❂❂❂❂❂❂

اہل عرب کی یاداشت

اہل عرب کی خصوصیات کا تذکرہ ہورہا ہے تو اِن کی تیز یاداشت اور بلا کے حافظے کو نظر انداز کیا جانا ممکن نہیں اور نہ ہی اس تذکرے کے بغیر خصائص العرب کا بیان مکمل تصور ہوگا۔ چنانچہ ہم اپنے قاری کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ خطہ عرب میں لوگوں کی اکثریت چونکہ اُمّی تھی اور لکھنے پڑھنے کے فن سے ناواقف تھی۔ اس لیے وہ اپنے واقعات اور حادثات کو یاد رکھتے اور اِس فن میں عرب کے بادیہ نشین خاص طور پہ ماہر تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی مشہور جنگوں، لڑائیوں، واقعات اور حادثات کو بالتفصیل یاد رکھا اور اُن شعروں اور خطبوں کو بھی محفوظ رکھا جو اِن مواقع پر کہے گئے تھے۔ اسی طرح انھوں نے ان مفاخرات اور منافرات کو بھی محفوظ رکھا ہے جو اِن کے قبائل کے مابین رونما ہوئے۔ انھوں نے اپنے نسب ناموں کے علاوہ ان گھوڑوں کے نام ونسب کو بھی محفوظ رکھا ہے جو اِن کے ساتھ جنگوں میں اترے۔ نیز اس بات کو بھی محفوظ رکھا کہ وہ کس قبیلے سے ہیں اور وہ اولین آباء اور گذشتہ اسلاف میں سے

کس مورث تک پہنچتے ہیں۔اس لیےان کا کوئی شاعر جب شعر کہتا تو اشعار کی تعداد خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو جونہی وہ اِن اشعار کو سنتے وہ اِن کے ذہن کے صحیفوں پہ نقش ہوتے چلے جاتے اوران کے خیال میں کسی تمثال کی طرح محفوظ رہتے۔اس بات میں ان کے قبائل کے عام اور خاص چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت سب برابر تھے۔اس ضمن میں نہ کسی کو کوئی خاص شبہ ہے اور نہ کسی صاحبِ نظر کو کوئی شک ہے پھر یہ کہ جب کبھی ان کے ہاں کوئی خاص واقعہ پیش آتا یا کوئی عجیب بات وقوع پذیر ہوتی یا کوئی انوکھا نقطہ پیدا ہوتا تو وہ ان کے ہاں ضرب المثل بن جایا کرتا۔

پھر یہی اقوال عرب بھر میں شہرت حاصل کر جاتے اور اِن واقعات کی یاد ہمیشہ کے لیے باقی رہ جاتی جو اِن کے ماضی کو ان کے سینوں میں زندہ رکھتی۔چنانچہ اِن کے یہ اشعار اور امثال ہی تھے جن کی وجہ سے ان کی تاریخ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائی اور بعد کے آنے والے لوگوں نے اُن کے ایامِ جنگ اور واقعات وحادثات کے متعلق جو کچھ معتبر لوگوں سے سنا اور اسے روایت کیا۔ان کی امثال اور اشعار کو اس طرح جمع کیا کہ ان کے ہر شعر اور مثل کے پس منظر کو بھی اجاگر کیا۔جس سے کئی مجموعے اور بہت سی جلدیں تیار ہوگئیں یہاں تک کہ وہ شمار وحصر کے دائرے سے نکل گئیں۔اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے اشعار وامثال کے جو مجموعے ہم تک پہنچے ہیں بمقابل اس کے جو ہم تک نہ پہنچ سکے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں یا پہاڑ اور چٹیل میدانوں کے مقابل ایک ذرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے ابتدائی زمانے کے اشعار محاورے اور واقعاتِ جنگ ان کے چلے جانے کے ساتھ ہی ضائع ہوگئے اور یہ سب کچھ اُن کے سینوں ہی میں دفن رہا۔اگلے لوگوں تک نہ پہنچ سکا اور وہ بہت سے علوم وفنون کو اپنے ساتھ کفنوں میں لے گئے اس لیے کہ انھیں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جو اِن کے علوم اور حقوق کی حفاظت کرتا اور انھیں ضائع ہونے سے بچالیتا۔اس لیے کہ اہل عرب کے ہاں ہر شاعر کا ایک راویہ ہوا کرتا۔جو اپنے شاعر کے ہر قول کو محفوظ کرتا اور اِن اشعار کو یاد کر لیتا جو اُن کے شاعر نے مختلف مواقع پہ لوگوں کے سامنے پیش کیے ہوتے۔اس لیے ہر شاعر کے راویہ کو زجر وقصائد اور دیگر اقسام کے اشعار کی اتنی تعداد یاد ہوتی جو حصر وشمار سے باہر ہے۔متاخرین میں سے صرف اصمعی [18*] ہی کو لیجیے تو اس نے بیان کیا کہ جب میں ابھی بالغ بھی نہ ہوا تھا تو بدویوں کے بارہ ہزار رجزیہ قصائد کو روایت کر چکا تھا۔اور حلف الاحمر [19*] عرب شعرا کا بہترین راوی اور جید اشعار کا سب سے بڑا عالم تھا۔مختصر یہ کہ عربوں کا

حافظہ جملہ اقوام سے زیادہ تیز تھا اور اس بات میں شک صرف وہی کر سکتا ہے جس کو کسی وجہ سے عربوں سے بغض ہو۔ علامہ ہمدانی کا دعویٰ ہے کہ عربوں اور عجمیوں کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں وہ صرف عربوں ہی کے ذریعے پہنچے ہیں اور اس نے یہ بات بڑی وضاحت اور دلیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ ازاں بعد اس نے کہا کہ اہل عرب بڑے حافظے والے اور صاحب روایت لوگ تھے۔ اسی طرح فرانس کے ایک وزیر خارجہ (Victor Durwy) نے جو محقق بھی تھے کتاب "**اقوام المسالك**" کے مقدمے میں عربوں کے بارے میں لکھا ہے!

" کہ اپنے قدیم مساکن سے نکل کر جزیرہ عرب کے علاقوں میں پھیل جانے سے پہلے ہی عرب اقوام میں آداب جڑ پکڑ چکے تھے اور ان کے آداب کی بنیاد دوزبانوں پہ رکھی تھی۔ اس لیے کہ یمن میں حمیری زبان اور حجاز میں قریش کی زبان مروّج تھی۔ پھر قریش ہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ متاخرین نے بیان کیا ہے کہ حمیری زبان کے مقابلے میں جو زبان آتی ہے وہ مضری زبان ہے۔ اگرچہ پڑھنے میں خاص قریشی زبان پر اجماع واقع ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ اسی زبان نے شہرت حاصل کی جو آج تک آمیزش سے پاک چلی آ رہی ہے۔ کیونکہ علمی اور دینی کتابیں ہمیشہ اسی زبان میں لکھی جاتی رہی ہیں۔ عربی زبان کے اندر عجمیت صرف اس وقت داخل ہوئی جب عربوں کے سوا دوسری قومیں اسلام میں داخل ہوئیں اور ان کو اسلام میں داخل ہوئے عرصہ دراز گزر گیا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ عربی زبان کی وسعت کسی بھی زمانے میں تنگ نہ ہوئی بالخصوص ان اشیاء کے متعلق جن پہ صحرا کی زندگی کا دارومدار تھا یا جن کو وہ بار بار دیکھتے تھے یا جن امور کی ان کو اکثر حاجت رہتی تھی۔ چنانچہ ان کے ہاں ایک ہی چیز کے صفات واحوال میں اختلاف کی وجہ سے مترادفات کی بھرمار ہوتی جس کی وجہ سے ان کے شعری آداب کے دائرے بھی وسیع ہو گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ہاں شہد کے اسی نام ہیں، اژدھا کے دوسو نام ہیں، شیر کے لیے پانچ سو، اونٹ کے لیے ایک ہزار اور تلوار کے لیے ایک ہزار سے بھی زائد الفاظ زیر استعمال رہے ہیں۔ دکھ اور مصیبت کے چار ہزار مترادفات ان کے ہاں مروّج تھے۔ اس لیے یہ ایک امر یقینی ہے کہ ان تمام ناموں یا الفاظ یا مترادفات کو

یادرکھنے کے لیے بلا کے حافظے کی ضرورت تھی اور اسی ضرورت کی مشق اور عادت کی وجہ سے ان کی یاداشت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا اوران کی یہ خصوصیت انھی کے ساتھ خاص تھی اور اس امر میں وہ دوسری اقوام سے منفرد تھے۔اِن کے لوگ اپنے ماضی اوراس ماضی سے منسلک روایات واقعات اور حادثات کو یادرکھنے کے معاملے میں دوسری اقوام سے ممتاز تھےاس لیے عربوں کی قوت حافظہ اور تیزی فکر سے انکار کرنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔چنانچہ جب قرآن اُن کے اندراترا تو انھوں نے قرآن کا اسلوبِ زبان دیکھ کے ہی سمجھ لیا تھا کہ یہ ایک آفاقی زبان ہے اور انسان فصاحت وبلاغت کے اس درجے سے محروم ہے جو قرآن میں اختیار کیا گیا۔یہ ان کا حافظہ ہی تھا کہ جب قرآن اترتا تو وہ اسے فوراً ہی یاد کرلیتے اوران میں سے بہت سوں کو پورا قرآن زبانی یاد تھا۔عہدِ جاہلیت کے عرب ہوں یا بعداز اسلام کے عرب ان کے حافظے اور یاداشت کی خصوصیت کا معیار ایک ہی رہا۔چنانچہ ان کے مشاہیر میں سے ایک شخص حماد الراویہ نے ایک مرتبہ خلیفہ الولید سے کہا کہ وہ اسے یہیں اسی مقام پہ کھڑے کھڑے عربوں کے ایک سو قصائد سنا سکتا ہے۔ظاہر ہے کہ ہر قصیدہ بیس سے پچاس یا اس سے بھی زیادہ اشعار پہ مشتمل ہوا کرتا ہے۔چنانچہ سنانے والے سے پہلے ہی سننے والا تھک گیا اور عربوں کی عظمت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں خواہ ان کی زندگی کا کوئی سا بھی پہلو ہو۔"

ایفائے عھد

یادرہے کہ ایفائے عہد کا تعلق انسانی شرف سے ہے۔ کیونکہ وفا، سچائی اور انصاف جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف کسی معاشرے میں تبھی جنم لیتے ہیں جب وہ معاشرہ لالچ، حسد جھوٹ، بخل اور ظلم جیسی قبیح عادات سے پاک ہو۔ کیونکہ عہد کا پورا کرنا زبان اور عمل سے سچ بولنا ہے۔ اس لیے عہدِ جاہلیت میں بھی عرب عہد کی پاسداری کو مقدم جانتے تھے اور اسلام آنے کے بعد تو ان کے اخلاقی اوصاف میں وسعت در آئی۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے لوگوں کو ہمیشہ اچھائی کی طرف بلایا ہے اور بدی سے روکا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور عہد پورا کرنے والوں کی ستائش فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ○

القران الحکیم (سورۃ البقرۃ ۲/۴۰)

ترجمہ:

" تم نے میرے ساتھ جو عہد کیا ہے اس کو پورا کرو اور میں نے تمھارے ساتھ جو عہد کیا ہے میں اسے پورا کروں گا۔

قرآن حکیم میں اللہ پاک نے مزید ارشاد فرمایا کہ:

وَاَوۡفُوۡا بِعَہۡدِ اللّٰہِ اِذَا عٰہَدۡتُّمۡ

القرآن الحکیم (سورۃ النحل ۱۶/ آیات ۹۰)

ترجمہ:

کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو تو اسے پورا کر"۔

چنانچہ تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس معاشرے میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی عادت پائی جاتی ہو وہاں باہمی اعتماد مفقود ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرہ ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف چل نکلتا ہے۔ تاہم اہل عرب کے جاہلی معاشرے کی عادات و رسومات کو جاننے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ طبعی طور پہ جھوٹ اور دھوکا دہی سے نفرت کرتے تھے۔ اور جو شخص اس معاشرہ میں جھوٹا مشہور ہو جاتا اسے کسی بھی قابل ذکر محفل میں نہ بٹھایا جاتا۔

اس لیے سچ بولنا اور عہد کو ایفاء کرنا ان کے نزدیک صفات محمودہ میں شامل تھے اور وہ اسی طریق پہ عمل پیرا تھے۔ چونکہ ان کی خودداری اور زندگی کی سادہ روی نے ان کی ضروریات کا دائرہ محدود کر رکھا تھا اس لیے ان کو نہ تو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہی وہ جھوٹ اور وعدہ خلافی کے مرتکب ہو تے۔ چنانچہ جب وہ کسی سے عہد کرتے یا کسی کو پناہ دیتے تو پھر اپنے قول پہ ڈٹ جاتے اور اپنے عہد کو پورا کرتے چاہے انھیں اس کی کتنی ہی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے اور اس کے لیے وہ اپنے مال اور جان کی پرواہ نہ کرتے بلکہ اپنے قول کو اپنے خون سے قیمتی تصور کرتے اور بارہا انسانی آنکھوں نے اس امر کا مشاہدہ کیا کہ اہل عرب نے اپنے عہد کو نبھانے کی بھاری قیمت ادا کی مگر اپنے قول سے پیچھے نہ ہٹے۔ یہ ان کی شجاعت اور سخاوت ہی تھی جس نے ان کے اندر ایفائے عہد کو ابھارا اور اپنے قول کی تکریم سکھائی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عرب کے جاہلی معاشرے سے اس امر کے متعلق کچھ شواہد پیش کر دیئے جائیں تاکہ اس بات کی تصدیق ہو سکے کہ عرب ایفائے عہد کی عادت میں کس قدر پختہ تھے اور ان میں

سے چند افراد کا یہاں تذکرہ کر دیا جائے جنہوں نے ایفائے عہد میں شہرت حاصل کی اور ہر عمل اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

حنظلہ بن غفراء

ابو عبیدہ اور دیگر کئی مورخین نے عربوں کے عہدِ وفا کے اس عجیب و غریب واقعے کو بیان کیا ہے جس میں اہل عرب کی ایفائے عہد کی عادت اپنی پوری شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔نعمان بن المنذر جو حیرہ کا بادشاہ تھا اور اُن کی بادشاہی موروثی تھی اس لیے کہ اس کا باپ منذر اور منذر کا باپ ماء السماء[20*] بھی بادشاہ تھے۔تو یہ اُس دور کا واقعہ ہے جب نعمان کا دادا منذر ماء السماء عربوں کا بادشاہ تھا اور حیرہ کی یہ ریاست ایران کی حمایت سے مدتوں قائم رہی۔جہاں عرب اپنی پوری شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے۔
تو منذر بن ماء السماء کے دو عرب ندیم تھے۔ایک رات جب وہ بادشاہ کے ساتھ شراب پی رہے تھے تو کسی بات پہ ان کے درمیان تکرار ہوگئی۔بادشاہ کو غصہ آیا تو اس نے ان دونوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔بادشاہ کے لوگوں نے ان عربوں کو فوراً قتل کر دیا۔اگرچہ بادشاہ نے یہ حکم شراب کے نشے اور شدید غصے کے عالم میں دیا تھا۔اگلی صبح جب بادشاہ کو ہوش آیا تو اُس نے ان دونوں کے متعلق دریافت کیا تو بادشاہ کو بتایا گیا کہ انھیں تمہارے حکم کے موجب قتل کر دیا گیا ہے اور ان کی لاشوں کو دو تابوتوں میں بند کر کے کوفے شہر کے باہر دفن کر دیا گیا ہے۔بادشاہ کو اس واقعہ پہ بہت افسوس ہوا اور وہ اپنے اس فعل پہ نادم تھا۔اس لیے اس نے کہا مجھے ان کی قبروں کے پاس لے چلو۔چنانچہ وہ اپنے مصاحبین کے ساتھ سوار ہو کر اپنے ان دوستوں کی قبر کے پاس آیا اور اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کی قبر پہ دو عمارتیں بناؤ اور اِن عمارتوں کے بیچ اس کے لیے تخت بنواؤ۔چنانچہ اس ناخوشگوار واقعے کی یاد میں حیرہ کے بادشاہ نے اپنے لیے سال میں دو دن مقرر کیے ایک عذاب کا اور ایک انعام کا۔انعام والے دن وہ اپنے ان دوستوں کی قبروں کے

درمیان تخت سجا کر بیٹھ جاتا اور جو شخص سب سے پہلے اس کے سامنے آتا اسے سو شاہی اونٹ عطا کیے جاتے اور عذاب کے دن جو شخص سب سے پہلے اس کے سامنے آتا تو بادشاہ کے حکم سے اسے قتل کر دیا جاتا۔ اپنے جن دوستوں کی یاد میں اس نے یہ دن مقرر کیے تھے ان کے متعلق کسی عرب شاعر نے کہا تھا کہ!

أَلَا بَكَرَ النَّاعِي بِخَيْرَىْ بَنِيْ أَسَدْ
بِعَمْرٍوْ بنِ مَسْعُودٍ بِالسَّيِّدِ الصَّمَدْ

موت کی خبر دینے والا صبح سویرے ہی بنی اسد کے دو بڑے عمدہ آدمیوں کی موت کی خبر لایا جن کے ساتھ لوگوں کی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں ان میں ایک عمرو بن مسعود الاسدی تھا اور دوسرا وہ سردار تھا جس کے پاس لوگ قصد کر کے جایا کرتے تھے یعنی خالد بن المفصل۔"

ماء السماء مدتوں اپنے ان دوستوں کی یاد میں ان کی قبروں پہ تخت سجائے بیٹھا کرتا اور اپنے اس عہد کو پورا کرتا جو اس نے خود سے اپنے دوستوں کی ناگہانی موت پہ کیا تھا۔ وہ لوگوں کو انعام و اکرام سے بھی نوازتا رہا اور لوگوں کو قتل کر کے ان کا خون ان عمارتوں پہ بھی لیپا جاتا رہا جو اس کے دوستوں کی قبریں تھیں اور اسی طرح ایک عذاب والے دن سب سے پہلے اس کی نظر عربوں کے ایک مشہور شاعر عبید بن الابرص پہ پڑی تو بادشاہ کو بہت بُرا لگا اس لیے کہ وہ عبید کو بطور ایک عمدہ شاعر پسند کرتا تھا۔

چنانچہ اس نے افسوس سے عبید کو مخاطب کیا اور کہا:

اے عبید! کیا آج تیرے سوا اور کوئی قتل ہونے والا نہ تھا۔

عبید کو چونکہ بادشاہ کی اس رسم کا علم نہ تھا اس لیے جب اسے ساری بات بتائی گئی تو وہ ششدر رہ گیا اور کہا:

مرنے والے کی دونوں ٹانگیں اسے تمھارے پاس لے آئیں۔

بادشاہ نے اس سے کہا:

مجھے افسوس ہے مگر تیری موت وقت کا آپہنچا ہے۔

تو میں چاہتا ہوں اس موقع پر تم مجھے کچھ شعر سناؤ۔

عبید نے کہا:

میرے اور اشعار کے درمیان دکھ اور غم کی مہیب دیوار ہے۔

بادشاہ نے کہا:

اچھا اپنے اس قصیدے کے چند شعر ہی سناؤ۔

اَقفرَ مِنْ اَهْلِهٖ مَلحُوبُ
فَالقُطَبِيَّاتُ فَالذَّنُوبُ

آج ملحوب قطبیات اور ذونوب ساکنین سے خالی ہو گئے۔"

اَقفَرَ مِنْ اَهلِهٖ عَبِيْدُ
فَالْيَوْمَ لَا يُبْدِى وَلَا يُعِيْدُ

کہ عبید آج تنہا رہ گیا ہے اور اس کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا۔"

عَنَّتْ لَهٗ مُعِنَّةٌ نَكُوْدُ
وَحَسانَ لَهٗ مِنْهَا وَرُوْدُ

بے خیر اور ہر بات میں دخل دینے والی موت پیش آ ہی گئی اور عبید کے لیے اس کے وارد ہونے کا وقت آ پہنچا۔"

مگر عبید نے شعر سنانے کی طرف رغبت نہ دکھائی تو ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے عبید تو موت سے کس قدر گھبرا رہا ہے عربوں کا تو یہ شیوہ نہیں۔

تو عبید نے اسے جواب دیا:

جو شخص تمھارے ساتھ نہیں وہ تمھارا پالان جانور پر نہیں رکھے گا یعنی موت کا یہ دکھ مجھے خود ہی بھگتنا ہے۔

پھر عبید نے اس سے کہا کہ تو میرے شعر ہی سننا چاہتا ہے تو سن کہ موت کے قریب کسی شخص کے خیالات کو مہمیز دینا آسان نہیں مگر میں عرب ہوں نہ کبھی موت سے ڈرا ہوں نہ کبھی زندگی پہ اترایا ہوں۔اس کے بعد عبید نے بہت سے اشعار کہے چونکہ سب کو بیان کرنا دشوار ہے اس لیے صرف چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

لَاغَرْوُ مِنْ عِيْشَةٍ نَا فِدَهْ
وَهَلْ غَيْرُ مَا مِيْتَةٍ وَاحِدَهْ

اورختم ہونے والی زندگی پر کوئی تعجب نہیں اور کیا ایک بار مرنے کے سوا کوئی اور موت بھی ہے۔"

فَاَبْلِغْ بَنِيَّ وَاَعْمَامَهُمْ
بِاَنَّ الْمَنَايَا هِيَ الرَّاصِدَهْ

میرے بیٹوں اور ان کے چچوں کو یہ خبر پہنچا دینا کہ موت اس کی گھات میں بیٹھی تھی۔"

لَهَا مُدَّةٌ فَنُفُوْسُ الْعِبَادِ
اِلَيْهَا وَاِنْ كَرِهَتْ قَاصِدَهْ

اس کی ایک مقررہ مدت ہے لہٰذا لوگوں کے نفس خواہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں موت کا قصد

کیسے چلے جا رہے ہیں۔"

فَلَا تَجْزَعُوْ الِحِمَامٍ دَنَا
فِلسلْمَوْتِ مَاتَلِدُ الْوَالِدَۃ

لہٰذا جو موت قریب آ گئی ہے اس سے گھبرانا نہیں کیونکہ تمام وہ لوگ جنھیں کسی ماں نے جنا ہے موت ہی کے لیے ہیں۔"

تب بادشاہ نے اس سے کہا' اے عبید۔

موت سے تو اب تمہیں چھٹکارا نہیں کہ آج خواہ میرا باپ بھی میرے سامنے آ جاتا اسے موت سے چھٹکارا نہ تھا کہ میں اس قول کے ہاتھوں مجبور ہوں جو میں نے خود سے کر رکھا ہے۔

بادشاہ نے کہا۔

اگر چہ تیرے جیسے بلند پایہ شاعر کے قتل سے مجھے افسوس ہوگا مگر موت تو سب کے لیے ہے اگر آج وہ تجھ سے ٹل بھی جائے تو کل کو یہ ٹلنے والی نہیں اب چونکہ یہ تیرے ہی لیے تو میں تجھ پہ آسانی کرتا ہوں۔

اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ ان تین میں سے کسی ایک کو اختیار کر لو۔

یعنی اگر تو چاہے تو اکحل سے۔

(بازو کی ایک رگ جسے کاٹنے سے جسم کا سارا خون نکل جاتا ہے)

اگر تو چاہے تو ابجل سے۔

(ٹانگ کی ایک موٹی رگ جس کے کاٹنے سے جسم کا سارا خون بہہ جاتا ہے)

اور اگر تو چاہے تو ورید سے۔

(یعنی شہ رگ سے جس کے کاٹنے سے آسان موت واقعہ ہو جاتی ہے)

اس پہ عبید مسکرایا اور بادشاہ سے کہا:

یہ تینوں باتیں جو تو نے مجھ پہ پیش کی ہیں ان کا موت کی طرف لے جانا برا ہے اور ان رگوں کو کٹنے سے چلانے والا بری طرح چلاتا ہے اور تینوں میں سے کسی کو بھی اختیار کرنے سے اس کے اختیار کرنے والے میں بھلائی نہیں۔

اس لیے اگر تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو مجھے شراب پلا اور اتنی پلا کہ وہ مجھ پہ چھا جائے جس کی وجہ سے میرے جوڑ مردہ ہو جائیں تب میرے ساتھ جو تمھارا جی چاہے کرنا۔

بادشاہ ماء السماء المنذر نے عبید کی اس خواہش کا احترام کیا اور شراب پلائی اور خوب پلائی حتیٰ کہ وہ اس پہ چھا گئی۔

تب اسے قتل کرنے کے لیے لے جایا گیا مگر عربوں پہ حیرت ہے کہ موت کے اتنے قریب ہونے کے باوجود وہ شعر کہنے سے باز نہ آیا چنانچہ موت کی دہلیز پہ عبید الابرص نے یہ اشعار کہے۔

وَخَيَّرَنِي ذُو الْبُؤْسِ فِي يَوْمِ بُؤْسِهِ
خِلَالاً أَرَى فِي كُلِّهَا الْمَوْتَ قَدْ بَرَقْ

کہ عذاب دینے والے بادشاہ نے عذاب کے دن مجھے چند ایسے امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جن میں سے ہر ایک میں موت مجھے جھانکتی تھی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

كَمَا خُيِّرَتْ عَادٌ مِنَ الدَّهْرِ مَرَّةً
سَحَائِبُ مَا فِيهَا لِذِي خِيرَةٍ أَنَقْ

جس طرح ایک زمانے میں قوم عاد کو ان بادلوں میں سے ایک بادل کو اختیار کرنے کو کہا گیا تھا جن میں سے کسی ایک میں بھی اختیار کنندہ کے لیے بھلائی اور خوشی نہ تھی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

سَحَائِبُ رِيحٍ لَمْ تُوَكَّلْ بِبَلْدَةٍ
فَتَتْرُكَهَا اِلَّا كَمَا لَيْلَةَ الطَّلَق

اور یہ ہواؤں کے وہ بادل تھے کہ انھیں جس شہر پہ بھی مسلط کردیا گیا اسے انھوں نے ایسا کردیا جیسا طلق کی رات اونٹ کرتے ہیں[21*]۔''

اوراسی واقعے کے بارے میں میدانی[22*] نے لکھا ہے کہ بہت عرصہ یونہی بیت گیا تب ایک دن منذر شکار کو نکلا اور ایک خورگر کا پیچھا کرتے ہوئے اسے اس کا گھوڑا اس کے ساتھیوں سے بہت دور لے گیا۔ پھر اچانک ہی رات آگئی آندھی اور بارش نے منذر کو پریشان کردیا۔تب وہ کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا کہ اسے ایک خیمہ نظر آیا جس میں بنی طے کا ایک آدمی حنظلہ اپنی ماں اور بیوی بچوں کے ساتھ پناہ گزیں تھا۔ منذر اس خیمے کے قریب اترا اور خیمے والوں سے کہا کہ اس کے اترنے کے لیے ان کے پاس کوئی جگہ ہے ؟ تو انھوں نے کہا کہ تم خوشی سے اترو کہ ہم مہمان نواز لوگ ہیں۔حنظلہ بن غفراء جس کا تعلق قبیلہ طے سے تھا وہ منذر کو نہ جانتا تھا اس کے باوجود اس نے اپنے اس مہمان کی خوب تکریم کی۔اسے اپنا بستر دیا، ان کے پاس ایک بکری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ اب مہمان اتر آیا ہے تو اس کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے اس لیے تو اپنی اکلوتی بکری کا دودھ دھو اور پھر اسے ذبح کردے اللہ کارساز ہے وہ بہتری کی کوئی صورت نکال دے گا۔حنظلہ کی بیوی نے آٹا گوندکر اس کی روٹیاں پکائیں اور اس کے خاوند نے بکری کے گوشت سے مضیرہ[23*] بنایا اور اسے نعمان کو پیش کیا۔وہ اپنے قبیلے سے حیلہ کرکے اپنے مہمان کے لیے کچھ شراب بھی لے آیا تھا۔منذر نے بکری کا دودھ پیا اور اس کی بکری کا گوشت کھایا وراس کے بعد میزبان کی فرمائش پر اس کی شراب پی۔اس پُرتکلف ضیافت کے بعد مہمان اور میزبان رات بھر باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ صبح کا نور ان کے خیمے میں جھانکنے لگا تو منذر کے سوار اسے تلاش کرتے

ہوئے اس خیمے تک آ پہنچے۔

تب اگلی صبح جب منذر اپنے میزبان سے رخصت ہوا تو اس نے بتایا کہ وہ حیرہ کا بادشاہ ہے اور اے قبیلہ طے کے ایک فرد اگر زندگی میں کبھی حالات تیرے قابو سے نکل جائیں اور تو میری مدد کی ضرورت محسوس کرے تو بلا جھجک میرے پاس چلے آنا۔ اس پہ حنظلہ نے کہا انشا اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس واقعے کو ایک طویل عرصہ بیت گیا اور قبیلہ طے کا حنظلہ مشکلات اور مصائب کا شکار ہو گیا۔ تب اُس کی بیوی نے اسے یاد دلایا کہ اگر تو حیرہ کے بادشاہ منذر کے پاس جائے تو وہ ضرور تم سے اچھا برتاؤ کرے گا۔ حنظلہ نے اپنی بیوی کی بات پہ غور کیا پھر وہ حیرہ کی طرف چل نکلا۔ اتفاق سے وہ بادشاہ کے سامنے اس وقت پہنچا جب وہ عذاب کے دن کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ بادشاہ نے اسے فوراً ہی پہچان لیا اور اسے اس بات سے بہت دکھ پہنچا کہ اس کا محسن اس کے سامنے اس حالت میں آیا ہے کہ اب اُس کو اِسے قتل کرنا پڑے گا۔

بادشاہ نے اسے پکارا اور کہا:

اے قبیلہ طے کے فرد تجھے اسی دن آنا تھا جس دن میں مجبور ہوتا ہوں۔

اس دوران حنظلہ کو بادشاہ کے اس دن کی بابت علم ہو چکا تھا اس لیے حنظلہ نے منذر سے کہا:

بادشاہ میں تیرے اس دن سے واقف نہ تھا اس لیے تو میرے ساتھ نرمی برت کہ میں تیرا محسن ہوں۔

بادشاہ نے کہا:

میں تیرے احسان سے انکاری نہیں ہوں بلکہ اپنے قول کے ہاتھوں مجبور ہوں اللہ کی قسم آج اگر میرا سگا بیٹا بھی میرے سامنے آ جاتا تو اسے بھی مرنا پڑتا۔

حنظلہ نے بادشاہ سے کہا:

کہ میں تو پہلے ہی حالات کے ہاتھوں مارا ہوا ہوں اور تمھارا قصد اس لیے کیا کہ شاید تُو نے میرے احسان کو یاد رکھا ہو اور میرا بازو بن جائے۔

منذر ماء السماء نے کہا:

دنیا کی جو حاجت ہو مجھ سے مانگ لے میں دوں گا مگر اب میں تجھے زندگی نہیں بخش سکتا:

میں مرنے کے بعد تیری بخشش کا کیا کروں گا؟

حنظلہ نے جواب دیا:

پھر حنظلہ نے کہا: بادشاہ کوئی اور صورت نکال کہ تیری قسم بھی پوری ہو جائے اور میری حاجت بھی۔

اس کے متعلق تو ہی بتا: بادشاہ نے حنظلہ سے سوال کیا؟

حنظلہ نے جواب دیا:

اے بادشاہ! اگر تو نے مجھے قتل ہی کرنا ہے تو مجھے مہلت دے کہ میں اپنے گھر جاؤں ان کو وصیت کروں اور ان تک تیرا انعام و اکرام پہنچاؤں پھر واپس آ جاؤں گا تب تم اپنی قسم پوری کر لینا۔

بادشاہ نے کہا:

اپنے اس عہد پہ ضامن دو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

حنظلہ نے دربار پہ نظر دوڑائی پھر اس کی نظر شریک بن عمرو بن قیس پہ پڑی جس کا تعلق بنی شیبان سے تھا اور وہ اس کا واقف تھا اس نے اسے پکارا اور کہا:

أیا شرِیکاً یَا ابْنَ عَمْرٍو

هَلْ مِنَ الْمَوْتِ مَحَالَهُ

"اے شریک بن عمرو کیا موت سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔"

يَا أَخَا كُلِّ مُصَابٍ

يَا أَخَا مَنْ لَا أَخَا لَهُ

"اے ہر مصیبت زدہ بھائی اور اے ہر اس شخص کے بھائی جس کا کوئی بھائی نہ ہو۔"

اِنَّ شَيْبَان قَبِيْلٌ

اَكْرَمَ اللّٰهُ رِجَالَهُ

شیبان کے لوگ ایسے لوگ ہیں جن کے آدمیوں کو اللہ نے عزت بخشی ہوئی ہے۔"

وَاَبُوكَ الخَيْرُ عَمْرٌو
وَشَرَاحِيْلُ الحَمَالَهُ

تمھارا نیک باپ عمرو ہے اور شراحیل جو لوگوں کی دیتیں اور تاوان ادا کیا کرتا تھا۔"

مگر شریک نے حنظلہ کا ضامن بننے سے انکار کر دیا جس پہ بنی کلب کا ایک شخص جس کا نام قراد بن اجدع تھا اٹھا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

اے بادشاہ میں اس شخص کا ذمہ لیتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا:

کیا تو اس کا مطلب جانتا ہے۔

بہت اچھی طرح! قراد نے جواب دیا۔

تب بادشاہ منذر السماء نے حکم دیا کہ حنظلہ کو پانچ سو شاہی اونٹ عطا کیے جائیں اور حنظلہ کی واپسی کی مدت ایک سال طے پائی۔

حنظلہ نے اونٹ لیے اور اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گیا۔

پھر ایک سال گزرنے کے قریب ہو گیا اور اگلی صبح قراد کو اپنا عہد پورا کرنا تھا۔

بادشاہ نے اسے طلب کیا اور کہا:

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کل تجھے قبیلہ طے کے اس آدمی کے بدلے موت کا پیالہ پینا پڑے گا۔

قراد نے جواب دیا: موت کا پیالہ ہر شخص نے پینا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا؟

کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس کی ذمہ داری تو نے اٹھائی ہے۔

قراد نے کہا: نہیں۔

پھر تو نے اتنی بڑی بات کیوں کی۔

اس لیے کہ اس شخص کا چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہ لگتا تھا۔

چنانچہ اگلی صبح دستور کے مطابق نعمان اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ اپنے ان دوستوں کی قبر پہ پہنچا جن کی خاطر اس نے عذاب کا یہ دن وضع کیا تھا وہ اپنے تخت پر بیٹھا اور حکم دیا کہ قراد کو لے آؤ اور اس کو قتل کر دو۔

دراصل بادشاہ قراد کے قتل میں اس لیے جلدی کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کا طائی محسن اس موت سے بچ جائے۔

لوگوں نے بادشاہ کو ٹوکا:

کہ اس شخص کو دن ختم ہونے سے پہلے قتل کرنا مناسب نہ ہوگا۔

چنانچہ بادشاہ رک گیا۔

تمام لوگ حنظلہ کا انتظار کر رہے تھے مگر قراد کے رویے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کہ جس کا ذمہ اس نے لیا ہے وہ کہاں ہے۔

پھر سورج ڈوبنے لگا اور ہر طرف شفق کی لالی پھیل گئی۔ تب بادشاہ کے حکم پر قراد کے کپڑے اتار دیئے گئے اور اس کو اس چمڑے پر کھڑا کر دیا گیا جہاں لوگوں کو قتل کیا جاتا تھا۔

پھر بادشاہ کے حکم پر جلاد اس کے سر پہ پہنچ گیا۔

تب قراد کی بیوی نے بھرے دربار میں یہ اشعار پڑھے۔

أَيَا عَيْنُ بَكِّي لِيْ قُرَادِ بْنَ اَجْدَعَا
رَهِيْنًا لِقَتْلٍ لَا رَهِيْنًا مُوَدَّعَا

اے میری آنکھ! میری خاطر قراد بن اجدع پر رو کہ وہ ایک قتل کے سلسلہ میں ضامن ہوا تھا وہ ایسا ماخوذ اور قیدی نہ تھا جسے اس کی قوم نے بے یار و مددگار چھوڑ رکھا ہو۔"

أَتَتْهُ الْمَنَايَا بَغْتَةً دُوْنَ قَوْمِهِ
فَأَمْسٰى اَسِيْرًا حَاضِرَ الْبَيْتِ اَضْرَعَا

اس کی قوم سے پرے اسے موت نے اچانک آن لیا ہے اور وہ گھر میں موجود ہوتے ہوئے بھی ذلیل وخوار قیدی بن کے رہ گیا ہے۔"

لوگ اسی عالم میں تھے اور وہ اس قتل ناحق پر خوش نہ تھے بادشاہ نے قراد کے قتل کا حکم جاری کیا اور جلاد نے تلوار کو ہوا میں بلند کیا تو کوئی پکارا:

ٹھہرو!

لوگوں نے دیکھا کہ دور سے کوئی سوار دھول اڑاتا چلا آ رہا ہے۔

لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ جب تک معلوم نہ ہو وہ سوار کون ہے اسے رک جانا چاہیے۔

پھر وہ سوار ان کے پاس آ کر اترا۔

اس کے منہ پہ صحرا کی دھول اور جسم پہ سفر کے اثرات نمایاں تھے اور یہ وہی شخص تھا جس کا سب کو انتظار تھا۔

وہ قبیلہ طے کا حنظلہ تھا۔

بادشاہ اس کی آمد سے خوش دکھائی نہ دیتا تھا کہ آخر وہ اس کا محسن تھا۔

چنانچہ بادشاہ نے اسے ناگواری مخاطب کیا۔

جب تو موت کو جُل دے چکا تھا تو تجھے کس بات نے مجبور کیا کہ تو پھر اس کی طرف چل دوڑا۔

میرے مذہب نے۔حنظلہ نے جواب دیا!

اور تیرا مذہب کیا ہے۔بادشاہ نے سوال کیا؟

نصرانیت۔حنظلہ نے جواب دیا۔

منذر ماالسماء نے حنظلہ سے کہا کہ وہ اسے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ اور بتائے۔

تب حنظلہ نے اسے اپنے دین کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔

جس سے منذر بہت متاثر ہوا اور اس نے اسی وقت حنظلہ کا مذہب اختیار کر لیا جس کے بعد تمام اہل حیرہ نے نصرانیت قبول کر لی۔

اگرچہ اس سے قبل نعمان عربوں کے مذہب کا پیرو تھا۔

پھر بادشاہ نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا:

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ شریف اور عہد کو پورا کرنے والا ہے وہ شخص جس کی موت اس سے دور تھی مگر وہ اس کی طرف دوڑا کہ اس کا عہد جاتا تھا یا وہ شخص کہ جس نے محض ایک پکار پہ اتنی بڑی بات کا عہد لیا اور اسے نبھانے سے ذرا بھی نہ کترایا۔ خدا کی قسم میں اتنا کمینہ ہرگز نہ بنوں گا کہ ان عہد نبھانے والے بلند اخلاق لوگوں کا قاتل کہلاؤں۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوستوں کی قبر پہ بنی عمارتوں کو گرا دینے کا حکم دیا اور لوگوں کو کہہ دیا کہ میں اپنے اس عہد سے باز آیا جس میں ذرا بھی خیر نہیں۔ اس نے حنظلہ اور قراد دونوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور انھیں معاف کر دیا۔

اس پہ حنظلہ طائی نے یہ اشعار کہے!

مَا كُنْتُ أُخْلِفُ ظَنَّهُ بَعْدَ الَّذِي
اَسْدَى اِلَّي من الفَعَالِ الحَالِي

اس نے مجھ پر اچھے اور میٹھے احسانات کیے تھے ازاں بعد میں اس کے گمان کو جو اسے میرے متعلق تھا جھٹلا نہ سکتا تھا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَلَقَدْ دَعَتْنِي لِلْخِلَافِ ضَلَالَتِي
فَأَبَيْتُ غَيْرَ تَمَجُّدِي و فَعَالِي

مجھے میری گمراہی نے وعدہ خلافی کی دعوت دی تھی مگر میں نے اپنی بزرگی اور نیکو کاری کی پاسداری کے سوا ہر بات کو رد کر دیا تھا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِنّی امْرُؤٌ مِنّی الوَفَاءُ سَجِیّۃٌ
وَجَزَاءُ کُلِّ مُکَارِمٍ بَذَّالٍ
میں وہ شخص ہوں کہ وفا کرنا اور ہر بار کرم وسخی شخص کو مناسب بدلہ دینا میری طبعی خصلت ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَلَا اِنَّمَا یَسْمُوْ اِلَی المَجْدِ والعُلٰی
مَخَارِیْقُ اَمْثَالِ الْقُرَادِبْنِ اَجْدَعَا
بزرگی اور بلندی کے مقام تک قراد بن اجدع جیسے سخی لوگ ہی تو پہنچ سکتے ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

مَخَارِیْقُ اَمْثَالِ الْقُرَادِ واٴھْلِہٖ
فأنَّھُمُ الاَخْیَارُ مِن رَھطِ تُبَّعَا
وہ لوگ قراد اور اس کے گھر والوں جیسے ہی ہو سکتے ہیں وہ قوم تبع کے بہترین افراد میں سے ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاِنْ یَکُ صَدْرُ ھٰذَا الْیَوْمِ وَلّٰی
فَاِنَّ غَداً لِنَاظِرِہٖ قَرِیْبُ
اگر دن کا ابتدائی حصہ گزر چکا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ کل انتظار کرنے والے کے لیے قریب ہے[*24]۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

حاجب بن زرارہ

سچ بولنا اور عہد پہ پورا اترنا اہل عرب کا شیوہ تھا جس کی ایک عمدہ مثال عرب کے سردار حاجب بن زرارہ نے پیش کی۔ امام مزروقی نے اس کے احوال قلم بند کیے ہیں کہ قبیلہ مضر نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت اسلام کے جواب میں شدت سے انکار کا رویہ اپنایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے بددعا فرمائی جس کی وجہ سے ان کے علاقوں سے خوشحالی اُٹھ گئی۔ اُن کے ہاں بارش بند ہوگئی اور اسی حالت میں سات سال گزر گئے۔ اُن کے جانور بھوک سے مرنے لگے اور اُن کے بچے قحط کے مارے بلکنے لگے اُن کے آسمان آگ اگلتے تھے اور اس کی نیل گوں وسعتیں بادلوں کے شائبے سے بھی عاری تھیں ان کی گھاس خشک ہوگئی تھی اور چراگائیں ویران۔ اُن کے چشموں اور تالابوں میں پانی کی ایک بوند بھی نہ بچی تھی اور جب اس قبیلے کے لوگ حالات کی شدت سے ہلاک ہونے لگے تو حاجب نے اپنے قبیلے کو جمع کیا اور کہا کہ اس موت سے مفر اسی صورت ممکن ہے کہ میں کسریٰ ایران کے ہاں جاؤں اور اس سے پناہ طلب کروں۔ اس کے قبیلے نے اس کی بات کو پسند کیا اور حاجب کسریٰ کی جانب روانہ ہوگیا پھر وہ کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اس سے کہا:

اے بادشاہ تیری سلطنت وسیع ہے اور ہم کو قحط نے تباہ کر دیا ہے اس لیے اگر تو اجازت دے تو اس وقت تک ہمیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے جب کہ خدا اس مسئلے کو حل کر دے۔

کسریٰ نے حاجب کی طرف دیکھا اور گویا ہوا:

اگر چہ مجھے اس امر سے انکار نہیں کہ تم مصیبت میں ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم ایک فتنہ گر قوم ہے

اورتم لوگ فساد کے خوگر ہو غارت گری اور خون بہانا تمھارا پیشہ ہے اس لیے اگر تمہیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دوں تو مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ تمھاری قوم میرے ملک کے امن وسکون کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔

حاجب نے کہا:

اے بادشاہ تُو نے جو کچھ کہا میں اس کا انکار نہیں کرتا مگر پھر بھی میں تجھ پہ یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میری قوم تیرے ملک میں امن وسلامتی سے رہے گی اور میں اس بات کا ضامن ہوں۔

کسریٰ نے کہا:

کیا اس عہد میں تو کوئی ضامن پیش کر سکتا ہے؟

حاجب نے کہا:

میں تمھارے ملک میں غریب الوطن ہوں اور کسی سے شناسا نہیں ہوں اور نہ ہی تمھارے لوگ میری عظمت سے آگاہ ہیں اس لیے اگر تیری تسلی کسی ضامن ہی سے ہوتی ہے تو بطور ضمانت میں اپنی کمان تیرے پاس رہن رکھتا ہوں۔

پھر وہ باہر گیا اور اپنی کمان لے آیا۔

کسریٰ کے درباریوں نے حاجب کی کمان کو دیکھا تو اس کا مذاق اڑایا اس لیے کہ حاجب کی کمان بوسیدہ اور پرانی تھی جس پہ کچھ کپڑے لپٹے ہوئے تھے۔

تاہم کسریٰ کسی حد تک عربوں کی عادات اور عہد شناسی سے آگاہ تھا اس لیے اس نے حاجب کی کمان بطور رہن قبول کر لی اور اس کی قوم کو پناہ دینے پہ آمادگی ظاہر کر دی۔

اس کے بعد حاجب اپنی قوم کو لے کر ایران کی سرزمین پہ جا اترا۔ حاجب کی قوم جتنا عرصہ سرزمین ایران پہ رہی اس نے اپنے سردار کی زبان کا پاس کیا اور کوئی ایسا کام نہ کیا جس کی وجہ سے ان کے عہد پر حرف آتا۔

پھر حاجب مر گیا۔

تو اس کی قوم نے سوچا کہ جب تک وہ نبی اکرم ﷺ سے معافی نہیں مانگیں گے اس وقت تک یونہی دربدری اور مایوسی کی زندگی ان کا مقدر رہے گی۔ چنانچہ قوم نے باہمی مشاورت سے نبی اکرم ﷺ

کی غلامی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور عطارد بن حاجب اپنی قوم کے اشراف کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینے حاضر ہوا اور غلامی قبول کرنے کا اعلان کیا۔

نبی پاک ﷺ مضر کے قبول اسلام سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ وہ ایران سے واپس اپنے وطن آ گئے اور ان کے علاقے پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی دُعا کی وجہ سے خوب بارش برسانے والے بادل بھیجے جنھوں نے ان کی زمینوں کو پھر سے سرسبز کر دیا۔ ان کے مویشیوں کے گلے پھر سے بھاری ہونے لگے اور ان کی چراگاہوں میں انوکھی بہار اتر آئی۔ اُن کے آنگنوں کی ویرانی رونق میں بدل گئی تھی۔ پھر عطارد بن حاجب کسریٰ ایران کے دربار میں گیا اور اسے کہا کہ وہ اپنی کمان واپس لینے آیا ہے۔

مگر تم تو وہ شخص نہیں ہو جس نے وہ کمان گروی رکھی تھی۔

شاہ ایران نے کہا:

آپ نے بالکل درست کہا ہے کہ میں وہ نہیں جس نے وہ کمان آپ کے ہاں گروی رکھی تھی وہ میرا باپ تھا جو اب اس دنیا میں نہیں اور میں اس کا بیٹا عطارد بن حاجب ہوں۔

تب بادشاہ نے اس سے کہا:

میں تم سے خوش ہوں اور تمھاری قوم سے بھی خوش ہوں کہ اس نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ بلاشبہ عرب عہد کے معاملے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

پھر شہنشاہ ایران نے حاجب سے کہا:

وہ ان کا مہمان ہے اس لیے چند دن ہمارے ساتھ قیام کرے۔

عطارد بن حاجب خاموش ہو رہا۔

پھر کتنے ہی دن وہ کسریٰ کے ہاں شاہی مہمان کے طور پہ رہا اس کے بعد ایک دن بادشاہ نے اسے طلب کیا اور دیگر انعام و اکرام کے علاوہ اسے خلعت فاخرہ سے بھی نوازا جو کہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

عطارد بن حاجب اپنے وطن پہنچا اور پھر دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔

دراصل اس کے دل میں یہ شوق تھا کہ شاہ ایران کی عطا کی ہوئی خلعت نبی اکرم ﷺ کو ہدیہ کے طور پہ پیش کرے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اس شاہی لباس کو قبول نہ فرمایا۔

اس پہ حاجب نے وہ خلعت فاخرہ ایک یہودی کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کردی اور یہ بات قبیلہ مضر کے لیے فخر ومباہات کا باعث بن گئی۔ چنانچہ ان کے ایک شاعر ابو تمام نے اپنی قوم کے اس فخر کو یوں بیان کیا ہے۔"

اِذَا فَتَخَرَتْ یَوْمًا تَمِیْمٌ بِقَوْسِهَا
فَخَارًا عَلٰی مَا وَطَدَتْ مِنْ مَنَاقِبِ

اگر بنو تمیم مضر کی ایک شاخ اپنی کمان کے باعث فخر کرے جس کی وجہ سے اس کے مناقب مستحکم ہو گئے ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَنْتُمِ بِذِیْ قَارٍ اَمَالَتْ سُیُوْفُکُمْ
عُرُوْشَ الَّذِیْنَ اسْتَرْهَنُوْا قَوْسَ حَاجِبِ

اے میری قوم! تم وہ بہادر ہو جن کی تلواروں نے ذی قار کی جنگ میں ان بادشاہوں کے تختوں کو اوندھا کردیا تھا جنہوں نے حاجب کی کمان کو اپنے پاس گروی رکھا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

لَعَمْرِیْ لَنِعْمَ الْحَیُّ یَدْعُوْ صَرِیْخُهُمْ
اِذَا الْجَارُ وَالْمَاکُوْلُ اَرْهَقَهُ الْاَکْلُ

اپنی جان کی قسم جب کسی پڑوسی اور کمزور شخص کو ظلم نے دبا رکھا ہو تو اور پھر کوئی فریادی انھیں پکارے تو اس وقت یہ قبیلہ بہت ہی اچھا قبیلہ ثابت ہوتا ہے[25*]۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

السموال بن حبان

پچھلے صفحات پہ پیش کیے گئے واقعات سے اگرچہ عربوں کے عہدِ و پیان کی شان کسی حد تک واضح ہو جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے عہدِ وفا کی ہر قیمت ادا کی اور سموأل بن حبان نے جس طرح اپنے عہد کی پاسداری کی اس کی شان ہی نرالی ہے کہ اس نے محض ایک عہد کو پورا کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔اس کی نظروں کے سامنے اس کے بیٹے کے گلے پہ چھری چلا دی گئی مگر اس نے اپنے عہد پہ حرف نہ آنے دیا۔جس کا قصہ یہ ہے کہ امراؤالقیس نے قیصر روم کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کچھ زرہیں سموأل بن حبان کے ہاں بطور امانت رکھیں۔پھر امراؤالقیس مر گیا اور شام کے ایک حکمران نے سموأل کے قلعے پر حملہ کر دیا۔سموأل قلعہ بند ہو گیا مگر جلدی میں اس کا ایک بیٹا قلعہ سے باہر رہ گیا تو حملہ آور بادشاہ نے سموأل کے بیٹے کو گرفتار کر لیا۔پھر اس نے سموأل بن حبان کو پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم امراؤالقیس کی زرہیں ہمارے حوالے کر دو اس لیے کہ ہم ہی امراؤالقیس کے اصل وارث ہیں اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم تیرے بیٹے کو قتل کر دیں گے۔سموأل اس پیغام سے بہت پریشان ہوا اور اس نے اپنے اہل خانہ سے مشاورت کی۔تمام لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ زرہیں ان کے حوالے کر دے اور اپنے بیٹے کی جان بچا لے۔اس نے سب کی باتیں سنیں اور خاموش ہو رہا۔اگلی صبح سموأل نے قلعے کی دیوار سے جھانک کر اپنے دشمن کو پکارا اور کہا۔میں وہ زرہیں ان کے اصل وارثوں تک ہی پہنچاؤں گا تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو میں اپنے عہد سے نہیں پھر سکتا۔پھر اس کے بعد دشمن نے سموأل کی نظروں کے سامنے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔مگر سموال اپنے عہد پہ کاربند رہا اس نے اپنی اس قربانی سے عربوں کا سر فخر سے بلند کر دیا

۔اس موقع پر سموأل نے جو اشعار کہے ان میں سے کچھ منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

وَفَيْتُ بِأَدْرُعِ الكِنْدِىِّ أَنِّى
إِذَا مَا خَانَ أَقْوَامٌ وَفَيْتُ

میں نے کندزرہوں کے ساتھ وفا کی جب اور لوگ خیانت کریں تو میں وفا کرتا ہوں۔"

وَ قَالُوا إِنَّهُ كَنْزٌ رَغِيْبٌ
وَلَا وَاللهِ أَغْدِرُ مَا مَشَيْتُ

لوگوں نے کہا یہ تو بہت وسیع خزانہ ہے خدا کی قسم جب تک میں زمین پر چلتا ہوں بے وفائی نہ کروں گا۔"

بَنَى لِىْ عَادِيَا حِصْنًا حَصِيْنًا
وَبِئْراً كُلَّمَا شِئْتُ اسْتَقَيْتُ

عادیا نے میرے لیے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور ایک کنواں کھدوایا میں جب چاہوں اس میں سے پانی نکال لوں۔"

شُرَيْحُ لَا تَتْرَكَنِّى بَعْدَ مَا عَلِقَتْ
حِبَالُكَ الْيَوْمَ بَعْدَ الْقِدِ أَظْفَارِىْ

اے شریح! تم مجھے نہ چھوڑنا بعد ازآنکہ تمھاری رسیاں کٹنے کے بعد میرے ناخنوں کے ساتھ چمٹ گئی ہیں۔"

كُنْ كَالسَّمَوْأَلِ اِذْ طَافَ الْهَمَامُ
فِىْ جَحْفَلٍ كَسَوَادِ اللَّيْلِ جَرَّارِ

توسموأل کی طرح بن جا۔ جب ایک بڑے بادشاہ نے رات کی سیاہی کی طرح جرار فوج لے کر اس کا محاصرہ کیا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

خَيَّرَهُ خُطَّتَى خَسْفٍ فَقَالَ لَهُ
مَهْمَا يَقُلْهُ فَانِّى سَامِعٌ حَارِ

تو اس نے ذلت کی دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کو کہا اور اُس نے اِس سے کہا جو کچھ کہا اور اے حارث میں سب سن رہا ہوں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَشَكَ غَيْرَ طَوِيْلٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ
اِذْبَحْ اَسِيْرَكَ اِنِّى مَانِعٌ جَارِى

اس نے تھوڑی دیر کے لیے شک کیا پھر کہا تو اپنے قیدی کو ذبح کر دے کہ ہم تو اپنے عہد کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ لَهُ خَلَفًا اِنْ كُنْتَ قَاتِلَهُ
وَاِنْ قَتَلْتَ كَرِيْمًا غَيْرَ عُوَّارِ

اگر تو اسے قتل کر دے گا تو اللہ اس کے بدلے میں اور دے دے گا اگر چہ تو ایک ایسے شریف مرد کو قتل کرے گا جو بزدل نہیں ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ یَدْنَسْ مِنَ اللُّوْمِ عِرْضُہٗ
فَکُلُّ رِدَاءٍ یَرْتَدِیْہِ جَمِیْلُ

جب تک کسی انسان کی عزت کمینہ پن سے ملوث نہ ہو جائے تو وہ کوئی سی بھی چادر اوڑھ لے اسے خوبصورت ہی لگے گی۔“

وَاِنْ ھُوَلَمْ یَحْمِلْ عَلَی النَّفْسِ ضَیْمَھَا
فَلَیْسَ اِلَی حُسْنِ الثَّنَاءِ سَبِیْلُ

اور اگر کوئی شخص اپنے نفس پہ ظلم نہیں کرے گا یعنی تکالیف برداشت کرنے اور سخاوت کرنے سے کترائے گا تو پھر اچھی تعریف حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔“

تُعَیِّرُنَا اَنَّا قَلِیْلٌ عَدِیْدُنَا
فَقُلْتُ لَھَا اِنَّ الْکِرَامَ قَلِیْلُ

وہ ہمیں یہ کہہ کے عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے تو میں نے اس سے کہا! شرفا ہمیشہ کم ہی ہوا کرتے ہیں۔“

وَمَا قَلَّ مَنْ کَانَتْ بَقَایَاہُ مِثْلَنَا
شَبَابٌ تَسَامٰی فِی الْعُلٰی وَکُھُوْلُ

اور پھر جس قوم کے بقایا ہمارے جیسے ہوں کہ ان کے جوان اور ادھیڑ عمر کے سبھی افراد بلندیوں کی طرف چڑھے جا رہے ہوں اس قوم کو قلیل کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔“

وَمَا ضَرَّنَا أَنَا قَلِيْلٌ وَ جَارُنَا
عَزِيْزٌ وَ جَارُ الأكْثَرِيْنَ ذَلِيْلُ

ہماری تعداد کے کم ہونے نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جبکہ ہمارے یہاں پناہ گزین ذی عزت ہوتا ہے حالانکہ کہ اکثر لوگوں کے یہاں پناہ گزیں ذلیل ہوتے ہیں

لَنَا جَبَلٌ يَحْتَلُّهُ مَنْ نُجِيْرُهُ
مَنِيْعٌ يَرُدُّ الطَّرفَ وَهُوَكَلِيْلُ

ہمارا ایک پہاڑ ہے جس پر وہی شخص ڈیرہ ڈال سکتا ہے جسے ہم پناہ دیتے ہیں وہ پہاڑ محفوظ ہے اس پہ نظر کرنے والی نگاہ خیرہ ہوکر لوٹ آتی ہے۔"

رَسَا اَصْلُهُ تَحْتَ الثَّرٰی و سَمَابِهٖ
اِلَی النَّجْمِ فَرْعٌ لَا يُنَالُ طَوِيْلُ

اس کی جڑ پاتال میں مضبوط گڑی ہوئی ہے اس کی چوٹی ثریا تک چلی گئی ہے اور اس قدر بلند ہے کہ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔"

وَ ءِ انَّا لَقَوْمٌ مَا نَرٰی القَتْلَ سُبَّةً
اِذَا مَا رَاَتْهُ عَامِرٌ وسَلُو ل

ہم وہ لوگ ہیں جو قتل ہونے کو عار نہیں سمجھتے حالانکہ عامر اور بنی سلول اسے عار سمجھتے ہیں۔"

یُقَرّب حُبُّ الموت آجا لَنَا لَنَا
وتَکرَھُہ آجَا لُھُم فَتَطُو ل

موت کی محبت ہماری موت کو ہمارے قریب کر دیتی ہے اور ان کی مدت حیات کو برا سمجھتی ہے
لہٰذا لمبی ہو جاتی ہے۔"

وَمَا مَاتَ مِنّا سَیّد حَتْفَ اَنفِہٖ
وَلَا طُلّ مِنَّا حَیْثُ کَا نَ قَتِیلُ

ہمارا کوئی سردار طبعی موت نہیں مرا اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو
خواہ وہ کہیں بھی قتل ہوا ہو۔"

تَسِیلُ عَلَی حَدِّ الظُّبَاتِ نُفُو سَنَا
وَلَیْسَتَ عَلَی غَیْرِ الظُّبَاتِ تَسِیلُ

ہمارے خون تلواروں کی دھار پہ بہتے ہیں وہ کہیں اور کبھی نہیں بہتے کہ یہی ہمارا طریق ہے۔"

صَفو نَا فَلَمْ نَکَدَّرْ وَاَخلَصَ سِرَّنَا
اِنَا ث اَطَا بَتْ حَمْلَنَا و فُحُو ل

ہمارا خاندان پاک وصاف ہے اس میں گدلا پن نہیں ہے اور ہمارے خالص نسب کو ان نروں
نے اور ان ماؤں نے پاک رکھا ہے جنہوں نے ہمارے حمل کو پاکیزہ بنایا۔"

عَدَوْنَا الی خَیْرِ الظُّھُورِ وحَطَّنَا
لِوَقْتٍ اِلَی خَیْرِ البُطُونِ نُزُول

ہم بہترین پیٹھوں میں بلند رہے اور اپنے وقت پر بہترین پیٹوں میں اتر آئے۔“

فَنَحْنُ کَماءِ المُزْنِ مَا فِیْ نِصَابِنَا
کَھَامٌ وَلَا فِیْنَا بُعَدٌ بِخَیْلٌ

ہم بادلوں کے پانی کی طرح صاف ہیں اور ہمارے خاندان میں کوئی نکما اور بخیل نہیں۔“

وَنُنکِرُ اِنْ شِئْنا عَلَی النَّاسِ قَولَھُم
وَلَا یُنکِرُوْنَ القَولَ حِیْنَ نَقُول

ہم اگر چاہیں تو لوگوں کی باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں مگر جب ہم کوئی بات کہیں
تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔“

اِذَا سَیِّدٌ مِنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ
قَؤُولٌ لِمَا قَالَ الکِرَامُ فَعُول

جب ہم میں سے کوئی سردار گزر جاتا ہے تو دوسرا سردار اس کی جگہ پہ کھڑا ہو جاتا ہے جو شرفاء کی
سی باتیں کرتا بھی ہے اور کہتا بھی ہے۔“

وَمَا اُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَا دُوْنَ طَارِقٍ
وَلَا ذَمَّنَا فِی النَّازِلِیْنَ نَزِیْلُ

ہماری آگ کسی رات کے آنے والے کے سامنے سے بجھا نہیں دی جاتی اور نہ کبھی ہمارے ہاں اترنے والوں میں سے کسی اترنے والے نے ہماری مذمت کی ہے۔“

وَاَیَّامُنَا مَشْهُوْرَةٌ فِیْ عَدُوِّنَا
لَهَا غُرَرٌ مَعْلُوْمَةٌ وَحُجُوْلُ

دشمن کے ساتھ ہماری جو جنگیں ہوئی ہیں وہ مشہور ہیں ان جنگوں کے چہرے اور پاؤں کے نشان معلوم ہیں یعنی لوگ ان کے احوال سے پوری طرح باخبر ہیں۔“

وَاَسْیَافُنَا فِیْ كُلِّ غَرْبٍ وَمَشْرِقٍ
بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِعِیْنَ فُلُوْلُ

ہماری تلواریں مغرب و مشرق میں مشہور ہیں ان میں زرہ پوشوں پر وار کرتے رہنے سے دندانے پڑ گئے ہیں۔“

مُعَوَّدَةٌ اَنْ لَا تُسَلَّ نِصَالُهَا
فَتُغْمَدَ حَتّٰی یُسْتَبَاحَ قَبِیْلُ

یہ تلواریں اس بات کی عادی ہو چکی ہیں کہ جب انھیں میان سے نکالا جائے تو پھر جب تک کسی جماعت کو قتل نہ کیا جا چکے انھیں دوبارہ میان میں داخل نہ کیا جاتا۔“

سَلِی اِن جَهِلتِ النّاسَ عنّا وعَنهُم
فَلَیْسَ سَوَاءٌ عَالِمٌ و جَهُولُ

اے طعنہ دینے والی عورت! اگر تجھے معلوم نہیں تو ہمارے اور ہمارے دشمن کے متعلق لوگوں سے پوچھ کیونکہ جاننے والا اور نہ جاننے والا یکساں نہیں ہوسکتا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

فأنّ بنی الدَّیَانِ قُطبٌ لِقَوْمِهِم
تَدُوْرُ رَحَاهُم حو لَهم و تَجُولُ

تب لوگ تجھے بتائیں گے کہ بنی الریان اپنی قوم کے لیے قطب اور مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی چکی انھیں کے گرد گھومتی ہے[26*]۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

الحارث بن ظالم

عربوں کے ایفائے عہد کے سیکڑوں واقعات مورخین نے روایت کیے ہیں اور ان سب کا بیان ممکن نہیں اس لیے ہم الحارث بن ظالم المری کی وفا کے تذکرے پر اپنے اس بیان کو ختم کردیں گے۔جس کا واقعہ یہ ہے کہ الحارث بن ظالم عربوں کا ایک سردار تھا جس کا قبیلہ منذر کی ریاست حیرہ کے قریب ڈیرے ڈالے تھا۔ایک دن الحارث اپنے اونٹوں کو ایک کنویں سے پانی پلا رہا تھا کہ ایک اور آدمی عیاض بن دیہث بھی اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔چنانچہ اس نے اپنا ڈول پانی نکالنے کے لیے کنویں میں ڈالا مگر پانی کچھ نیچے تھا اور اس کے ڈول کی رسی کم پڑ رہی تھی اس نے حارث سے درخواست کی کہ وہ اپنی رسی اس کو دے تا کہ وہ اسے اپنی رسی کے ساتھ باندھ کر کنویں سے پانی نکال سکے ۔حارث نے اسے رسی دے دی۔عیاض ابھی اپنے اونٹوں کو پانی پلانے میں مصروف تھا کہ منذر کے خداموں نے اس کے اونٹوں پہ غارت ڈال دی اور اس کے سب اونٹ ہانک کر لے گئے۔تب اس نے حارث کو پکارا اور کہا اے عربوں کے سردار حارث اے مجھے پناہ دینے والے میری مدد کو آ۔تب حارث نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا میں نے تجھے کب پناہ دی تھی۔عیاض نے کہا یاد کر میں نے تجھ سے رسی مانگی تھی جس کے ساتھ اپنی رسی ملا کر میں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا تھا۔

اور ابھی وہ پانی ان اونٹوں کے پیٹ ہی میں تھا جس کو تمھاری رسی نے نکالا تھا کہ وہ مجھ سے میرے اونٹ چھین کر لے گئے۔اس طرح میں ان اونٹوں کو تیری شراکت اور پناہ میں تصور کرتا ہوں۔حارث نے اس کی بات پہ کچھ غور کیا اور پھر کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے یقیناً یہ امر تو پناہ دینے کے مترادف ہے۔لہٰذا اس

نے حیرہ کے بادشاہ نعمان کا قصد کیا اور اس سے کہا تمھارے آدمی وہ اونٹ لوٹ کر لے آئے ہیں جو میری پناہ میں تھے اس لیے میں وہ اونٹ واپس لینے آیا ہوں۔ نعمان نے حارث کی درخواست پر عیاض کے اونٹ اسے واپس کر دیئے۔ حارث کی اس وفا پہ فرزدق نے ایک قصیدہ کہا جو کافی لمبا ہے اس لیے اس کے صرف چند منتخب اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

لَعَمرِیْ لَقَدْ اَوْفٰی وَ زَادَ وَفَاؤُہٗ
عَلَی کُلِّ جَارٍ جَارَ آلِ المُهَلَّبِ

اپنی جان کی قسم اس نے آلِ مہلب کے پناہ لینے والے سے وفا کی ہے اور یہ حق ہے کہ ہر حالت میں اس کی وفا زیادہ تھی۔‘‘

❖❖❖❖❖❖❖❖

كَمَا كَانَ اَوْفٰی اِذْ يُنَادِیْ ابنُ دُيْهَثٍ
وَ صِرْمَتُهٗ كَالمَغْنَمِ المُتَنَهَّبِ

اس کی وفا اس وقت بھی بیشتر تھی جب ابن دیہث نے اسے پکارا تھا اور اس کے اونٹوں کا گلہ لوٹے ہوئے مالِ غنیمت کا سا ہو کر رہ گیا تھا۔‘‘

❖❖❖❖❖❖❖❖

فقام اَبُو لَيْلٰی اِلَيْهِ ابنُ ظَالِمٍ
وَكَانَ مَتٰی مَا يَسْلُلِ السَّيْفَ يَضْرِبِ

اس کی پکار سن کر ابو لیلیٰ حارث بن ظالم اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ ایسا شخص تھا کہ جب وہ تلوار سونت لیتا تو پھر ضرب بھی لگاتا۔‘‘

❖❖❖❖❖❖❖❖

تاہم علامہ اصفہانی نے اغانی میں اسی واقعے کو قدرے مختلف انداز سے نقل کیا ہے جس کے مطابق حارث بن ظالم المری نعمان بن المنذر کے ہاں اترا ہوا تھا تب نعمان کی خراج وصول کرنے والی فوج نے بنی مرہ کی ایک عورت کے اونٹ پکڑ لیے جس کا نام دیہث تھا۔ وہ حارث کے پاس آئی اور اپنا ڈول حارث کے ڈول کے ساتھ لٹکا دیا اس عورت کے ساتھ اس کا چھوٹا سا بیٹا بھی تھا۔ تب اس کے اونٹ نعمان کی فوج نے ہتھیا لیے تو اس نے حارث کو پکارا کہ اے ابو لیلیٰ میں تمھارے ہاں مظلوم ہو کے آئی ہوں حارث نے اس سے کہا جب دوسرے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئیں تو تم اس طرح پکارنا پھر اسی طرح ہوا اور اس عورت نے لوگوں کو اسی طرح پکارا جس طرح حارث نے اسے سمجھایا تھا۔"

دَعَوتِ بِاللّٰہِ وَلَم تُرَاعِی
ذٰلِكِ دَاعِيكِ فَنِعْمَ الدَّاعِیْ

تو نے بے خوف ہو کر اللہ کا نام پکارا ہے وہی تمھارا داعی ہے اور کیا ہی اچھا داعی ہے۔"

وَتِلكَ ذَوْدُ الحَارِثِ الكُسَاعِیْ
يَمْشِی لَهَا بِصَارِمٍ قَطَّاعٌ

کہ یہ اونٹ حارث کُساہی کے اونٹ ہیں جو تیز اور براں تلوار لے کر چلتا ہے۔"

يَشْفِی بِهِ مَجَامَعِ الصُّدَاعِ

اور وہ اپنی تلوار سے سر کے اس مقام کو شفاء دے دیتا ہے جہاں درد جمع ہوا کرتا ہے۔"

اس کے بعد حارث بن ظالم خود بھی اس عورت کے پیچھے پیچھے نکل آیا اور اس کے لبوں پہ الفاظ تھے کہ!

أنا ابو لیلٰی و سیفی المعلوب
کم قد اجرنا من حریب محروبٍ

میں ابو لیلیٰ ہوں اور میری تلوار معلوب ہے اور ہم نے کئی ایک لٹے ہوئے لوگوں کو پناہ دی ہے
۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وکم رددنا من سلیبٍ مسلوبٍ
وطعنۃٍ طعنتھا بالمضبوبْ

اور ہم نے کئی لٹے ہوئے لوگوں کا مال لٹا دیا ہے اور میں نے مضبوب نیزے کے ساتھ لوگوں
پہ بہت دفعہ حملہ کیا ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اس کے بعد حارث اس عورت کو لے کر نعمان کے ہاں جا اترا اور اس کی فریاد نعمان تک پہنچائی۔ پھر اس کو ساتھ لے کر باہر آیا اور اسے کہا کہ وہ ان اونٹوں میں سے اپنے اونٹوں کو پہچان لے۔ چنانچہ دیہث نے اپنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی کو دیکھا جسے ایک حبشی دھو رہا تھا تو اس نے کہا ابو حارث یہ میری اونٹنی ہے ۔ پھر اس عورت نے ایک ایک کر کے اپنے سارے اونٹ جمع کر لیے اور اپنے قبیلے کی طرف چل دی اور عربوں کے مورخ ابو عبیدہ نے کہا کہ فرزدق کے یہ اشعار اسی واقعہ کے متعلق ہیں۔

کما کان اوفی اذ ینادی ابن دیہثٍ
و صرمتہ کا لمغنم المتنھبِ

اس کی وفا اس وقت بھی بیشتر تھی جب ابن دیہث نے پکارا تھا اور اس کے اونٹوں کا گلہ لوٹے ہوئے مال غنیمت کا سا ہو کر رہ گیا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

لَعَمرِیْ لَقَدْ اَوْفٰی و زَادَ وَفَاؤہٗ
عَلَی کُلِّ جَارٍ جَارُ آلِ الْمُھَلَّبِ

اپنی جان کی قسم اس نے آلِ مہلب کے پناہ لینے والے سے وفا کی ہے اور یہ حق ہے کہ ہر حالت میں اس کی وفا زیادہ تھی۔"

فقام اَبُو لَیلٰی اِلَیہِ ابن ُظَالِمٍ
وَکَانَ مَتٰی مَا یَسُلِّ السَّیفَ یَضرِبِ

اس کی پکار سن کر ابولیلیٰ حارث بن ظالم اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ ایسا شخص تھا کہ جب وہ تلوار سونت لیتا تو پھر ضرب بھی لگاتا۔"

و ما کان جارٌ غیر دَلوٍ تَعلَّقَتْ
بِحَبْلَیْنِ فِی مُسْتَحصِدِ القَدِّ مُکرِبِ

حالانکہ وہ اس کے ہاں پناہ گزیں نہ تھا صرف اتنی سی بات تھی کہ ڈول کی رسی کو دو مضبوط چمڑے کے تسموں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا۔"

قادر الکلامی

بعض لوگ کردار کے غازی تو ہوتے ہیں مگر گفتار کے غازی نہیں ہوتے یعنی ان کو اپنا نقطہ نظر دوسروں تک منتقل کرنے کا فن نہیں آتا۔ مگر عربوں کی شان نرالی ہے کہ ان کی فصاحت اور بلاغت کے قصے تو تاریخ عرب کی شان ہیں۔ عربوں کو شاید ہی کسی اور چیز پہ اتنا ناز ہو جتنا کہ ان کو اپنی زبان آوری پہ فخر تھا۔ وہ اتنے قادر الکلام تھے کہ لوگ ان کی زبان پہ ششدر رہ جاتے اور ان کی فصاحت پورے عرب و عجم پہ چھائی ہوئی تھی۔ ان کا بچہ بچہ شاعر تھا اور ان کے خطبا اور حکماء کے اقوال تو لاجواب ہیں جن کا بسیط تذکرہ تاریخ عرب میں مذکور ہے۔ یہاں ہم ان کی زبان آوری کے چند نظائر پیش کریں گے جس سے ہمیں ان کی قادر الکلامی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ بہت سے مورخین نے عربوں کی قادر الکلامی پر مباحث تحریر کیے ہیں جن میں ابوعبیدہ، امام شکری آلوسی، امام ابن عبدربہ [27*] امام کلبی اور ابوجعفر بن ابن جریر طبری شامل ہیں۔ پہلے ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں حیرہ کے بادشاہ نعمان المنذر نے عربوں کا تعارف کسریٰ ایران سے کچھ اس طرح کرایا کہ وہ حیران رہ گیا اور اسے عربوں کے متعلق اپنی رائے بدلنی پڑی۔

چنانچہ ابن القطامی نے کلبی [28*] کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ جب کسریٰ کا بڑا دربار سجا ہوا تھا اور اس میں طرح طرح کے مہمان رونق افروز تھے جن میں روم ہند اور چین کے وفود بھی شامل تھے کسریٰ کے ان مہمانوں نے اپنے اپنے ملکوں کے بارے میں جو کچھ چاہا بیان کیا اور نعمان بن المنذر نے عربوں پہ فخر کا اظہار کیا اور بلا جھجک کہا کہ عرب تمام قوموں سے افضل ہیں اور اس ضمن میں اس نے ایران کو بھی مستثنیٰ قرار نہ دیا جس کے دربار میں وہ اس وقت کھڑا تھا۔ کسریٰ نے اس بات کو محسوس کیا اور اس کی شاہی حمیت نے زور مارا اور اس نے نعمان کے نکتہ نظر پہ ان الفاظ میں تنقید کی۔

کسریٰ نے کہا!

اے نعمان میں نے عربوں اور دیگر اقوام کے حالات پہ غور کیا ہے اور جن لوگوں کے وفود میرے پاس آتے ہیں میں نے ان کے احوال پہ بھی گہری نظر ڈالی ہے مگر مجھے ان کے مقابل عربوں میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آئی جس کی تعریف کی جا سکے۔ رومیوں ہی کو دیکھو اگرچہ وہ ہمارے دشمن ہیں مگر ان کی خوبیاں تو اپنی جگہ موجود ہیں، ان میں قومی اتحاد پایا جاتا ہے، ان کی سلطنت بہت بڑی اور ریاست عظیم ہے، ان کے ہاں شہروں اور مضبوط قلعوں کی بھی کوئی کمی نہیں، نیز ان کا مذہب ایسا ہے جو ان کو حلال و حرام کی تمیز سکھاتا ہے اور ان کا معاشرہ بے وقوفوں کی مذمت اور صاحب دانش کا اکرام کرتا ہے۔

اور اہل ہند کو دیکھو تو!

ان میں بھی شہروں کی کثرت ہے، ان کی تہذیب قدیمی ہے اور آبادی زیادہ ہے۔ وہ فصلوں کو اگانے میں ماہر ہیں، ان کی صنعت عجیب و غریب ہے، ان کے فنون لاجواب ہیں، ان کا حساب دقیق اور گنتی زیادہ ہے، پھر وہ حکمت اور طب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان کے ہاں دریاؤں کی کثرت ہے اور شہروں کی بہتات۔ ان کا مذہب قدیمی ہے اور ان کی کتابیں پر حکمت ہیں، ان کا سحر اثر آفریں ہے اور ان کی موسیقی کے علوم بے پناہ ہیں۔

اور چین کو ہی دیکھ لو!

ان کی جمعیت بے پناہ ہے اور آلاتِ حرب نہایت اعلیٰ ہیں۔ ان میں لوہے کی صنعت بے پناہ ہے اور وہ دستکاری میں دنیا بھر سے آگے ہیں۔ ان کے ہاں گھڑسواری پائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ

جگرداری بھی موجود ہے، نیز ان کا ایک بادشاہ ہے جو ان سب کو متحد کیے ہوئے ہے۔

اور ترکوں کو دیکھیں تو!

اس کے باوجود کہ وہ بدحال ہیں غربت کے مارے ہوئے ہیں ان کی زمینیں دلدلی ہیں جس کی وجہ سے وہ اجناس کی کمی کا شکار ہیں، ان کے پاس نہ پھل ہیں نہ قلعے نہ رہنے کے لیے گھر ہیں نہ پہننے کے لیے اچھا لباس ہے۔اس کے باوجود ان کے ہاں سیاسی نظام مستحکم ہے اور ان کا بادشاہ اپنی قوم کو انتشار سے بچائے ہوئے ہے اور ان کے انتظامی امور کو سنبھالے ہوئے ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے اپنا رخ نعمان بن المنذر کی طرف کیا اور کہا:

اور ایک تم عرب ہو جن میں مجھے کوئی ایک بھی ایسی خصلت نظر نہیں آتی جس کی دل سے تعریف کی جا سکے۔تم نہ دینی امور میں مستحکم ہو نہ دنیاوی امور میں، تم نہ دانش مندی میں اعلیٰ ہو نہ اخلاق میں تمھارا کوئی مرتبہ ہے، مزید براں جو بات تمھاری ذلت پہ دلیل فراہم کرتی ہے وہ ہے تمھاری جائے اقامت جہاں تم وحشی انسانوں سے بدکنے والے جانوروں کے ساتھ مردار خور پرندوں کی معیت میں رہتے ہو، تم فاقے کی وجہ سے اپنے بچوں کو قتل کر ڈالتے ہو اور احتیاج کی وجہ سے ایک دوسرے کو بھی کھا جاتے ہو، اور میں جانتا ہوں کہ اہل عرب دنیا کے کھانوں، اچھے لباس، دنیاوی عیش اور لذتوں سے محروم ہیں۔چنانچہ ان کا کھانا جو ان کا فارغ البال آدمی کھاتا ہے وہ اونٹ کا گوشت ہے جس کو کھانے سے بہت سے درندے بھی اس لیے کتراتے ہیں کہ اس کی بو بری ہوتی ہے اور انسانوں کے لیے یہ بھاری اور بدذائقہ ہوتا ہے اور اس سے بیماری لاحق ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ عربوں کا کوئی شخص اگر کسی کی ضیافت کرتا ہے تو اس کے لیے اونٹ ذبح کرتا ہے جس کو وہ اپنی بزرگی خیال کرتا ہے اور اس امر پہ تمھارے اشعار گواہ ہیں۔اگر کچھ عرب تہذیب کے قریب ہیں تو ان کا تعلق ہمارے ساتھ ہے یعنی وہ یمنی قبائل جن کو میرے دادا نے بسایا تھا اور ان کے مقبوضات کو مستحکم کیا تھا، انھیں دستِ عدو سے محفوظ رکھا تھا۔اس کے علاوہ تمھارے ہاں کچھ بستیاں ہیں، کچھ قلعے ہیں اور کچھ عمارتیں بھی ہیں مگر وہ ہمیں نے تمہیں عطا کی ہیں۔رہے صحرا کے خالص بدو عرب تو ان کے ہاں صرف ذلت قلت اور فاقے ہیں۔ان تمام باتوں کے باوجود تم میں عاجزی کم اور تفاخر زیادہ ہے۔تم چاہتے ہو کہ تم کو تمام متمدن اقوام کے مقابلے میں مرتبہ عطا کیا جائے۔

نعمان بن منذر اپنی جگہ سے اٹھا، ذرا سا مسکرایا پھر شاہ ایران کسریٰ سے مخاطب ہو کے کہا:

اللہ بادشاہ کو تندرست رکھے اور جس قوم میں آپ ہیں ان کے فضائل اور رتبے بلند ہوں بادشاہ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے ان تمام باتوں کا جواب مجھے ازبر ہے۔ ڈر ہے تو صرف اس ناگواری کا جو بادشاہوں کا خاصہ ہے۔ اگر آپ مجھے اپنی ناراضگی سے امان دیں تو میں عربوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے شاید آپ ہمارے متعلق اپنی رائے کو بدل لیں۔

بادشاہ نے کہا:

تم نے دیکھا ہے کہ ہر ملک کے وفد نے کھل کے اپنے فضائل بیان کیے ہیں تمہیں بھی پوری اجازت ہے کہ اپنی قوم کی احسن نمائندگی کرو۔

نعمان بن المنذر نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

اے بادشاہ!

آپ کی قوم کی فضیلت مسلّمہ ہے کہ اللہ نے آپ کو عقل و دانش، وسعت علاقہ اور فراغ عزت عطا کی ہے۔ رہیں دنیا کی دیگر اقوام جن کا آپ نے ذکر کیا ہے تو خدا کی قسم جس قوم سے بھی آپ عربوں کا مقابلہ کریں گے عرب فضیلت کے معاملے میں ان سے فائق ہوں گے۔

کسریٰ نے کہا:

آخر کن امور کی وجہ سے؟

نعمان بن المنذر نے جواب دیا:

اپنی عزت کی وجہ سے،

اپنی قوت کی وجہ سے، اپنی شجاعت کی وجہ سے،

اپنے چہروں کی خوبصورتی اور بڑے سروں کی وجہ سے،

اپنی سخاوت اور ضیافت کی وجہ سے،

فصیح گفتار اور بسیط حکمت کی وجہ سے،

ہتھیاروں کی کمی کے باوجود بڑھ کے حملہ کرنے کی وجہ سے،

بے انتہا دانش اور پختہ عقل کی وجہ سے،

عزتِ نفس اور عہدِ وفا کی وجہ سے،

کھلی فضاؤں اور وسیع صحراؤں کی وجہ سے،

سن اے بادشاہ!

عرب کی عزتِ نفس اور قوتِ مدافعت بے انت ہے، جس کی وجہ سے کوئی اس کو مطیع نہ کر سکا۔ وہ لوگ بھی ان پہ للچائی ہوئی نگاہ نہ ڈال سکے جنہوں نے ملکوں کو مسخر کیا اور اپنی افواج کو مستحکم کیا۔ (اشارہ خود کسریٰ کی طرف ہے یا پھر رومی حکمرانوں کی طرف بھی) جس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ گھوڑوں کی پشتیں عربوں کے گھر اور زمین کی وسعتیں ان کا بستر ٹھہریں تلواریں ان کی پناہ گاہیں ہیں اور صبر ان کا ساز و سامان ہوتا ہے، حالانکہ دیگر اقوام کی عزت پتھر مٹی اور سمندری جزیروں پہ منحصر ہے۔

اے بادشاہ!

ذرا عربوں کے چہروں پہ تو نگاہ ڈال اور رنگوں کی اس خوبصورتی کو دیکھ جو دوسری اقوام سے ان کو ممتاز کرتی ہے اور ان کی فضلیت جوان کو بیمار ہندی، ٹھگنے چینی، بدشکل ترک اور ننگے رومی پہ عطا کی گئی ہے۔

اے بادشاہ اب ان کے نسب کو دیکھ!

اور بتا کہ وہ کون سی قوم ہے جو اس معاملے میں ہم سے مفاخرت پہ اترتی ہے۔ جن اقوام کی برتری کا ذکر تو نے کیا ہے ان کو تو اپنے دادا کے باپ کا نام بھی یاد نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ اقوام اپنے حسب نسب، آباؤ اجداد اور اپنے قدیم اسلاف سے ناواقف ہوتی ہیں اور ان کی نسلیں مخلوط خون سے بنی ہیں۔ جب کہ ہم صدیوں سے خالص اپنی نسل سے چلے آئے ہیں اس لیے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو یاد رکھا ہے، اپنے حسب کی نگہداشت کی ہے اور اپنے انساب کو محفوظ رکھا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم میں کوئی شخص غیر عرب نہیں ہے اور نہ ہی ہم اپنے خون میں ملاوٹ پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ہم نہ خود کو کسی غیر نسب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو باپ کہنے پہ راضی ہوتے ہیں۔

اے بادشاہ اب ان کی سخاوت کو دیکھ کہ!

تو ایک ادنیٰ سا آدمی بھی کسی عرب کے جھونپڑے میں اترتا آتا ہے تو وہ اس کو کسی بادشاہ کا درجہ دیتا

ہے حالانکہ اس کے پاس ایک بوڑھی اونٹنی ہوتی ہے یا چند ایک بکریاں اور وہی اس کی حیات کا سرمایہ ہوتی ہیں جن پہ اس کی باربرداری روزی اور پیٹ بھرنے کا دارومدار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے مہمان کو چند لقمے گوشت اور تھوڑی سی روٹی اور ایک گلاس پانی درکار ہوتا ہے مگر وہ عرب اپنے اس مہمان کے لیے اپنا اونٹ ذبح کر دیتا ہے تا کہ وہ اپنے مہمان کی تکریم کر سکے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی ساری کائنات ان امور کے ضمن میں صرف کر دے جن کے ذریعے اسے نیک نامی اور ذکرِ خیر حاصل ہوتا ہے۔

اب ان کی گفتارِ حکیمانہ کو لیجیے تو!

اللہ تعالیٰ نے عربوں کو ان کے اشعار، بیان کی رونق، کلام کی خوبی، وزن اور کافیوں کا حسن نیز اشیا کی معرفت اور ضرب الامثال کے بیان کرنے اور وصف نگاری کے معاملے میں انتہا پسندی کی وہ خوبی عطا کی ہے جو ان کے کسی بھی ہم جنس کو حاصل نہیں۔ پھر یہ کہ ان کے گھوڑے بہترین گھوڑے ہیں ان کی عورتیں نہایت پاک دامن ہیں اور ان کا لباس بہترین ہے۔ سونا چاندی ان کی معدنیات ہیں ان کے پہاڑوں میں پتھروں کی بجائے سلیمانی منکے ہیں۔ ان کی سواریاں ایسی ہیں کہ کوئی سفر کرنے والا اتنی راحت سے سفر نہیں کر سکتا جتنا کہ عرب کے ویرانوں اور بیابانوں میں ان کی سواریاں کرتی ہیں۔ ان کے گھوڑے نسل کے اعتبار سے برتر اور ان کے اونٹ صحرا میں برداشت کے مظہر ہیں ان کی خودداری ان کی تلواروں کی چمک سے ظاہر ہے۔

اب ان کے دین وشریعت کو لیجیے تو!

عرب اپنے دین کے شدت سے پابند ہوتے ہیں اور وہ اشہرحرم کی تکریم کرتے ہیں۔ یعنی انھوں نے سال کے چند ماہ خود پہ غارت گری اور لڑائی حرام کر رکھی ہوتی ہے اور پوری دنیا میں اللہ کا ایک ہی گھر ہے جو مکہ میں ہے اور جسے لوگ بلدالحرام کہتے ہیں۔ اللہ کے اس گھر میں لوگ دور دور سے حج کرنے آتے ہیں جہاں وہ مناسک حج ادا کرتے ہیں اور اپنے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ وہ حرم پاک کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ اگر ان کے بھائی اور باپ کا قاتل بھی ان کے سامنے آجائے تو اس سے نظر چرا کے گزر جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے دلوں کے اندر انتقام کا آلاؤ بھڑک رہا ہوتا ہے اور اپنے لوگوں کے قاتل کو معاف کرنا یا یونہی گزر جانے دینا ان کی غیرت کے خلاف ہے۔ مگر ان کی شرافت

اور اپنے دین سے لگاؤ اور اس گھر کی عزت ان کو خون خرابے سے روکتی ہے، وہ اپنے ہاتھوں کو روک لیتے ہیں اور اپنی اکھڑی سانسوں کو سنبھال لیتے ہیں اور ایذا رسانی سے رک جاتے ہیں۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔

اب ان کے عہدِ وفا کو لیں تو''۔

عربوں کا ایک فرد اگر صرف آنکھ کے اشارے سے ہی کوئی پیمان کر لے تو اسے بھی ایسا ہی عمدہ عہد تصور کیا جائے گا جسے صرف موت ہی توڑ سکتی ہے۔ چنانچہ عربوں کا ایک شخص زمین سے ایک سوکھی لکڑی اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اتنا قرض دے دو اور اس کے عوض یہ سوکھی لکڑی تمھارے ہاں رہن ہے تو دوسرا عرب اس سوکھی لکڑی کو بھی قبول کر لے گا اس لیے کہ وہ عربوں کے عہدِ وفا کو اچھی طرح جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کی قوم میں عہد شکنی نہیں پائی جاتی۔ نیز یہ کہ اگر کسی عرب کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے اس سے پناہ طلب کی ہے تو اگرچہ وہ شخص ابھی اس سے دور ہی ہو وہ اس کی مدد کو اٹھ دوڑیں گے اور اگر کوئی ان کے پناہ گزیں کو گزند پہنچا دے تو وہ اس وقت تک راضی نہ ہوگا جب تک کہ وہ انتقام نہ لے لے چاہے اس کے نتیجے میں اس کا قبیلہ تباہ ہو جائے یا مخالفوں کا خون بہہ جائے، اگر کوئی شورش پسند یا مجرم شخص بھی ان کے ہاں پناہ حاصل کر لے تو وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ پناہ حاصل کرنے کے لیے صرف عرب ہونا ضروری ہے جان پہچان یا رشتہ دار ہونا ضروری نہیں۔ پناہ طلب کرنے والے کی ایک پکار پہ اسے کئی لوگ پناہ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اگرچہ پناہ حاصل کرنے والا عموماً علاقے کے طاقت ور انسان سے واقف ہوتا ہے اور وہ اسی کا نام لے کر پکارتا ہے۔ جب وہ کسی کو پناہ دے دیتے ہیں تو اپنے بیٹے اور اموال اس پہ قربان کر دیتے مگر ہر قیمت پہ اپنے عہد کی حفاظت کرتے۔

رہی ان کے اونٹ کھانے کی بات تو اے بادشاہ!

ان کا بہترین کھانا اونٹ کا گوشت ہی ہے اور دیگر تمام قسم کے گوشت ان کی نگاہ میں حقیر ہیں۔ اس لیے انھوں نے ان کو ترک کر رکھا ہے اس لیے اونٹ ہی ان کی سواری ہے اور اونٹ ہی ان کی خوراک بھی ہے اور اپنے خیال میں عربوں نے سب سے بڑے اور سب سے افضل گوشت کو اختیار کیا ہے اور اس کے اختیار کرنے میں ان کی حکمت کو بھی دخل ہے۔ اس لیے کہ اونٹ میں دیگر

جانوروں کی نسبت چربی زیادہ ہوتی ہے اور وہ دوسرے جانوروں کے گوشت کے مقابلے میں زیادہ نمکین اور مزیدار ہوتا ہے۔ اونٹ کا دودھ بھی نسبتاً پتلا ہوتا ہے اور ذائقے کے لحاظ سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔ اس کا نقصان بھی کم ہوتا ہے۔ رہا اونٹ کا گوشت تو عرب جس طرح اسے تیار کرتے ہیں اگر اسے اسی طرح تیار کر کے کھایا جائے تو دوسرے گوشت پہ اس کی فضیلت ظاہر ہو جائے گی۔

رہا ان کی باہمی جنگوں کا معاملہ تو!

جس کے بارے میں آپ نے کہا کہ عرب ایک دوسرے کو کھا جاتے ہیں اور ان کا کوئی بادشاہ نہیں تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ دوسری قومیں جب خود پہ کسی ایک خاندان یا قوم کو حکومت کرنے کا حق دیتی ہیں تو دراصل اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت ایسا کرتی ہیں جب وہ خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں اور ان کے دل میں اس ڈر نے ڈیرے ڈال رکھے ہوتے ہیں کہ دشمن ان کو نگل جائے گا۔ اس لیے وہ اپنے سے طاقتور کو خود پہ حکومت کرنے دیتے ہیں اور خود ہتھیار رکھ کر صرف انھی کی حفاظت پہ اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ بڑی سلطنتوں میں صرف ایک خاندان ایسا ہوتا ہے جس کی فضیلت کا علم بہت سے لوگوں کو ہوتا ہے لہٰذا دوسرے سب خاندان اپنی عزت و تکریم اس خاندان کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ مگر عربوں میں ایسا نہیں ہوتا اس لیے کہ وہاں کا ہر گھرانہ صاحبِ تکریم ہوتا ہے اور ہر خاندان بادشاہی کے خواب دیکھتا ہے ہر خاندان کی اَنا اور خودداری ہی اس کا سرمایہ تصور کی جاتی ہے اس لیے انھیں خراج ادا کرنے سے غیرت آتی ہے اور اپنے جیتے جی وہ کسی کو خود پہ حکومت نہیں کرنے دیتے اور ان کا ہر قبیلہ خود ہی اپنا حکمران ہوتا ہے اور یہی عربوں کا دستور ہے جو صدیوں سے مستحکم ہے۔

رہا اولاد کو قتل کرنے کا معاملہ تو''۔

اول تو عرب بھر میں صرف چند قبائل کے ہاں ہی میں اس رسم کا زور پایا جاتا ہے دوسرا یہ کہ وہ ایسا اس لیے نہیں کرتے کہ ان کے ہاں خوراک کی کمی ہے بلکہ عربوں کا جو قبیلہ بھی لڑکیوں کے ساتھ یہ فعل کرتا ہے وہ اس کو اپنی غیرت کا معاملہ جانتا ہے اور اس بات سے غیرت کھاتا ہے کہ کوئی ان کا داماد ہو۔

اب لیجئے اہل یمن کو جس کی بادشاہ نے تعریف کی ہے تو''۔

تو اہل یمن کے عربوں سے جو شخص آپ کے دادا کے پاس مدد کے لیے آیا تھا تو اس کی وجہ حبشیوں کا غلبہ تھا جو اس کے منظّم ملک اور متحد ریاست پہ چڑھ دوڑے تھے۔لہٰذا جب وہ تمھارے دادا کے پاس پہنچا تو وہ لٹا ہوا تھا اپنے ملک سے باہر دھکیلا ہوا اور فریادی تھا۔اس وقت اس کے مضبوط محل اس کو پناہ دینے سے انکاری تھے مگر شاید تمہیں یاد ہو کہ اہل یمن کے ہاں جب خوشحالی آئی تو انھوں نے دوسرے عربوں کو حقیر جانا اس لیے دشمن کے مقابلے میں کوئی عرب ان کی مدد کو نہ آیا اور اگر انھوں نے اہل عرب پہ ظلم نہ کیے ہوتے تو سارے عرب اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے میدان جنگ کی طرف مائل ہوتے اور اس کو عمدہ نیزہ زن اور تلوار کے وہ دھنی میسر آجاتے جو شریر غلاموں کے خلاف شریف لوگوں کی خاطر جنگ کے میدان میں ضرور اترتے اور اس جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

جب نعمان یہاں تک پہنچا تو کسریٰ نے اس کو روک دیا اور کہا مجھے تمھاری زبان آوری اور فراست نے متاثر کیا ہے اور مجھے تعجب ہوا ہے کہ عربوں میں تجھ جیسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اپنے ملک کے اندر تُو سرداری کے جس مقام پہ فائز ہے اس کا تُو واقعی ہی اہل ہے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ کا حقدار ہے۔اس کے بعد کسریٰ ایران نے نعمان بن المنذر کو خلعت عطا کی اور وہ حیرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔نعمان اپنے وطن پہنچ گیا مگر کسریٰ نے اہل عرب کے بارے میں تنقیص اور تحقیر کی جو باتیں کی تھیں وہ نعمان کو بہت ناگوار گزری تھیں۔اس کی وجہ سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔آخر اس نے اس معاملے کو اپنی قوم کے صاحب دانش لوگوں کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا اور اپنے دربار میں اکثم بن صیفی تیمی ، حاجب بن زرارہ تیمی ، حارث بن عباد بکری، قیس بن مسعود بکری، خالد بن جعفر عامری، علقمہ بن علاثہ، عامر بن الطفیل عامری، عمرو بن الشرید السلمی ، عمرو بن معدیکرب الزبیدی اور حارث بن ظالم المری کو بلا بھیجا۔

جب یہ لوگ نعمان بن المنذر کے محل خورنق [29*] میں پہنچے تو نعمان نے عربوں کی روایات کے مطابق ان کی خوب تکریم کی اس کے بعد ان سے کہا کہ تم ایرانیوں کو جانتے ہی ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ عربوں کے بہت قریبی پڑوسی ہیں میں کچھ دن قبل میں کسریٰ کی ریاست میں اس کا مہمان تھا اس دوران میں نے کسریٰ سے کچھ ایسی باتیں سنیں ہیں جن پہ غور کرنے سے ایک خوف نے میرے اندر سر اٹھایا ہے کہ کہیں

ان کی تہہ میں کوئی اور معاملہ نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھ سے یہ باتیں اس لیے کی ہوں کہ وہ عربوں کو بھی اسی طرح غلام بنانا چاہتا ہو جس طرح کہ اس نے بہت سے عجمیوں کو غلام بنا رکھا ہے یا ان سے خراج وصول کرتا ہے۔

اس کے بعد نعمان نے عربوں کے اس وفد کو ان باتوں سے آگاہ کیا جو اس کے اور کسریٰ کے مابین ہوئیں تھیں تو ان لوگوں نے نعمان سے کہا کہ اے بادشاہ توفیق خداوندی تمھارے شامل حال ہو تم نے اس کو کیا ہی اچھا جواب دیا ہے اور کس قدر بلیغ دلائل پیش کیے ہیں۔ لہٰذا اب تم ہمیں جو چاہو حکم دو اور جس امر کی طرف چاہو متوجہ کر لو۔ نعمان نے ان سے کہا میں تو تمہیں میں سے ایک آدمی ہوں میں اگر بادشاہ بنا اور کوئی عزت حاصل کی ہے تو وہ تمھاری ہی بدولت ہے اور یہ اس لیے قائم ہے کہ لوگ تمھاری طرف سے ڈرتے ہیں اور مجھ پہ ہاتھ نہیں ڈالتے مجھے اس بات سے بڑھ کر اور کوئی بات محبوب نہیں ہوسکتی کہ جس سے اللہ تعالیٰ تمھارے معاملات کو درست کر دے تمھاری حالت کو بہتر کر دے اور تمھاری عزت کو مداومت بخشے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم سب لوگ کسریٰ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور کسریٰ کے پاس پہنچو اور جب تم اس کے دربار میں پہنچو تو تم میں سے ہر شخص کے جی میں جو آئے وہ کہہ دے تاکہ کسریٰ کو معلوم ہو جائے کہ عرب ایسے لوگ نہیں ہیں جس طرح کا گمان اس کے دل میں موجود ہے یا جس طرح اس کا دل اسے سمجھاتا ہے۔ تاہم خیال رہے کہ وہ بہت بڑا بادشاہ اور خود پسند شخص ہے اس کی افواج کثیر ہیں اور طاقت بسیط۔ اس لیے کوئی شخص اس سے ایسی بات نہ کہے جو اسے غصہ دلائے اور نہ ہی تم اس کے سامنے گفتگو میں اس طرح خاموش ہو جانا جس طرح وہ شخص خاموش ہوتا ہے جس کے پاس دلیل ختم ہو گئی ہو اور جو اپنی کم مائیگی کی وجہ سے ذلیل اور عاجز ہو گیا ہو بلکہ معاملہ بین بین ہونا چاہیے تاکہ اس کو تمھاری عقلوں کی پختگی تمھارے مرتبے کی بلندی اور وسیع حوصلوں سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ تم میں سے سب سے پہلے اکثم بن صیفی بات شروع کرے گا کیونکہ اس کا مقام بلند ہے اس کے بعد باری باری اسی ترتیب سے تم کسریٰ کے دربار میں اپنی بات کہو گے جو میں نے مقرر کر دی ہے اور تم کو ایک دوسرے پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ پہلے بولے اور اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم میں ترتیب کا فقدان نظر آئے جس سے کسریٰ کو تمھارے آداب پر طعن کرنے کا موقع مل سکے۔ اس کے بعد نعمان نے اپنے خزانوں سے نایاب اور شاہی خلعتیں منگوائیں اور ان میں سے ہر ایک کو خلعت

عطا کی ہر ایک کو عمامہ پہنایا اور یاقوت کی انگوٹھیاں پہنائیں نیز ہر ایک کو ایک مہری اونٹنی اور اصیل گھوڑے عطا کیے اور ساتھ ہی ایک خط بادشاہ نعمان کی طرف لکھا اور عربوں کے اس وفد کے حوالے کر دیا چنانچہ یہ لوگ ایران کی طرف روانہ ہوگئے اور بہت دن کے صحرائی سفر کے بعد کسریٰ کے محلوں میں جا اترے انھوں نے شاہ ایران سے اپنا تعارف کرایا اور اس کی مدح کی جیسا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ دوسروں کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے تھے اس کے بعد انھوں نے حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کا خط بادشاہ کے حوالے کیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا۔

''بعد آداب واضح ہو کہ بادشاہ نے عربوں کے متعلق چند باتوں کا ذکر کیا تھا جن کا انھیں علم تھا اور میں نے ان کے جواب میں وہ باتیں کہی تھیں جن سے آپ سمجھ گئے تھے کہ میری یہ خواہش ہے کہ آپ کو ان امور کا علم ہو جائے اور آپ کے دل میں یہ بات کھٹکتی نہ رہے کہ وہ قوم جس نے اپنی ریاست کو آپ سے بچائے رکھا ہو اور اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر آس پاس کے لوگوں کی حفاظت بھی کی ہو اس میں وہ جوہر ضرور موجود ہوں گے جس کے باعث دانشمند قوی، صاحبِ تدبیر اور اہلِ حکمت لوگ عزت حاصل کرتے ہیں۔ اے بادشاہ میں نے عربوں کی ایک جماعت کو بطور وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے ان لوگوں کو حسب ونسب اور عقل و آداب میں فضیلت حاصل ہے ۔بادشاہ کو چاہیے کہ ان کی بات کو غور سے سنے اور اگر ان کی گفتار میں کوئی درشت لہجہ پایا جائے تو اس سے چشم پوشی کی جائے اور ان کی عزت کرنا گویا میری عزت کرنا ہے میں نے ان کے حسب نسب اور قبائل کی تفصیل نیچے درج کر دی ہے اور جب یہ لوگ اپنی بات کہہ لیں تو ان کو واپس روانہ کر دیا جائے''

بادشاہ نے نعمان کا خط پڑھا اور حکم جاری کیا کہ مہمانوں کو عزت کے ساتھ ٹھہرایا جائے تا آنکہ وہ ان کے لیے ایک خاص مجلس منعقد کرے اور ان کی بات سنے۔ چند دن بعد اس نے اپنے رؤسا اور اعیانِ سلطنت کو حاضر ہونے کا حکم دیا چنانچہ وہ لوگ آئے اور کسریٰ کے دربار میں اس کے دائیں بائیں اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہوگئے اس کے بعد عرب کے اس وفد کو اسی ترتیب کے ساتھ طلب کیا گیا جو نعمان

نے اپنے خط میں تحریر کی تھی پھر ترجمان کو بادشاہ نے اپنے قریب کھڑا کیا اور اس سے کہا عربوں کی بات اس تک پہنچائی جائے ازاں بعد اس نے عربوں کو گفتگو کرنے کی اجازت دی۔

سب سے پہلے اکثم بن صیفی اٹھا اور کہا!

افضل ترین چیزیں وہ ہیں جو سب سے اعلیٰ ہوں اور بادشاہ سب لوگوں سے اعلیٰ ہیں افضل ترین بادشاہ وہ ہیں جن کا نفع سب سے زیادہ اور عام ہو۔بہترین زمانہ وہ زمانہ ہے جو سب سے زیادہ سر سبز وشاداب ہو اور بہترین خطیب وہ ہے جو سب سے زیادہ سچ کہے۔صدق نجات کا سبب ہے اور کذب ہلاکت کا۔ضد کرنا جنگ کی جڑ ہے اور دانش ایک تندمزاج سواری ہے۔جبکہ عاجزی آسان سواری ہے۔نفسانی خواہش رائے کے لیے آفت ہے اور کمزوری محتاجی کی چابی ہے۔صبر تمام باتوں سے اچھا ہے۔حسن ظن ایک بھنور ہے اور بدظنی بچاؤ۔رعیت کی خرابی کی اصلاح کرنا حاکم کی خرابی کی اصلاح سے بہتر ہے۔جس بادشاہ کے مصاحب بدنیت ہو جائیں اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جسے پانی سے اچھوں آئے۔بدترین ملک وہ ملک ہے جہاں کوئی حاکم نہ ہو۔بدترین بادشاہ وہ بادشاہ ہے جس سے بے گناہ لوگ ڈرتے ہوں۔آسمان عاجز آجاتا ہے مگر حیلہ عاجز نہیں آتا۔بہترین اولاد وہ ہے جو والدین کی فرمانبردار ہو اور بہترین مصاحب وہ ہیں جو خیرخواہی کے معاملے میں ریاکار نہ ہوں۔مدد کے لیے سب سے زیادہ حقدار وہ فوج ہے جس کا باطن اچھا ہو تمھارے لیے اسی قدر زادِ راہ کافی ہے جو تمھیں تمھاری منزل تک پہنچادے۔بدی کے متعلق تمھارا باتیں سن لینا ہی کافی ہے۔خاموشی حکمت ہے مگر کم ہی لوگ اس پہ عمل پیرا ہوتے ہیں۔اختصار کا نام بلاغت ہے۔جس نے سختی کی اس نے لوگوں کو متنفر کر دیا اور جس نے نرمی کی اس نے الفت پیدا کر لی۔

کسریٰ کو اکثم کی باتوں پہ تعجب ہوا اور اس نے کہا:

اکثم: بہت خوب۔

تم کس قدر دانا ہو: اگر تم نے یہ باتیں بے محل نہ کہی ہوتیں تو تمھاری گفتار کس قدر ٹھوس ہوتی۔

اکثم نے جواب دیا:

تمھارے بارے میں حق گوئی آگاہی بخش سکتی ہے نہ کہ دھمکی۔

اس پہ کسریٰ نے مسکرا کے کہا:

اگر عربوں میں صرف تمہیں ایک ہوتے تو ان کے لیے کافی تھے"۔

اس کے بعد حاجب بن زرارہ التیمی اٹھا اور بیان کیا:

خدا تمہیں کامیاب کرے۔ تمھارا ہاتھ اونچا رہے اور لوگوں میں تمھارا دبدبہ قائم رہے۔ بے شک عربوں کی قوم ایک ایسی قوم ہے جن کے جگر سخت ہیں اور طاقت مضبوط۔ جو اپنے دودھ کی حفاظت کرتے ہیں جب تک تم ان کے ساتھ الفت کروگے یہ بھی تم سے محبت کرتے رہیں گے۔ جب تک تم ان کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آتے رہوگے یہ بھی مہربانی سے پیش آتے رہیں گے۔ جب تک تم ان سے درگزر کرتے رہوگے یہ تمھاری اطاعت کا دم بھرتے رہیں گے۔ یہ لوگ کڑوے پن میں حنظل کی طرح، بدمزہ ہونے میں صاب [30*] کی طرح، شرینی کے اعتبار سے شہد کی طرح اور نرمی کے اعتبار سے ماء زُلال کی طرح ہیں۔ اور ہم انھی عربوں کے نمائندے اور ترجمان بن کر تمھارے پاس آئے ہیں۔ ہمارے یہاں عہد و پیمان کی حفاظت کی جاتی ہے، خاندانی شرافت کی پاسبانی کی جاتی ہے۔ ہمارے قبائل ہماری بات سنتے ہیں اور ہماری اطاعت کرتے ہیں اس لیے اگر ہم تمھاری تعریف کرتے ہوئے واپس جائیں گے تو عامۃ العرب تمھاری تعریف کریں گے اور اگر ہم نے تمھاری مذمت کردی تو پھر تمام عرب میں صرف ہمیں تمھاری مذمت کرنے والے نہ ہوں گے بلکہ تمام عرب تمھاری مذمت کرے گا۔

اس کے بعد حارث بن عباد بکری اٹھا اور اس نے کہا کہ"۔

اے بادشاہ: خدا تمھاری سلطنت ہمیشہ قائم رکھے اور وہ فراواں خوش بختی کے عروج اور عظمت و بلندی کی تابانی سے ہم کنار ہو۔ جس کی رسی لمبی ہوگی وہی کثرت سے پانی نکالے گا اور جس کا مال جاتا رہے اس کی سخاوت بھی کم ہو جاتی ہے۔ کسی انسان کی عقل کی پہچان اس امر سے ہوتی ہے کہ وہ سنی ہوئی باتوں کو کس طرح بیان کرتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں جو کچھ بھی کہا جائے قافلے اسے تیز رفتاری کے ساتھ لے اڑیں گے۔ اس طرح عرب و عجم ہمارے حال کی حقیقت کو پہچان جائیں گے ہم تمھارے قریب

کے پڑوسی ہیں اور تمھارے مددگار سپاہی ہیں ہمارے یہاں گھوڑوں کی بہتات ہے۔ ہماری فوجیں عظیم الشان ہیں اگر تم ہم سے مدد طلب کرو گے تو ہم بیٹھ رہنے والے نہیں ہیں اور اگر تم ہمیں للکارو گے تو ہم حملہ کرنے کے معاملے میں سست پڑنے والے نہیں ہیں ہم نہ تو کسی خوف کے مارے منہ موڑنے والے ہیں اور نہ ہی ہم زمانے کی خاطر اپنی حالت کو بدلنے والے ہیں ہمارے نیزے لمبے ہیں اور عمریں کوتاہ۔

کسریٰ نے حارث بن عباد کی ان باتوں کے جواب میں کہا"۔

تمھارے نفس تو بڑی آن والے ہیں مگر قوم کمزور ہے"۔

حارث نے جواب دیا اے بادشاہ"۔

کمزور آدمی کی عزت کیسے ممکن ہے یا چھوٹے آدمی میں قوت کیونکر پائی جاسکتی ہے۔

کسریٰ نے کہا:

اگر تمھاری عمر کوتاہ ہوتی تو تمھارا نفس تمھاری زبان پر غالب نہ آتا"۔

حارث بن عباد نے بادشاہ کی اس بات کے جواب میں کہا کہ اے بادشاہ"۔

جب کوئی سوار کسی فوج پہ حملہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو موت کے سامنے پیش کر دیتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے اور زندگی سے منہ موڑ رہا ہے۔ عربوں کو معلوم ہے کہ اگر میں آگے بڑھ کے جنگ کو بڑھکاتا ہوں تو اسے روک بھی لیتا ہوں۔ درآنحالیکہ یہ لوگوں کی جانوں پہ متصرف ہوتی ہے یہاں تک کہ جب اس کی آگ جوش مارنے لگتی ہے اور اس کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور یہ شدید ہو جاتی ہے تو میں اپنے نیزے سے اس کے بادلوں کو کھینچ کر لانے والا بن جاتا ہوں۔ اپنی تلوار کو اس کی بجلی اور اپنی چنگھاڑ کو اس کی گرج بنا دیتا ہوں۔ میں اس کے کم گہرے پانی میں گھسنے سے کوتاہی نہیں کرتا حتیٰ کہ اس کی موجوں کی گہرائی میں داخل ہو جاتا ہوں اور اپنے سواروں کے لیے کشتی بن جاتا ہوں تاکہ میں انھیں لے کر ان کے سپہ سالار کے پاس وسط میں پہنچ جاؤں۔ پھر میں ان سے خون کی بارش کا مطالبہ کرتا ہوں اور اپنے دشمن کو بوڑھی گدھوں کی خوراک بنا دیتا ہوں۔

کسریٰ نے حارث کی اس بات کے جواب میں وہاں پہ موجود عرب سرداروں سے استفسار کیا کہ تمھارا یہ سردار ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے؟

تو عرب سرداروں نے بادشاہ کسریٰ کو جواب دیا کہ:

بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ"۔

تب کسریٰ نے کہا:

میں نے آج کی طرح کا کوئی وفد نہیں دیکھا جس کے افراد ایک دوسرے کی مدد کے لیے ان سے زیادہ متحد ہوں اور نہ ہی ایسے گواہ دیکھے ہیں جو ان سے بہتر اپنی قوم کی نمائندگی کر سکیں"۔

عربوں کے وفد سے عمرو بن الشرید اٹھا اور اپنی بات بیان کی"۔

اے بادشاہ: خدا تمہیں ہمیشہ اطمینانِ خاطر دیئے رکھے۔ سدا خوش حال اور مسرور رہو۔ اور یہ کہ کلام کے انجام پر پہلے غور کر لیا جاتا ہے جو امور ایک جیسے ہوں وہ لائق اعتبار ہیں کثرت میں بوجھ اور کم میں کفایت ہے۔ بادشاہوں میں اپنی طاقت کے زعم پہ تیزی ہوتی ہے یہ وہ مقام ہے جس کا بعد کے آنے والے امور سے تعلق ہے لہٰذا جس نے یہاں شرف حاصل کر لیا وہ شریف ہو گیا اور جو یہاں گمنام رہا وہ گمنام ہو گیا۔ ہم نہ تو اس لیے یہاں آئے ہیں کہ تم ہم پر ظلم کرو اور نہ اس لیے کہ تمھاری ناراضگی حاصل کریں اور نہ ہی ہم نے تم سے کوئی عطیہ طلب کیا ہے کہ یہ ہماری عادت ہی نہیں۔ ہمارے مال ہمارے لیے کمائی کا ذریعہ ہیں اور ہمیں اپنی طاقت پہ اعتماد ہے اس لیے کہ اگر ہم آگ جلاتے ہیں تو اسے خوب روشن کرتے ہیں اگر ہمیں زمانہ مہلت دے تو ہم اعتدال پہ رہتے ہیں مگر اس کے باوجود ہم تمھارے عہد کی نگہداشت کریں گے اور جو تم سے جنگ کا ارادہ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے اور یہ اس لیے ہے کہ جب ہم یہاں سے روانہ ہوں تو ہماری تعریف کی جائے اور ہم کو ہماری پشت پہ اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے۔

عمرو بن الشرید کا بیان ختم ہونے پر کسریٰ نے کہا کہ"۔

تمھاری گفتگو کا اعتدال تمھارے حد سے بڑھ جانے کا پتا نہیں دیتا اور نہ ہی تمھاری مدح تمھاری مذمت کا علم ہونے دیتی ہے۔

عمرو بن الشرید نے جواب دیا کہ:

میرے ادنیٰ درجے کا اعتدال صحیح راہ دکھانے والا ہے اور میری ادنیٰ درجے کی زیادتی حقیقت حال کا پتا دیتی ہے۔ جس شخص کا نفس اس بات سے بیگانہ اور کنارہ کش ہے جس کو وہ جانتا ہے اگر وہ اتنے اعتدال کو پسند کرے جس سے وہ اپنے مقصد کو پہنچ جائے تو اسے قابل ملامت نہیں جانا جاتا''۔

اس کے بعد خالد بن جعفر الکلابی اٹھا اور کہا''۔

خدا بادشاہ کو سعادت مندی سے ہمکنار کرے اور راہ راست کی ہدایت دے ہر گفتار کا موقع محل ہوتا ہے ہر جواب میں تکلیف پائی جاتی ہے۔ بولتے بولتے رک جانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان خاموش ہی رہے۔ گفتار کی لغزش دشوار گذار راستے کی لغزش سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے ہمارے نزدیک گفتار کا موقع یہی ہے کہ جو ہم چاہیں کہہ دیں اور ان باتوں کے کہنے کا غم جنھیں ہم نہیں کہہ سکتے ایسا ہے کہ گلے سے اترتا ہی نہیں۔ میرا ان باتوں سے رک جانا جو میں اپنی ذات کے متعلق جانتا ہوں اور جو لوگ مجھ سن چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مجھ میں ان کے کہنے کی طاقت ہے مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں تکلفاً وہ بات کہوں جس کا مجھے ڈر ہے اور جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بادشاہ نعمان نے ہمیں تمھارے پاس بھیجا ہے اور وہ تمھارے بہترین مددگاروں میں سے ہے وہ بڑا اعلیٰ احسان شناس اور امتنان گذار شخص ہے ہمارے نفوس تمھاری تابعداری کا اقرار کرتے ہیں اور ہماری گردنیں تمھاری خیر خواہی کے لیے خم ہیں اور ہمارے ہاتھ تمھارے حق میں وفا کے ضامن ہیں۔

کسریٰ نے کہا''۔

تم نے جو بھی گفتگو کی ہے عقلمندی سے کی ہے تم اپنی فضیلت کی وجہ سے بلند ہوئے ہو اور تم نے اپنی شرافت کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔

اس کے بعد علقمہ بن علاثہ العامری اٹھا اور کہا''۔

ہدایت کے راستے تمھاری نگاہوں پہ عیاں ہو چکے ہیں بندگانِ خدا کی گردنیں تمھارے سامنے جھکی ہیں۔ چنانچہ ہر بات کو کہنے کا الگ طریقہ ہے۔ رائے کے لیے دخل انداز ہونے کی گنجائش اور

دشواریوں سے نکل جانے کی راہ موجود ہوتی ہے۔ بہترین قول وہ ہے جو سب سے زیادہ سچا ہو اور بہترین جستجو وہ ہے جو پوری ہو۔ اگرچہ محبت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے اور تمھارے پاس آنے سے ہم تم سے اور زیادہ قریب ہو گئے ہیں مگر ہم میں سے جو لوگ اس وقت تمھارے پاس حاضر ہیں وہ ان لوگوں سے افضل نہیں جو تم سے دور ہیں بلکہ تم اگر ان میں سے ہر شخص کا قیاس کو لو اور ان کے متعلق تمھیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کا ہمیں علم ہے تو تم ان کے قریب ترین آباء واجداد میں اس کے ہم سر اور ہم مرتبہ لوگوں کو ہی پاؤ گے۔ ان میں سے ہر شخص فضیلت کا حامل ہے اور شرف وسرداری سے متصف ہے اور فضیلت والی رائے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر جانے والے ادب کے باعث مشہور ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی چراگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے ندیموں کو یوں پلاتا ہے کہ وہ سیر ہو جائیں وہ اپنے دشمنوں کو مار بھگاتا ہے نہ تو اس کی آگ بجھتی ہے اور نہ اس کا پڑوسی اس سے احتراز کرتا ہے۔ اے بادشاہ جو شخص عربوں کو آزمائے گا وہ ان کی فضیلت کو پہچان لے گا۔ لہٰذا تمھیں عربوں سے نیک برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ عزت کے اعتبار سے مضبوط گڑے ہوئے پہاڑوں کی طرح ہیں اور زخار سمندروں کی طرح موجزن ہیں۔ یہ لوگ شرف میں چمکدار ستارے ہیں اور تعداد میں اتنے ہیں جتنے کہ سنگریزے۔ لہٰذا اگر تم ان کی فضیلت کو پہچان لو گے تو وہ تمھیں تقویت دیں گے اور اگر ان کو مدد کے لیے پکارو گے تو وہ تمھارا ہاتھ نہ چھوڑیں گے۔

کسریٰ نے اس سے کہا:

تو نے اپنی بات پہنچادی اور بڑی اچھی طرح پہنچادی۔

اب عربوں کے وفد سے قیس بن مسعود شیبانی اٹھا اور اپنی بات کہی:

اے بادشاہ: خدا تمھارے مقاصد کو عمدہ بنائے اور تمھیں مصائب سے دور رکھے تمھیں بری مصیبتوں سے بچائے۔ جب ہم تمھاری خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں تو ہم اس بات پہ بہت زیادہ قادر ہیں کہ ہم تمھیں کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے تمھارے سینے میں غصہ پیدا ہو اور جو تمھارے دل میں ہمارے خلاف کینے کا بیج بوئے۔ اے بادشاہ: ہم تمھارے پاس تم سے بزرگی میں مقابلہ کرنے نہیں آئے اور نہ ہم نے اپنا نسب نامہ اس لیے بیان کیا ہے کہ تم سے دشمنی مول لیں بلکہ یہ صرف اس لیے

ہے کہ تمہیں اور تمھاری رعایا کو نیز ان قوموں کو جن کے وفد تمہارے ہاں آتے رہتے ہیں معلوم ہو جائے کہ ہم نہ گفتار میں پیچھے ہٹنے والے ہیں اور نہ جنگ میں کوتاہی کرنے والے ہیں اگر کوئی دوڑ میں ہم سے مقابلہ کرے گا تو بھی ہم ہی اس پہ غالب رہیں گے اور عربوں کی شان یہ ہے کہ وہ ہر میدان میں اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھتے ہیں۔اور بد سے بدتر حالات کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اس لیے ان کے ہاں ناامیدی اور مایوسی کو کوئی مقام حاصل نہیں۔

اس پہ کسریٰ نے کہا:

مگر جب تم عہد کرتے ہو تو اس کو پورا نہیں کرتے اور اس کا اشارہ اس واقعے کی طرف تھا جس میں سواد کے علاقے میں اس کے ساتھ کیے گئے معائدے کو پورا نہیں کیا گیا تھا"۔

قیس نے بادشاہ کو جواب دیا کہ۔

اے بادشاہ: اس معاملے میں میری مثال اس وفادار شخص کی سی ہے جس سے بے وفائی کی گئی ہو یا اس پناہ دینے والے کی ہے جس کی ذمہ داری کی بے توقیری کی گئی ہو۔

کسریٰ نے کہا:

نہ کمزور آدمی کی کوئی ضمانت ہوتی ہے نہ ہی ذلیل کی پناہ کو کوئی اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ یہی دنیا کا طریق ہے۔

قیس نے جواب دیا اے بادشاہ:

میرا جو عہد توڑا گیا ہے اس میں مجھ پر جس قدر عار لازم آتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان لوگوں کی وجہ سے جو تمھاری رعایا میں سے قتل کیے گئے تم پہ عار آتی ہے۔

کسریٰ نے اس بات کا اعتراف کیا اور کہا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص خائن لوگوں کو امین سمجھے اور بدکار لوگوں سے مدد طلب کرے اسے وہی سزا ملے گی جو اس غلطی سے مجھے ملی ہے سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔

پھر کسریٰ نے قیس سے حاجب بن زرارہ کے متعلق پوچھا:

تم نے اس کو کیسا پایا ہے؟

تو قیس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ:

وہ اپنی قوتوں کو اس لیے مضبوط کرتا ہے تا کہ ثابت قدم رہے اور عہد اس لیے کرتا ہے کہ اسے پورا کرے۔اور یہ کہ وہ اس بات کا بہت زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تعریف کی جائے حالانکہ کبھی میں سمجھتا تھا کہ یہ سب میرا ہی حصہ ہے:

تب کسریٰ مسکرایا اور کہا''۔

تم سب کے سب کامل لوگ ہو اور تمہارا افضل ترین شخص وہ ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہے۔

اس کے بعد عامر بن الطفیل عامری اور اٹھا اور اپنی بات پیش کی''۔

اس نے کہا کہ بات کہنے کے کئی طریقے ہیں اور مشتبہ طور پہ بات کہنا سخت تاریکی سے بھی زیادہ تاریک ہے۔فخر نیک کاموں پر کیا جاتا ہے اور عزت جرأت میں پائی جاتی ہے۔قدرت کی اطاعت کرنا سرداری ہے اور تمہیں ہماری قوت کا خوب علم ہے اور تمھاری فضیلت کو ہم خوب جانتے ہیں ۔چنانچہ ہم اس بات کے خوب اہل ہیں کہ اگر زمانہ ہمیں غلبہ دے اور ہماری عقلیں بحال رہیں تو ہم سے ایسے ایسے امور ظہور میں آئیں جن کی علامات واضح اور ظاہر ہوں۔

کسریٰ نے عامری سے پوچھا؟

تمھارا اشارہ کن علامات کی طرف ہے''۔

عامر نے جواب دیا''۔

قبائل ربیعہ اور مضر کا ایک ایسے امر پہ اتفاق کرنا جس کا لوگوں میں چرچا ہونے لگے۔

کسریٰ نے پوچھا؟

وہ کون سی بات ہے جس کا چرچا ہونے لگے گا؟

عامر نے جواب دیا؛

جتنا بتانے والے نے بتادیا ہے مجھے اس سے زیادہ کا کوئی علم نہیں:

کسریٰ بولا:

اے ابن الطفیل تو کاہن کب سے بن بیٹھا ہے؟

عامر نے جواب دیا؛

میں تو کاہن نہیں ہوں میں تو محض ایک نیزہ زن ہوں۔

کسریٰ نے پھر کہا:

اگر کوئی شخص تمھاری کانی آنکھ کی طرف سے آئے تو تم کیا کرو گے؟

عامر نے جواب دیا کہ؛

میری ہیبت اور دبدبہ جو سامنے سے ہے وہ اس ہیبت اور دبدبے سے کم نہیں جو پیچھے سے ہے اور میری آنکھ کھیل کود میں ضائع نہیں ہوئی بلکہ کھیل کود سے اثر پذیری کی وجہ سے ضائع ہوئی ہے:

اس کے بعد عمرو بن معدیکرب الزبیدی اٹھا اور کہا کہ؛

انسان کی ہستی اس کی دو چھوٹی چیزوں کے باعث ہے جو کہ دل اور زبان ہیں گفتار کا پیغام یہی ہے کہ جو بات کہی جائے درست کہی جائے۔گھاس کی تلاش کر لینے کا دارومدار اس کی تلاش کے عمل پہ ہے وہ رائے جو از خود اور آسانی سے حاصل ہو جبراً غور و فکر سے بہتر ہے۔تجربے کی غرض سے توقف کرنا حیرت کی کجروی سے بہتر ہے۔اپنے الفاظ کے ذریعے ہماری اطاعت کو اپنی طرف کھینچو اور اپنے حلم سے ہماری جلد بازیوں کو پی جاؤ۔ہمارے لیے اپنے پہلوؤں کو نرم رکھو تا کہ تمھارے لیے ہمیں مطیع بنانا آسان ہو جائے کیونکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جن کے پتھر میں ان کی منقاریں نقطے نہ ڈال سکیں جو ہمیں چبا جانا چاہتے تھے۔ہم نے اپنی چراگاہوں کو ہر اس شخص سے بچائے رکھا ہے جو بھی ہم پہ ظلم کا خواہاں ہوا ہے۔

اس کے بعد حارث بن ظالم المری اٹھا اور اس نے اپنی بات پیش کی"۔

اس نے کہا: جھوٹ گفتار کے لیے آفت ہے چاپلوسی ذلیل اخلاق میں سے ہے۔رائے میں غلطی ہو جانے کی وجہ سے صاحبِ سطوت بادشاہ کی خِفت ہوتی ہے اور ہم تمھیں بتا دیں کہ ہم الفت کی وجہ سے تمھارے حضور آئے ہیں اور ہمارا تمھارے پاس بھیجا جانا خلوص نیت پہ مبنی ہے اس لیے کہ ہم عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں کسریٰ نے دریافت کیا؟ تُو کون ہے؟

الحارث بن ظالم : حارث نے جواب دیا:

کسریٰ بولا:

تمھارے آباء کے ناموں میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ تم لوگ بے وفائی اور گناہ سے بہت زیادہ قریب ہو"۔

اس پہ حارث نے کہا:

حق بات غصہ دلاتی ہے" سرداری تغافل کا نام ہے اور کوئی شخص اس وقت تک حلم کا اہل نہیں جب تک کہ اس میں بدلہ لینے اور سزا دینے کی قدرت نہ پائی جاتی ہو۔ لہٰذا اے بادشاہ: تمھارے عمل اور اس مجلس کی گفتگو میں مطابقت پائی جانی چاہیئے۔

کسریٰ نے کہا: یہ اپنی قوم کا ایک بہادر شخص ہے:

حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کی طرف سے بھیجے جانے والے عرب دانشوروں کے اس وفد کی بات پوری ہوئی تو شاہ ایران کسریٰ نے مجلس کو برخاست کرنے سے پہلے اختتامی خطبہ دیا اس نے کہا کہ"۔

"جو کچھ تمھارے خطیبوں نے کہا اور جو طرح طرح کی باتیں تمھارے مقررین نے کیں ہیں میں انھیں سمجھ گیا ہوں اگر مجھے یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ ادب نے تمھاری کجی کو سیدھا نہیں کیا اور نہ اس نے تمھارے معاملات کو مضبوط کیا ہے نیز اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ تمھارا کوئی بادشاہ ہی نہیں جو تم سب کو اکٹھا کرتا پھر تم اس کے سامنے اس طرح کی بات کرتے جس طرح ایک عاجزی کرنے والی اور اطاعت گذار رعایا کرتی ہے تو میں تمھیں بہت سی ایسی باتیں کہنے کی اجازت نہ دیتا جو تم کہہ گئے ہو۔ اب تو جو تمھاری زبانوں پہ آیا تم نے کہہ ڈالا اور جو تمھاری طبیعت پر غالب آیا تم نے اگل دیا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے پاس آنے والے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤں یا ان کے دلوں میں اپنے لیے کینہ پیدا کروں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس امر پہ تمھارے امور کا دارومدار ہے اس کی اصلاح کر دوں تمھارے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کروں جو معاملہ میرے اور تمھارے درمیان ہے میں اس کا عذر اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں تم نے جو درست باتیں کہی ہیں میں انھیں قبول کرتا ہوں اور ان باتوں میں جو غلطی اور نادرستی تھی اس سے درگزر کرتا ہوں۔ اب تم اپنے بادشاہ کے پاس چلے جاؤ اور اسے بطریق احسن تقویت دو اس کی اطاعت کا دم بھرتے رہو اپنے یہاں کے بے وقوفوں کو روکو اور ان کی کجی کو سیدھا کرو انھیں اچھے آداب

سکھاؤ اس لیے کہ عام لوگوں کی بہبودی اسی امر میں مضمر ہے۔

اس کے بعد کسریٰ نے عربوں کے اس وفد کی تکریم کی اور انھیں شاندار عطیات سے نوازا جن کو لے کر وہ اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

✠ ✠ ✠

ایک لاجواب خط

تاریخ کے ایوانوں سے اہل عرب کی قادر الکلامی کا ایک اور نادر نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، یہ منظر ہے مشہور عباسی خلیفہ ہارون رشید کے بیٹے مامون الرشید کے دربار کا جہاں عربوں کی فصیح البیانی پہ کلام جاری تھا کہ ایک شخص اٹھا۔ اُس نے اپنا رخ خلیفہ مامون الرشید کی طرف کیا اور کہا؛

اے بادشاہ؛ کیا میں تمھیں عربوں کی فصاحت و بلاغت کے ایک نادر نمونے کی طرف متوجہ نہ کروں جس میں لکھنے والے نے دین و دنیا کی کوئی بات نہ چھوڑی ہو۔ جنگ و امن سے لے کر تدبیر ملک اور سیاست مدن تک، اصلاح احوال سے اصلاح ذات تک، تدبیر سفر سے کر تعمیر قیام تک، اجرائے عمل سے کر جزائے عمل تک، تدبیر حکومت سے لے کر تعمیر حکومت تک، شانِ جہانبانی سے لے اندازِ فقیری تک، حقوق رعایا سے لے کر فرائض حکومت تک، شرف حکمرانی سے لے کر اندازِ جہانگیری تک، اصلاح معاش سے لے کر تعمیر کردار تک، اصلاح اوقات سے لے کر اصلاح اعمال تک، رشتوں کی تشریح سے کر حقوق اغیار تک، صوم وصلوٰۃ سے لے کر اندازِ سحر گیری تک۔ الغرض خیر کی کوئی بات بھی تو نہیں جو اللہ کے اس بندے نے چھوڑی ہو۔

اے بادشاہ؛ میں تیرے سپہ سالار طاہر بن حسین کا کاتب تھا، آپ نے اُس کے بیٹے عبداللہ بن طاہر کو جب دیار ربیعہ کا والی مقرر کیا تو طاہر بن حسین نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھوایا جسے میں نے لکھا اگر آپ اس خط کو پڑھ لیں تو آپ اس شخص کی فصاحت و بلاغت کو جان کر حیران رہ جائیں۔

بادشاہ کے حکم سے اس کے سوار اس خط کو حاصل کرنے کے لیے عازم سفر ہوئے، طاہر بن حسین ان

دنوں خراسان کا والی تھا، وہ اس تک پہنچے اور اُس سے خط کی نقل حاصل کر کے بادشاہ کے ہاں حاضر ہوئے، بادشاہ نے اُس خط کو سنا اور اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکم دیا کہ اس خط کی نقول تیار کی جائیں اور ملک کے ہر صوبے کے حاکم کو ارسال کر دی جائیں اور انھیں حکم دیا جائے کہ اس خط میں درج احکامات ہدایات اور عقل و دانش کی باتوں پر عمل پیرا ہوا جائے۔ طاہر بن حسین کا اپنے بیٹے عبداللہ کے نام یہ خط تاریخ طبری جلد ششم سے بغیر کسی تغیر کے ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔ جس سے عربوں کی فصاحت اور قادر الکلامی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اے میرے بیٹے عبداللہ اللہ تمہیں خیریت سے رکھے بیٹے اس خط کو غور سے پڑھو اور اس پہ عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا۔

''ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات کا دھیان رکھنا کہ تمہاری کسی بات سے وہ ناخوش نہ ہو، اس کی ناراضگی سے ہر دم ڈرتے رہنا، اپنی رعایا کا خیال رکھنا، جب تم کو ذرا اطمینان ہو تو آخرت کو یاد کرنا کہ تم کو آخر وہیں جانا ہے اور وہیں اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔ اطمینان اور امن کی حالت میں ہمیشہ ایسے نیک اعمال کی طرف متوجہ رہنا جن کی وجہ سے قیامت کے روز تم اللہ کے عذاب سے خود کو محفوظ رکھ سکو۔ چونکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے لہٰذا تم اس کے بندوں پر جن کو اللہ نے تمہاری حفاظت میں سونپا ہے عنایت اور عدل کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو۔ لوگوں میں اللہ کے حقوق اور حدود کو جاری کر دو، لوگوں کی حفاظت کرنا، ان کے گھر اور در کا خیال کرنا بلاوجہ لوگوں کا خون نہ بہانا، ان کی راہوں کو ان کے لیے مامون رکھنا ان کی بسر اوقات میں ان کو راحت پہنچانا اور اس کے لیے وہ باتیں اختیار کرنا جو تم پہ فرض کی گئی ہیں کہ اسی لیے تم ان لوگوں پر متعین کئے گئے ہو۔ تم سے ان لوگوں کے متعلق باز پرس ہوگی تاہم اچھے اعمال کا اجر بھی ضرور تم تک پہنچے گا ہر اُس عمل کا جو تم کر گزرے ہو یا آنے والے وقت میں کرو گے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دلچسپی یا مشغلے میں پڑ کر تم اپنے فرائض سے غافل ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ فرض شناسی ہی ہر جگہ تمھاری کامیابی کا محور ہوگی اس لیے لوگوں سے پہلے تم اپنے فرائض کی طرف متوجہ رہنا۔ سب سے پہلے خود عمل کرنا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرنا

،مسنون طریقہ پر پہلے وضو کرنا پھر اللہ اکبر کہہ کر ترتیل سے قرآن پڑھنا۔ رکوع وسجود اور تشہد میں اطمینان سے کام لینا۔ اللہ کے حضور خلوص نیت سے کھڑے ہونا۔ جو لوگ تمہارے قریب ہوں یا تمھارے ساتھ ہوں اُن کو بھی نماز کی تلقین کرنا تاکہ تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کے فرض سے آزاد ہو سکو۔ فرض نماز کے بعد سنن اور نوافل کا اہتمام کرنا۔ جب کوئی معاملہ درپیش ہو جس میں فیصلہ کرنے میں دقت محسوس کرو تو اللہ سے استخارہ کرنا اور اس سے ڈرتے رہنا۔ جس معاملہ اللہ نے جو حکم اپنی کتاب میں دیا ہے اسی پر عمل کرنا اور جس بات سے ممانعت کی گئی ہو اس سے اجتناب کرنا۔ اللہ کے حرام وحلال کا خیال رکھنا پھر اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں اُن پر عمل کرنا۔ انصاف کرنے سے کبھی ملول نہ ہونا چاہیے تمھارا دل پسند کرے یا ناپسند کرے عدل کے بارے میں اپنے تعلقات کی قربت یا بعد کا خیال نہ کرنا۔ فقہا، علمائے دین اور اللہ کی کتاب میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں کی صحبت اختیار کرنا۔ ان لوگوں کی بات غور سے سننا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا کیونکہ انسان کی حقیقی زینت یہی ہے کہ اُسے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کو ہمیشہ نگاہ میں رکھنا۔ دوسروں کو بھی اسی امر کی ترغیب دینا کہ شاید اس سے تمہیں یا کسی اور کو اللہ کا قرب اور حقیقی عرفان عطا کر دیا جائے۔ یاد رکھو کہ جسے اللہ کے دین کی معرفت حاصل ہو گئی اُس سے صرف بھلائی سرزد ہو گی۔ جسے خود دین کی سمجھ حاصل ہو گی وہی دوسروں کو دین کی طرف راغب کر سکے گا وہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر سکے گا، وہی لوگوں کو دنیا کے مہالک سے بچا سکے گا اور وہی لوگوں میں دین کی معرفت بانٹنے کا اصلی حقدار ہے۔ جسے اللہ اپنی معرفت عطا فرمائے گا اللہ آخرت میں بھی اُس کی منزلت بڑھائے گا اور بلند مراتب پر فائز کرے گا۔ خود دنیا میں بھی ایسے شخص کو یہ فضیلت حاصل ہو گی کہ اسی کے احکام کی توقیر ہو گی، اس کی حکومت کا دبدبہ ہو گا۔ لوگ اس سے مانوس رہیں گے اور اس کے عدل پر پورا اعتماد کریں گے۔ اپنے تمام کاموں میں اقتصاد کو اختیار کرنا کیونکہ میانہ روی سے زیادہ کوئی شئے سودمند نہیں ہے اور نہ مامون۔ اس میں تمام فضائل جمع ہیں اور یہ رشد کی طرف رہبری کرتی ہے، رشد توفیق تک پہنچاتی ہے اور توفیق سے سعادت حاصل ہوتی ہے اور ایمان مضبوط

ہوتا ہے۔تمام دنیاوی امور میں وہ طریقے اختیار کرنا جو اقتصاد کی طرف راہنمائی کرتے ہوں ۔آخرت، اجر صالحہ سنن معروف اور معالم رشد کی طلب میں کبھی کمی نہ کرنا کیونکہ ایسی نیکی کے لیے جس سے محض اللہ کی خوشنودی اور جنت میں اس کے اولیا کی مصاحبت مقصود ہو کوئی شخص جتنی بھی کوشش کرے وہ کم ہے۔جان لو کہ دنیاوی امور میں جس قدر میانہ روی اختیار کرو گے اسی قدر تمھاری عزت بڑھے گی اور معاصی سے بچو گے۔اس سے بہتر اور کوئی طریقہ اپنے نفس کو اور اپنے متعلقین کے نفس کو برائیوں سے بچانے اور اپنے معاملات کو روبہ اصلاح کرنے کا نہیں ہے۔اس لیے تم اقتصاد کو اختیار کرنا تمھارے تمام کام بنتے چلے جائیں گے۔تمھاری مقدرت بڑھ جائے گی اور خاص و عام تمھارے سچے وفادار اور مطیع رہیں گے۔اللہ عزوجل کے متعلق ہمیشہ حسن ظن رکھنا تمھاری رعیت تمھاری فرمانبردار رہے گی۔تمام امور میں اللہ کی جناب میں وسیلہ اختیار کرنا تمھارا اقبال قائم رہے گا۔کسی کی تولیت کے بعد جب تک اس پر کوئی الزام ثابت نہ ہو جائے اسے علیحدہ نہ کرنا کیونکہ ناکردہ گناہوں پر تہمت لگانا یا ان کے متعلق برا گمان قائم کرنا گناہ ہے۔ہمیشہ اپنے دوستوں سے حسن ظن رکھنا اس طرح وہ تمھارے زیادہ خیر خواہ اور مخلص بن جائیں گے۔دشمن خدا شیطان کو کبھی اپنے معاملات میں شریک نہ ہونے دینا کیونکہ اگر تم نے اسے ذرا سا موقعہ بھی دے دیا تو پھر وہ تم پر غالب اور حاوی ہو جائے گا اور تمھارے خیالات میں سوئے ظن پیدا کر کے تم کو ایسا مخزون و مغموم کر دے گا کہ تمھاری زندگی تلخ ہو جائے گی۔حسن ظن میں قوت و رحمت ہے اور اس کے ساتھ تمھارے وہ تمام کام جن کو تم کرنا چاہتے ہو بخیر و خوبی انجام پذیر ہوں گے اور اس طرح لوگ خود تمھاری طرف آئیں گے اور تمھاری حکومت پائیدار ہو جائے گی۔مگر اس حسن ظن کی وجہ سے یہ نہ کرنا کہ تم خود معاملات کو سرانجام نہ دینے لگو اور اپنی رعایا اور عہدیداروں کی حالت سے بے خبر ہو جاؤ اور انھیں کبھی نہ پوچھو۔بلکہ اس کے برخلاف اپنے عہدیداروں کی حالت کی ہر وقت دیکھ بھال اور رعایا کی ضروریات سے واقفیت اور پھر ان ذمہ داریوں کو برداشت کرنا اور باتوں کے علاوہ تمھارا سب سے ضروری اور اہم فرض ہونا چاہیے اسی سے شریعت کا قیام اور سنت کا احیا ہے۔ان تمام باتوں میں اپنی نیت خالص رکھنا اپنے نفس کو اس شخص کی طرح

قابو اور قبضہ میں رکھنا جو اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اُس کو ایک روز اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ تمھارے جو اعمال اچھے ہوں گے اللہ تمہیں اُن کی اچھی جزا دے گا اور جو اعمال برے ہوں گے اللہ تم کو اُن کی سزا دے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ نے دین کو ذریعہ حفاظت و عزت بنایا ہے سو جس نے اس کی اتباع کی اللہ نے اس کی قدر و منزلت کی لہٰذا تم اپنی زندگی میں ہمیشہ دین اور ہدایت کے طریقے پر چلنا۔ اہل جرائم میں اللہ کی حدود کو جاری کرنا اس میں ان کی حیثیتوں کو پیش نظر نہ رکھنا اور حسب استحقاق سزا دینا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی اور تساہل نہ کرنا۔ مستوجب سزا کو سزا دینے میں تاخیر نہ کرنا کہ اس سے تمھاری نیک نامی میں فرق آئے گا۔ اس بارے میں ہمیشہ معروف طریقے اختیار کرنا اور شک و شبہات سے دور رہنا اس سے تمھارا ایمان اور اخلاق پائیدار ہوگا۔ جب عہد کرو اسے پورا کرنا جب کسی سے کسی خیر کا وعدہ کرو تو اسے پورا کرنا۔ حسن خدمت تسلیم کر کے اس کا انعام دینا اور اپنی رعیت میں سے اگر کسی کا عیب تم پر کھل جائے تو اس سے چشم پوشی اختیار کرنا۔ کبھی جھوٹ نہ بولنا اور جھوٹ بولنے والوں کو ہمیشہ برا جاننا، چغل خوروں کو خود سے دور رکھنا کیونکہ جب تم جھوٹوں کو اپنے ہاں درخور کرو گے تو تمھارے تمام موعودہ اور آئندہ معاملات بگڑنا شروع ہو جائیں گے۔ جھوٹ برائیوں کی جڑ ہے اور افترا پردازی اور چغل خوری جھوٹ کی مہریں ہیں جو شخص دوسروں کی برائیاں کرتا ہے اس سے سننے والا بھی نہیں بچتا اور نہ اس کا کوئی کام درست رہ سکتا ہے۔ اہل صدق و صفا سے دوستی رکھنا اور حق کے ساتھ شرافت کی اعانت کرنا، ضعفا کی اعانت کرنا، عزیز و اقربا سے صلح رحمی کرنا اور یہ سب کچھ محض اللہ کے لیے کرنا، اللہ کے احکامات کی اتباع کے لیے کرنا اور اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اللہ تم سے راضی ہو جائے اور تمھاری آخرت سنور جائے۔ بری خواہشوں اور ظلم سے بچتے رہنا اور ان دونوں برائیوں سے اپنی رعایا کے سامنے قطعی برأت ظاہر کرنا۔ حق اور عدل کے ساتھ حکمرانی کرنا اور معرفت کے ساتھ حکومت کرنا جو تم کو ہدایت کے راستے پر لے جائے۔ غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور وقار اور حلم کو اپنے لیے لازم کرنا کبھی خود کو حالت غضب میں بے قابو نہ ہونے دینا کیونکہ جو کچھ تم کرو گے وہ اللہ ہی کے لیے ہوگا تمھارے نفس کا اس میں کوئی دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہ کبھی مت کہنا کہ میں

اس بات پر مسلط ہوں کہ جو چاہوں کرگزروں اس سے تمھاری رائے کا نقص اور خدائے واحد پر ایمان کی کمی ظاہر ہوگی۔ اللہ پر یقین کر کے اس کے ساتھ سچا اندرونی تعلق قائم کرنا اور یہ سمجھ لو کہ ملک خدا کا ہے جیسے چاہتا ہے دیتا ہے جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ حکومت کے وہ اکابر داعیان جو اس سے پہلے زیادہ بہرہ مند ہوتے ہیں جب وہ اللہ کی نعمتوں کی اور اس کے احسان کی ناشکری اور ناقدری کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہی ادبار ونحوست میں گرفتار کر دیئے جاتے ہیں اور اُن کا سارا طرفہ فلاکت ونکبت سے بدل دیا جاتا ہے۔ حرص اور بے اعتدالی سے دور رہنا بجائے مال ومتاع کے نیکی اور تقوی کا ذخیرہ جمع کرنا، معدلت گستری اختیار کرنا۔ رعیت کی خوشحالی، علاقوں کی آبادی اور ان کے معاملات کی نگرانی، مصائب میں ان کی حفاظت اور مظلوم کی اعانت اپنا شیوہ قرار دینا۔ یادرکھو جب روپیہ بہت ہوتا ہے اور وہ خزانوں میں جمع کیا جاتا ہے تو وہ بیکار ہوجاتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ اگر وہی روپیہ رعایا کی اصلاح، اس کے حقوق کی نگہبانی اور اُن کے مصائب کم کرنے کے لیے خرچ کیا جائے تو وہ اور بڑھتا ہے اس سے عوام مطمئن ہوجاتے ہیں اور عہدیداروں کی شان و شوکت بڑھ جاتی ہے اور وہ زمانہ خوش حالی اور فارغ البالی کا عہد بن جاتا ہے۔ اس سے حکومت کی عزت وتوقیر بڑھتی ہے اس لیے بجائے اس کے کہ تم خزانے جمع کرو تم اس روپیہ کو اسلام کی اور مسلمانوں کی خوشحالی اور تقویت میں خرچ کرو اور امیر المومنین کے جو لوگ تمھارے پاس ہوں اس روپیہ سے خاص طور پہ اُن کے حق ادا کرو اور اپنی رعایا کو خزانوں میں سے اُن کا حصہ دو۔ پھر رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرو تا کہ اس طرح اللہ کی نعمت تمھارے لیے مستقل ہوجائے اور تم اور زیادہ اس نعمت کے مستحق بن جاؤ۔ نیز اس طرح تم کو خراج وصول کرنے اور اپنی رعایا اور اپنے علاقے کے مال جمع کرنے میں زیادہ سہولت ہوگی۔ تمھارے عدل واحسان کی وجہ سے تمھاری رعایا اور ماتحت علاقہ بخوشی تمھارا مطیع ومنقاد ہو جائے گا اور پھر تم ان سے جس بات کو چاہو گے وہ اسے بخوشی قبول کریں گے اس معاملے میں جو کچھ میں نے تم کو لکھا ہے اس کی بجا آوری میں سعی بلیغ کرنا اور اس طرح خود اپنی ذاتی شرافت اور عزت کو بڑھانا اس لیے کہ وہی روپیہ باقی رہتا ہے جس کو اس کے صحیح مصرف میں

خرچ کیا جائے۔ جو لوگ شکر گزار ہوں اُن کو اس کا معاوضہ دینا ایسا نہ ہونے پائے کہ دنیا کے مزے تم کو آخرت کے خوف سے بے خطر کر دیں اور تم اپنے فرائض وحقوق کو بے وقعت سمجھنے لگو جو ایسا کرتا ہے وہ پھر قطعی اُن کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ جو کچھ نیک کام کرو وہ صرف اللہ کی راہ میں ہو اور اس کے ثواب کی توقع کرو جب اللہ نے اس دنیا میں تم پر احسان کیا ہے تم اب اگر تم اس کا اظہار وشکر ادا کرو گے تو تم کو اعتماد رکھنا چاہیے کہ اللہ تمھارے ساتھ احسان اور بھلائی کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سپاس گزاروں کے شکر اور نیکوں کو نیکیوں کی مناسبت سے ثواب دیتا ہے۔ کسی جرم کو حقیر مت سمجھنا، کسی حاسد سے میل نہ کرنا، کسی تاجر پہ ترس نہ کھانا، کسی ناشکرے کو صلہ نہ دینا، دشمن سے مداہنت نہ کرنا، چغل خوروں کو سچا مت سمجھنا، کسی غدار کو امان نہ دینا، کسی فاسق کو اپنا دوست نہ بنانا، کسی گمراہ کی اتباع نہ کرنا کسی بدنیت کی تعریف نہ کرنا، کسی انسان کی تحقیر نہ کرنا، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا جھوٹ کو کبھی نہ ماننا، ہنسی کی بات کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، کبھی عہد نہ توڑنا بدکاروں سے نہ ڈرنا، غصے سے کام نہ لینا، اللہ کی زمین پر اترا کے مت چلنا، سفاہت کو اختیار نہ کرنا، طلب آخرت میں بھی کوتاہی نہ کرنا، دافع الوقتی ہرگز نہ کرنا، ظالم کے خوف یا رعب کی بنا پر اس سے کبھی چشم پوشی اختیار نہ کرنا ۔ دنیا کو ثواب اور آخرت کا ذریعہ بنانا۔ ہر معاملے میں فقہا سے مشورہ کرتے رہنا، اپنے نفس کو حلم کا خوگر بنانا ہمیشہ تجربہ کار اور حکماء سے عمدہ باتوں کا اکتساب جاری رکھنا تنگ نظر اور بخیلوں کو اپنا مشیر کبھی نہ بنانا، جھوٹوں کی بات کبھی نہ ماننا کہ اُس کا نقصان اس کے فائدے سے بڑھ کے ہے۔ رعایا کو خود سے برگشتہ کرنے اور فساد کی طرف لانے میں بخل سے زیادہ کوئی چیز کارگر نہیں، یہ بھی سمجھ لو کہ جب تمھاری حرص بہت بڑھی ہوگی تو تم لوگے زیادہ اور دو گے کم اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھاری حکومت چند دن سے زیادہ قائم نہیں رہے گی۔ رعایا اسی وقت تک تم سے محبت کریں گے جب تک تم اُن کے مال سے اپنے ہاتھ روکے رکھو گے اور اُن پر ظلم نہ کرو گے، اسی طرح تمھارے خاص مصاحب اور احباب بھی اس وقت تک تمھارے جانثار رہیں گے جب تک کہ تم ان پر انعام واکرام کرتے رہو گے، اس لیے بخل سے ہمیشہ دور رہنا اور سمجھ لو کہ یہ وہ سب سے پہلا گناہ ہے جو انسان نے اختیار کیا اور گنہگار کو ہمیشہ ذلت ورسوائی اٹھانی

پڑتی ہے۔اس لیے حق کے مطابق جود کی راہ آسان کر دینا اور تمھاری نیت یہ ہو کہ تمھارے جود وسخاوت میں تمام مسلمان برابر کے شریک و سہیم رہیں، یقین جانو کہ سخاوت بندے کے اعمال میں سب سے افضل عمل ہے اس لیے سخاوت کو اپنی شرست اور دین کو اپنا عمل بنالو۔فوج کے دفاتر اور دیوانوں کی ہمیشہ جانچ پڑتال کرتے رہنا اور اُن کو باقاعدہ معاش دیتے رہنا، ہوسکے تو اُن کی معاش میں ان کی تنگ دستی کو دور کرنے کے لیے اضافہ کرتے رہو اس طرح وہ تمھارے سچے اطاعت گزار اور مخلص جانثار بن جائیں گے۔حکمران کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنی فوج اور رعایا سے انصاف کرنے میں انتظام سیاست میں اور عنایت کرنے میں باعث رحمت ہو۔یادرکھو قضا کو اللہ نے وہ اہمیت دی ہے جو کسی اور بات کو نہیں دی اس لیے کہ قضا اللہ کی وہ ترازو ہے جس پر اس عالم کے معاملات تولے جاتے ہیں، فضل خصومات میں ہمیشہ عدل پر عمل پیرا ہونے سے رعایا درست رہتی ہے،راستے مامون رہتے ہیں مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے،لوگوں کے حقوق دلائے جاتے ہیں، زندگی بہتر ہو جاتی ہے ،اطاعت کا پورا حق ادا ہو جاتا ہے۔اس وجہ سے اللہ سلامتی اور عافیت عطا فرماتا ہے دین برقرار ہوتا ہے،سنن جاری ہوتی ہیں اور قوانین چلتے رہتے ہیں اور قضا میں حق وانصاف جو محل اور باموقع ادا کیے جاتے ہیں۔اللہ کے حکم کے نافذ کرنے میں شدت کرنا اور زبان کو فضول گوئی سے بچانا۔حدود کو فوراً جاری کرنا مگر عجلت سے کام نہ لینا کہ بات تحقیق سے پہلے محکم ہو جائے۔دل گرفتگی اور خلق کو پاس نہ آنے دینا،قسم نہ کھانا اور ایسی کوشش کرنا کہ تمھاری دھاک بندھی رہے،تمھارا اقبال پائدار ہو،اپنے تجربے سے نفع اٹھانا،خاموشی میں بیدار رہنا اور گویائی میں اعتدال رکھنا۔اپنے حریف سے بھی انصاف کرنا۔شبہ پر تامل کرنا، پکی حجت قائم کرنا، اپنی رعیت کے بارے میں ذاتی تعلق کا خیال یا کسی معرض کے اعتراض سے کبھی متاثر نہ ہونا ہر معاملہ پر بہت ہی استقلال کے ساتھ اچھی طرح غور وغوض کرنا،اپنے رب کے سامنے نہایت فروتنی اختیار کرنا اور تمام رعایا کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آنا۔حق کو اپنے اوپر مسلط کر لینا،کبھی خونریزی میں عجلت نہ کرنا کیونکہ بے وجہ خونریزی کا ارتکاب اللہ کے ہاں سخت قابل مواخذہ ہے۔اس خراج کا جس پر رعایا کی بہودی قائم ہے اور جسے اللہ نے اسلام کے

لیے باعث شوکت ورفعت، مسلمانوں کے لیے باعث خوشحالی اور طاقت اور اسلام کے دشمنوں کے لیے باعث رنج وتکلیف اور کفار کے لیے معائدہ نادیہ کی وجہ سے باعث ذلت وحقارت بنایا ہے۔بہت زیادہ خیال رکھنا،خراج کو حق وانصاف کے ساتھ علی السویہ سب مستحقین پر تقسیم کرنا کسی شریف کو اس کی شرافت کی بنا پر اور کسی دولت مند کو اس کی دولت کی بنا پر اپنے کسی کاتب یا دوسرے متعلقین خاص کو کبھی خراج معاف نہ کرنا اور نہ کسی سے اس کی استطاعت سے زیادہ وصول کرنا۔ایسا حکم کبھی نہ دینا جو باعث تکلیف ہو،تمام لوگوں کو حق پر چلنے کی ہدایت کرنا اس سے ان میں الفت رہے گی اور سب لوگ تم سے خوش رہیں گے۔یہ سمجھ لو کہ تم اپنی ولایت کی وجہ سے امین محافظ اور راعی بنائے گئے ہو،چونکہ تم اپنے تحت کے علاقے کے باشندوں کے راعی اور نگران ہو اسی بنا پر ان کو تمھاری رعیت کہا جاتا ہے۔لہٰذا حسب استطاعت اور سہولت جو وہ تم کو دیں تم لے لینا اور اسے انھیں کی صلاح وترقی اور ان کی حالت کی درستی اور استقامت میں خرچ کرنا۔اپنی رعایا پر اپنے عمل اقتدار میں ایسے لوگوں کو عامل مقرر کرنا جو ذی رائے صاحب تدبیر وتجربہ ہوں اور سیاست سے علمی وعملی طور پر واقفیت رکھتے ہوں اور پرہیز گار ہوں ان کی معقول تنخوائیں مقرر کرنا کیونکہ یہ بھی تمھارے عہد کے فرائض میں شامل ہیں۔ کبھی ایسا نہ ہونے پائے کہ کوئی اور شغل تم کو اپنے فرائض کی طرف سے بے خبر کردے۔یاد رکھو جب تک تم اپنے فرائض منصبی کو پورے انہماک اور دیانتداری کے ساتھ سرانجام دیتے رہو گے اللہ کی جانب سے تمھارے مدارج میں اضافہ ہوتا رہے گا اور تمھاری نیک نامی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوگی اور رعایا تمھاری مخلص وفرمانبردار رہے گی تمھارے کام بنتے رہیں گے۔لہٰذا اپنے شہر میں خوب خیر وخیرات کرنا اپنے علاقے کو آباد کرنا اپنے ملک کو سرسبز بنانا اس طرح تمھاری آمدنی میں توقیر ہوگی اور تمھاری فوج بھی تمھارے ہر حکم کی بجا آوری کے لیے تیار رہے گی۔جب تم فوج کو اُن کی تنخوائیں باقاعدگی سے ادا کرو گے تو رعایا بھی فوج سے خوش رہے گی اور اس کے خلاف اسے کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی۔تب سب لوگ تمھاری جہانبانی کی تعریف کریں گے اور خود تمھارا دشمن تمھاری اس معدلت گستری اور حق پروری کی داد دینے پر مجبور ہوگا۔تم ہر کام میں عدل،قوی،مستعد اور ذی حیثیت رہو گے لہٰذا اس مرتبہ کے حاصل

کرنے میں خوب ذوق وشوق سے کام لواور خود کسی اور بات کو اس خیال پر ترجیح نہ دینا ان شاء اللہ ایک روز تم سب کے ممدوح بن جاؤ گے۔ اپنے علاقے کے ہر ضلع میں ایک راست باز وقائع نویس مقرر کرنا جو تمھارے تمام عہدیداروں کی تمام خبریں ان کی ذات اور اعمال تک کو لکھتا رہے اور تم اس طرح باخبر رہو گے، گویا تم اس کے ساتھ وہاں اس کی نگرانی کو موجود ہو۔ اگر کسی بات کے لیے حکم دینا چاہو تو سب پہلے اس کے عواقب پر پوری طرح غور وغوض کر لینا۔ اگر اس میں سلامتی اور عافیت نظر آئے اور اس سے سلطنت کا استحکام اور بھلائی اور خیر خواہی متوقع ہو تو اسے کر گزرو ورنہ توقف کرنا اور اس کے متعلق صاحب بصیرت علماء سے مشورہ کر لینا اس کے بعد اس کی تیاری کرنا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے معاملے پر غور کر کے کسی تصفیے پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ وہ تصفیہ اس کی خواہش اور تمنا کے عین مطابق ہوتا ہے اس لیے اس کے صحیح ہونے کا پوری طرح یقین آجاتا ہے اور وہ اپنے خیال سے متاثر ہو کر اسے پسند کر لیتا ہے ایسی صورت میں اگر وہ شخص اس معاملہ کے نتائج پر اچھی طرح غور نہیں کر لیتا تو وہ بات اسے ہلاک کر دیتی ہے اور اس کا سارا کام بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ارادے میں احتیاط کرنا اور پھر اللہ کی قوت کی مدد کے ساتھ اپنے تمام کاموں میں اکثر اپنے رب سے استخارہ کرتے رہنا آج کا کام کل پر چھوڑو گے تو ممکن ہے کہ کل اور بہت سے ایسے کام پیش آجائیں کہ آج کے بقیہ کام کی طرف توجہ ہی نہ ہونے دیں گے یہ سمجھ لو کہ جو دن چلا گیا وہ اپنی ہر شے کو اپنے ساتھ لے گیا۔ لہٰذا جب تم آج کا کام کل پر مؤخر کرو گے تو تم پر دو دن کا کام جمع ہو جائے گا جو تم سے نہ ہو سکے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کچھ بھی نہ کر سکو گے۔ اگر اس کے بجائے تم روز کا کام اسی روز پورا کیا کرو گے تو اس سے تمھارا دل بھی خوش رہے گا اور تمھارے جسم کو بھی راحت ملے گی اور تمھاری حکومت پائیدار ہو جائے گی۔ شرفا اور ذی اخلاق لوگوں کا خاص طور پر خیال رکھنا جب تم دیکھ لو کہ تمھارے ساتھ ان کی نیت اور دوستی پاک وصاف ہے اور وہ مخلصانہ طور پر تمہاری حکومت میں تمھاری مدد کر رہے ہیں تو تم بھی اُن کو اپنا مخلص دوست بنا لینا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا ان پرانے شرفا کے خاندان والوں سے جو اب حاجت مند ہو گئے ہیں ملتے رہنا۔ ان کی ضرورت کو پورا کرنا اور ان کی حالت کی ایسی اصلاح

کرنا کہ پھر کبھی ان کو اپنی پریشان حالی کا خیال تک نہ آئے، تم خود فقرا، مساکین اور کمزور حال لوگوں پر نظر رکھنا جو تمھارے پاس آ کر اپنے کسی مظلمہ کی فریاد بھی نہیں کر سکتے یا اس قدر فرومایہ اور دبے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اُن کا حق کیا ہے۔ تم بالکل راز میں ان کی شکایت پوچھنا اور پھر اپنی رعایا میں جو نیک لوگ ہوں ان کو اس کام پر متعین کرنا کہ وہ ان کمزوروں اور ناواقفوں کی ضروریات اور حالات تم سے کہتے رہیں تا کہ پھر تم ان کے متعلق ایسا انتظام کرو جس سے اللہ ان کی حالت درست کر دے۔ اسی طرح لڑائیوں میں جن لوگوں نے بہادری دکھائی اور مقتول ہوئے ہوں ان کے بچوں اور بیویوں کا خیال رکھنا ان کی خبر گیری کرنا پھر امیر المومنین کی اقتداء میں از راہ مہربانی ان کے لیے صلہ معاش بیت المال سے مقرر کرنا تا کہ وہ اپنی باقی زندگی آرام سے بسر کر سکیں اللہ تم کو اس میں برکت دے۔ اندھوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرنا ان میں جو حفاظ قرآن اور قاری ہوں ان کا وظیفہ دوسروں سے زیادہ مقرر کرنا۔ مسلمان مریضوں کے لیے شفا خانے قائم کرنا ان کی خدمت کے لیے ملازمین مقرر کرنا اور علاج کے لیے طبیب متعین کرنا اور جہاں تک بیت المال کے روپے میں اصراف کی نوبت نہ آئے وہاں تک مریضوں کی خواہشات پوری کرنا۔ مگر اس بات کو پیش نظر رکھنا کہ جب لوگوں کو ان کے حقوق دیئے جاتے ہیں ان کی توقعات پوری کر دی جاتی ہیں تو وہ اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنے والیوں سے جا کر لمبی چوڑی ضروریات بیان کرتے ہیں تا کہ ان کو اور ملے اور ان کے ساتھ مہربانی کی جائے اس کی وجہ سے بسا اوقات جو شخص لوگوں کے معاملات کی تفتیش کرتا ہے وہ اس قسم کی درخواستوں کی کثرت کی وجہ سے تندخو اور سخت دل ہو جاتا ہے اور اس کی قوت فکر اور دماغ پر بوجھ بڑھ جاتا ہے جس سے وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے اُس کا عدل کسی قدر متاثر ہو جاتا ہے چنانچہ خیال رکھنا کہ جو شخص اس لیے عدل کرتا ہے کہ دنیا میں اس کی شہرت ہو اور آخرت میں اجر ملے وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو یہ کام محض اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے اُس پہ اللہ کی رحمت رہتی ہے۔ لوگوں کو کثرت سے اپنے پاس آنے کی اجازت دینا اپنا چہرہ ان کے سامنے رکھنا اور اپنے محافظ سپاہیوں کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو اس کے پاس آنے سے نہ روکیں ان کے ساتھ نہایت مہربانی کے ساتھ پیش آنا

۔ان کے سامنے مسکراتے رہنا ان سے گفتگو کرنا اور سوالات کرنے میں نرمی اختیار کرنا پھر ان پر اپنی سخاوت اور فضل سے عنایت کرنا اور جب تم دینے پر آؤ تو کشادہ دستی اور فراخ دلی اختیار کرنا نہ تکدر ظاہر کرنا نہ احسان جتانا جو عطیہ بغیر تکدر اور احسان رکھنے کے دیا جاتا ہے وہ ایسی تجارت ہے جس میں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔دنیا میں اس وقت جو واقعات ہو رہے ہیں ان سے اور تم سے پہلے گذشتہ زمانے میں فنا شدہ اقوام میں جو سلاطین اور روسا گزر چکے ہیں ان کے واقعات سے عبرت لینی چاہیے اور اپنے تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے اس کی محبت کے لیے لگاتار کوشش کرنی چاہیے، اس کی شریعت اور قوانین پر عمل کرنا چاہیے، اس کے دین اور اس کی کتاب کو قائم کرنا چاہیے اور ہر اس بات سے جو ان کے مخالف ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سے اجتناب کرنا چاہیے تمھارے عمال جو مال جمع کرتے ہوں یا خرچ کرتے ہوں اس سے تم کو باخبر ہونا چاہیے۔خود تم کو چاہیے کہ کبھی حرام مال جمع نہ کرو اور نہ خرچ کرنے میں اصراف کرو۔زیادہ تر علماء کے ساتھ ہم نشیں رہنا۔معاملات میں ان سے مشاورت کرتے رہنا، اپنے خاص اور بے تکلف دوستوں اور مددگاروں میں سب سے زیادہ تم ان کی عزت و توقیر کرنا، جو شخص تم میں کوئی عیب دیکھے اور تم سے متاثر نہ ہو اور پھر تنہائی میں وہ تم کو اس عیب سے آگاہ کرے وہ تمھارا مخلص اور بے لوث دوست ہے اس کی طرف متوجہ رہنا۔تمھارے جو عمال اور کاتب تمھارے پاس ہوں ان کی اچھی طرح نگرانی کرنا۔روزانہ ہر عمال کے لیے ایک وقت مقرر کرنا کہ وہ اپنے کاغذات اور امثلہ لے کر فلاں وقت تمھارے پاس حاضر ہو جائے،تم اُس کے حساب کی جانچ پڑتال کرو پھر اگر اس کو درست پاؤ تو اُس عمال کی رعیت کی ضروریات اُس سے دریافت کرو ازاں بعد اُس کی ضرورت پوری کر دو۔اپنے عمال کی باتوں کو پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ سننا پھر دوبارہ سننا پھر معاملہ کے نتائج اور تمام پہلوؤں پر غور کر کے وہ تجویز اختیار کرنا جو حالات کے بہت ہی موافق ہو اس کے بعد اپنے فیصلے کو نافذ کرنا۔اپنی رعایا ہو یا کوئی اور جس کے ساتھ تم کوئی نیکی کرو تو اس پر اس کا احسان نہ رکھنا، ہر شخص سے صرف یہ چاہنا کہ وہ سچا وفادار اور پکا اطاعت شعار اور امیر المومنین کے کاموں میں مددگار ہو جو لوگ ایسے ہوں صرف انھیں کے ساتھ نیکی

اور بھلائی کرنا۔ میرے اس خط کو اچھی طرح سمجھ لو اور اکثر اس کو دیکھتے رہنا اس پر عمل کرنا، اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اعانت طلب کرنا، یاد رکھو اللہ ہمیشہ نیکی اور نیکوں کا ساتھ دیتا ہے اور تمھاری سب سے بڑی خواہش یہ ہو تم کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہو اور اس کے دین کا نظام قائم رہے مسلمانوں کو عزت اور شوکت حاصل ہو اور ذمیوں اور مومنین میں عدل اور بھلائی رائج ہو۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمھاری مدد کرے تمہیں توفیق دے اور ہدایت عطا کرے، اپنی حفاظت میں رکھے اور تم پر ایسا مکمل فضل اور رحمت نازل فرمائے جو تمھارے لیے عزت و شرافت کا باعث ہو تاکہ اس وجہ سے تم اپنے ہمعصروں میں با اعتبار نصیب یاوری اور اس کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے نیک نامی اور حکومت میں سب سے بہتر ہو جاؤ۔ تمھارا دشمن اور معاند ہلاک ہو، تمھاری رعایا امن وسکون کے ساتھ تمھاری فرمانبردار رہے شیطان اور اس کے وسوسے تم سے کوسوں دور ہوں اور تمھارا بول بالا رہے۔ اللہ اپنی توفیق اور قوت سے تم کو اقبال مند رکھے وہ قریب ہے اور وہی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔

والسلام۔

عرب حلیم تھے

اہل عرب کی شان عظیم ہے اوران کے کارنامے بے پناہ ہیں۔عرب کا سماج اعلیٰ اخلاقی اقدار پہ دلیل تھا اوران کا عمل ان کے اعلیٰ اوصاف کا پتا دیتا تھا اوران کی انھیں خصوصیات میں سے ایک حلم بھی ہے۔جس کا معنی ہے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنے سے انسان ظلم سے دور رہتا ہے۔حلم کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی عقل روشن ہوتی ہے اوراس کے اعمال عقل کی روشنی میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔عقل حلم سے جدا نہیں ہوسکتی اس لیے عقل کی بات جو فعلاً ظاہر ہو حلم کہلائے گی۔چنانچہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے جو حق کی اطاعت نہیں کرتے بطور تعجب فرمایا ہے کہ:

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا..

(القرآن الحکیم)

ترجمہ؛

”کیاان کی عقلیں انھیں ایسا کرنے کا حکم دیتی ہیں“۔

چنانچہ یہی امر حقیقت ٹھہرا کہ جس قدر کسی قوم کی عقل مستحکم ہوگی اسی قدر اس کی تاثیر بھی کامل ہوگی اور عربوں کے متعلق ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ عرب کس قدر زیادہ اور کس قدر کامل عقل کے مالک تھے۔ لہٰذا اس کے اثرات بھی یقینی طور پہ اسی قدر کامل ہوں گے۔ رہی اہل عرب کی خصوصیات کی شہرت تو ان کا تذکرہ تو قیامت تک ہوتا ہی رہے گا اور نبی اکرم ﷺ کی ذات کے صدقے ان کے اوصاف کا بیان ہمیشہ جاری رہے گا اور ان کی شہرت تو ہر اس بات پہ استوار تھی جس سے حلم کی تکمیل ہوتی ہو کیونکہ انسان کا حلم صرف اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ اپنے تمام جوارح پہ قابو رکھ سکے۔ اس کا ہاتھ اس کے قابو میں رہے اور وہ کسی پہ ظلم نہ کرے اس کی زبان اسکے قابو میں رہے اور لوگوں کو اذیت دینے سے باز رہے اور کوئی فحش بات نہ کرے اسی طرح اس کی آنکھ کا معاملہ ہے کہ اس کی آنکھ بھی امانت میں خیانت کی مرتکب ہوسکتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو دیکھنے سے باز رہے جس سے کسی اور کی حق تلفی ہو یا کسی اور کا دل دکھے۔ چنانچہ جو شخص اہل عرب کے اشعار اور ان کے خطیبوں کے بیان کو دقتِ نظر سے دیکھے گا اور ان کی زبان سے واقف ہوگا تو اس پہ وہ تمام امور ظاہر ہوجائیں کہ عرب ہمیشہ ظلم کو حرام قرار دیتے رہے ہیں اور اس سے بچنے کی ترکیبیں کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ آگے حلف الفضول کے سلسلے میں بیان کیا جائے گا۔ عرب فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے باز رہتے اور ان کی زبان ہر اس چیز کو کنایۃً بیان کرتی جس کا تصریحاً بیان

کرنا ان کے نزدیک قبیح تصور کیا جاتا۔ اور وہ اس کوشش میں رہتے کہ ایسا لفظ ان کی زبان پہ نہ آئے جس سے ان کی مروت ابا کرتی ہے۔ چنانچہ نیشاپور کے بہت بڑے عالم ابو منصور عبد الملک الثعالبی المتوفی ۴۳۰ھ نے الگ سے ایک کتاب [31*] ان اشارات اور کنایات کے بارے میں لکھی ہے جو عربوں نے اپنے اشعار اور خطبات میں استعمال کیے ہیں اور اُس نے ان ترکیبوں کو بیان کیا ہے جن کو اہل عرب نے ان الفاظ کے بدلے میں استعمال کیا جن کو بیان کرنے سے ان کی زبانیں پرہیز کرتی تھیں۔ وہ ہمیشہ سے اپنے اشعار میں اپنے حلم پر فخر کرتے چلے آئے ہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ حلم کے اعلیٰ مقام پر فائز نہ ہوتے تو وہ حلم کے دلدادہ نہ ہوتے۔ چنانچہ عہدِ اسلامی کا ایک شاعر خلف بن خلیفہ [32*] عربوں کے مکارم اخلاق اور خوش گوئی کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

عَدَلْتُ اِلَی فَخْرِ الْعَشِیْرَۃِ وَالْھَوٰی
اِلَیْھِمْ وَفِیْ تَعْدَادِ مَجْدِھِمْ شُغْلُ

میں ان لوگوں کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی طرف مائل ہوا جو قبیلے کے لیے باعث فخر ہیں اور میرا دلی رجحان بھی انھی کی طرف ہے اور ان کی بزرگی کے کارناموں کو بار بار شمار کرنا میرے لیے بہت بڑا شغل ہے۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِلَی ھَضْبَۃٍ مِنْ آلِ شَیْبَانَ اَشْرَفَتْ
لَھَا الذِّرْوَۃُ الْعُلْیَاءُ وَالْکَاھِلُ الْعَبْلُ

میں ایک بلند پہاڑ کی طرف مائل ہوا میری مراد آل شیبان سے ہے جن کی عزت کی چوٹی بلند اور جن کی قوت کا کندھا تنومند اور موٹا ہے۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِلَی النَّفَرِ الْبِیْضِ الْاُلَاءِ کَاَنَّھُمْ
صَفَائِحُ یَوْمِ الرَّوْعِ اَخْلَصَھَا الصَّقْلُ

یہ وہ شریف لوگ ہیں جو جنگ کے دن چمکدار تلواروں کی طرح ہوتے ہیں جنھیں صقیل زنگ نے پاک وصاف کر دیا ہو۔“

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِلَی مَعْدِنِ الْعِزِّ الْمُؤَیِّدِ وَالنَّدٰی
ھُنَاکَ ھُنَاکَ الْفَضْلُ وَالْخُلُقُ الْجَزْلُ

اور یہ کہ میں مستحکم عزت اور سخاوت کی کان کی طرف مائل ہوا ہوں اس لیے کہ وہیں فضیلت بھی

ہے اور اعلیٰ اخلاق بھی۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

أحِبُّ بَقَاءَ القَوْمِ لِلنّاسِ اِنَّھُمْ
مَتٰی یَظْعَنُوا مِنْ مِصْرِھِمْ سَاعَۃً یَخْلُوْ

میں لوگوں کے فائدے کی خاطر ان لوگوں کی بقا چاہتا ہوں کیونکہ جب یہ لوگ ایک گھڑی کے لیے بھی اپنے شہر سے کوچ کر جاتے ہیں تو سارا شہر خالی سا لگتا ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

عِذَابٌ عَلَی الاَفْوَاہِ مَالَمْ یَذُقْھُمْ
عَدُوٌّ وبالاَفْوَاہِ اَسْمَاءُ ھُمْ تَحْلُوْ

جب تک دشمن ان کی دشمنی کا مزہ نہیں چکھتا یہ ان کے منہ کے لیے میٹھے ہوتے ہیں اور جب ان سے دشمنی مول لے لی جائے تو یہ کڑوے ہو جاتے ہیں مگر اپنے دشمن کے سوا یہ دوسروں کے لیے ہمیشہ میٹھے ہی ہوتے ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلَیِھِمْ وَقَارُ الحِلْمِ حتّٰی کَاَنَّمَا
وَلِیْدُھُمْ من اَجلِ ھَیْبَتِہ کَھْلُ

ان میں حلم کا وقار جلوہ گر ہے یہاں تک کہ ان کا ایک بچہ بھی اپنی ہیبت اور دبدبے کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ادھیڑ عمر کا انسان ہو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنِ استُجْهِدُوْا لَمْ یَعْزُبِ الحِلْمُ عَنْهُمْ
وَاِنْ اُثْرُوْا اَنْ یَجْهَدُوا عَظُمَ الجَهْلُ

اگر انھیں اکھڑ پنے پہ اکسایا جائے تو یہ جاہل نہیں بنتے بلکہ ان کا حلم ان کے پاس ہی رہتا ہے
مگر جب یہ اکھڑ پنے پہ اتر آئیں تو آفت ڈھا دیتے ہیں۔"

هُمُ الجَبَلُ الاَعْلَی اِذا مَا کَرِتْ
مُلُوْكُ الرِجَالِ اَوْ تَخَاطَرَتِ البُزُلُ

جب تک لوگوں کے بادشاہ سے قحط کی شدت کی وجہ سے ان سے بیگانگی برتنے لگ جائیں یا
جب کامل عقل والے اور تجربہ کار لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگ جائیں گے تو یہ لوگوں
کے لیے پناہ کا کام دیتے ہیں۔"

اَلَمْ تَرَ اَنَّ القَتْلَ غَالٍ اِذا رَضُوا
وَاِنْ غَضِبُوا فِیْ مَوْطِنٍ رَخُصَ القَتْلُ

کیا تو نے دیکھا نہیں جب یہ کسی پہ خوش ہوں تو اس کے قتل سے رک جاتے ہیں اور جب کسی
سے ناراض ہوں تو قتل ان کے لیے بہت ہی سستا ہے۔"

لَنَا فِیْهِمْ حِصْنٌ حَصِیْنٌ وَ مَعْقِلٌ
اِذا حَرَّكَ النَّاسَ المَخَاوِفُ والاَزْلُ

جب دوسرے لوگوں کو خوف یا قحط حرکت میں لے آئے تو ہمیں پرواہ نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ
لوگ ہمارے قلعے اور جائے پناہ ہیں۔"

لَعَمْرِی لَنِعْمَ الْحَیُّ یَدْعُوْ صَرِیْخُهُمْ
اِذَا الْجَارُ وَ الْمَاکُوْلُ اَرْهَقَهُ الْاَكْلُ
اپنی جان کی قسم جب کسی پڑوسی اور کمزور شخص کو ظلم نے دبا رکھا ہو اور پھر کوئی فریادی انھیں پکارے تو اس وقت یہ قبیلہ بہت ہی اچھا قبیلہ ثابت ہوتا ہے[33*]۔"

چنانچہ عرب تمام کے تمام صفتِ حلم سے متصف تھے اور ان کے ہاں ایک جملہ تھا جو غصے اور جھگڑے کے موقعوں پر بولا جاتا تھا جس کو روایت کرتے ہوئے مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور انتقام لینے کے درپے ہوتا تو اس موقع پر اگر اس کا مخالف وہ جملہ بولتا تو انتقام لینے والا اپنے نفس پہ قابو پالیتا اور اپنے غصے کو ترک کردیتا اور وہ جملہ یہ تھا۔
اِذَا مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ اور اس جملے کا کہنے والا معافی اور حلم کا درخواست گذار ہوتا اس امر سے ظاہر ہے کہ اگر عربوں کو دوسروں کے مقابلے میں خود پہ زیادہ قابو نہ ہوتا اور وہ اپنی عقلوں کا ساتھ دینے پہ زیادہ قادر نہ ہوتے تو وہ اس کلمہ کے سننے کے باوجود خود کو انتقام لینے سے باز نہ رکھ سکتے تھے۔لہٰذا یہ لوگ شرافت میں ہر حلیم الطبع انسان سے زیادہ حلیم اور مخاصمت میں ہر سلیم الطبع سے زیادہ صلح جو ہیں اور جب انھیں کسی کی بدخوئی سے پالا پڑ جائے تو تب بھی ان میں کوئی انوکھی بات نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کسی کی جلد بازی کی وجہ سے عہد شکنی ان کا دستور تھا حالانکہ ان کے سوا ہر حلیم الطبع انسان لغزش کھا جاتا ہے اور ان کے سوا ہر صاحبِ وقار انسان پھسل جاتا ہے یہ لوگ دکھ اور محتاجی کو صبر سے برداشت کرنے والے ہیں اور بدحالی اور تنگ دستی کا تحمل کرتے ہیں۔یاد رہے کہ ان کے مابین جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئی ہیں ان کا سبب یہی تھا کہ وہ اپنی شرافت کو بچانے اور اپنی عزت اور بزرگی قائم رکھنے کی جدوجہد میں مصروف تھے جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ ہر حال میں اپنی بزرگی کو ذلت سے بچائے رکھنا چاہتے تھے اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کسی صورت ان کے حسب کو حقیر نہ سمجھا جائے ظاہر ہے کہ جب حلم برمحل نہ ہو تو ذلت کا باعث بن جاتا ہے اس لیے وہ جانتے تھے کہ ہرنا قابل ستائش

بات پہ صبر کر لینا غلطی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ عربوں کا کوئی شاعر کہتا ہے کہ:

سُعَاۃٌ عَلَی اَفْنَاء بکر بن وائلٍ
وتَبْلُ اُ قاصِی قَوْمِهِم لَهُمْ تَبْلُ

یہ لوگ قبیلہ بکر بن وائل کے مختلف گروہوں کے کارساز ہیں اور ان کی قوم کے وہ لوگ جوان سے دور رہتے ہیں ان کے کینے اور دشمنی کو اپنا کینہ اور دشمنی جانتے ہیں۔"

اِذَا طَلَبُوْا ذَحْلاً فَلَا ا لَذ حْل فَائت
وَاِنْ ظَلَمُو ا اَکْفَاءَ هُم بَطَلَ الذَّحْلُ

جب یہ لوگ کسی قوم سے بدلے کا مطالبہ کرتے ہیں تو بدلہ لے کر رہتے ہیں مگر جب یہ اپنے ہمسروں پہ ظلم کریں تو ان ہمسروں کا کینہ باطل ہو کے رہ جاتا ہے۔"

مَوَا عِیْدُ هُمْ فِعلٌ اِذَا مَا تَکَلَّمُوْا
بِتِلْكَ الَّتِی اِنْ سُمِّيَتْ وَجَبَ الفِعْلُ

ان کے وعدے فعلاً پورے ہوتے ہیں جب وہ ایسا کلمہ بولتے ہیں جس کا نام لینے سے فعل واجب ہو جاتا ہے تو اس صورت میں بھی ان کے وعدے زبانی کلامی نہیں ہوتے بلکہ ان پہ پوری طرح عمل کیا جاتا ہے۔"

اب اللہ کے پیغمبروں کا حلم دیکھیں تو وہ بہت ہی بلند نظر آتا ہے اس لیے کہ وہ ہر قابل ستائش صنعت

کی رو سے کامل ترین مخلوق تھے اور ایسا شریں ترین گھاٹ تھے جہاں لوگ آکر سیراب ہوتے تھے۔ مگر جب کوئی ان کے مقابل انکار اور ضد پہ اتر آتا اور ان کو ایذا پہنچاتا تو اُن کو بھی اِن لوگوں کے خلاف جہاد کے لیے صفیں بنانا پڑتیں اور اِن کے خلاف جنگ کی آگ بڑھکانا پڑتی۔ پھر جب انھوں نے اِن لوگوں سے جنگ کی جو راہ حق سے ہٹ گئے تھے تو ان کی بدولت محتاجوں نے زادِراہ حاصل کرلیا اور ان کے کمزور طاقت ور ہو گئے اور ان کے صاحب جاہ اپنے انکار اور ضد کی بدولت ذلیل و خوار ہو گئے۔

انھوں نے اپنے دشمنوں کو ان کے شر کی بدولت قتل کیا اور اپنے رعب اور دبدبے کی بدولت خود کو گمراہ لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے ایک دن کے اندر بنی قریظہ کے سات سو لوگوں کو قتل کیا گویا آپ ﷺ نے ان سے ایک ایسے شخص کی طرح انتقام لیا جسے ان پہ کسی قسم کا کوئی رحم نہ آیا ہو اور نہ ہی ان کے لیے آپ ﷺ کے دل میں کوئی نرمی دیکھی گئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے یہ کام محض حق کے غلبے کی خاطر کیا تھا اور ان سے کسی قسم کی بے عدلی نہ کی گئی تھی اس لیے کہ خود انھوں نے ہی سعد بن معاذؓ کو ثالث چنا تھا جنھوں نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ ان کے بالغوں کو قتل کیا جائے اور ان کے نو بالغوں کو غلام بنا لیا جائے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کے اس فیصلے کو سن کر آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

هٰذَا حُكْمُ اللهِ فَوْقَ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ

"کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر بھی یہی فیصلہ کر رکھا تھا"۔

چنانچہ آپ ﷺ کے لیے کسی ایسے حق کا معاف کر دینا جو ان پر اللہ کی طرف سے واجب ہو چکا تھا جائز نہ تھا اور آپ کی معافی کا تعلق خاص آپ کے ذاتی حق کے ساتھ تھا حالانکہ اللہ کے پیغمبروں کا حلم عام انسانوں سے بلند ہوتا ہے اور عربوں کے رتبہ حلم کے بارے میں مورخین بہت سی امثال لائے ہیں جیسے روایت کیا گیا کہ عربوں کے سردار قیس بن عاصم المنقری [34*] کا حلم بلند پائے کا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ اپنی پنڈلیوں اور کمر کے گرد پٹکا ڈالے لوگوں کے درمیان بیٹھا تھا تو بہت سے لوگ اس کی محفل میں داخل ہوئے ان میں سے کچھ لوگوں کے کندھوں پہ ایک لاش تھی اور کچھ لوگوں

نے اس کے قاتل کو رسیوں سے باندھ رکھا تھا۔ انھوں نے قیس کو بتایا کہ یہ لاش تمھارے بیٹے کی ہے جس کو اس شخص نے قتل کر دیا ہے وہ تمھارا چچازاد ہے اس کو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش ک دیا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں۔ قیس نے نہ تو اپنی چوکڑی کو کھولا اور نہ ہی اپنی بات روکی۔ اس نے کہا کہ میرا فلاں بیٹا کہاں ہے اس کو لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو اس نے کہا بیٹا اٹھو اور اپنے بھائی کو دفن کرواور اپنے اس چچازاد بھائی کو کھول دو۔ پھر مقتول کی ماں کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے سو اونٹ دے دو تا کہ قاتل کی طرف سے مقتول کی دیت ادا ہو جائے اور یہ کہ وہ پردیسی عورت خود کو یہاں اکیلی محسوس نہ کرے۔ اس کے بعد اس نے بائیں پہلو پہ ٹیک لگائی اور پھر یہ اشعار کہے۔

اِنِّیْ امْرُؤٌ لَا یَعْتَرِیْ خُلُقِیْ
دَنَسٌ یُفَنِّدُہٗ وَ لَا اَفَنُ

میں تو وہ شخص ہوں جس کے اخلاق کو نہ کوئی میل کچیل لاحق ہوتا ہے اور نہ ضعف عقل کی وجہ سے مجھے بے وقوف کہا جا سکے گا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

مِنْ مِنْقَرٍ فِیْ بَیْتِ مَکْرُمَۃٍ
وَالْغُصْنُ یَنْبُتُ حَوْلَہُ الْغُصْنُ

میں بنی بکر کے بزرگی کے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں کہ ایک ٹہنی کے گرد دوسری ٹہنیاں اُگ ہی آتی ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

خُطَبَاءُ حِیْنَ یَقُوْلُ قَائِلُھُمْ
بِیْضُ الْوُجُوْہِ مَصَاقِعٌ لُسُنُ

جب ان میں سے کوئی کہنے والا کوئی بات کہتا ہے تو یہ خطیب ہوتے ہیں یہ شرفاء ہیں فصیح و بلیغ

ہیں اور فصاحت میں کوئی کسی سے کم نہیں۔"

لَا یَفطُنُوْنَ لِعَیْبِ جَا رِہِمُ
وَھُمْ لِحِفْظِ جَوَارِہٖ فُطُنٗ

وہ اپنے پڑوسی کے عیوب کو نہیں جانتے مگر اس پڑوسی کے حق کی حفاظت کے معاملے کو خوب جانتے ہیں۔"

اس دور میں جو لوگ خاص اپنے حلم کی وجہ سے مشہور تھے انھیں میں احنف بھی تھا۔ احنف بن قیس التیمی کا شمار سادات التابعین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ۲۷ھ میں وفات پائی اور وہ حلم میں ضرب المثل تھے۔ احنف حلیم الطبع انسان تھا روایت کی گئی ہے کہ ایک دفعہ جب وہ اپنی ہنڈیا کی طرف متوجہ تھا جو پک رہی تھی تو کسی آدمی نے کہا:

بندر جتنی تو ہنڈیا ہے نہ اسے مستعار لینے والے کو عاریتاً دیا جا سکتا ہے نہ ہی اسے جو اس کے پاس آئے ذرا چکناہٹ لگتی ہے"۔

کسی نے یہ بات احنف تک پہنچائی تو اس نے کہا:

اگر وہ چاہتا تو اس سے بہتر بات کہہ سکتا تھا"۔

پھر کہا"۔

میں نہیں چاہتا کہ اس ذلت کے بدلے میں جو میرے حصے میں آئی ہے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔

احنف کی اس بات پہ لوگوں نے کہا:

تُو عربوں میں سب سے زیادہ ذی عزت اور صاحبِ حلم فرد ہے"۔

پر لوگ حلم کو ذلت سمجھتے ہیں"۔ احنف نے جواب دیا:

پھر اس نے کہا:

میں بہت سے غصے کے گھونٹ پی گیا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں میں اس سے بھی زیادہ سخت کیفیت میں مبتلا کر دیا جاؤں"۔

عربوں میں احنف صرف اپنے حلم ہی کے حوالے سے معروف نہ تھا بلکہ وہ عربوں کا صاحب دانش فرد بھی تھا اس لیے لوگوں کو اس کے بہت سے اقوال یاد تھے جو اس کی دانش کا پتا دیتے ہیں"۔

احنف نے کہا کہ:

كثرة المُزَاح تُذهب بالهيبة

کثرت مزاح سے انسان اپنی ہیبت کھو بیٹھتا ہے:

مَنْ اَكْثَرَ مِنْ شَئِی عُرِفَ بِہٖ

انسان جس چیز کو کثرت سے کرتا ہے اسی کی نسبت مشہور ہو جاتا ہے:

السُودُدُ كَرَمُ الاَخلَاقِ وحُسْنُ الفِعْلِ

کریمانہ اخلاق اور حسن عمل کا نام سرداری ہے:

ایک شخص نے احنف سے کہا"۔

اے ابو بحر: مجھے کوئی ایسی قابل تعریف بات بتاؤ جس میں کوئی عیب نہ پایا جاتا ہو تو احنف نے اس شخص کو جواب دیا کہ؛

الخُلُقُ السجيع و الكفُّ اِبقَيْح

نرم خوئی اختیار کرنا اور بری بات سے مجتنب رہنا اور جان لے کہ بدترین بیماری فحش گوئی ہے اور انسان کے برے اخلاق ہیں"۔

ایک شخص نے مصعب [34*] سے کسی شخص کے متعلق کوئی بات کہی:

پھر وہ شخص مصعب سے معذرت کرنے کے لیے آیا تو مصعب نے کہا میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا اس لیے کہ جس شخص نے مجھے وہ بات بتائی ہے وہ ایک معتبر شخص ہے:

یہ سن کر احنف بولا: جو اسی محفل میں موجود تھا"۔

اے امیر رہنے دے:

معتبر شخص کسی کی غیبت نہیں کیا کرتا:

اس پہ مصعب نے اس شخص کو معاف کر دیا''۔

احنف بن قیس اہل عرب کا بہت بڑا خطیب تھا۔وہ ان کے فصیح ترین خطیبوں میں سے تھا۔ابن درید نے اپنی روایت سے اس کے ایک خطبے کو بیان کیا ہے جو فصاحت اور بلاغت کے حوالے سے لاجواب ہے''۔

اس نے کہا کہ ایک دفعہ جب وہ کسی کام سے احنف بن قیس کی مجلس میں گیا تو اس کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے پھر احنف نے ان کو خطاب کیا اور اس کا خطبہ ایک بہترین کلام تھا اس نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ:

جرم کو روکنے کا نام کرم ہے اور سزا سرکش لوگوں کے بہت قریب ہے۔اُس لذت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد انسان کو نادم ہونا پڑے۔جس شخص نے اعتدال کو اختیار کیا وہ ہلاک نہیں ہوا اور جس نے زہد اختیار کیا وہ فقیر نہیں ہوا۔بعض اوقات ہنسی سنجیدگی میں بدل جاتی ہے۔جو شخص زمانے کو امین سمجھتا ہے زمانہ اس سے خیانت کرتا ہے اور جو زمانے پر اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے زمانہ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔مزاح کرنا چھوڑ دو کیونکہ اس سے کینے پیدا ہو جاتے ہیں۔بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہو اور جو تم سے تعلق کی خاطر تمہیں ناز دکھائے اس کی ناز برداری کرو اور جو عذر پیش کرے اس کا عذر قبول کر لو۔اپنے بھائی کی اطاعت کرو خواہ وہ تمھاری نافرمانی ہی کیوں نہ کرے اور اس سے تعلق قائم رکھو خواہ وہ تم سے جفا ہی کیوں نہ کرے۔اپنی ذات کے ساتھ انصاف کرو قبل اس کے کہ تم سے انتقام لیا جائے۔عورتوں سے مشورہ کرنے سے بچو۔یاد رکھو کہ کسی کی عنایات کی ناشکر گذاری کرنا کمینہ پن ہے۔جاہل کی صحبت کسی بڑی نحوست سے کم نہیں اور اس بلا سے خود کو بچائے رکھو۔اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنا شرافت ہے۔میل ملاپ کے بعد قطع تعلق کر لینا کس قدر برا ہے۔مہربانی کے بعد بدخلقی اور دوستی کے بعد عداوت کس قدر بری بات ہے۔تجھے کسی سے نیکی کرنے کے مقابلے میں کسی سے برائی کرنے پر زیادہ قادر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی سخاوت کرنے کے مقابلے میں بخل کرنے کی طرف نکل جانا چاہیے۔یاد رکھو اس دنیا میں تمھاری چیز وہی ہے جس سے تم نے

آخرت کے ٹھکانے کی اصلاح کرلی۔لہٰذا لوگوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور انھیں مستعدی سے ادا کرو۔لوگوں کے معاملات میں اپنے مال سے خرچ کرو اور دوسروں کے لیے جمع کرنے والے نہ بنو۔یعنی جو کچھ تم کسی کے لیے خرچ کروگے وہ تمھارے لیے ہے اور جو کچھ تم جمع کررکھوگے تو وہ تمھارے وارثوں کے لیے ہے۔جب کہ لوگوں کی فطرت میں بے وفائی موجود ہے تو ہر شخص پہ اعتماد کرلینا تمھاری اپنی کمزوری تصور کی جائے گی ۔ جو شخص تمھارے حق کو پہچانے تم اس کے حق کو پہچانو۔یادرکھو جاہل سے قطع تعلق کرلینا عاقل پر احسان کرنے کے برابر ہے۔

چنانچہ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ فصیح وبلیغ کلام نہ سنا تھا اس لیے یہ کلام میرے دل میں اتر گیا تھا اور جب میں اس محفل سے رخصت ہوا تو احنف کا تمام خطبہ مجھے ازبر ہو چکا تھا۔عربوں کے حلیم انسانوں کے واقعات اوران کی نادر باتیں جو ہم تک صحیح روایات کے ذریعے پہنچی ہیں ان کا بہت سا تذکرہ تاریخ وادب کی کتابوں میں مذکور ہے۔یہاں ہم طوالت کے خوف سے اپنے اسی بیان کو کافی تصور کرتے ہیں اور ہر درست کام اللہ ہی کی مدد سے ممکن ہے"۔

غیرت وحمیت

خصائص العرب کے عنوان سے ہم اہل عرب کے جاہلی معاشرے کے ان اوصاف کا مطالعہ کر رہے ہیں جن کی وجہ سے وہ معاصر اقوام سے ممتاز تھے اور ان کا اخلاقی درجہ بلند تھا۔ ہم نے دیکھا کہ عرب قوم سخاوت شجاعت اور عہد کی پاسداری میں بلند مراتب کی حامل تھی۔ اس کے لیے یہ بات کس طرح ممکن تھی کہ وہ غیرت کے معاملات سے نا آشنا رہتے ان کی تلواریں تو اکثر میانوں سے باہر رہا کرتیں جس کی وجہ غیرت اور اپنی بزرگی اور عظمت کی مدافعت ہی ہوتی۔ اس لیے عرب کے بادیہ نشین دوسری اقوام سے زیادہ غیرت مند تھے اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنی عزت وناموس کے مقابل اپنی جانوں کو ہیچ خیال کرتے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی ان کی بہو بیٹیوں کی طرف نگاہ غلط ڈال سکے۔ اس لیے کہ اُن کے ہاں اس کا بدل بہت مہنگا تھا وہ اپنے حسب اور نسب کے بارے میں شدید محتاط تھے۔ اس لیے کوئی ان پہ طعن کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ عرب کے مطالعے سے یہی بات معلوم ہوئی ہے کہ ان کی بڑی بڑی جنگوں اور خون ریز معرکوں کے پس منظر میں ان کی حفاظت خود اختیاری اور عزت وناموس کا تحفظ ہی

کارفرما تھا۔اس لیے ہر وہ شخص جس میں شرافت وفضیلت کا ادنیٰ سا حصہ بھی پایا جاتا تھا وہ لازمی طور پہ غیرت مند ہوتا تھا۔تاریخی روایات سے پتا چلتا ہے کہ اہل عرب کسی ایک عورت کی پکار پہ کشتوں کے پشتے لگا دیا کرتے تھے اور یہ امران کے لیے قطعی اجنبی نہ تھا۔

اہل عرب کے اعلیٰ اوصاف میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ اس عورت سے شادی کرتے تھے جس کا دامن پاک اور صاف ہو۔جس کا نسب اعلیٰ اور اخلاق عمدہ ہوں۔اس لیے کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کے ہاں وہ صالح اولاد جنم لے جو ان کے نام کو آگے بڑھائے جو شجاعت سخاوت اور غیرت سے لبریز ہو۔چنانچہ اکثر اوقات وہ عورتوں کے ظاہری حسن پر اس کے باطنی حسن کو ترجیح دیتے اور اپنی اولاد کی اصلاح اور بلند اخلاقی کی خاطر اعلیٰ خاندان کی عورت کو اس عورت پہ ترجیح دیتے جو حسین ہو مگر اس کا تعلق کمتر خاندان سے ہو۔وہ ان اعلیٰ اخلاقی اصولوں سے نابلد ہو جو ان کی ترجیحات میں شامل ہوں۔چنانچہ عربوں کا ایک سردار اکثم بن صیفی جس کے بارے میں کسریٰ ایران نے کہا تھا کہ اہل عرب میں اگر کوئی اور مردِ دانا نہ ہوتا تو ان کے لیے اکیلا اکثم ہی کافی تھا۔وہ اپنے بیٹوں سے کہتا ہے کہ:

یَابُنَیَّ لَا یَحْمِلَنَّکُمْ جَمَالُ النِّسَاءِ عَنْ صَرَاحَةِ النَّسَبِ فَإِنَّ الْمَنَاکِحَ اللَّئِیمَةَ مُدْرِجَةٌ لِلشَّرَفِ

اے میرے بیٹو:عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہیں نسب کی پاکیزگی سے غافل نہ کردے کیونکہ کمینہ صفت اور بدکردار بیویاں خاندانی شرف کو خاک میں ملادیا کرتی ہیں۔"

عربوں کا ایک اور سردار ابو الاسود الدوئلی اپنے بیٹوں کو کہتا ہے کہ:

قَدْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکُمْ صِغَارًا وَکِبَارًا وَقَبْلَ اَنْ تُوْلَدُوْا۔قَالُوْا کَیْفَ اَحْسَنْتَ اِلَیْنَا قَبْلَ اَنْ نُوْلَدَ۔قَالَ اِخْتَرْتُ لَکُمْ مِنَ الْاُمَّھَاتِ مَنْ لَا تُسَبُّوْنَ بِھَا،،،

میں نے تم پہ احسان کیا جب تم چھوٹے تھے اور جب تم بڑے ہوئے اور اس پہلے جب کہ تم

ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

اسود کے بیٹوں کو باپ کی بات پہ کچھ تعجب ہوا تو انھوں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ ہمارے بچپن اور جوانی پہ تو آپ کے احسان نظر آتے ہیں مگر ہماری پیدائش سے پہلے آپ نے ہم پہ کیا احسان کیا تھا؟

تو ان کے باپ نے جواب دیا کہ:

فَاَوَّلُ اِحْسَانِی اَلَیْکُمْ تَخَیُّرِی
لِمَا جِدَۃٍ اَلْعِرَاقِ بَادٍ عَفَافُھَا

کہ میرا پہلا احسان تو تم پہ یہ ہے کہ میں نے تمھارے لیے ایسی ماں پسند کی جو عراق میں مجد و شرف کی مالک تھی اور اس کی پاک دامنی ظاہر تھی اور جس کی وجہ سے کوئی تم پہ طعن نہیں کر سکتا۔''

اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں اپنے نسب کی حفاظت کرنے کی شدید ضرورت تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کو محفوظ رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ اسی وجہ سے انھوں نے اپنی مدافعت کی اور کسی بادشاہ کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیا اور لوگوں کی ایذا رسانی کو روکے رکھا تا کہ اس طرح سے وہ اپنے مخالفین کے خلاف مدد حاصل کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں اور اسی نسبی الفت کی بدولت وہ اپنا حکم ایک جابر حکمران کی طرح چلاتے تھے۔ اس لیے کہ قریب کی رشتہ داری کے عالم میں لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں اور اس امر کی بنیاد غیرت پہ ہے اور اپنے نسب کو غیرت ہی کی بنیاد پہ محفوظ کیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ بیویوں کی تعظیم کی خاطر غصے کے بھڑکنے کا نام غیرت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوت کو انسان کے لیے اپنی نسل کے تحفظ اور نسب کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر وہ قوم جس کے آدمیوں میں غیرت ہوگی ان کی عورتوں میں اپنے آپ کو عیب سے بچائے رکھنے کی خصلت

پائی جائے گی اور غیرت کے معاملے میں تو عرب حد سے تجاوز کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ اس خیال سے کہ کہیں ان کی وجہ سے انھیں عار نہ لاحق ہو جائے وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے لگے تھے اور عربوں میں غیرت اس حد تک تھی کہ وہ اپنی عورتوں کو اپنی غیرت اور ان کے شرف کی وجہ سے کنایۃً "**بیض**" کہا کرتے تھے یعنی گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔ چنانچہ عربوں کا مشہور شاعر امراؤالقیس کہتا ہے کہ:

وَبَيْضَةِ خِدْرٍ لَا يُرَامُ خِبَاؤُهَا
تَمَتَّعْتُ مِنْ لَهْوٍ بِهَا غَيْرَ مُعْجِلِ

کئی ایک خیمے کی خوبصورت اور شریف زادیاں تھیں جن کے خیمے کا کوئی شخص قصد نہ کر سکتا تھا مگر میں نے ان کے ساتھ لہو ولعب میں مزے کیے اور دیر تک اس میں مشغول رہا۔"

عرب بیشتر اپنی عورتوں کے لیے کنایہ کے طور پر '' **نخلہ** '' کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں امراؤالقیس نے اسی استعارے کو استعمال کیا ہے چنانچہ ایک اور عرب شاعر کہتا ہے کہ:

أَلَا نَخْلَةٌ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ
عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ السلام

اے ذات عرق کی نخلہ تجھ پہ اللہ کا سلام اور رحمت ہو۔"

سأَلْتُ النَّاسَ عَنْكَ فَخَبَّرُوْنِي
هَنًا مِنْ ذَاكَ تَكْرَهُهُ الْكِرَامُ

میں نے تمھارے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے تمھارے متعلق فحش باتیں بتائیں جنھیں

شرفا ناپسند کرتے ہیں۔“

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ لَيْسَ بِمَا اَحَلَّ اللّٰهُ بَأسٌ
اِذَا هُوَ لَمْ يُخَالِطْهُ الْحَرَامُ

جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان میں کوئی حرام بات نہ مل جائے۔“

✿✿✿✿✿✿✿✿

اب اس شاعر کو دیکھیں تو اس نے بھی نخلہ سے کنایۃً عورت ہی مراد لی ہے اور ھناۃ سے زنا کو مراد لیا ہے اور یہ اہل عرب کی غیرت ہی تھی کہ وہ براہ راست زنا جیسے قبیح فعل کو بیان کرنے سے گریز کرتے تھے اس لیے وہ ایسے امور کے لیے کنایہ یا استعارہ سے کام لیتے تھے اور نخلہ سے کنایۃً عورت کو مراد لینا نہایت ہی عمدہ اور عجیب اسلوب ہے اور ابن الاعرابی نے بنی مرۃ بن عوف کے ایک شخص سے یہ اشعار روایت کیے ہیں جن میں ”نخلتین“ سے کنایۃً دو عورتیں مراد لی ہیں۔

أيا نَخْلَتَي اَوْلٍ اِذَا كَانَ فِيكُمَا
جَنًى فانْظُرَ امَنْ تُطْعِمَانِ جَنَاكُمَا

اے مقام اُول کے دو کھجور کے درختو: جب تمہیں پھل لگا ہوا ہے تو دیکھ لیا کرو کہ تم کسے اپنے پھل کھلاتی ہو۔“

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَيَا نَخْلَتَىْ وَادِى بُوَانَةَ حَبَّذَا
إِذَا نَامَ حُرَّاسُ النَّخِيلِ جَنَاكُمَا

وَبَا نَخْلَتَىْ أَوْلٍ إِذَا هَبَّتِ الصَّبَا
وَأَمْسَيْتُ مَقْرُورًا ذَكَرْتُ ذُرَاكُمَا

اے مقام اول کی دونخلہ جب بادِصبا چلتی ہے اور مجھے سردی لگتی ہے تب مجھے تمہارا پہلو یاد آتا ہے۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

عربوں کا ایک اور شاعر وضاح الیمن اسی استعارے کو یوں استعمال کرتا ہے وضاح کا اصل نام عبدالرحمان بن اسماعیل بن عبدکلال تھا وہ عہد اسلامی کا ایک ہجویہ اور ناپسندیدہ شاعر تھا۔ وہ بہت خوبصورت مرد تھا جس کو خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قتل کرا دیا تھا کیونکہ وہ خلیفہ کی زوجہ ام البنین بنت عبدالعزیز کے بارے میں عشقیہ اشعار کہا کرتا تھا۔ یہ ان تین اشخاص میں سے ایک تھا جنھیں ان کے کھلے فسق کی بنا پہ قتل کیا گیا۔ دوسرے دو افراد کے نام یہ ہیں بسار الکواعب اور عبد بن حسحاس اور یہ تذکرہ شرح ذیل الامالی سے نقل کیا گیا ہے:

أيا نَخْلَتَىْ وَادِى بُوَانَةَ حَبَّذَا
إِذَا نَامَ حُرَّاسُ النَّخِيلِ جَنَاكُمَا

اے وادئ بوانہ کی دونخلہ جب نخلستان کے پاسبان سو جائیں تو تمہارا پھل کیا ہی عمدہ لگتا ہے۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

أَبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنَّ سَرْحَةَ مَالِكٍ
عَلَى كُلِّ أَفْنَانِ العِضَاهِ تَرُوقُ

اس کو ہر بات سے بڑھ کر یہ بات پسند تھی کہ اس کے مالک کی عورت کیکر کے درخت کی تمام

شاخوں سے زیادہ خوشنما معلوم ہوتی رہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَيَا طِيْبَ رَيَّا ها و يَا بَرْدَ ظِلِّهَا
اِذَا حَانَ مِنْ شَمْسِ النَّهَارِ شُرُوْقُ

طلوع آفتاب کے وقت اس کی خوشبو کس قدر مہک رہی ہوتی ہے اور اس کا سایہ کس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَهَلْ أنَا اِنْ عَلَّلْتُ نَفْسِي بِسَرْحَةٍ
مِنَ السَّرْحِ مَسْدُوْدٌ عَلَيَّ طَرِيْقُ

اگر میں سرحہ کے درختوں میں کسی ایک درخت (یعنی کسی عورت) سے دل بہلاؤں تو کیا میرے لیے راستہ بند ہو جائے گا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَمٰى ظِلَّهَا شَكْسُ الْخَلِيْقَةِ طَائِفٌ
عَلَيْهَا عُرَامُ الطَّائِفِيْنَ شَفِيْقُ

ایک بدخُو اس کے گرد چکر لگانے والا اس کے سائے کی حفاظت کرتا ہے اور وہ دیگر چکر لگانے والوں کے لیے اذیت کا سبب ہے اور اس سرحہ پہ مہربان ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَا الظِّلَّ مِنْ بَرْدِ الضُّحَى تَسْتَطِيْعُهُ
وَلَا الفِئَ مِنْ بَرِدِ العَشِيِّ تَذُوْقُ

لہٰذا تُو نہ تو چاشت کی ٹھنڈک کا سایہ حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی شام کی ٹھنڈک کا سایہ چکھ سکتا ہے۔"

تَجَرَّمَ اَ هْلُوْ هَا لَئِنْ كُنْتَ مُشْعِراً
جُنُوْ نًا بِهَا يَا طُوْ لَ هَذَا التَّجَرُّمِ

اس کے گھر والوں نے مجھ پہ ارتکابِ جرم کا الزام لگایا ہے اگر مجھے اس بات کا پتا چل جاتا تو شاید میں باز رہتا اگرچہ میں اس پہ فریفتہ تھا۔"

وَمَا لِىَ مِنْ ذَنْبٍ اِلَيْهِمْ عَلِمْتُهُ
سِوَى أَنَّنِى قَدْ قُلْتُ يَا سَرْحَةُ اسْلَمِىْ

جہاں تک مجھے علم ہے میں نے ان کا کوئی جرم نہیں کیا سوا اس کے کہ میں نے یہ کہا تھا "اے سرحہ سلامت رہو"

نَعَمْ فَا سْلَمِىْ ثُمَّ اسْلَمِىْ ثُمَّةَ اسْلَمِىْ
ثَلَاثُ تَحِيَّاتٍ وَاِنْ لَمْ تَكَلَّمِىْ

ہاں پھر کہتا ہوں کہ تو سلامت رہے پھر سلامت رہے پھر سلامت رہے میری طرف سے تین بار سلام و آداب، تو بات کریا نہ کر۔"

عربوں کا ایک اور شاعر "**مُسَيَّب بن عَلَس**" کہتا ہے کہ:

دَعَا شَجَرَ الأَرضِ دَاعِيهِم
لِيَنصُرَہ ُالسِدرُ والاَثَابُ

ان کے پکارنے والے نے روئے زمین کے درختوں کو پکارا تاکہ بیری اور اثاب جیسا وسیع سائے والا درخت اس کی مدد کرے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

عربوں کا مشہور شاعر عنترہ کہتا ہے کہ:

يا شَاةَ مَا قَنصٍ لِمَنْ حَلَّتْ لَہ
حُرِمَتْ عَلَیَّ وَلَيتَهَا لَمْ تُحَرمِ

اے شکار کی ہرنی: جس کا شکار جانے کس لیے حلال ہے مگر مجھ پر تو وہ حرام ہے کاش یہ مجھ پہ حرام نہ ہوتی۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

مورخین نے اس شعر کی تشریح میں لکھا ہے کہ عنترہ کی مراد یہاں ایک لونڈی سے ہے جو اس کے باپ کی ملک تھی۔ اس لیے باوجود خواہش کے اس نے اسے خود پہ حرام کر رکھا تھا اور یہاں اس نے ہرنی سے عورت کو جو مراد لیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب جنگلی کو گائے شاۃ کہتے کیونکہ وہ ان کے ہاں ہرنیوں کو بچانے والی ہے اس لیے اسے نعجہ بھی کہتے ہیں غالباً اسی مشہور اور متعارف کنائے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متخاصمین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنَّ ھٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ:

''میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک''۔

اور یہاں نجعہ سے عورت کو مراد لیا گیا ہے۔

لسان العرب میں ابن قتیبہ سے غیرت کا یہ عجیب وغریب واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص جعدۃ بن عبداللہ السلمی جسے حضرت عمرؓ نے شام کے ایک صوبے کے ایک شہر بقیلہ کا حاکم مقرر کیا تھا وہ غیرت کے معاملے میں حد سے تجاوز کر گیا تھا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جن عورتوں کے خاوند جہاد کو چلے جاتے تو اس خوف سے کہ شوہروں کی غیر موجودگی میں کہیں ان کی بیویاں بدکاری پہ نہ اتر آئیں وہ ان کو ساتھ لیتا اور شہر سے باہر سلع نامی ایک پہاڑی کے دامن میں لے جاتا اور وہاں ان کو ایک رسی سے باندھ دیتا اور کہتا تم میں سے جو پاک دامن ہوگی وہی عیقال کی رسی میں چل سکے گی۔ چنانچہ جب وہ عورتیں چلتیں تو بعض اوقات رسی کی وجہ سے گر پڑتیں اور ان کا ستر لوگوں پہ کھل جاتا اور یہ ایک ناپسندیدہ منظر تھا جس کے خلاف احتجاج کے طور پہ بقیلہ کے ایک شہری ابو منہال الاکبر الاشجعی نے کچھ اشعار لکھ کر خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کو روانہ کیے۔ حضرت عمرؓ نے ان اشعار کو پڑھا تو انھوں نے بقیلہ کے حاکم کو معزول کر دیا اور اس کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا۔ چنانچہ اس کو گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا جہاں اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور اپنے اس فعل کی تاویل پیش کرنے کی کوشش کی جسے دربارِ خلافت سے رد کر دیا گیا اور اسے اختیارات سے تجاوز اور تہمت کے زمرے میں رکھا جس کی سزا کے طور پہ اس کو سو درے مارے گئے اور جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ یہاں ابو منہال کے ان اشعار سے چند شعر پیش کیے جا رہے ہیں جو انھوں نے حضرت عمرؓ کو لکھے تھے کہ:

فَلَا يُصَنَا هَدَاكَ اللّٰهُ اِنَّا
شُغِلْنَا عَنْكُم زَمَنَ الحِصَارِ

خدا تیرا ہادی ہو ہماری بیویوں کا خیال رکھ۔ ہم محاصرے کے زمانے میں تم لوگوں سے غافل

ہو کر جنگ میں مشغول رہے۔

فَمَا قُلُصٌ وُجِدْنَ مُعَقَّلَاتٍ
فَفَا سَلْعٍ بِمُخْتَلَفِ النِّجَارِ

ان عورتوں کا کیا حال ہے جن کی ٹانگیں سلع کی پچھلی جانب اس راستے پر جہاں لوگ نجار کو آتے جاتے رہتے ہیں رسیوں سے باندھی گئی ہیں۔"

يُعَقِّلُهُنَّ جَعِدٌ شَيظَمِىٌّ
وبِئسَ مُعَقِّلُ الذَّوْدِ الظُّؤَارِ

انھیں جھد جو بڑا جسیم شخص تھا نے رسیوں سے باندھا ہے اور وہ بہت ہی برا آدمی ہے کہ وہ مامتا کی ماری عورتوں کی ٹانگیں بھی رسیوں سے کس دیا کرتا ہے۔"

اور یہ عربوں کی غیرت ہی تھی کہ ان کے ہاں دستور تھا کہ جب وہ کسی پانی پہ اترتے تو سب سے پہلے مرد آتے اور اپنی ضرورت پوری کرتے پھر ان کے غلام اور جانور پانی کے گھاٹ پہ اترتے اور پانی پیتے اس کے بعد جب وہ سب چلے جاتے تب ان کی عورتیں پانی کی طرف آتیں اور نہاتیں یا کپڑے دھوتیں اور ان کو اس بات کا کوئی غم نہ ہوتا کہ اب ان کو کوئی پریشان کرے گا اس لیے کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے مردان کے گرد بڑے دائرے میں پھیلے ہوئے ان کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہر اس آنکھ کو نکال دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو ان کی طرف اٹھے گی۔ چنانچہ ان کے ہاں اگر کوئی اتنی دیر پیچھے رہ جاتا کہ عورتیں بھی چلی جاتیں تو اس بات کو انتہائی ذلت کی بات تصور کیا جاتا اور اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمرو بن

معدیکرب کی بہن کبشہ نے یہ اشعار کہے تھے جن میں ایک شعر یہ بھی ہے جس میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ:

وَلَا تَرِدُوْا اِلَّا فُضُول نِسَائِکُم
اِذَا ارتَمَلَتْ اَعْقَابُهُنَّ مِنَ الدَّمِ

اور تم گھاٹ پر اپنی عورتوں کے بچے کھچے پانی پر وارد ہو جب ان کی ایڑیاں خون آلود ہو چکی ہوں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

چنانچہ اہلِ عرب غیرت کو ہر اس چیز کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے تھے جس کا محفوظ رکھنا تینوں قسم کی سیاست میں انسان پر لازم آتا ہے یعنی سیاست نفس، سیاست منزل اور سیاست شہر و جاگیر۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی انعام کا مستحق نہ ہو اور اسے وہ انعام مل جائے تو اس پر کسی شخص کا برا ماننا بھی غیرت ہے۔ غیرت اگرچہ ایک ایسی انسانی قوت ہے جس کا پایا جانا ہر قوم کے اندر ضروری ہے مگر یہ عربوں کے اندر بہت زیادہ پائی جاتی تھی اس لیے کہ ان کا جو شخص ان کے کسی ایک شخص کے گھر میں داخل ہو جاتا اور وہ اس کے صحن میں پناہ لے لیتا تو اس کے اس فعل کو قابلِ احترام جانا جاتا اور اسے ہمسائیگی اور عہد و پیمان کے مترادف مانا جاتا۔ حد یہ ہے کہ ایسا عمل وحشی جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں سے بھی سرزد ہو جاتا تو تب بھی ان کا احترام کیا جاتا۔ چنانچہ عربوں کی ایک مشہور مثل ہے کہ مجیر الغزال یعنی مکڑی کو پناہ دینے والا اور اس مثال کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا کہ عرب کہا کرتے ہیں کہ:

اَحمٰی مِنْ مُجِیْرِ الجَرَاد

یعنی وہ مکڑی کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ پناہ دینے والا ہے

ابن الکلبی نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے کہ قبیلہ طے کا ایک شخص مدلج بن سوید الطائی تھا ایک دن جب وہ

اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا تو اس نے دیکھا کہ چند لوگ اس کے صحن میں داخل ہوئے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے اور وہ اڑنے والی ایک مکڑی کا پیچھا کر رہے تھے اور ان کے پیچھے کچھ اور لوگ ان کو پکڑنے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ مدلج نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنے بیٹوں کو پکارا اور ان لوگوں سے کہا وہ اطمینان سے اپنا کام کریں اور ان کا پیچھا کرنے والوں سے کہا: خدا کی قسم میرے صحن میں داخل ہونے والے لوگوں کو اگر کسی نے گزند پہنچائی تو وہ میرے نیزے کے وار سے نہ بچ سکے گا اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبا اور شاندار نیزہ تھا جسے وہ چاروں طرف لہرا رہا تھا۔ چنانچہ مدلج بن سوید ان کی پاسبانی کرتا رہا حتیٰ کہ سورج کی روشنی تیز ہوگئی اور مکڑی وہاں سے اڑ گئی تب سوید نے ان سے کہا اب تم جانو اور تمھارا کام اب تم میری پناہ سے نکل گئے ہو۔

تاہم بعض دیگر مورخین نے علامہ کلبی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مکڑی کو پناہ دینے والے کا نام مدلج بن سوید نہ تھا بلکہ وہ تو ابو حنبل حارثہ بن مرہ تھا اور اپنے اس استدلال کی بنیاد انھوں نے قبیلہ طے ہی کے ایک شاعر کے ان اشعار پہ رکھی ہے:

وَ مِنّا ابنُ مُرٍّ اَبُو حَنْبَلٍ
اَجَارَ عَلَى النَّاس رِجْلَ الجَرَادِ

اور حنبل ابن مرہ ہمیں میں سے تھا جس نے لوگوں کے خلاف ٹڈی دل کو پناہ دی تھی۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَ زَيْدٌ لَنَا وَ لَنَا حَاتِمٌ
غِيَاثُ الورَىٰ فى السِّنِيْنِ الشِّدَادِ

زید ہمارا ہے اور حاتم بھی ہمارا ہے جو قحط سالی کے زمانوں میں لوگوں کا فریاد رس تھا اور سخی تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور عربوں کی ایک مشہور مثل یہ کہ

اَحْمٰی مِنْ مُجِیْرِ الظُّعُنْ یعنی ہودہ میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ حمایت کرنے والا۔"

عربوں کی اس مشہور مثل کے پس منظر کے بارے میں ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ وہ ربعیہ بن مکدم الکنانی تھا جس کی شجاعت اور غیرت کے واقعات سے اس مثل نے جنم لیا ربعیہ بن مکدم جذل الطعان کی اولاد میں سے تھا اور اس کا شمار قبیلہ مضر کے بہادروں اور چوٹی کے شہسواروں میں کیا جاتا تھا۔ ربعیہ عربوں کے عہدِ جاہلیت میں ہو گزرا ہے عمرو بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا؟

تم نے کبھی کسی بہادر ترین آدمی کو دیکھا ہے:

تو مجھے ربعیہ بن مکدم الکنانی یاد آ گیا جب میرا اس سے سامنا ہوا تھا:

تب میں نے امیر المومنین سے کہا۔

اے امیر المومنین: میں نے ربعیہ بن مکدم سے زیادہ بہادر اور کسی شخص کو نہیں دیکھا: کہ ایک دفعہ جب ہم غارت کی ایک کاروائی کے لیے نکلے تب ایک پہاڑ کی چڑھائی چڑھتے ہوئے میں نے تین خوبصورت لڑکیوں کو دیکھا:

اور ہم ان کی طرف بڑھے:

تو ہمارا راستہ ایک نوعمر لڑکے نے روکا جس کی زلفیں لمبی تھیں اور مسیں بھیگ رہی تھیں:

اس نے مجھے للکارا اور میرے مقابلے پہ کھڑا ہو گیا:

تب اس نے مجھ سے کہا"۔

پہلے تم مجھ پہ تین وار کر لو پھر میں تم پہ وار کروں گا"۔

چنانچہ میں نے اس پہ تین وار کیے:

مگر ہر بار وہ نہایت پھرتی سے طرح دے گیا:

اب میں پریشان تھا اور مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں مجھے مار ہی نہ ڈالے:

تب اس نے کہا جا یہاں سے چلا جا:

کہ مجھے تمھارے جیسے آدمی کو قتل کرتے ہوئے شرم آتی ہے‘‘۔

اوراس کے یہ الفاظ اس کی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز تھے اور ان کی ٹیس آج مدتوں بعد بھی مجھے محسوس ہوتی ہے:

تاہم میں نے رخصت ہونے سے پہلے اس سے پوچھ لیا تھا کہ وہ کون ہے؟

اس نے جواب دیا‘‘۔

کہ اس کا نام ربعیہ بن مکدم ہے۔

اورابوعبیدہ نے بیان کیا کہ وہ واقعہ جب عربوں کی یہ مشہور مثل وضع ہوئی یوں تھا کہ ایک دفعہ نبیشہ بن حبیب اسلمی چڑھائی کرکے نکلا تو کدید کے مقام پر انھوں نے بنی کنانہ کی کچھ ہودہ نشین خواتین کو دیکھا تو انھوں نے ان عورتوں کو اپنے قبضے میں لینے کا سوچا:

مگر ربعیہ بن مکدم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اِن کے آڑے آیا اور اِن کا رستہ روک لیا نشیبہ نے اپنے نیزے سے ربعیہ بن مکدم پہ وار کیا تو ربعیہ وہاں سے پلٹا اور اپنی والدہ کے پاس آکر اس سے کہا:

شُدِّی عَلَیّ ا لعَصْب َاُمّ سَیَّار ُ
فَقد رُزِئتِ فَارِساً کالِدّیْنَار ُ

اے اُم سیار: مجھے پٹی باندھ دے، تجھ پہ خالص دینار کی طرح کے سوار کی مصیبت آگئی ہے۔‘‘

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس پہ ربعیہ بن مقدم کی والدہ نے جواب دیا:

اِنّا بنی رَبِیْعَةَ بن مَالِك
مُرَ زّ وُا خِیَا رِ نَا کَذٰلِك
من بَیْنِ مَقْتُولٍ وبَینِ هَالِك

اے میرے بیٹے: ہم بنی ربعیہ بن مالک کے لوگ ہیں ہم پہ اپنے بہترین آدمیوں کی مصیبت

کچھ اسی طرح وارد ہوتی ہے اور کچھ ان میں سے قتل ہوتے ہیں اور کچھ مر جاتے ہیں۔"

اس کے بعد ربعیہ کی والدہ نے اس کے بازو پہ پٹی باندھ دی:
ربعیہ نے جانے سے قبل اپنی ماں سے پانی مانگا:
تو ربعیہ کی ماں نے اسے جھڑک کر کہا:
جا اور جا کر ان لوگوں سے جنگ کر پانی کہیں بھاگ نہیں جائے گا یہیں رہے گا"۔
ربعیہ کسی شیر کی طرح نکلا اور اس نے دشمنوں کو اپنی عورتوں سے دور ہٹا دیا:
تاہم اس مڈبھیڑ میں اس کے جسم پہ کافی زخم لگ چکے تھے جن سے خون رس رہا تھا اس لیے وہ اپنی عورتوں کے پاس آیا اور ان سے کہا"۔
میں بہت زخمی ہو چکا ہوں اور ممکن ہے گر جاؤں اس لیے تم جلدی سے اس گھاٹی کو پار کر لو:
میں تمھاری اسی طرح حفاظت کرتا رہوں گا جس طرح کہ میں نے اس وقت کی تھی جب میں زندہ تھا "۔
چنانچہ بنو کنانہ کی عورتیں اس طرف کو چل دیں"۔
اور ربعیہ بن مکدم اپنے نیزے کے سہارے اس طرح کھڑا تھا جیسے کوئی شیر اپنے شکار کی حفاظت کرتا ہے"۔
اس کے دشمن بے بسی سے عورتوں کو جاتا دیکھ رہے تھے مگر ربعیہ کی موجودگی میں وہ قدم اٹھانے سے ہچکچاتے تھے"۔
چنانچہ دن کا بقیہ حصہ ربعیہ اسی طرح کھڑا رہا اور دشمن اسے دور سے دیکھتے رہے"۔
اس کا خون بہتا رہا اور اسی عالم میں وہ دارِ فانی سے کوچ کر گیا"۔
مگر اپنی موت کے بعد بھی وہ اپنے نیزے کے سہارے اسی طرح کھڑا رہا جیسے کہ کوئی زندہ آدمی کھڑا ہوتا ہے"۔
پھر جب دن کا پچھلا پہر گزرنے لگا تو ربعیہ کے دشمنوں نے محسوس کیا کہ وہ کافی دیر سے یونہی کھڑا

ہے“۔

اس لیے انھوں نے اس کے گھوڑے کو دور سے تیر مارا:

تو گھوڑا وہاں سے ہٹ گیا:

گھوڑے کے ہٹنے کی وجہ سے ربعیہ کے نیزے کا توازن بگڑ گیا اور وہ زمین پہ منہ کے بل جا گرا:

تب اس کے دشمنوں کو معلوم ہوا کہ وہ تو نجانے کب کا مر چکا تھا“۔

چنانچہ انھوں نے شرمندگی اور بے دلی سے بنو کنانہ کی عورتوں کا پیچھا کیا مگر وہ اب محفوظ ہاتھوں تک پہنچ چکیں تھیں“۔

بلوغ الارب میں درید بن الصمعہ کے بیان میں اسی واقعے کے متعلق مذکور ہے کہ ہودے والی عورتوں میں ربعیہ کی بیوی بھی شامل تھی اور اس کی ماں بھی“۔

اس کے بعد ایک عرب سردار حفص بن الاخیف الکنانی ربعیہ کی نعش پہ پہنچا اور اس نے اسے پہچان لیا پھر اس نے حرہ کی پتھریلی زمین کے سیاہ پتھر جمع کیے اور اس کی قبر بنا دی:

عرب چونکہ اپنے بہادروں کو بھلاتے نہ تھے بلکہ یاد رکھا کرتے تھے اس لیے حرہ کی اس پتھریلی زمین سے جب بھی کوئی گزرتا تو ہو ربعیہ بن مقدم کی قبر پہ اترتا اور وہاں اپنی اونٹنی ذبح کرتا اس لیے کہ عرب اپنے شرفا کی قبروں پہ اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حفص ایک بار پھر اس کی قبر پہ رکا تو اس نے اپنی اونٹنی کو ذبح نہ کیا کہ اس کو لمبا سفر درپیش تھا مگر اس نے ربعیہ بن مکدم کا نوحہ ضرور کہا جس کے اشعار تاریخ کی راہداریوں میں گم نہ ہوئے اور ہم تک پہنچے جنھیں ہم آپ کے لیے پیش کر رہے ہیں“۔

لَا يَبْعُدَنَّ ربيعه بن مُكدّم

وَسَقَى الغَوَادِی قَبْرَہٗ بِذَنُوبِ

خدا کرے ربعیہ بن مکدم ہلاک نہ ہو اور خدا کرے صبح آنے والے بادل اس کی قبر کو بڑے ڈول کی طرح بھر بھر کر سیراب کریں“۔

نَفَرتُ قَلُوصِی مِن حِجَارَۃٍ حَرَّۃٍ
بُنِیَتْ عَلَی طَلْقِ الیَدَینِ وَھُوبٍ

میری اونٹنی حرہ کے پتھروں سے بھاگی جو بڑے سخی اور عطیہ دینے والے شخص کے اوپر رکھے تھے۔"

لَا تَنْفُرِی یَا نَاقُ مِنْہُ فَاِنَّہٗ
شِرِّیْبُ خَمْرٍ مِسْعَرٌ لِحُرُوْبٍ

اے میری اونٹنی: تو اس سے بھاگ نہیں کیونکہ یہ تو بہت شراب پینے والا اور بڑا غیرت مند جنگجو تھا۔"

لَوْلَا السِّفَارُ وَبُعْدُ خَرقٍ مَھْمَہٍ
لَتَرَکْتُھَا تَحْبُو علی العُرْقُوبِ

اگر سفر اور وسیع بیابان کی مسافت نہ ہوتی تو میں تجھے رینگتا ہوا چھوڑتا یعنی ذبح کر دیتا۔"

چنانچہ اس امر سے ثابت ہوا کہ عرب کامل ترین عقل اور وسیع دانش والے تھے طرار ترین زبان والے اور رسا ترین ذہن والے تھے جس کا حتمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ انھیں دیگر ہر قسم کی فضیلت بھی حاصل ہو جاتی اور انھیں ہر کارِ نمایاں کی انجام دہی کا جوہر بھی ورثے میں مل جاتا اور وہ غیرت و حمیت میں بھی اول درجے کے حساس ہوتے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس لیے کہ انسان کے اندر چمکنے والی عقل کے ذریعے اسے علم و معرفت، درایت، حکمت، ذکاوت ذہن، فہم، فطانت، جودتِ نظر جودتِ فہم، تخیل، ہدایت، خیر، حسن

ظن، فراستِ صحت، تخمین وپیش بینی، قیافہ شناسی، الہام، دقت نظر خوش تدبیری، صحت فکر، عمدہ یاداشت، فصاحت وبلاغت، فیاضی ومہمان نوازی، شرافت واحساس شرف، حسب ونسب میں امتیاز، جواہر فطرت پہ تفکر، شجاعت، غیرت، خوداری، آزادی، سادگی جیسے پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اعمال حاصل ہو تے ہیں۔ظاہر ہے کہ اسلام سے قبل عہدِ جاہلیت کے عربوں کی طبیعت میں بھی نیکی کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی مگر ان کا یہ احساس معطل پڑا تھا اس لیے کہ ان کے پاس آسمان سے اترا ہوا کوئی علم نہ تھا اور نہ ہی کسی نبی سے حاصل کی ہوئی کوئی شریعت موجود تھی اور نہ ہی وہ کسی خاص عقلی میدان میں مشغول ہو ئے تھے جیسا کہ طب اور حساب وغیرہ۔ان کا علم صرف وہ علم تھا جو انھوں نے اپنے انساب اور جنگوں کے متعلق محفوظ کر رکھا تھا یا جس کی انھیں دنیاوی امور میں ضرورت پڑتی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن پہ اپنے فضل کا کیا تو ان کے درمیان آنحضرت محمد ﷺ کو ہدایت دے کر بھیجا وہ ہدایات جسے اللہ نے دنیا میں ایک علامت بنا دیا اور جس سے زیادہ جلیل القدر اور عظیم دوسری کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔تو عربوں نے یہ علم نبی اکرم ﷺ سے ان کی سخت کوششوں کے بعد حاصل کیا اور آپ ﷺ کو اپنی قوم کو جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے شدید جد جہد کرنا پڑی تھی۔

مگر جب انھوں نے آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کر لیا تو ان کے دلوں کا زنگ جاتا رہا اور جب وہ اس عظیم ہدایت پہ پختہ ہو گئے تو ان کے اندر دو کمال بہ یک وقت اکٹھے ہو گئے کہ ان میں ایک تو وہ قوت تھی جو ان کی طبیعت کے اندر قبول اسلام سے قبل بھی اعلیٰ اخلاق کی صورت میں موجود تھی اور دوسری اللہ کی وہ ہدایت تھی جسے انھوں نے قبول کر لیا اور تب ان کی مثال بمنزلہ اس زمین کے تھی جو بذاتِ خود تو عمدہ تھی مگر غیر مزروعہ پڑی تھی لہٰذا اس میں خودرو پودے اُگ آئے تھے اور وہ سوروں اور درندوں کی آجگاہ بن چکی تھی مگر جب اس زمین کو موذی درختوں جھاڑی دار بوٹیوں اور خس وخاشاک سے پاک کیا گیا اور اس میں اعلیٰ قسم کی فصلیں اور پھلدار درخت بوئے گئے تو اس زمین نے وہ بہار دکھائی کہ پوری دنیا ششدر ہو کے رہ گئی۔

چنانچہ سب سے پہلے حلقہ ایمان میں داخل ہونے والے مہاجرین اور انصار انبیاء کے بعد افضل ترین مخلوق قرار دیئے گئے اور ان کے بعد وہ لوگ افضل ترین قرار دیئے گئے جنھوں نے اس روشن شریعت کو اپنایا خواہ وہ عربی تھے یا عجمی۔ چنانچہ اسلام کی روشنی نے اہل عرب کے وسیع ریگ زاروں کی ویرانی کو یوں چاٹ لیا

جیسے سورج کی روشنی رات کی تاریکی کو نگل جاتی ہے، یا رحمتوں سے بھرے بادل قحط اور خشک سالی کو نگل جاتے ہیں، قوم عرب دنیا کی ایک ایسی قوم تھی جس کا انتخاب آخری رسالت کے لیے کیا گیا اور اسلام کو قبول کرنے بعد انھوں نے بجا طور پہ خود کو اس کا اہل ثابت کیا اور اسلام کا پیغام لے کر اپنے گھروں سے نکلے اور اسے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے انسانوں تک پہنچایا۔انھوں نے اپنے عمل اپنے اخلاق اور اپنی اعلیٰ صفات کی بدولت دنیا پہ ثابت کیا کہ وہی ہیں جن کے پاس وہ نور ہے جو انسانی دکھوں کی بجا طور پہ مسیحائی کرنے کے قابل ہے۔انھوں نے انسانوں کو پکارا اور ان سے کہا دین اسلام کو اپناؤ تب تمہیں ان آزاروں سے نجات ملے گی جن کے نیچے انسانیت صدیوں سے پس رہی تھی۔آج اسلام کی روشنی سے منور ہونے والے کروڑوں اربوں دل اس کی حقانیت اور ابدیت پہ قائل اور مسرور نظر آتے اور ان لوگوں کو نگاہِ حیرت وحسرت سے دیکھتے ہیں جنھوں نے آج کی عقلی دنیا میں بھی اسلام کی روشن تعلیمات سے منہ موڑ رکھا ہے اور زندگی کی ہر سانس ان سے اس جہالت کا خراج وصول کرتی نظر آتی ہے۔اللہ ہر انسان کو راہ ہدایت سے نوازے۔آمین

> عربوں کی عادات عجیب اور معمولات عجیب تر تھے اسی لیے اُن کے افعال میں وہ اجنبیت پائی جاتی ہے جس سے متمدن تہذیبیں مانوس نہیں ہوتیں ۔ اُن کے اخلاق و افعال ہی کا تذکرہ یہاں پیشِ نظر ہے۔

احساس تفاخر

عرب کے جاہلی معاشرے میں جہاں شجاعت سخاوت اور غیرت کا غلبہ تھا وہیں ان کے ہاں باہمی مفاخرت کا بازار بھی خوب گرم تھا۔ ہر عرب کو اپنے کنبے یا قبیلے کی عزت عظمت اور بزرگی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی۔ یاد رہے کہ احساسِ تفاخر کی بنیاد ان چیزوں پہ ہے جو انسان کو حاصل ہوں اور انسان اِن چیزوں پہ اتراتا ہے جو اس کی ذات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگرچہ عربوں کے اس فعل کو کسی صورت ایک مثبت فعل قرار نہیں جاسکتا کہ اسلامی شریعت نے اس تفاخر کی نفی کی ہے جو عربوں میں مروّج تھا اس لیے جو شخص بھی عقل کی آنکھ سے دیکھے گا اور جس کی نگاہوں سے جہالت کا پردہ ہٹ چکا ہوگا اس کے نزدیک فخر کرنا انتہائی حماقت ہوگی اور انسان کے اس تفاخر کا باعث محض اس کی جہالت ہے اس لیے کہ وہ جن چیزوں پہ فخر کرتا ہے وہ دنیا کی فانی اشیاء ہیں جن کے مقدر میں مٹ جانا ہے اور اس کا حقیقی مالک وہی خدا ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس لیے انسان کا تفاخر ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی دوسرے کی چیز پہ اترا رہا ہو اور وہ ان چیزوں پہ خوش ہو رہا ہو جو کسی بھی لمحے اس سے چھینی جاسکتی ہیں۔ اس کی مثال

ایسے ہی ہے جیسے کوئی بدکار عورت اپنے خوبصورت لباس پہ فخر کررہی ہو۔ چنانچہ عربوں کے ایک حکیم اور صاحبِ دانش فرد کے پاس سے ایک شخص اِتراتا ہوا گزرا تو حکیم نے اس سے کہا:

اے شخص تو کس بات پہ اترا رہا ہے؟

اگر تو اپنے گھوڑے پہ فخر کررہا ہے تو خوبصورتی اور نشاط تیرے گھوڑے میں ہے تجھ میں نہیں"۔

اور اگر تیرے اس تفاخر کا سبب تیرے آباؤ اجداد ہیں تو بزرگی اور فضیلت تو اُن میں پائی جاتی تھی نہ کہ تجھ میں ہے"۔

اور اگر یہ چیزیں بول سکتیں تو تجھ پہ ضرور طعن کرتیں کہ ہم پہ اترانے کے بجائے یہ تو بتا کہ ہماری ان خوبیوں کے علاوہ بھی تیرے دامن میں کچھ ہے کہ نہیں؟

چنانچہ دنیا کی یہ ساری رونق انسانوں کی یہ ساری رعنائیں ساز وسامان اور مال و جاہ کے یہ سارے انبار موسم گرما کے اس بادل کی طرح ہیں جو عنقریب چھٹ جائے گا اور یہ وہ ڈھلتی چھاؤں ہے جس کے اگلے موڑ پہ رات ہے فنا ہے اور اسی پس منظر کو ذہن میں رکھ کر کسی عرب شاعر نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ:

اِنَّمَا الدُّنیاَ کرُؤیًا فَرَّحَتْ
مَنْ رَاٰهَا سَاعَةً ثُمَّ انْقَضَتْ

کہ دنیا تو ایک خوش کن خواب کی طرح ہے کہ اسے دیکھنے والا ذرا دیر کے لیے مسرور ہوا اور ساتھ ہی یہ خواب ختم ہوگیا"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اللہ کی آخری کتاب میں انسان کو بارہا اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ انسان کو فخر ومباہات اور تکبر سے دور رہنا چاہیے کہ یہ اموراس کو دنیاوی تباہی اور اُخروی ذلت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ لٰہذا انسان کو بتایا گیا کہ اگر تُو فخر کرے تو اس معرفت پہ کر جو تجھ سے نکل کر نہ جائے گی اور اگر تجھے دنیا کی کوئی چیز پسند آجائے تو تُو اپنی فنا اور اس کی ناپائیداری پہ غور کر اور اگر تجھے اپنی فنا اور اس چیز کے

زوال کا علم ہو جائے تو فلاح کی منزل تیرے قریب ہے ورنہ وہ چیز جو آج تیرے لیے فخر کا باعث ہے وہ بھی عنقریب تجھ سے چھن جائے گی اور تُو آخرت کی معرفت اور احساسِ فنا سے عاری ہو جائے گا اور اگر تو اللہ اور روزِ آخرت پہ ایمان رکھتا ہے تو تجھ سے دیر تک اس چیز کا محاسبہ ہوتا رہے گا جو تیرے لیے تکبر کا باعث ہوئی۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ الحدید ۵۷/ آیات ۲۳)

ترجمہ؛

اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو مغرور ہو بہت فخر کرتا ہو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ہر فخر کرنے والے کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ جب قریش کے دو قبیلوں بنو عدنان اور بنو سہم کے درمیان مفاخرت کی گئی اور انھوں نے سیادت اور اسلام سے شرف یاب ہونے پہ فخر کیا اور ان کے ہر قبیلے نے یہی کہا کہ ہم میں سردار زیادہ تھے۔ بزرگی اور عظمت کے نشان بہت سے بڑے لوگ ہم میں سے ہو گزرے ہیں اور ہمارے قائدوں کی تعداد زیادہ ہے تو اس مفاخرت میں بنو عبد مناف بنو سہم پہ غالب آ گئے۔ تب انھوں نے اپنے اِن بزرگوں پہ فخر کیا جن کی عظمت مسلّمہ تھی مگر اب وہ ان کے درمیان نہ تھے اور اس میں بھی بنو عبد مناف ہی غالب رہے اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ قرآن کی یہ آیت اسی موقع پہ نازل ہوئی تھی۔"

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

(القرآن الحکیم التکاثر ۱۰۴ : ۱)

ترجمہ؛

کہ تمہیں مفاخرت نے اللہ سے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں تک چلے گئے۔"

علامہ کلبیؒ نے ابو بردہؓ سے روایت کی ہے کہ یہ سورۃ انصار کے دو قبیلوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کہ بنی حارثہ اور بنی الحارث تھے اور یہی دو قبائل تھے جنھوں نے ایک دوسرے کے سامنے فخر و مباہت کا اظہار کیا تھا اور ایک دوسرے کو پکار کر کہا تھا کہ ہمارے فلاں شخص جیسا کوئی آدمی تم میں ہے تو اس کا نام لو اور دوسرے قبیلے نے بھی اسی طرح پکارا پھر انھوں نے مُردوں پہ تفاخر کیا اور کہا آؤ قبرستان چلتے ہیں اور وہاں پہنچ کر انھوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا اور کہا بتاؤ کیا تم میں اس درجے کا کوئی شخص گزرا ہے اور ان کے مقابل قبیلے نے بھی اسی طرح کے دعوے کیے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔"

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ التکاثر ۱۰۴/ ۱)

ترجمہ:

کہ تمہیں باہمی مفاخرت نے ایسا غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں تک جا پہنچے خبردار ایسا نہیں ہونا چاہیے اور عنقریب تم معلوم کر لو گے (پھر کہتا ہوں) کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم عنقریب معلوم کر لو گے۔"

قرآن حکیم کی یہ آیات ان کے لیے توبیخ اور تنبیہ تھی اس بات کے متعلق کہ روزِ آخرت ان کے ہر عمل

کا حساب ہونے والا ہے۔فخر ومباہات تکبر کے ضمن میں شامل ہے جس سے باز رہنے کی بارہا تلقین کی گئی ہے۔نیز اس فرمانِ خداوندی میں اس امر کی بھی سخت وعید پائی جاتی ہے کہ انسان کے لیے دنیا ہی کے معاملات میں مشغول ہوجانا اور پھر اس دنیا کے مال واسباب پہ فخر کرنا ان اعمال میں شامل ہے جن کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔تاہم حقیقت یہی ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں کو ان حقیر باتوں اور مذموم اخلاق سے روکنے والا کوئی نہ تھا کہ وہ اس زمانے میں تھے جب رسولوں اور نبیوں کی آمد منقطع تھی اور سابقہ انبیاء کی تعلیمات وقت کی راکھ میں گم ہوچکی تھیں۔

لہٰذا انھیں بہت سے امور کے انجام اور قابلِ ستائش نتائج کا علم نہ تھا اور نہ ہی انھیں یہ ادراک حاصل تھا کہ اچھے کاموں کے عوض ثواب اور برے کاموں کے عوض عذاب مترتب ہوتا ہے۔چنانچہ اکثر و بیشتر ان کی مفاخرت کی بنیاد شجاعت سخاوت اور اپنے قبیلے کی بزرگی پہ منتج ہوتی تھی اور اس مفاخرت کو وہ برا نہ جانتے تھے بلکہ ان کے سماج میں اس کی ایک اہمیت بہرحال موجود تھی۔اس لیے یہاں عربوں کے مفاخرات اور منافرات کے چند تذکروں کا بیان کیا جانا ضروری ہے اگرچہ یہ ذکر اس قدر طویل ہے کہ اسی بیان میں عمر گزر جائے مگر بیان مکمل نہ ہو۔

چنانچہ ابوعبیدہؒ سے منقول ہے کہ نعمان بن منذر کے پاس نزار کے دونوں بیٹے ربیعہ اور مضر کی اولاد مفاخرت کے لیے پہنچی۔اور ربیعہ کے وفد میں بسطام بن قیس اور حوفزان بن بکری شریک تھے جب کہ قبیلہ مضر کے وفد میں قیس بن عیلان میں سے عامر بن مالک اور اقرع بن حابس شامل تھے۔نعمان نے عربوں کے دستور کے مطابق ان کی تعظیم کی اور ان کو انعام واکرام سے نوازا پھر ان کے لیے مجلس مفاخرت بپا کی۔نعمان بن منذر کا دستور تھا کہ جب وہ اس مجلس کا اہتمام کرتا تو کھانے کے بعد جب شراب کا دور چلتا تب سب سے پہلے وہ خود شراب پیتا اور اس کے بعد جس کو شراب پیش کی جاتی اس کے متعلق گمان کیا جاتا کہ وہ بادشاہ کے بعد اس مجلس کا افضل ترین شخص ہے۔چنانچہ جب بنو ربیعہ اور بنو مضر کی مفاخرت کی مجلس بپا ہوئی تو دستور کے مطابق سب سے پہلے نعمان نے خود شراب پی اور پھر اس کی خاص لونڈی جام لیے منتظر تھی کہ منذر اشارہ کرے کہ وہ یہ جام کسے پیش کرے اور لوگوں نے اپنے سانس روک رکھے تھے کہ دیکھیں یہ عزت کس کو بخشی جاتی ہے اور نعمان بن منذر کی لونڈی کافی دیر سے جام لیے حکم کی منتظر کھڑی تھی اور نعمان سر جھکائے کسی سوچ

میں گم تھا پھر اس نے سر اٹھایا اور پہلے اس لونڈی کی طرف دیکھا پھر یہ اشعار کہے۔"

اِسْقِی وُفُودَكِ مِمَّا كُنْتِ سَاقِيَتِیْ
وَابْدِی بِكَأْسِ ابْنِ الجَدَّيْنِ بِسْطَامِ

جو شراب تو نے مجھے پلائی ہے وہی اپنے وفد کو بھی پلا اور بسطام بن ذی الجدین سے شروع کر۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَغَرَّ يَنْمِيْهِ مِنْ شَيْبَانَ ذُو اَنَفٍ
حَامِی الذِمَارِ وَعَنْ اَعْرَاضِهَا رَامِ

یہ ایک کریم الافعال شخص ہے جس کی نسبت بنی شیبان کے ایک خوددار عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والا اور عزت آبرو بچانے والا شخص ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

قَدْ كَانَ قَيْسُ بنُ مَسْعُودٍ وَوَلِدُهٗ
تَبَدَا المُلُوكُ بِهِ أَيَّامَ اَيَّامِ

قیس بن مسعود اور اس کا والد وہ شخص تھے جن سے گذشتہ ایام میں بادشاہ دورِ شراب شروع کیا کرتے تھے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَارْضُوْا بِمَا فَعَلَ النُّعْمَانُ فِی مُضَرٍ
وَفِی رَبِيْعَةَ مِنْ تَعْظِيمِ أقْوَامِ

جو تعظیم نعمان نے مضر اور ربیعہ کی کی ہے تم اس پہ رضامند ہو جاؤ کہ اسی میں بھلائی ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

هُم الجَمَاجِمُ و الأَذْنَاب غَيْرُهُم
فَارْضُوْا بِذٰلِكَ اَوْ بُوْ ؤا بِارْ غَامِ

یہی لوگوں کے سردار ہیں اور دیگر اقوام ان کی دُم ہیں یعنی ان کی تابع دار ہیں تم لوگ اس پہ راضی ہو جاؤ ورنہ ذلت کا اقرار کر لو۔"

تب اس محفل میں عامر بن طفیل اٹھا اور اس نے یہ اشعار کہے:

كَانَ التَبَابِع فِیْ دَهْرٍ لَهُم سَلَفٍ
وابن المرَارِ وا مْلَاك عَلَى الشَّامِ

گذشتہ زمانے میں تبابعہ (یعنی ابن آکل) المرار اور شام کے بادشاہ ہو گزرے ہیں۔"

حَتَّى انْتَهَى المُلْكُ مِنْ لَخْمٍ الى مَلِكٍ
بَادِى الشِّنَاَنِ لِمنْ لَمْ يَرْمِهِ الرَّامِى

یہاں تک کہ حکومت بنی لخم کے ایک ایسے بادشاہ کے ہاتھ آئی جس نے کھلم کھلا دشمنی کی اور ان لوگوں پہ تیر برسائے جنھوں نے ان پہ تیر نہ برسائے تھے۔"

اَتٰى عَلَيْنَا بِاَظْفَارٍ و طَوَّقَنَا
طَوْقَ الحَمَامِ باتعَاسٍ وَارْغَامِ

وہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہماری طرف آئے اور کبوتروں کی طرح ہماری گردنوں میں ذلت اور رسوائی کا طوق پہنا دیا۔"

اِنْ يُمكِنِ اللّٰهُ فی يَومٍ يَشَاء بِهِ

نَترُكْكَ وَحْدَكَ تَدْعُو رَهطَ بَسْطَامِ

اگر اللہ نے ہمیں کسی دن، جب بھی وہ چاہے قدرت دی تو ہم تمہیں اکیلا چھوڑ دیں گے اور تو بسطام کے قبیلے کو بلاتا رہ جائے گا۔“

فَانْظُرْ اِلی الصِّيْدِ لَم يَحْمُوكَ مِنْ مُضَرٍ

هَلْ فِیْ رَبِيْعَةَ اِن لَمْ تَدْ عُنَا حَامٍ

ان مغرور لوگوں کی طرف دیکھ کہ یہ تجھے قبیلہ مضر سے بچا نہیں سکے اگر تو ہمیں نہیں بلاتا تو کیا ربیعہ تیری میں تیری کوئی حمایت کرنے والا ہے۔“

تب بسطام بن قیس نے ان اشعار کا جواب دیا:

لَعَمْرِی لِئِن صَحَّتْ تَمِيمٌ و عَامِرٌ

لَقَدْ كُنْتُ قِدْماً فِیْ حُلُوقِهِمْ شَجَا

اپنی جان کی قسم: اگر قبیلہ تمیم اور عامر اب تندرست ہو گئے ہیں تو کوئی بات نہیں میں تو قدیم زمانے سے ان کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی کی طرح ہوں۔“

اَرُوْنِیْ كَمَسْعُودٍ و قَيْسٍ و خَالِدٍ

وعَمرٍو وَ عَبْدِاللّٰهِ ذِی البَاعِ وَالنَّدٰی

مجھے مسعود، قیس، خالد، عمر اور صاحب قدرت اور سخی عبداللہ جیسا کوئی شخص تو دکھا دو۔“

فَكَانُوْا عَلَى اَفْنَاءِ بَكْرِبْن وائِلٍ
رَبِيْعًا اِذَا مَا سَال سَائِلُهُمْ جَدَاً

یہ ان لوگوں کے لیے جو اِدھر اُدھر سے بکر بن وائل کے ساتھ جا ملے تھے وہ ان کے لیے موسم بہار کی طرح تھے جو ان کے در پہ سوالی بن کے آتا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ سِرْتُ عَلَى آثَارِهِمْ غَيْرَ تَارِكٍ
وَصِيَّتَهُمْ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى مَدىٰ

میں ان کے نقشِ قدم پہ چلا مگر میں نے ان کی وصیت کو نہیں چھوڑا تا آنکہ میں منزل تک پہنچ گیا۔" [*36]

❁❁❁❁❁❁❁❁

اور ابن الکلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن ایران کے بادشاہ کسریٰ نے حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر سے کہا:

کیا عربوں میں کوئی ایسا قبیلہ بھی ہے جو دوسرے تمام عرب قبائل پہ شرف کے حوالے سے فضیلت رکھتا ہو؟

نعمان نے کہا: ہاں ہے

کسریٰ نے پوچھا؟

وہ کون ہیں اور کس چیز کے باعث ان کو یہ شرف حاصل ہوا ہے؟

نعمان نے جواب کہ:

جس قبیلے کے مسلسل تین باپ سردار چلے آئے ہوں پھر ان کے ساتھ چوتھا ایسا مل جائے جس میں کمال پایا جاتا ہو تو ایسا گھرانہ ہی شرف والا ہوگا:

چنانچہ کسریٰ نے کہا: ایسے گھرانوں کو تلاش کرو۔

جب اس معیار پہ کھوج کی گئی تو حذیفہ بن بدر، ذی الجدین اور اشعث بن قیس بن کندہ کے گھرانے ہی ملے۔

تب کسریٰ نے نعمان بن منذر سے کہا:

کہ ان لوگوں کو جمع کرو میں ان سے ملنا چاہتا ہوں"۔

پھر وہ سب کسریٰ کے ہاں جمع ہوئے اور ان کے ساتھی قبائل بھی جمع ہوئے اور کسریٰ نے ان کے درمیان مفاخرت کے لیے خاص دربار منعقد کیا اور ان کے لیے عدل کرنے والوں کی نشست جمائی "۔

نعمان نے اہل عرب کے ان قبائل کے سرداروں کی خوب تکریم کی اور ان سے اپنے اپنے قبائل کی صفات بیان کرنے کو کہا"۔

چنانچہ سب سے پہلے عربوں کا سردار حذیفہ بن بدر اٹھا اور وہ اپنی قوم کا فصیح ترین شخص تھا:

اس نے اپنا بیان یوں شروع کیا :

عربوں کو معلوم ہے کہ قدیم ترین شرافت اور بزرگ ترین عزت ہمیں میں پائی جاتی ہے اور ہمارے کارنامے کریم ترین لوگوں کے افعال ہیں اس کے بعد ان کا شاعر اٹھا اور اس نے اپنے قبیلے کی مدح میں کہا:

فَزَارَةٌ بَيْتُ الْعِزِّ وَالْعِزُّ فِيهِمُ
فَزَارَةُ قَيْسٍ حَسْبَ قَيْسٍ نِضَالُهَا

بنو فرازہ کا گھرانہ عزت کا گھرانہ ہے، عزت انھیں میں ہے میری مراد فزارہ بن قیس سے ہے اور قیس کے لیے ان کی تیز اندازی ہی کافی ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَهَا الْعِزَّةُ الْقَعْسَاءُ وَالْحَسَبُ الَّذِي
بَنَاهُ لِقَيْسٍ فِي الْقَدِيمِ رِجَالُهَا

دائمی عزت جسے قیس کے آدمیوں نے قیس کے لیے قدیم زمانے میں کیا تھا انھی کی تھی۔"

فَمَنْ ذَا اِذَا مُدَّ الاَکُفُّ اِلَی العُلٰی
یَمُدُّ بِاُخریٰ مِثْلِهَا فَیَنَا لُهَا

جب ہاتھ بزرگی کی طرف بڑھ جائیں تو کون ہے جو اسی قسم کا ایک اور ہاتھ بڑھا کر بزرگی کو حاصل کرے۔"

فَهَیْهَا تَ قَدْ اَعْیَا القُرُونَ اِلَیّ مَضَتْ
مآثِرُ قَیْسٍ مَجْدُهَا و فَعَالُهَا

یہ ناممکن ہے کیونکہ قیس کے محاسن یعنی ان کی بزرگی اور نیک کاموں نے گذشتہ امتوں کو ان کے مقام تک پہنچنے سے عاجز کردیا ہے۔"

وَهَلْ اَحَدٌ اِنْ مَدَّ یَوماً بِکَفِّهِ
اِلَی الشَّمسِ فِیْ مَجْرٰی النُّجومِ یَنَالُهَا

کیا کوئی ایسا ہے کہ اگر وہ اپنی ہتھیلی سورج کی طرف بڑھائے تو اسے ستاروں کی گزرگاہ ہی میں پکڑ لے۔"

فَاِنْ یَصْلَحُوا یَصْلَحْ لَذَاكَ جَمِیْعُنَا
وَاِنْ یُفْسُدُوا یَفسُدْ عَلَی النَّاسِ حَالُهَا

لہٰذا اگر یہ لوگ صحیح و درست رہیں گے تو ہم سب درست رہیں گے اور اگر وہ خراب ہوگئے تو ہم سب لوگوں کا حال بھی خراب ہوجائے گا
۔"[*37]

اس کے بعد اشعث بن قیس اٹھا اور نعمان نے اسے بنو ربیعہ اور بنو تمیم سے پہلے بولنے کی اجازت اس لیے دی کہ اس کی نعمان کے ساتھ قرابت داری تھی تو اشعث نے کہا کہ عربوں کو معلوم ہے کہ ہم کثیر تعداد کے ساتھ جنگ میں بھڑ جاتے ہیں ان کی قدیم اور بڑی جمعیتوں کے خلاف صف آرا ہوتے ہیں، ہم سختی کے زمانے میں لوگوں کے فریاد رس ہیں اور ہمیں تو کندہ کے ملک کے مالک ہوئے۔ لوگ اس کے سائیوں میں بیٹھے اور ہم نے ملک کی ایک بڑی جہت کی ذمہ داری اٹھائی اور اس کے مرکزی نقطے پہ قدم گاڑے اس کے بعد ان کا شاعر اٹھا اور اپنے قبیلے کی مدح کی:

اِذَا قِسْتَ اَبْیَاتَ الرِجَالِ بِبَیْتِنَا
وَجَدْتَ لَہٗ فَضْلاً عَلَی مَنْ یُفَاخِرُ

جب تو اور لوگوں کے گھرانے کو ہمارے گھرانے کے ہمراہ قیاس کرے گا تو تُو یہ بات پالے گا کہ ہمارا گھرانا ان لوگوں سے افضل ہے جو اس کے ساتھ تفاخر کرتے ہیں۔"

فَمَنْ قَالَ کَلاَّ اَوْ اَتَانَا بِخُطَّۃٍ
یُنَافِرُنَا یَوْمًا فَنَحْنُ نُخَاطِرُ

لہٰذا جس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا یا وہ کوئی بڑا کارنامہ پیش کرکے ہم سے مفاخرت کرنے آئے تو ہم اس پہ شرط لگانے کو تیار ہیں۔"

تَعَالَوْا فَعُدُّوا يَعْلَمُ النَّاسُ أَيُّنَا
لَهُ الفَضْلُ فِيْمَا اَوْرَثَتْهُ الأَكَابِرُ

آؤاور شمار کروتا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان امور میں جو اس نے بزرگوں سے وراثتاً لیے ہیں ہمیں کیسے فضیلت حاصل ہے۔''

❁❁❁❁❁❁❁❁

اس کے بعد بسطام بن قیس اٹھا اور کہا: کہ عربوں کو معلوم ہے کہ ہم ان کے لازوال گھر بنانے والے اور اس کی غیر متغیر عزت کا پودا لگانے والے لوگ ہیں تب کسی نے پوچھا؟ اے شیبانی یہ کیسے۔ اس پہ بسطام نے کہا کہ ہماری عزت اس لیے ہے کہ ہم سب سے زیادہ بدلہ لینے والے ہیں اور ہر جابر بادشاہ کو سب سے زیادہ مارنے والے ہیں، سب سے زیادہ حق بات کہنے والے ہیں اور فریق مخالف کے ساتھ خوب جھگڑنے والے ہیں اس کے بعد ان کا شاعر اٹھا اور اپنے قبیلے کی مدح کی:

لَعَمْرِی بِسْطَامٌ اَحَقُّ بِفَضْلِهَا
وَاَوَّلُ بَيْتِ العِزِّ عِزِّ القَبَائِلِ

اپنی جان کی قسم بسطام کا قبیلہ فضیلت کا زیادہ حقدار ہے قبائل کی عزت کے مقابل یہ سب سے پہلا عزت کا گھرانہ ہے۔''

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَسَائِلْ اَبَيْتَ اللَّعْنَ عَنْ عِزِّ قَوْمِهَا
اِذَا جَدَّ يَوْمَ الفَخْرِ كُلُّ مُنَاضِلِ

خدا تجھے قابل لعنت امور سے بچائے، جب ہر تیر اندازی میں مقابلہ کرنے والا تفاخر کے دن کوشش کرے تو تُو اس قوم کی عزت کی نسبت سوال کر کے دیکھ لے۔''

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَيُخْبِرُكَ الأَقْوامُ عنها فَإِنَّهَا
وَقَائِعُ لَيْسَتْ نُهزَةً لِلْقَبَائِلِ

اس وقت تجھے قومیں اس امر کا پتا دیں گی کیونکہ یہ ایسے حقائق ہیں جنھیں ہر قبیلہ حاصل نہیں کر سکتا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

أَلَسْنَا أَعَزَّ النَّاسِ قَوْماً وأُسْرَةً
وَأَضْرَبَهُمْ لِكَبْشٍ بَيْنَ القَبَائِلِ

کیا قوم اور قبیلے کے اعتبار سے ہم سب سے زیادہ ذی عزت نہیں ہیں اور کیا قبائل کے درمیان ہر بڑے سردار کو سب سے زیادہ مارنے والے نہیں ہیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَقَائِعُ عِزٍّ كُلُّهَا رَبَعِيَّةٌ
تَذِلُّ لَهُمْ فِيهَا رِقَابُ المَحَافِلِ

یہ عزت کے حقائق تھے۔ہمیں نے انھیں سب سے پہلے جنم دیا تھا ان کے سامنے اہل محفل کی گردنیں جھک جایا کرتی تھیں۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

إِذَا ذُكِرَتْ لَمْ يُنْكِرِ النَّاسُ فَضْلَهَا
وَعَاذَ بِهَا مِنْ شَرِّهَا كُلُّ قَائِلِ

جب ان کا ذکر ہوتا تھا تو لوگ ان کی فضیلت کا انکار کرتے تھے ہر کہنے والا ان کے شر سے انھی کے پاس آ کر پناہ لیا کرتا تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَاِنَّا مُلُوْكُ النَّاسِ فِیْ كُلِّ بَلْدَةٍ
اِذَا نَزَلَتْ بِالنَّاسِ اِحْدَی النَّوَازِلِ

جب لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوجاتی ہے تو گویا ہم ہر شہر میں لوگوں کے بادشاہ ہوتے ہیں اور ہم ہر مقام پہ لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔''[38*]

اس کے بعد حاجب بن زرارہ تمیمی اٹھا اور کہا: عربوں کو معلوم ہے کہ ہم ان کے ستونوں کی شاخ ہیں یعنی ان کے سرداروں کی نسل سے ہیں اور ان کی فوج کے سپہ سالار ہیں اور ہماری یہ عظمت اس وجہ سے ہے کہ ہم بنی تمیم کے فرد ہیں جو تعداد میں سب سے زیادہ ہیں اور نجیب اولاد پیدا کرنے کے معاملے میں سب سے آگے ہیں اور سب سے زیادہ عطیے دینے والے ہیں اور بھاری معاملات کا بار سب سے پہلے اٹھانے والے ہیں اس کے بعد ان کا شاعر اٹھا اور اس نے اپنے قبیلے کی مدح کی:

لَقَدْ عَلِمَتْ اَبْنَاءُ خِنْدَفَ اَنَّنَا
لَنَا الْعِزُّ قِدْماً فِی الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلِ

خندف کے بیٹوں کو معلوم ہے کہ وائل کے کارہائے نمایاں میں قدیم زمانے سے ہماری عزت قائم ہے ''۔

وَاِنَّا كِرَامٌ اَهْلُ مَجْدٍ وَثَرْوَةٍ
وَعِزٍّ قَدِيْمٍ لَيْسَ بِالْمُتَضَائِلِ

نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ہم سخی لوگ ہیں بزرگی اور ثروت والے ہیں اور ایسی قدیم عزت کے مالک ہیں جو کبھی بھی کمزور نہیں ہوئے ''۔

فَكَمْ فِيهِمْ مِن سَيِّدٍ وَابْنِ سَيِّدٍ
اَغَر نَجِيْبٍ ذِى فَعَالٍ وَ نَائِلٍ

ان میں کئی سردار ہیں اور ابن سردار ہیں، جو اچھے کام کرنے والے اصیل اور عطیہ دینے والے ہیں۔"

فَسَائِلْ اَبَيْتَ اللَّعْنَ عَنَّا فَاِنَّنَا
دَعَائِمُ هٰذَا النَّاسِ عند الجَلَائِلِ

اے بادشاہ: خدا تجھے قابل ملامت امور سے محفوظ رکھے لوگوں سے ہمارے متعلق پوچھ کیونکہ بڑی مشکلوں کے آن پڑنے کے وقت ہمیں تو لوگوں کا سہارا ہوتے ہیں۔" [*39]

اس کے بعد قیس بن عاصم السعدی نے اٹھ کر کہا: سب لوگوں کو معلوم ہے کہ بزرگیوں میں ہمارے ہی ستون سب سے زیادہ بلند ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت ہمیں وہ بہادر ہیں جو سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ ہمارا تعلق بنو سعد سے ہے اور ہم سب سے زیادہ بدلہ لینے والے ہیں اور اپنے پناہ گزین کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہیں۔ جب ہم حملہ کرتے ہیں تو پھر پیچھے نہیں ہٹتے اور جب ہم کہیں اترتے ہیں تو کوئی شخص ہم پہ حملہ کرنے کا قصد نہیں کرتا۔ پھر ان کا شاعر اٹھا اور اس نے اپنے قبیلے کی مدح کی:

لَقَدْ عِلَمَتْ قَيْسٌ وخِنْدَفُ اَنَّنَا
وَجُلُّ تَمِيْمٍ وَالجُمُوعُ الَّتِي تَرٰى

قبیلہ قیس، خندف تمام کے تمام قبیلے تمیم اور تمام ان لوگوں کو جنھیں تو دیکھ رہا ہے معلوم ہے کہ۔"

بِأَنَّا عِمَادٌ فِى الامُورِ وَ أَنَّنَا
لَنَا لشَرف الضَّخْم اُلمُرَكَّب فُى النَّدى

ہمیں تمام امور میں نادار لوگوں کا سہارا ہیں اور مختلف عناصر کے ترکیب پانے والی بھاری بھرکم شرافت وبزرگی کے ہمیں تو مالک ہیں۔

وَأَنّا لُيُو ثُ البَأسِ فِى كُلِّ مَازِق
اِذَا جُرِّبا لِبيُض الجَمَاجِم ُوَالكُلَا

ہمیں ہر اس مقام پر جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو جنگ کے شیر ہیں جب تلواروں کے ساتھ کھوپڑیاں اور گردے کاٹے جا رہے ہوں۔"

و اَنّا اِذَا دَاعٍ دَعَانَا لِنَجدَةٍ
اَجَسْبَنَا سِرَاعًا فِى العَلَائِم ِمِنْ دَعَا

جب کوئی پکارنے والا ہمیں مدد کے لیے پکارتا ہے تو ہم جلدی سے پکارنے والے کا جواب دیتے ہیں۔"

فَمَنْ ذَا لَيَوْمِ الفَخْرِ يَعْدِل ُعَاصِمًا
وَقَيْسًا اِذَا مُدَّ الأكُفُّ اِلَى العُلَا

تفاخر کے دن عاصم اور قیس کے ساتھ کون برابری کر سکتا ہے ایسے عالم میں کہ ہاتھ بلندیوں کی طرف بڑھائے جا رہے ہیں۔"

فَهَيْهَاتَ قَدْ أَعْيَا الْجَمِيعَ فَعَالُهُمْ
وَفَاقُوا بِيَوْمِ الْفَخْرِ مَسْعَاةَ مَنْ سَعَى

ان کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ ان کے نیک کاموں نے سب کو عاجز کر دیا ہے اور تفاخر کے دن یہ ہر کوشش کرنے والے کی کوشش ان کی کوشش تک نہیں پہنچ سکتی۔“ [40*]

اس پہ کسریٰ شاہ ایران نے کہا: ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کا سردار اور اس منصب کا اہل ہے اور یہ امر بہت دشوار اور پیچیدہ ہے کہ انھیں ایک دوسرے پہ برتر قرار دیا جائے اِس لیے اِس نے تمام عرب سرداروں کی تکریم کی قیمتی عطیوں اور بڑے انعامات سے نوازا۔

عامر بن صعصہ اور بنی شیبان

حضرت معاویہؓ کے دروازے پہ دو شخص ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے اور ان کے نزاع کی بنیاد اہل عرب کا وہی روایتی تفاخر تھا اور اس امر کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک دوسرے سے برتر اور زیادہ بزرگی والے قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک شخص کا تعلق بنی عامر بن صعصہ سے تھا اور دوسرے کا تعلق بنی شیبان سے تھا۔چنانچہ بنی عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے اپنے مدِ مقابل سے کہا:

میں اپنے قبیلے کے دس افراد کے نام گنواتا ہوں تم ان کی بزرگی کے ہم سر افراد کو میرے سامنے لاؤ“۔

اور اس نے بنی صعصعہ کی جانب سے ان لوگوں کے نام پیش کیے:

۱۔ عامر بن مالک ملاعب الاسنّہ

۲۔ طفیل بن مالک (جو بنو ہوازن کا قائد تھا)

۳۔ معاویہ بن مالک معوذ (ان کے حکماء میں شامل تھا)

۴۔ ربیعہ بن مالک

۵۔ فارس ذی علق

۶۔ عامر بن طفیل

۷۔ عقلمہ بن علاثہ

۸۔ عتبہ بن سنان

۹۔ یزید بن الصعق

۱۰۔ اربد بن قیس

اس پہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو روکا اور ان سے کہا کہ تم دونوں کا تعلق قابلِ عزت قبائل سے ہے اور اس بات پہ یوں جھگڑنا مناسب نہیں اس لیے کہ عامر بن صعصہ تمام قابلِ فخر باتوں میں کُل ہوازن سے افضل ہیں اور بنی شیبان قابلِ فخر باتوں میں تمام بکر بن وائل سے بہتر ہیں اور اگر تم لوگ مفاخرت پہ ہی آمادہ ہو تو اندر چلے آؤ میرے پاس اس عرب کے دو قابل عزت سردار بیٹھے ہیں جو غیر جانبدار بھی ہیں اور وہ عدی بن حاتم اور شریک بن عور الحارثی ہیں اگر تم کہو تو میں ان سے تمہارا فیصلہ کرا لیتا ہوں۔

اس پہ دونوں فریق رضامند ہو گئے اور بنو شیبان کے شخص نے بنو عامر کے دس آدمیوں کے مقابل اپنے قبائل سے ان افراد کے نام پیش کیے:

۱۔ قیس بن مسعود

۲۔ رھنیہ بکر بن وائل (جو نعمان بن منذر کا امین تھا)

۳۔ ھانئ بن قبیصہ

۴۔ قصبیہ بن مسعود (منذر کے دربار کا اعلیٰ عہدیدار تھا)

۵۔ مفروق بن عمر (یتیموں اور غریبوں کی پرورش کرنے والا سخی تھا)

۶۔ سنان بن مفروق

۷۔ الاصم عمرو بن قیس (بنی تمیم کا سردار)

۸۔ عمران بن مرہ (جس نے یزید بن الصعق کو گرفتار کیا تھا)

۹۔ ضامن الدمن

۱۰۔ عوف بن النعمان

چنانچہ عدی بن حاتم اور شریک بن اعور الحارثی کی منصفی میں حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں بنو شیبان اور بنو عامر صعصعہ کے درمیان مفاخرت شروع ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے بنی شیبان کو مخاطب کیا اور کہا:

تو عامر بن مالک کے مقابلے میں اپنے قبیلے سے کس کو پیش کرتا ہے؟
شیبانی نے جواب دیا: اصم بن ربیعہ کو: جس نے ایک خون کے بدلے بنو تمیم کے سو آدمی قتل کیے تھے۔
تب حضرت ماویہؓ نے منصفین کی طرف دیکھا تو انھوں نے کہا:
اس معاملے میں اصم عامری کا وزن زیادہ ہے۔
حضرت معاویہؓ نے کہا: تُو عامر بن طفیل کے مقابلے میں کس کو پیش کرتا ہے؟
حوفزان بن شریک کو: شیبانی نے کہا''۔
اور منصفین نے حوفزان بن شریک کو عامر بن طفیل کے مقابلے میں ترجیح دی۔
تو عقلمہ بن علاثہ کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے''۔
حضرت امیر معاویہؓ نے شیبانی سے پوچھا؟
بسطام بن قیس کو''۔
اور منصفین نے بسطام بن قیس کو ترجیح دی''۔
پھر عامری نے عتبہ بن سنان کو پیش کیا؟
تو شیبانی نے ان کے مقابل مفروق بن عمران بن مرۃ کو پیش کیا:
اور دونوں منصفین نے جو عرب اور اہل عرب کو بخوبی جانتے تھے عمران بن مرۃ کو فوقیت دی۔
تو معاویہ بن مالک کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے؟
عوف بن نعمان کو:
اور منصفین نے ایک بار پھر عوف بن نعمان کو فوقیت دی۔
غرض بنو ربیعہ کا ہر شخص بنو عامر بن صعصعہ پہ بھاری پڑا تب حضرت معاویہؓ نے شیبانی سے پوچھا قیس بن مسعود کا ہم نسب کس کو بناتا ہے؟
تو شیبانی کہا اے امیر:
اللہ تیرا بھلا کرے وہ اس طبقے کا آدمی نہیں ہے قیس تو بزرگی اور قدرت کے اعتبار سے دوسرے لوگوں سے بہت آگے نکل گیا ہے اس پہ عامری نے یہ اشعار کہے:

اَعُدُّ اِذَا عَدَدتُّ اَبَا بَرآءٍ
وَكَانَ عَلَا عَلَى الأقْوام فَضْلَا

جب تو اپنے آدمیوں کو شمار کرے تو میں ابو براء کو شمار کرتا ہوں اور وہ اپنی فضیلت کی وجہ سے فوقیت حاصل کر چکا تھا۔"

وَكَانَ الجَعْفَرِىُّ الهَيْجَاءُ عَلَىّ
اِذَا مَا هَاجَتِ الهَيْجَاءُ عَلاَّ

اور ابوعلی جعفری کی یہ حالت تھی کہ جب جنگ بھڑک اٹھتی تھی تو وہ اپنے تیروں کو بار بار خون سے سیر کرتا تھا۔"

وَوَالِدُهٗ الَّذِىْ حُدِّثْتَ عَنْهُ
طُفَيْلٌ خَيْرُنَا يَفعا وَكَهْلا

اور اس کا والد طفیل جس کا نام تو سن چکا ہے جوانی میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی ہمارا بہترین شخص تھا۔"

وَكَانِ مُعَوِّذ الحُكَمَا المُبَسَارِىْ
رِيَاحَ الصَّيِّفِ أعَلَى القَوْمِ فِعْلاَ

اور موسم گرما کی ہواؤں کا سامنا کرنے والا معوذ الحکماء تمام قوم کے مقابلے میں بلند افعال تھا۔"

وَقَدْ اَوْرَتْ زِنَادُ اَبِی لَبِیْدٍ
رَبِیْعَۃَ یَوْمَ ذِی عَلَقٍ فَاَبْلَا

ذی علق کی جنگ میں لبید کے باپ ربیعہ کے چقماق میں آگ پیدا ہوئی اور وہ بڑی بہادری سے لڑا۔"

وَعَلْقَمَۃُ بن الاحْوَصِ کَانَ کَھْفاً
کِلَا بِیّاً رَحِیْبَ البَاعِ سَھْلَا

عقلمہ بن الاحوص قبیلہ کلاب کے لیے پناہ تھا، وہ سخی بھی تھا اور نرم خو بھی۔"

وعُتْبَۃَ والاَغرّ یَزِّیْدَ اِنّیْ
رَاَیْتُھُمَا لِکُلِّ الفَخْرِ اَھْلَا

اور عتبہ اور یزید الاغر دونوں کو میں نے ہر فخر کا اہل پایا ہے۔"

وعَوْفاً ثُمّ اَرْبَدَ اِذَا المَعَالِیْ
کَفٰی بِھِمَا عَلَیْلَ نَدیً وبَذْلَا

اسی طرح عوف اور بلندیوں والا اربد، تمہارے لیے دونوں کی سخاوت اور عطیے کافی تھے۔"

أولٰئِكَ مِنْ كِلَابٍ فِی ذُرَاهَا
وَخَيْرُ قُرُوْمِهَا حَسَبًا ونُبْلَا

یہ لوگ بنی کلاب کے چوٹی کے آدمی تھے، حسب اور بزرگی کے اعتبار سے بہترین سردار۔"

چونکہ یہ باہمی مفاخرت کی ایک محفل تھی اس لیے ضروری تھا کہ بنوشیبان بھی اپنے آباء کی مدح کرتے اس لیے بنوشیبان کے شاعر نے عامری کے مقابل یہ اشعار کہے،،

اَعُدُّ اِذَا عَددتَّ اَبَا خَفافٍ
وَعِمْرَانَ بن مُرَّةَ وَ الاَ صَمَّا

اب جبکہ تُو نے اپنے بزرگوں کو شمار کر لیا ہے تو میں ابوخفاف، عمران بن مرہ اور اصم کو شمار کرتا ہوں۔"

وھَانِیْنَا الَّذِیْ حُدِّثتَ عَنْہُ
وَکَانَ قُبِیْصَۃُ الاَنْفُ الاَشَمَّا

اور ہمارا ھانئ جس کے متعلق تُو سن چکا ہے اور قبیصہ بلند ناک والا تھا خوددار اور معزز تھا۔"

ومَفْرُوقًا وَ ذَا النَجداتِ عَوْفاً
وبِسْطَاماً وَ وَالِدَہُ الخِضَمَّا

اور مفروق اور بہادر عوف اور بسطام اور اس کا سخی والد۔"

وَاَسْوَادَ کَانَ خَیْرَ بَنِی شَرِیْکٍ
وَلَمْ یَكُ قِرْنُہٗ کَبْشاً اَجَمَّا

اور اسود جو بنی شریک کا بہترین آدمی تھا اس کا مد مقابل بھی کوئی ایسا سردار نہ تھا جس کے پاس نیزہ نہ ہو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اولئكَ مِنْ عُکَابِةَ خیُر بکرٍ
واکرمُ مَنْ یَلِیْكَ اَبًا و امّاَ

اور بنی بکر میں سے عکابہ کے لوگ بہترین ہیں اور تمھارے آس پاس کے لوگوں میں سے باپ اور ماں کے اعتبار سے شریف ترین ہیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَفْضَل مَنٍ یَنُصّ اِلَی المَعَالِیْ
اِذَا مَا حَصَّلُوا خَالًا وَ عَمَّا

جب لوگ اپنے اپنے خالو اور ماموؤں کا ذکر کریں گے تو بلندیوں کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے والے یہ بہترین لوگ ہوں گے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

واکثَرُ قَومهِم با لشّرِّ طوقاً
وَاَبْعَدُ قَوْمَهِمْ فِی الخَیْرِ هَمّاَ

یہ جنگ میں سب سے زیادہ طاقتور اور نیک کاموں کا ارادہ کرنے میں سب سے دور تک مار کرنے والے لوگ ہیں۔"[41*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

اس پر معاویہؓ نے منصفوں سے پوچھا کہ ؟

ان قبائل کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے؟

تو دونوں منصفوں نے اتفاق رائے سے قبیلہ شیبان کو زیادہ شرف والا قبیلہ قرار دیا:

اس پہ حضرت معاویہؓ نے کہا: کہ میری رائے بھی یہی ہے:

چنانچہ اس نے ان دونوں قبائل کے اعمائدین کی عزت کی اور ان کو انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

عامر اور عقلمہ

عربوں کی مفاخرت کے مشہور واقعات میں سے ایک مقبول عام قصہ وہ ہے جس میں عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر اور عقلمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص کے درمیان مفاخرت کی بنا پڑی۔ بعض مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عربوں میں مفاخرت کی ابتدا اسی واقعے سے ہوئی تھی(42*) چنانچہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ جب دو شخصوں کے درمیان شرافت کے بارے میں تنازع پیدا ہو جاتا تو وہ فیصلہ کرانے کے لیے اپنے صاحبِ دانش افراد کے پاس جایا کرتے تھے جن کو وہ حکماء کہا کرتے۔ لوگ اپنے حکماء اور صاحبِ دانش افراد کی تکریم کیا کرتے اور ان میں وہ لوگ شرف اور فضیلت کے معاملے میں دیگر لوگوں سے برتر خیال کیے جاتے۔ عنقریب ہم عربوں میں بڑے حکماء کے کچھ حالات بھی بیان کریں گے انشاءاللہ۔ عرب اپنے اس فعل کو مفاخرت کی بجائے منافرت کہا کرتے جس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ اپنے نسب کی بزرگی اور عظمت کے بارے میں کسی سے جھگڑا کرتے تو یوں کہا کرتے "**أَنَا اَعَزُّ نَفَراً**" کہ میں اپنے افراد قبیلہ کے اعتبار سے زیادہ عزت والا ہوں ابو عبیدہ اور دیگر آئمہ نے جنھیں لغتِ عرب مہارت حاصل تھی انھوں نے عربوں کی منافرات کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

چنانچہ عامر بن طفیل نے عقلمہ بن علاثہ سے کہا کہ سرداری تو میرے دادا حوص کی ہے جس پہ تمھارے چچا ابو براء نے قبضہ کر رکھا ہے۔

اب جبکہ وہ بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہے اور اس فرض کو سرانجام دینے سے قاصر ہے اس لیے میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ قبیلہ کی سرداری مجھے حاصل ہو۔

جس کی وجہ سے یہ ہے کہ میں تم سے حسب کی بنا پہ زیادہ شرف والا ہوں طاقت کے لحاظ سے بھی تم سے بڑھا ہوا ہوں اور لمبے ہاتھ والا ہوں۔

تاہم عقلمہ نے اس کے موقف کو مسترد کر دیا اور اسے مفاخرت کے لیے کہا:

عقلمہ نے اپنی صفات بیان کرتے ہوئے کہا:

میں نیکوکار ہوں اور تُو فاجر ہے۔

میں بچے پیدا کرنے والا ہوں اور تُو بانجھ ہے۔

میں وفادار ہوں اور تُو بے وفا ہے۔

میں تم سے زیادہ بلند علامات والا ہوں اور میری چوٹی بھی تم سے زیادہ بلند ہے۔

میری لٹیں بھی تم سے زیادہ خوبصورت ہیں اور میرے سر کے بال گھنگریالے ہیں۔

میں خوبصورت ہوں اور تُو بدصورت ہے۔

تاہم میں تمہیں اس بات پہ چیلنج کرتا ہوں کہ میں تم سے زیادہ نیک کاموں کا حقدار ہوں۔

اس دوران عامر بن مالک کی ماں بھی ان کی گفتگو شامل ہو چکی تھی اور اس نے اپنے بیٹے کو کہا:

اس کے ساتھ نیک کاموں میں مفاخرت کرو اور اس پہ سو اونٹوں کی شرط لگاؤ۔

چنانچہ دونوں فریق اس امر پہ تیار ہو گئے۔

عقلمہ بن خالد نے بنی الاحوص کو ساتھ لیا اور سو اونٹوں کے ہمراہ صحرا میں اپنے خیمے لگائے جہاں انھوں نے اپنے مہمانوں کے لیے کئی اونٹ ذبح کیے اور ان کی عادت تھی کہ وہ جہاں قیام کرتے وہاں اپنے اونٹ ذبح کرتے اور اس کا گوشت لوگوں کو کھلاتے۔

چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے عامر بھی بنی مالک کو ساتھ لے کر نکلا تاہم اس کا چچا جو قبیلے کا سردار تھا اس نے عامر کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور کہا جس طرح تو مجھ کو گالی نہیں دے سکتا اس لیے کہ میں تیرا چچا ہوں اس لیے میں احوص کو گالی نہ دوں گا اس لیے کہ وہ میرا چچا ہے

عامر بن مالک اور عقلمہ بن خالد اس مفاخرت کا فیصلہ کرانے کے لیے پہلے ابوسفیان بن حرب بن امیہ کے پاس گئے مگر اُس نے اِس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کر دیا اس پر وہ ابوجہل بن ہشام کے پاس گئے مگر دونوں قبائل سے گہری قرابت کی وجہ سے ابوجہل نے بھی اس ذمہ داری کو اٹھانے

سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں حرم بن قطبہ بن سنان فرازی کے پاس آئے اور اسے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے کہا:

حرم بن سنان نے کہا:

میں تم دونوں کے درمیان مفاخرت کرانے کے لیے تیار ہوں مگر شرط یہ ہے تم مجھے اس بات کی ضمانت دو گے کہ میرے فیصلے کو ذلیل نہیں کیا جائے گا۔

دونوں فریقین نے حرم بن سنان کی مطلوبہ ضمانت مہیا کر دی۔

حرم بن سنان نے ان سے کہا کہ وہ چند دن تک ان کے درمیان عظمت و بزرگی کے حوالے سے فیصلہ کر دے گا۔

علقمہ اور عامر اپنے قبائل کے ہمراہ صحرا کی وسعتوں میں پناہ گزین تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ حرم بن سنان ان کے درمیان فیصلہ کر دے مگر دن پہ دن گزرتے گئے اور حرم بن سنان کی خاموشی بڑھتی رہی۔

جب کافی دن گزر گئے تو ایک رات جب کتے بھی سو چکے تھے حرم بن سنان کا قاصد عامر بن طفیل بن مالک کے ہاں اترا اور اس سے کہا کہ میں علقمہ بن خالد سے چھپ کر تمھارے پاس آیا ہوں اور حرم بن سنان چاہتا ہے کہ تم اس سے ملو اور اس طرح ملو کہ تمھارے قبیلے کے کسی فرد کو بھی اس کی اطلاع نہ ہو سکے۔

چنانچہ عامر چھپ کر سنان کے پاس جا پہنچا:

سنان نے اس کی تکریم کی اور پھر وہ بیٹھے اور اپنی توجہ اس بات کی طرف مبذول کی جس کی وجہ سے وہ ملے تھے۔

عامر نے حرم بن سنان سے پوچھا؟

کہ وہ ان کے درمیان مفاخرت کیوں نہیں کراتا۔

حرم بن سنان نے کچھ توقف کیا اور پھر کہا:

عامر میں سمجھتا تھا تُو ایک عقلمند آدمی ہے اور میں نے اس امر میں دیر اس لیے کی تا کہ تجھے وقت مل

جائے اور ذلت تجھ سے ٹل جائے۔

مگر تُو ہے کہ مفاخرت پہ مُصر ہے کیا تُو اس آدمی سے مفاخرت کرنا چاہتا ہے جس کے آباؤ اجداد کے بغیر تُو اور تیری قوم کسی معاملے میں قابل فخر نہیں پھر ذرا مجھے یہ بھی تو بتا کہ تُو کس بات میں ان سے آگے ہے کہ کوئی منصف تجھ کو ان پہ بزرگی عطا فرمائے؟

حرم بن سنان کی یہ باتیں سن کر عامر بن الطفیل سہم گیا اور اب وہ اس کی منت سماجت پہ اتر آیا تھا۔

اس نے کہا:

اے حرم میں تجھے اللہ اور اس قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں جو ہم میں موجود ہے تُو عقلمہ کو مجھ پہ فضیلت مت دے اللہ کی قسم اگر تُو نے ایسا کر دیا تو پھر میں کبھی عربوں میں سر اٹھا کر نہ چل سکوں گا۔

اے حرم لے یہ میری پیشانی حاضر ہے تُو اس کے بال کاٹ لے اور جتنا مال چاہیے مجھ سے لے لے مگر عقلمہ کو مجھ پہ فضیلت نہ دے۔

اور اگر تُو ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم ہم دونوں کو برابر قرار دے دے کہ ہم بھی جینے کے لائق رہ جائیں۔

حرم بن سنان نے کہا:

اب تم یہاں سے چلے جاؤ میں اس بارے میں سوچوں گا:

عامر اگرچہ وہاں سے نکل آیا مگر اُس کو اِس بات کا پکا یقین تھا کہ حرم بن سنان اس کے خلاف ہی فیصلہ دے گا۔

اس کے بعد حرم بن سنان نے اسی طرح پوشیدہ طور پہ اسی طرح عقلمہ کو بھی طلب کیا جس طرح کہ اس نے عامر کو بلایا تھا۔

چنانچہ عقلمہ بھی اس کے پاس پہنچ گیا:

تو حرم بن سنان نے اس سے کہا:

میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جتنا وقت میں نے تمہیں دیا ہے اس میں تم بھاگ جاؤ گے اور اس ذلت سے بچ جاؤ گے جو مفاخرت کی صورت تمہیں اٹھانا پڑے گی۔

تو مجھے بتا میں تجھے بنو عامر پہ کس طرح فضیلت عطا کروں حالانکہ نسب میں وہ تمہارا چچا زاد ہے اور

اس کا باپ تمہارا باپ ہے، وہ تجھ سے زیادہ مالدار اور لمبے ہاتھ والا سخی ہے اور اس کے بیٹوں اور بھتیجوں کی تعداد بھی تم سے زیادہ ہے اور یہ بھی کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح ملتا ہے۔

لہٰذا تو مجھے بتا تُو ان سے کس طرح بہتر ہے کہ تجھے مفاخرت میں کوئی منصف ان پہ درجہ دے سکے۔

وہ بھی حرم کے پاس سے واپس چلا آیا مگر اسے یقین ہو چکا تھا کہ حرم بن سنان اِس کے مقابلے میں عامر بن طفیل کو بہتر سمجھتا ہے اور اُس کا فیصلہ بھی یقیناً اُسی کے حق میں جائے گا“۔

جب عقلمہ چلا گیا تو حرم بن سنان نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا:

میں کل عقلمہ بن خالد اور عامر بن طفیل کی مفاخرت کا فیصلہ کرنے والا ہوں اور جب میں اپنی بات کہہ چکوں تو تم میں سے کچھ لوگ دس اونٹنیاں ہانک کر لائیں اور انھیں عقلمہ کے نام سے ذبح کر دینا اور اسی طرح کچھ لوگ دس اونٹ عامر کی طرف سے لائیں اور انھیں ذبح کر دیں اور ساتھ ہی لوگوں کو منتشر کر دینا تا کہ لوگ اکٹھے نہ ہونے پائیں اور نہ طرح طرح کی باتیں کریں چنانچہ جب صبح ہوئی تو حرم بن سنان اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا اور بنی عامر اور بنی عقلمہ کے لوگ بھی اکٹھے ہو گئے تو اس نے ان سب کو مخاطب کیا ور کہا:

اے جعفر کے دونوں بیٹو: تم مجھ سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہو تو میں تم کو بتاؤں کہ تم دونوں کی مثال ایک موٹے اور نر اونٹ کے دونوں گھٹنوں کی سی ہے جو ایک ساتھ زمین پہ پڑتے ہیں اور تم دونوں میں وہ ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی بھی صاحبِ دانش اور شریف نسب والے آدمی میں پائی جانی چاہئیں اور تم دونوں شریف اور سید لوگ ہو اس لیے میں دونوں کو برابر قرار دیتا ہوں:

اس پہ اس کے بیٹوں اور بھتیجوں نے اونٹ ذبح کیے اور اس کا گوشت لوگوں میں بانٹ دیا دراصل حرم بن سنان جانتا تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کو برتر قرار دینے سے عربوں میں ایک نہ بجھنے والی جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھتا جس کے شعلے دور دور تک جاتے اور بہت سا خون بہتا:

پھر بہت سا وقت بیت گیا اور حرم بن سنان [43*] ابھی زندہ تھا کہ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت آ پہنچا۔

حرم بن سنان اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گیا اور وہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ تب ایک دن یونہی بیٹھے ہوئے حضرت عمرؓ نے حرم بن سنان سے پوچھا کہ اے حرم: مجھے بتا اگر تو اِن دونوں

میں سے کسی کو فضیلت دیتا تو کس کو دیتا؟

حرم نے کہا اگر میں آج بھی ان کے بارے میں کوئی بات کہہ دوں تو ایسی جنگ چھڑ جائے کہ خون کے چھینٹے حجر کی چوٹیوں تک جا پہنچیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا:

کہ اے حرم تُو رازوں کا بہت اچھا امین ہے۔

اور تمھارے ہی جیسے شخص کے پاس قبیلے کے راز ہونے چاہییں۔

چنانچہ عربوں کے مشہور شاعر اعشیٰ نے حرم بن سنان کے بارے میں کہا کہ:

حَكَّمْتُمُوْهُ فَقَضٰى بَيْنَكُمْ

اَبْلَجُ مِثْلُ الْقَمَرِ الْبَاهِرِ

تم نے اسے منصف بنایا اور اس نے تمھارے درمیان ایسا واضح فیصلہ دیا جس طرح کہ روشن چاند ہوتا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَا يَأْخُذُ الرِّشْوَةَ فِي حُكْمِهِ

وَلَا يُبَالِي غَبَنَ الْخَاسِرِ

وہ فیصلے کے معاملے میں رشوت نہیں لیتا اور نہ ہی نقصان اٹھانے کی پرواہ کرتا ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

جب ابوجہل بن ہشام اور ابوسفیان بن حرب نے عامر اور عقلمہ کے درمیان مفاخرت کا فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا تب مروان بن سراقہ بن عمرو بن الاحوص بن جعفر نے اٹھ کر یہ اشعار کہے۔"

یَالَ قُرَیْش بَیِّنُوْا الکَلَامَا
اِنَّا رَضِیْنَا مِنکُم ُالُا حکَامَا

اے آلِ قریش: کھل کر بات کرو ہم تمھارے فیصلے پر ہمیشہ راضی رہے ہیں۔"

فَبَیِّنُوْا اِن ُکُنتُم ُحُکّاَمَا
کَانَ اَبُونا لَھُم ُ اِمَامَا

اس لیے کہ تم حکم ہو اور صاف بات کرنا تمہارا شیوہ ہے اور تم جانتے ہو کہ ہمارا باپ ان کا پیشوا تھا۔"

وَ عَبدُ عَمرو مَنَعَ الفِئامَا
فِی یَو مِ فَخرٍ مُعلِماً اِعلَا مَا

اور عبد عمرو نے تفاخر کے دن علامت سے لگائے ہوئے لوگوں کی جماعتوں کو روکا۔"

جب علقمہ بنی الاحوص کو لے کر نکلا اور ان کا کوئی آدمی پیچھے نہ رہا تھا اور ان کے ساتھ اونٹنیاں اور ہانڈیاں تھیں وہ ہر منزل پہ اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے۔ چنانچہ عامر نے بنی عامر کو جمع کیا اور ان سے کہا تم اپنے حسب کی بازی لگا رہے ہو لہٰذا انھوں نے اس کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ نکلے۔ تاہم عامر کا چچا ابو براء ان کے ساتھ نہ نکلا اور اس نے عامر کو کہا تھا کہ خدا کی قسم تُو جس گھاٹی پہ بھی چڑھے گا احوص کو وہاں ڈیرہ ڈالے دیکھے گا۔ اس لیے کہ ابو براء کو ان کی باہمی چپقلش اور مفاخرت کے بارے میں عامر کی طرف سے دی گئی دعوت پسند نہ تھی۔ اس بارے میں اس کے کچھ

اشعار پیش کیے جارہے ہیں۔

أأومَرُ اَن أسُبّ اَبَا شُرَیْحٍ
وَلَا وَلِلّٰہِ اَفْعَلُ مَا حَیِیْتُ
کیا مجھے ابوشریح کو گالی دینے کو کہا جاتا ہے خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ کروں گا۔"

وَلَا اَھْدِی اِلَی ھَرِمٍ لِقَاحًا
فَیَحْیَا بَعْدَ ذالك او یَمِیْتُ
اور نہ ہی میں حرم کو گھابن اونٹنیاں تحفے کے طور پہ دوں گا اس کے بعد خواہ وہ مرے یا جئے۔"

أُکَلَّفُ سَعْیَ لُقمانَ بن عادٍ
فِیا لابی شُریحٍ مَا لَقِیْتُ
مجھے ایسی دوڑ دھوپ کی تکلیف دی جارہی ہے جو لقمان بن عاد نے کی تھی اے ابوشریح: میری مدد کو آؤ اور دیکھو کہ مجھ پہ کیا بپتا آپڑی ہے۔

لَحَا اللّٰہُ وَفْدَیْنَا وَمَا ارْتحَلَا بِہٖ
مِنَ السّوءَۃِ الباقی علھیم وَبَالُھَا
خدا ہمارے ان دونوں وفدوں کا ستیاناس کرے نیز اس بری خصلت کا ستیاناس کرے جس کے باعث وہ روانہ ہوئے ہیں۔"

اَلا اِنَّمَا بُردِی صَفَاق مَتِینَۃٌ
اَبَی الضَّیۡمَ اَعۡلَاحا و اَثۡبَتَ حَالُھَا

یادر ہے کہ میری چادر مضبوط اور گاڑھی بنی ہوئی ہے جس کے بالائی حصے نے ظلم کو قبول نہیں کیا
مگر درمیانی نے کرلیا۔" [44*]

راوی کہتا ہے کہ بنی عامر جب گھوڑوں پہ سوار ہو کر اور اونٹوں کو ساتھ لیے سلع پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے تو قبیلہ غنی کے ایک آدمی نے عامر سے کہا یہ تو کیا کر رہا ہے تو بنی مالک کو لے کر بنی عامر سے مفاخرت کے لیے نکلا ہے درآنحالیکہ ان کے ساتھ خیمے بھی ہیں اور اونٹنیاں بھی ، ہنڈیاں بھی ہے اور لکڑیاں بھی ، جب کہ تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اس پہ عامر نے اپنے چچا کے بیٹوں کو کہا علقمہ کے ساتھ جو کچھ بھی ہے اس کو شمار کرو اور اس سے زیادہ سامان اپنے قبیلے کی عظمت اور بزرگی کے لیے مہیا کرو تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پہ عامر بن مالک اٹھا اور اس نے اپنے لوگوں کو خطاب کیا۔ کہ یہ جنگ تمھاری خاندانی شرافت اور بزرگی کے تحفظ کے لیے ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اس معاملے میں دریغ سے کام نہ لو اور جو کچھ انھوں نے اپنے ساتھ لیا ہے تم بھی لے لو اور روانہ ہو جاؤ۔ عامر کی طرف سے عرب کے مشہور شاعر ابن لبیدؓ اور اعشٰی بھی اس کے ہمراہ تھے اور اپنے اشعار سے لوگوں کے جذبات کو مہمیز فراہم کر رہے تھے جب کہ علقمہ کی طرف سے الحطیہ ، یزدید بن شریح ، مروان بن سراقہ اور قتادہ بن عمرو بن الحوص جیسے شعرا اپنی قوم کے جوش میں اضافہ کر رہے تھے۔

یَا ھَرَمُ وَ اَنۡتَ اَھۡلُ عَدۡلٍ
اِنۡ نُفِّرَ الاَحۡوَصُ یَوۡمًا قَبۡلِیۡ

اے حرم: حق تو یہ ہے کہ تُو عدل کرنے والا ہے اگر آج تک کبھی احوص مفاخرت میں غالب آیا ہو۔"

لَيَذ هَبَنّ اَهْلُهُ بِأ هْلِيْ
لَا يَجْمَعَنّ شَكْلُهُمْ وَشَكْلِيْ

تو اس کے گھرانے نے میرے گھرانے کو فنا کردیا ہوتا اس جسے اور میرے جیسے انسان کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔"

وَ نَسْلَ آبَا ئِهِمْ وَنَسْلِيْ

اور نہ ہی ان کے آباء کی نسل اور میری نسل ایک جگہ اکٹھی ہو سکتی ہے۔"

اِنِّی امْرُؤٌ من مَالِك بن جَعْفِر
عَلْقَمُ قَد نَا فَرْتَ غَيْرَ مُنْفَر
نَافَرْتَ سَقْبًا مِن سِقَابِ الْعَرْعَر

اے علقمہ؛ میں مالک بن جعفر کے خاندان کا ایک فرد ہوں تُو نے ایسے شخص سے مفاخرت کی ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوا۔"[*45]

عقلمہ کی جانب سے اس کے شعر ابھی تیار تھے چنانچہ انھوں نے لبید کے ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے:

نَهْنِهْ اِلَيْكَ الشِعْرَ يا لَبِيْدُ
وَاصْدُدْ فَقَدْ يَنْفَعُكَ الصُدُوْدُ

اے لبید: شعر گوئی سے باز آجا اس سے منہ موڑ لے اس سے تجھے فائدہ ہوگا۔"

سَادَا اَبُونَا قَبْلَ اَنْ تَسُودَا
سُوْدَدُكُمْ مُطَرّف زَهِيْدُ

اس لیے کہ تمھارے سردار بننے سے پہلے ہمارا باپ سردار بنا تھا تمھاری سرداری معمولی اور نئی ہے۔"

اِنّي اِذَا اَكَنَّنِىْ الخِبَاءُ
وَضَاعَ يَوم المَشْهَدِ اللَّوَاءُ

اور جب خیمہ مجھے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہو اور جنگ کے دن جھنڈا ضائع ہونے کو ہو تو۔"

اَنْمِى وَ قَدْ حُقَّ لِى النمّاءُ
اِلَى كُهُولٍ ذِكْرُ هَا سَنَاءُ

تو ایسے عالم میں میں اپنی نسبت کو ان ادھیڑ عمر بزرگوں کے ساتھ ملاتا ہوں جن کا ذکر بزرگی کا

باعث ہے اور یہ میرا حق ہے کہ میں اپنا نسب بیان کروں۔"

إِذْ لَا يَزَالُ جَلْدَةٌ كَوْمَاءُ
مَبْقُوْرَةٌ لِسَقْبِهَا رُغَاءُ

جب کہ ہمارے یہاں ہر وقت قوی اور بڑی کوہان والی اونٹنی ذبح ہوتی رہتی ہے اس کو چیرا جاتا ہے اور اس کا بچہ بلبلاتا رہتا ہے۔"

لَمْ يَنْهَنَا عَنْ نَحْرِهَا الصَّفَاءُ
لَنَا عَلَيْكُمْ سُوْرَةٌ وَلَاءُ

اور اس اونٹنی کے عمدہ ہونے نے ہمیں اس کے ذبح کرنے سے منع نہیں کیا اور تمھارے مقابلے میں ہماری برتری مسلسل جاری ہے۔"

المَجْدُ و السُّوْدَدُ و العَطَاءُ

بزرگی کی صورت میں بھی اور عطیات کی شکل میں بھی۔"

اَنْتُم عَزَلْتُمْ عَامِرَ بن مَالِكٍ
فِي سِنَوَاتِ مُضَرَ الهَوَالِكِ
يَا شَرَّنَا حَيًّا و شَرَّهَا لِكِ

تم مضر کی ہلاک کرنے والی قحط سالیوں میں عامر بن مالک سے الگ رہے تھے اس لیے تم

برے لوگ ہو زندوں میں بھی اور مردوں میں بھی۔" [*46]

اور مفاخرت کے اسی واقعے کے بارے میں ابن لبید کے کچھ اور اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

لَمَّا دَعَانِی عَامِرٌ لأُجِیبَهُ
اَبَیْتُ وَاِن کان ابن عَیْسَاءَ ظَالِم

جب عامر نے مجھ سے کہا کہ سندری کا جواب دو تو میں نے انکار کر دیا اگر چہ ابن عیساء ظالم تھا۔"

لِکَی لَا یَکُونَ السُّنْدَرِیّ نَدِیدَتِی
اوَ اَشْتِمَ اَعْمَامًا عُمُومًا عَمَاعما

میں نے اس لیے انکار کیا تھا کہ کہیں سندری میرا ہمسر نہ بن جائے اور کہیں میں اپنے چچاؤں کو برا نہ کہہ دوں۔"

وَاَنْشُرَ مِن تَحْتِ القُبُورِ أبُوَّةً
کِرَامًا هُمُ شَدُّوا عَلَیَّ التَّمَائِمَا

کہ میں قبروں کے نیچے سے ان کریم آباؤ اجداد کو نہ اٹھاؤں جنھوں نے بچپن میں مجھے تعویز باندھے تھے۔"

لَعِبْتُ عَلَى اَكتَافِهِم و حَجُورِهِمُ
وَلِيدًا وَسَمَّوْنِى سَمّو نى وَلِيداً و عَاصِمًا

میں بچپن میں ان کے کندھوں پر اوران کی گودوں میں کھیلتا رہا ہوں اور انھیں نے میرا نام ولید اور عاصم رکھا تھا۔“

الاَ اَيُّنَا مَا كَانَ شرًا لِمَالِكَ
فَلَا زَالَ فِى الُدنْيَا مَلُوْمَا و لَائِمَا

یادرکھو: ہم میں سے جو بھی مالک کے لیے شر کا باعث ہوگا خدا اسے ہمیشہ ملامت زدہ اور ملامت کرنے والا رکھے۔“

مَا يَجْسُ الحُكَّام بَالفَضلِ بَعْدَمَا
بَدَا سَابِقٌ ذو غُرّةٍ و حُجُولِ

اور منصفوں کو فیصلہ کرنے سے کس نے روک رکھا ہے جب کہ سبقت لے جانے والا ماتھے اور ٹانگوں کی سفیدی والا مشہور ہو چکا ہے۔“

يَا عَامُ قد كُنْتَ ذَا بَاغٍ و مكرُمَة
لَو اَنَّ مَسْعَاةَ مَنْ جَارَيْتَهُ أَمَمُ

اے عامر: تُو کریم مقتدر اور بزرگی والا تھا بشرطیکہ جس شخص سے تمہارا مقابلہ آن پڑا ہے اس کی کوشش معمولی ہوتی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

جَارَيْتَ قَرْمًا اَجَادِ أَ لَا حْوَصَانِ بِهٖ
سَمْحُ الْيَدَيْنِ وَفِی عِرْنِيْنِهٖ شَمَمٌ

اور تیرا مقابلہ تو ایسے سردار سے آن پڑا ہے جسے احوصان نے سخی جنا اور جس کے دونوں ہاتھ فراغ اور ناک بلند ہے۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

لَا يَصْعَبُ الْاَمْرِ اِلَّا رَيْثَ يَرْكَبُهٗ
اولَا يَبِيْتُ لَمرْ غُوبٍ لَهٗ قَسَمٌ

وہ کسی کام کو مشکل نہیں سمجھتا مگر صرف اتنی دیر کے لیے کہ وہ سوار ہو جائے اور اس کے مرغوب مال پر کسی قسم کی قَسم نہیں پڑی ہوتی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

هَابَتْ بَنُو مَالِكٍ مَجْداً وّ مكرُمَةً
وَغَايَةً كَانَ فِيهَا الْمَوْتُ لَوْ قَدِمُوْا

بنو مالک بزرگی اور شرافت سے خوف کھا گئے اور اس غایت تک پہنچنے سے بھی ڈر گئے کہ اگر اس کی طرف آتے تو ان کے لیے اس میں موت تھی۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ مَا اَسَاؤا فراراً مُجلّحةٍ
لَا كَاهِنٌ يمتَرِیْ فِيهَا وَلَا حَكَمُ

انھوں نے اس کھا جانے والی جنگ سے بھاگ کر کوئی برا کام نہیں کیا کیونکہ اس کے ایسا ہونے میں نہ کسی کاہن کو شک ہے اور نہ ہی کسی منصف کو۔“

❖❖❖❖❖❖❖❖

يَا هَرِم ابن الاكرَمِيْنَ مَنْصِبَا
اِنَّكَ قَدْ وُلِيّتَ حُكْماً مُعْجِبَا

اے حرم: جو منصب کے اعتبار سے شریف لوگوں کا بیٹا ہے تجھ پہ ایک عجیب مقدمے کا فیصلہ کرنے کی ذمہ داری آپڑی ہے۔“

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَاحكُمْ وَصَوِّبْ رَاْیَ مَنْ تَصَوَّبَا
اِنَّ الَّذِی يَعْلُو عَلِيْهَا تُرْتبا

تُو فیصلہ دے اور درست رائے قائم کر کیونکہ تو وہ شخص ہے جو ہمیشہ شرافت میں غالب رہتا ہے۔ [*47]

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہاشم اورامیہ میں مفاخرت

حضرت ہاشم بن عبدِ مناف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے اور اپنے والد کے بعد مکہ کے والئی یہی تھے۔ انھوں نے بہت سے اعلیٰ اوصاف اپنے بزرگوں سے ورثہ میں پائے تھے اس لیے آپ اعلیٰ اخلاق، بزرگ خصلتوں، کمالِ شجاعت کثیر سخاوت، غایت درجہ کی فصاحت اور دیگر صفات فاضلہ سے متصف تھے جن میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا اس لیے آپ اپنی قوم کے سردار بن گئے تھے۔ یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے عربوں میں دو سفروں کا طریقہ جاری کیا یعنی موسم سرما میں یمن کا سفر اور موسم گرما میں شام کا سفر اور انھی تجارتی سفروں کی بنا پہ اہل قریش دولت وثروت کے اعتبار سے دوسرے عربوں سے بہت آگے نکل گئے تھے۔ چنانچہ جب ان کے ہاں قحط سالیوں کا دور آتا تو یہ بنو ہاشم ہی تھے جو لوگوں کا انتظام کرتے اور انھیں اچھا کھانا مہیا کرتے۔ اس لیے کہ قوم قریش ان کے تابع تھی اور ان کا حکم مانتی تھی ان کی رائے پہ عمل کیا جاتا تھا یہ حاجیوں کے لیے کھانا تیار کیا کرتے تاکہ اس سے وہ لوگ کھائیں جو غریب ونادار ہوں یا جن کے پاس زادِ راہ ختم ہو چکا ہو اور اسے رفادہ کہا جاتا تھا۔ بلوغ الارب میں علامہ آلوسی نے بیان کیا ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تو اگلی صبح ہاشم بن عبدمناف اپنی قوم کو خطاب کیا کرتے ان کا ایک خطبہ یہاں پیش کیا جارہا ہے

"اے قوم قریش: تم عربوں کے سردار ہو ان سب سے خوبصورت چہروں والے ہو اور ان سب سے زیادہ بڑی عقلوں والے ہو، تمہارا نسب عرب بھر میں اعلیٰ ہے۔ عربوں میں جس

قدر تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں اس قدر کسی دوسرے قبیلے کے نہیں ہیں
اے قوم قریش: تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ نے تمہیں اس گھر کا والئی ہونے کا شرف بخشا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری اولاد کو چھوڑ کر تمہیں اپنے جوار سے مخصوص کیا ہے ۔ نیز یہ دیکھو کہ اللہ کے زائرین اس کے گھر کی تعظیم کو آتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اور ان کی عزت وتکریم کا حق سب سے زیادہ تمہیں پہ آتا ہے اس لیے تمہیں چاہیے کہ اللہ کے مہمانوں اور زائرین کی تعظیم کرو کیونکہ جب وہ آتے ہیں تو پریشان اور غبار آلود ہوتے ہیں اور ہر شہر سے لاغر اونٹنیوں پہ سوار ہو کر آتے ہیں جو تیر کی طرح باریک ہو چکی ہوتیں ہیں لہٰذا تم اللہ کے ان مہمانوں کی تکریم کرو اس کعبے کے رب کی قسم اگر میرا مال اس بات کا متحمل ہوسکتا تو میں خود اس کی ذمہ داری لیتا اور کسی اور کو اس کی ہرگز تکلیف نہ دیتا مگر جس قدر ہو سکے میں اپنے پاک اور حلال مال میں سے جو نہ قطع رحمی کا ثمرہ ہے نہ اس کے سبب کسی پہ ظلم کیا گیا ہے اور نہ اس میں حرام مال شامل ہوا ہے کچھ مال نکالتا ہوں مگر وہ اس بارِ عظیم کو کم پڑتا ہے اس لیے تم لوگ اپنے مال کو عظمت کے اس کام میں خرچ کیا کرو اور میں تمہیں اس گھر کی عظمت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس گھر کے زائرین کی عزت کی خاطر اور انھیں تقویت دینے کے لیے تم میں سے کوئی شخص پاک اور حلال مال کے سوا کچھ نہ نکالے‘‘ [48*]

چنانچہ ہاشم بن عبد مناف کو اپنی قوم میں جو بلند رتبہ حاصل ہوا اس کی وجہ سے باوجود اختلاف کے سارے عرب قبائل ان کی تعریف کیا کرتے اور آپ کا یہ حال دیکھ کر حضرت ہاشم کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے سینے میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ وہ نہ تو حضرت ہاشم جیسے بلند پایہ کام کرنے کے اہل تھے اور نہ ہی نیک خصلتوں میں ان سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ قریش کی یہ باہمی منافرت بہت سے عربوں کے لیے مخفی خوشی کا باعث بن گئی۔

اسی لیے ان کا ایک شاعر کہتا ہے کہ:

تَحَمَّلَ هَاشِمٌ مَا ضَاقَ عَنْهُ
وَاَعْيَا اَنْ يَقُوْمَ بِهٖ بَرِيْض

ہاشم نے وہ امور اپنے ذمے لیے جن کی ذمہ داری اٹھانے سے بریض بھی عاجز تھا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَتَاهُمْ بَالغَرَائِرِ مُثْقَلَاتٍ
مِنَ الشَّامِ بِالبُرِّ البَغِيْضِ

وہ ان کے لیے شام سے گندم کی بھاری بوریاں لے کر آیا تھا جس کے باعث لوگ ان سے بغض رکھنے لگے تھے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَاَوْسَعَ اَهْلَ مَكَّةَ مِنْ هَشِيْمٍ
وَشَابَ اللَّحْمَ بِاللَّحْمِ الغَرِيْضِ

اس نے مکے والوں کو وسیع پیانے پہ ثرید کھلایا تھا اور گوشت کو تازہ گوشت کے ساتھ ملا دیا تھا۔"[49*]

❖❖❖❖❖❖❖❖

لہٰذا امیہ اور ہاشم کے درمیان اس دشمنی کی بنا پڑی جس کی بازگشت صدیوں سنائی دیتی رہی اور اسلام آنے کے بعد بھی اس میں خاطر خواہ کمی نہ ہوسکی اور اس باہمی مخاصمت نے مسلمانوں کی تاریخ میں کئی سیاہ دنوں کا اضافہ کیا۔ چنانچہ جب امیہ سے حضرت ہاشم کے بلند مراتب برداشت نہ ہو سکے تو اس نے اِن کو مفاخرت کا چیلنج دے دیا۔ قبیلہ قریش نے باہمی مشاورت سے اس مفاخرت کا فیصلہ قبیلہ

خزاعہ کے ایک کاہن پہ چھوڑ دیا[50*]اور شرط یہ قرار پائی کہ جس کے خلاف فیصلہ سنایا جائے وہ سیاہ آنکھوں والی پچاس اونٹنیاں وادیٔ مکہ میں ذبح کرے گا اور دس سال تک اپنے وطن سے دور چلا جائے گا چنانچہ ہر ایک اپنی جمعیت لے کر نکلا:

دونوں فریق قبیلہ خزاعہ کے اس کاہن کے پاس جا اترے"۔

اور اس سے بیشتر کہ عرب اس سے اپنے آنے کا مقصد بیان کرتے کاہن بول اٹھا:

قسم ہے روشن چاند کی اور چمکنے والے ستارے کی اور برسنے والے بادل کی اور ان پرندوں کی جو فضاؤں میں ہیں"۔

اور جب تک مسافر پہاڑوں میں راستہ پاتے رہیں گے خواہ وہ نجد کو جا رہے ہوں یا غور کو ہاشم فخر میں امیہ پہ سبقت لے گیا"۔

اور اس طرح اس خزاعی کاہن نے ہاشم کو امیہ پہ برتری عطا کردی۔

اس نے امیہ کو مخاطب کرکے کہا:

کیا تُو ایسے شخص سے مقابلہ کرتا ہے جو تم سے زیادہ بلند قامت ہے۔

جو تم سے زیادہ بڑی کھوپڑی والا ہے۔

تم سے زیادہ خوبصورت اور تم سے کم واجب ملامت ہے۔

جس کی اولاد بھی تجھ سے زیادہ ہے اور عظمت بھی۔

وہ صفر کے مہینے میں تجھ سے زیادہ سخاوت کرنے والا ہے۔

یہ سن کر امیہ نے کاہن کو جواب دیا"۔

یہ بھی زمانے کی ایک دغا تھی کہ ہم نے تمہیں ثالث بنایا"۔

حضرت ہاشم نے امیہ سے اونٹ لیے اور ان کو مکہ کی وادیٔ میں ذبح کر دیا جن کا گوشت لوگ کئی دن تک کھاتے رہے اور ان کو دعائیں دیتے رہے۔امیہ مکہ سے نکل کر شام کی طرف چلا گیا اور اس نے وہاں جلاوطنی کے دس سال گذارے۔

جریر بن عبداللہ اور خالد بن ارطاۃ

جریر بن عبداللہ بجلیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابہ میں شامل تھے۔ صحیح بخاری میں امام محمد عبداللہ بخاریؒ نے خود جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت کی ہے کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی نہ روکا اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے [51*] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہی ذوالخصہ کو مسمار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلیؓ بہت خوبصورت تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری امت کے یوسف ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ نے انھیں عراق کی اکثر جنگوں میں بجیلہ قبائل کا سردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ چنانچہ انھوں نے قادسیہ کی جنگ میں فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد میں انھوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انھیں قاصد بنا کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھی بھیجا۔ پھر انھوں نے اس معاملے میں سکوت اختیار کر لیا اور قرقیسا میں منتقل ہو گئے [52*] اور مفاخرت کا وہ واقعہ جسے ہم یہاں بیان کرنے جا رہے ہیں یہ اس زمانے کا ہے کہ جب انھیں اسلام کی دولت حاصل نہ ہوئی تھی چنانچہ جریر بن عبداللہ بجلی اور خالد بن ارطاۃ میں مفاخرت کی بنا پڑ گئی [53*] اور وہ اپنے اس تنازعہ کا فیصلہ کرانے کے لیے اقرع بن حابس کے پاس پہنچ گئے اور اقرع بن حابسؓ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں شامل ہیں اور اللہ نے انھیں دین اسلام کی دولت عطا کی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا شمار اہل عرب کے صاحبِ دانش حکماء میں کیا جاتا تھا۔

چنانچہ اقرع بن حابسؓ نے خالد بن ارطاۃ سے پوچھا؟

تم اپنے قبیلے کی فضیلت اور بزرگی بیان کرو"۔

خالد بن ارطاۃ نے کہا:

ہم کھلے میدانوں میں اترتے ہیں"۔

ہم صباح [54*] (جوانانِ سحر) ہیں اور کمال کے نیزہ زن ہیں"۔

اور ہم صبح کے وقت غارت ڈالنے والے ہیں"۔

اتنا کہہ کر وہ بیٹھ گیا تو اقرع بن حابس نے جریر بن عبداللہ بجلیؓ کو اشارہ کیا:

وہ اٹھے اور اپنے قبیلے کی عظمت اور بزرگی کو بیان کیا:

انھوں نے کہا:

ہم زرد رنگ کے سونے کے مالک ہیں"۔

ہم سرخ رنگ کی نچڑی ہوئی شراب والے ہیں"۔

ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں مگر کوئی ہم کو نہیں ڈرا سکتا"۔

ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں مگر خود دوسروں کے ہاں نہیں کھاتے"۔

اور ہمارے قبیلے نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی"۔

اور جب تک قحط سالی کی ہوائیں چلتی رہیں ہمارے چولہے لوگوں کے لیے گرم رہتے ہیں"۔ہم سارے زمانے کے ضامن ہیں"۔

ہم ایک ماہ روزہ رکھتے ہیں"۔

ہم جبر برداشت نہیں کرتے اس لیے کہ ہم متعلق العنان ہیں"۔

جریر بن عبداللہ بجلی کا بیان ابھی جاری تھا کہ اقرع بن حابسؓ نے ہاتھ اٹھا کر کہا اب بس کر و لات و عزیٰ کی قسم اگر تم ان خصوصیات کی وجہ سے روم کے بادشاہ قیصر اور ایران کے بادشاہ کسریٰ کے ساتھ بھی مفاخرت کرو تو غلبہ حاصل کر لو گے۔

اس پہ بن خثارم البجلی نے اپنے قبیلہ کی مدح میں یہ اشعار کہے [55*]۔

یَا اَقْرَعَ بنَ حَابِسٍ یَا اَقْرَعُ
اِنِّی اَخُوكَ فَانْظُرَنْ مَا تَصْنَعُ

اے اقرع بن حابس: میں تو تمہارا بھائی ہوں ذرا غور تو کرو تم کیا کہہ رہے ہو۔"

اِنَّكَ اِنْ یُصْرَعْ اَخُوكَ تُصْرَعُ
اِنِّی أَنَا لِلدَّاعِیْ نِزَارًا فَاسْمَعُوْا

اگر تمھارے بھائی کو پچھاڑ دیا گیا ہو تو پھر گویا تمہیں بھی پچھاڑ دیا گیا میں ہی نزار کو دعوت دینے والا ہوں لہٰذا سن لو۔"

فی بَاذِخٍ مِنْ عِزٍّ مجدٍ یَفْرَعُ
بِهِ یَضُرُّ قَادِرٌ و یَنْفَعُ

میں بزرگی کے ایسے مقام عزت پر ہوں جو ہر بلندی سے اونچا ہے قدرت والا اسی کے ذریعے سے نفع بھی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی۔"

وَاَدْفَعُ الضَّیْمَ غَدًا وَ اَمْنَعُ
عِزٌّ شَامِخٌ لَا یُقْمَعُ

میں کل ہی اس ظلم کو دور پھینک کر اپنی حفاظت کرلوں گا میری عزت بہت مضبوط اور بلند ہے جسے مغلوب اور ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔"

يَتْبَعُهُ النَّاسُ وَ لَا يُسْتَتْبَعُ
هَلْ هُوَ اِلَّا اَذْنُبٌ وَاَكْرُعُ

لوگ میری اس عزت کے پیچھے چلتے ہیں اور اسے کوئی اپنے پیچھے نہیں چلا سکتا وہ تو صرف دُم اور ٹانگیں ہیں سر تو میں ہی ہوں۔"

وَ زَمَعٌ مُؤ تَشَبٌ مُجَمَّعُ
وَحَسَبٌ وَغْلٌ وَ اَنْفٌ اَجْدَعُ

اور وہ تو ذلیل شخص ہے جس کا نسب بھی خالص نہیں بلکہ ملا جلا ہے جسے اِدھر اُدھر سے جمع کیا گیا ہو، جس کی ناک بھی کٹی ہوئی ہے اور جس کا حسب بھی رذیل ہے۔"

جب جریر بن عبداللہ بجلیؓ کو اقرع بن حابس کی طرف سے مفاخرت کے اس مقابلے میں فاتح قرار دے دیا گیا تو چند دن بعد نعیم بن حجبہ النمری جس کی پیدائش قبیلہ قسر میں ہوئی تھی کچھ گھوڑے لے کر جریر کی طرف آیا تو جریر گھوڑے کی دائیں جانب سے اس پہ سوار ہوا۔ اس پہ حسد کے مارے خالد بن ارطاۃ کے کسی ساتھی نے کہا: یہ تو گھوڑے پہ اچھی طرح سوار ہونا بھی نہیں جانتا اور ہم سے مفاخرت کرتا ہے۔ جریر نے اس شخص کی بات سن لی تھی اس لیے اس نے اپنا گھوڑا روکا اور اس شخص سے کہا گھوڑے برکت والے ہوتے ہیں اور ہم صحیح طریقے ہی سے سوار ہوتے ہیں جریر تو اتنا کہہ کر چلا گیا۔

پھر اس کے قبیلے کے ایک شخص عمرو بن خثارم [56*] نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے :

لَا يُغْلَبُ الْيَوْمَ فَتًى وَالَ كُمَا
يَا ابْنَيْ نِزَارٍ اُنْصُرَا اَخَاكُمَا

جس کی دوستی تم سے ہوگئی آج وہ مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اے نزار کے دونوں بیٹو اپنے بھائی کی مدد کرو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنِّ اَبِيْ وَجَدْتُّهُ اَبَا كُمَا
وَلَمْ اُجِدْ لِيْ نَسَبًا سِوَاكُمَا

میں نے یہی پایا ہے کہ میرا باپ تمہارا باپ ہے اور تمھارے سوا میرا کوئی اور نسب نہیں ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

غَيْثٌ رَبِيْعٌ سَبِطٌ نَدَا كُمَا
حَتّٰى يَحُلَّ النَّاسُ فِيْ مَرْعَاكُمَا

تمھاری سخاوت بارش، ربیع کی طرح وسیع ہے۔ تاکہ لوگ تمھاری چراگاہ میں اتر سکیں۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَدْ فَازَ يَوْمَ الْفَخْرِ مَنْ دَعَاكُمَا
وَلَا يَعُدُّ اَحَدٌ اَحصَاكُمَا

تفاخر کے دن جس نے تم کو پکارا وہ کامیاب ہوگیا اور کوئی شخص ان کی کثیر تعداد کو شمار نہیں کرسکتا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَنْ بَنَوْا لَمْ یُدْرِکُوْا بِنَاکُمَا
مجدًا بَنَاہُ لَکُمَا اَبَاکُمَا

لوگ کوئی بھی بنیاد استوار کریں وہ تمھاری عمارت تک نہیں پہنچ سکتے یہ ایسی بزرگی ہے جسے تمھارے آباء نے تمہارے لیے تعمیر کیا تھا۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَنْتُمْ سُرُوْرُ عَیْنِ مَنْ رَاٰکُمَا
قَدْ مُلِئَتْ فَمَا تَرٰی سِوَاکُمَا

جس نے تمہیں دیکھ لیا اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی اس کی آنکھ تمہیں دیکھ کر سیر ہو چکی ہے لہٰذا اب کسی اور کو نہیں دیکھ سکتی۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

ذَاكَ وَمَنْ یَنْصُرُہٗ مِثْلاً کُمَا
یَوْماً اِذَا مَا سَعِرَتْ نَارَاکُمَا

بات اسی طرح ہے مگر کون شخص تمھاری طرح بزرگی کی اعانت کرے گا ایسے دن جب تمھاری جنگ کی آگ بھڑک چکی ہو۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

بَالَنِزَارِ قَدْ نَمٰی فِی الْاَخْشَبِ
دَعْوَۃٌ دَاعٍ دَعْوَۃَ الْمُثَوِّبِ

اے قوم نزار: جنھوں نے اشہب پہاڑ (یعنی مکہ) میں نشو نما پائی ہے اس پکارنے والے کی طرف آؤ جو بار بار پکار رہا ہے۔"

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَا لَنِزَارٍ ثُمّ فَاسْعِيْ وَارْكَبِيْ
يَالَنِزَارٍ ثُمّ فَاسْعِيْ وَارْكَبِيْ

اے قوم نزار: ایک بار کوشش کرو اور سوار ہو جاؤ۔ اے قوم نزار میں تمہیں چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِنَّ اَبَاكُمْ هُوَ جَدِّیْ وَاَبِیْ
لم يُنصَرِ الْمَوْلَى اِذَا لَمْ تَغْضَبِیْ

تمہارا باپ وہی ہے جو میرا باپ اور دادا ہے اگر تم تاؤ نہیں کھاؤ گے تو تمھارے مولیٰ کی مدد کون کرے گا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

يا لَنَزَارٍ اِنَّنِیْ لَمْ اكْذِبِ
اَحْسَابُكُمْ اَخْطَرْتُهَا وَحَسَبِیْ

اے قوم نزار: میں نے کوئی جھوٹی بات نہیں کہی۔ میں نے تمھارے حسب اور اپنے حسب کی شرط لگا دی ہے۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَمَنْ تَكُونُوا عِزَّةً لَا يُغْلَبِ
يَنْمِیْ اِلَى عِزِّ هِجَانٍ مُصْعَبِ

جس کی تم عزت کرو گے وہ مغلوب نہ ہوگا۔ وہ ایسی خالص اور بہترین عزت کی طرف منسوب ہوتا ہے جس پہ کوئی بھی غالب نہیں آ سکتا۔"

❖❖❖❖❖❖❖❖

هَا اِنّ ذَا یُومٌ علاو مَجْمَع
وَمَنْظَرٌ لِمَن رآی و مَسْمعٍ

دیکھو: اس بلند دن اور اس مجمع کو۔ یہ دیکھنے والے کے لیے دیکھنے اور سوچنے کا مقام ہے
"۔[*57]

قعقاع بن زرارہ اور خالد بن مالک

عربوں کی مفاخرت کا ایک مشہور واقعہ وہ ہے جب قعقاع بن زرارہ اور خالد بن مالک کے درمیان مفاخرت کی بنا پڑی اور وہ اپنے قضیے کا فیصلہ کرانے کے لیے عربوں کے ایک بڑے حکم اکثم بن صیفی کے پاس پہنچے اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے درمیان مفاخرت کرائے۔ اُن کے درمیان شرط یہ قرار پائی تھی کہ ان میں سے جو زیادہ شریف ہوگا دوسرا فریق اس کو سو اونٹ دے گا۔ اکثم نے لوگوں سے کہا یہ دونوں بے وقوف نوجوان ہیں اور اپنے قبائل کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان دونوں سے درخواست کی کہ وہ اس امر سے باز آجائیں مگر دونوں فریق مفاخرت ہی پہ بضدر ہے۔ اس پہ اکثم بن صیفی نے ان کی شرط کے اونٹ اپنے پاس روک لیے اور ان سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جائیں جو اس معاملے کو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور اس نے اپنا ایک آدمی بھی ان کے ساتھ کر دیا جو اِن کو ربیعہ بن خدار کے پاس لے گیا۔ ان کو رخصت کرتے وقت اکثم بن صیفی نے ان سے کہا تھا کہ ''جو شخص کسی بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے وہی اس بات پر حاوی بھی ہوتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ خود ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اکثم کے یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل بن گئے۔ چنانچہ اکثم کے قاصد کے ساتھ قعقاع بن زرارہ اور خالد بن مالک ربیعہ بن خدار کے ہاں جا اترے:

تب اکثم بن صیفی کے قاصد نے خدار کو اس مقصد سے آگاہ کیا جس کے لیے وہ اس کے ہاں اترے تھے''۔

تو ربیعہ نے قعقاع سے کہا:

پہلے تم اپنے قبیلے کا فخر بیان کرو اور بتاؤ کہ تمھارے پاس کیا ہے؟

قعقاع بن زرارہ نے کہا:

میں معبد بن زرارہ کا بیٹا ہوں، اور میری ماں معاذہ ضرار کی بیٹی ہے"۔

میرے دس چچا اور دس ماموں سردار تھے"۔

یہ کمان وہ ہے جس کی بنا پہ کسریٰ نے عربوں کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی"۔

اور حاجب بن زرارہ میرا چچا تھا جس نے کسریٰ سے کیا گیا عہد پورا کیا تھا"۔

اور میرے دادا زرارہ نے عربوں کے تین بادشاہوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی تھی"۔

اور فرزدق نے ہمارے ہی متعلق کہا تھا کہ:

ومنّا الّذی جمعَ الملوکَ وبینَھُم
حَرْبٌ یُشَبُّ سَعِیْرُھا بِضَرام

اور ہمیں میں وہ شخص بھی تھا جس نے بادشاہوں کو جمع کیا تھا حالانکہ ان کے مابین وہ جنگ چھڑ چکی تھی جس کی آگ میں ایندھن ڈال کر اسے مزید بھڑکایا جا رہا تھا۔"

اس کے بعد ربیعہ بن خدار نے خالد بن مالک سے کہا کہ اب وہ اپنے قبیلے کی عظمت بیان کرے"۔

خالد نے جواب دیا کہ:

میں مالک کا بیٹا ہوں"۔

ربیعہ نے کہا: یہ تو کوئی بڑی بات نہیں:

پھر کس کے بیٹے ہو؟ ربیعہ نے سوال کیا۔

خالد نے جواب دیا"۔

ربعی کا۔

ربیعہ بن خدار نے کہا: یہ تو کوئی بڑی بات نہیں"۔

پھر کس کے بیٹے ہو؟

خالد نے جواب دیا: سلم کا۔

ربیعہ نے کہا: اب کچھ بات بنی ہے"۔

اور تمھاری ماں کون تھی؟ ربیعہ نے کہا:

قردعہ: خالد بن مالک نے جواب دیا"۔

اور قردعہ کس کی بیٹی تھی: ربیعہ نے سوال کیا؟

مندوس کی: ربیعہ نے جواب دیا"۔

اس پہ ربیعہ بن خدار نے اس کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا:

اور کچھ دیر بعد اس نے اپنا فیصلہ سنادیا:

اس نے قعقاع بن زرارہ کو خالد بن مالک پہ فوقیت عطا کی:

جس پہ خالد بھڑک اٹھا اور اس نے کہا"۔

کیا تُو معبد بن زرارہ کے بیٹے کو سلم بن جندل کے بیٹے جیسا قرار دیتا ہے؟

ربیعہ نے جواب دیا"۔

مَا جُعِلَ العَبْدُ كَرَبِّهِ

غلام اپنے آقا کے برابر نہیں ہوسکتا"۔

اور اس کے یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل بن گئے"۔

یمن اور مضر کی مفاخرت

ایک دن ابرش کلبی اور خالد بن صفوان ہشام بن عبدالملک کے پاس بیٹھے تھے تب ابرش نے خالد کو کہا آؤ اور میرے ساتھ مفاخرت کرو"۔

ابرش نے کہا"۔ پہلے تم بولو:

خالد نے کہا:

کعبے کا چوتھائی حصہ ہمارا ہے۔[*58]

عربوں کا مشہور سخی ہمیں میں سے تھا۔ [*59]

اور مہلب بن ابی صفرہ بھی ہمیں سے تھا"۔

اب خالد بن صفوان اٹھا اور اس نے کہا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سے ہیں"۔

اللہ کی اتاری ہوئی کتاب ہم میں ہے"۔

اور وہ خلیفہ جس کے ساتھ امید وابستہ کی جا سکتی ہے وہ بھی ہمارا ہے:

اس پہ ابرش بولا:

خدا کی قسم میں تمھارے بعد کسی مضری سے مفاخرت نہ کروں گا:

اسی واقعہ کے متعلق مزید بیان کیا گیا کہ ایک دفعہ جب ابوالعباس کے پاس بنی کلب سے تعلق رکھنے والے اس کے ماموؤں میں سے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے اور اپنے قدیم وجدید کارناموں پہ فخر کر

رہے تھے۔تب ہشام بن عبدالملک نے خالد بن صفوان کو جو اتفاق سے اسی محفل میں موجود تھے حکم دیا کہ وہ ان کی مفاخرت کا جواب دیں“۔

خالد بن صفوان نے انکار کر دیا“۔

ہشام نے اس کی وجہ دریافت کی؟

تو خالد جواب میں کہا کہ“۔

وہ اس وجہ سے رک گیا ہے کہ ایک تو وہ لوگ مہمان ہیں اور دوسرے آپ کے ماموں ہیں“۔

اس پہ ہشام کے ماموؤں نے اپنی مفاخرت کے کچھ مزید واقعات بیان کیے:

جس پہ ہشام کو غصہ آگیا اور اس نے خالد سے کہا:

اب تو تمہیں جواب دینا ہی ہوگا“۔

خالد نے کہا: اے امیر المومنین میں ان لوگوں سے کیا مفاخرت کروں“۔

کہ ان میں سے کچھ تو چادریں رنگنے والے ہیں“۔

اور ان کے رشتے دار چمڑے کو رنگنے والے ہیں“۔

اور ان کے آباء بندر نچانے والے ہیں“۔

یہ مدتوں ایک عورت کی حکمرانی میں زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔[*60]

اور ایک چوہے نے ان کو غرق کر دیا تھا“۔[*61]

جس کے بعد وہ مدتوں دربدر رہے اور ان کا کوئی مرکز ہی نہ رہا

آخر کار انھیں عربوں نے ہی پناہ دی“۔

خالد بن صفوان کی ان باتوں کو سن کر ہشام کے ماموں دنگ رہ گئے۔

حکمائے عرب

حاکم وہ ہے جس کا حکم نافذ ہو اور حکم کے معنی بھی یہی ہیں۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب کے جاہلی معاشرے میں باہم مفاخرت کا بہت زور تھا ہر قبیلہ کی خواہش یہی ہوتی کہ بزرگی اور عظمت اسی کے حصے میں آئے۔ محمد بن بہجۃ الاثری نے ایک عجیب بات یہ بیان کی ہے کہ کسی قبیلے میں قبیلہ قریش کا سامنے کرنے کی ہمت نہ تھی اور کبھی کوئی ان کے ساتھ مفاخرت کے لیے نہ اترا اس لیے کہ ان کی عزت عربوں میں مسلمہ تھی جس میں کسی کو شک نہ تھا۔ ان کے آباء بزرگی اور عظمت میں اس درجہ پہ فائض تھے کہ کسی کو کبھی ان کے ساتھ مفاخرت کا خیال تک نہ آیا تھا۔ سوائے امیہ کی مفاخرت کے جو اس نے حضرت ہاشم سے کی تھی مگر وہ اہل قریش کی باہمی مفاخرت تھی جس کا تعلق عربوں کے عموم سے نہ تھا۔ چنانچہ عرب قبائل ایک دوسرے کی مخالفت پہ جمے رہے اور اپنی اس ضد پہ اڑے رہے کہ برزرگی اور عظمت انھی کے لیے ہے ۔اس لیے ان کے درمیان باہمی نزاع ایک معمول کی بات تھی اور جب ان کے درمیان مفاخرت کا تنازع ایک حد سے بڑھ جاتا اور جنگ کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو مختلف عرب قبائل کے صاحبِ دانش افراد آگے آتے

اوران کے درمیان فیصلہ کردیتے۔انھیں فیصلہ کرنے والوں کو منصف یا حکم کہا جاتا تھا۔عربوں کے یہ لوگ ان کے درمیان بزرگی فضیلت اورحسب کے مقدمات سنتے اوران کا فیصلہ کرتے۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ جس طرح ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوا کرتا تھا اسی طرح ہر قبیلے کا ایک حکم بھی ہوا کرتا تھا جس کے پاس وہ اپنے نزاعات لے کر جایا کرتے تھے۔

عربوں کے ان حکماء کی تعداد بسیط تھی جس کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں۔اس لیے ہم ان میں سے صرف چند افراد کا تذکرہ کاکریں گے جن کا حال ہمیں ان کتابوں میں ملا ہے جو ہمارے پاس ہیں۔عرب حکماء میں ضمرہ بن ضمرہ التیمی ،اکثم بن صیفی ،حاجب بن زرارہ عدس التیمی ،اقرع بن حابس ابوعینیہ تیمی ،ربیعہ بن مخاشن التیمی ،عامر بن ضرب العداوانی ،غیلان بن سلمیٰ ثقفی ،ہاشم بن عبدمناف القرشی ،عبدالمطلب بن ہاشم ،ابوطالب بن ہاشم ،العاص بن وائل القرشی ،العلاء بن حارثہ ،ربیعہ بن حذار الاسدی ،یعمر الشد اخ الکنانی ،صفوان بن امیہ ،سلمی بن نوفل الکنانی ،مالک بن جبیر العامری عمرو بن حممۃ الدوسی ،حارث بن عباد الربعی شامل ہیں۔تاہم محمد بن بہجۃ الاثری نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کے علاوہ اورلوگ بھی عربوں کے حکم تھے اوراس نے ان کے نام گنوائے ہیں اس کے مطابق عینیہ بن حصن بن حذیفہ ،حرملہ بن الاشعر المری ،ھرم بن قطبہ بن سنان بن عمرو بن فرازی ،بشر بن عبداللہ بن جدعان ،ابوسفیان بن حرب بن امیہ ،ابوجہل بن ہشام اورانس بن مدرک کا شمار بھی حکمائے عرب میں ہوتا تھا۔

عامر بن ضرب العدوانی

عامر کا شمار بھی عربوں کے صاحبِ دانش افراد میں ہوتا تھا۔ وہ قبیلہ قیس کا حکم تھا۔ عربوں کے مورخ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ عامر بن ظرب العداوانی وہی تھا جس کے لیے سب سے پہلے لاٹھی کو ٹھکورا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب ذکاوت کے معاملے میں بہت پختہ تھے اسی لیے وہ کسی دوسرے کو اپنے ہم پلہ نہ جانتے تھے۔ اسی طرح کسی دوسرے کے فیصلے کو بھی وہ اپنے فیصلوں پہ فوقیت دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ بیان کیا گیا کہ عامر بن ظرب العداوانی نے تین سو سال کی عمر پائی تھی[62*] عامر بن ظرب کے اشعار سے بھی اس بات کا پتا چلتا ہے کہ اس کی عمر تین سو سال تھی۔ عامر کا شمار فصحائے عرب میں کیا جاتا تھا اور اس کے بہت سے قول عربوں میں ضرب الامثال کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس کے مشہور اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ:

”رُبَّ أُكْلَةٍ تَمْنَعُ أُكَلَاتٍ“

بہت سے لقمے ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو کئی ایک لقموں کے محروم کر دیتے ہیں۔“

جس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مورخین [63*] نے بیان کیا ہے کہ یہ الفاظ عامر بن الظر ب العدوانی کی زبان سے تب نکلے جب ایک دفعہ حج کے موقع پر وہ لوگوں کو گذار رہا تھا کہ تو غسان کے ایک بادشاہ نے اسے دیکھا اور اس سے حسد محسوس کیا:

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا“۔

خدا کی قسم میں ایک دن اس شخص کو ذلیل کر کے رہوں گا“۔

اس کے بعد وہ بادشاہ اپنے گھر چلا گیا تو اس نے العدوانی کو پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں اور تیرا اکرام کرنا چاہتا ہوں"۔

میں تجھے عطیے دینا چاہتا ہوں اور دوست بنانا چاہتا ہوں"۔

جب یہ بات عامر بن الظرب کی قوم کو معلوم ہوئی تو اکٹھے ہو کر اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کیا تو اپنی قوم کی بہتری نہیں چاہتا جب عربوں کے ایک بادشاہ نے تجھے عطیے عطا کرنے کے لیے بلایا ہے تو اس بات سے گریز کیوں کر رہا ہے"۔

کیا تو نہیں چاہتا کہ تیری وجہ سے ہم بھی باوجاہت ہو جائیں"۔

عامر نے اُن سے کہا:

تمھاری بات تو ٹھیک ہے مگر اس کی یہ دعوت میری سمجھ سے بالاتر ہے اس لیے میں ابھی اس پہ غور کر رہا ہوں"۔

تاہم قوم کے دباؤ کی وجہ سے وہ اپنے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اس بادشاہ کے ہاں جا اترا"۔

بادشاہ نے اِن کا بہت اکرام کیا"۔

مگر بادشاہ کی فوج کے ایک ادنیٰ سے سپاہی نے عامر بن الظرب کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا"۔

لہٰذا اس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

دانش سو جاتی ہے مگر تمنا بیدار رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ تمنا دانش پہ غالب آ جاتی ہے"۔

اس لیے جب تم نے جلدی مچائی تو میں بھی تمھاری باتوں میں آ گیا اس کے بعد اس نے اپنے لوگوں کو بادشاہ کے اصل عزائم سے آگاہ کیا"۔

لوگوں نے کہا:

ہمیں تمھاری دانش پہ اعتماد ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہمیں اس مصیبت سے بچا لو گے جس کی طرف ہم اپنے قدموں پہ چل کے آئے ہیں"۔

اس کی قوم کے کچھ افراد نے کہا:

پھر بادشاہ نے ہماری اس قدر توقیر کیوں کی ہے؟

عامر نے ان سے کہا:

جلدی نہ کرو کیونکہ ہر سال کا رزق مقرر ہوتا ہے اور کئی لقمے ایسے ہوتے ہیں جو بہت سے لقموں سے محروم کردیتے ہیں"۔

پھر بادشاہ نے انھیں بلا بھیجا اور عامر سے کہا:

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی حکومت کے معاملات کا ناظم مقرر کروں"۔

عامر نے جواب دیا"۔

کہ میرے پاس علم کا ایک خزانہ ہے جسے میں اپنے قبیلے میں دفن کرآیا ہوں جس کی وجہ سے میری قوم کے لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے""۔

لٰہذا آپ مجھے ایک تحریر لکھ دیں جس کی بدولت میں راستے میں اخراج اکٹھا کرتا ہوا جاؤں اور پھر تمھارے پاس لوٹ آؤں"۔

بادشاہ نے اسے تحریر لکھ دی"۔

اس نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا:

یہاں سے نکلنے میں جلدی کرو:

اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو بغیر کسی تذلیل کے بچا کے نکل گیا اور راستے سے مال بھی اکٹھا کرتا گیا "۔

اس کے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ؛

رُبَّ زَارِعٍ لِنَفْسِہٖ حَاصِدٌ سِوَاہُ

کئی لوگ ہیں کہ اپنے لیے بوتے ہیں مگر کاٹتا کوئی اور ہے"۔

ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ عامر کی زبان سے یہ لفظ تب نکلے جب صعصعہ بن معاویہ نے اُس سے اِس کی بیٹی کا رشتہ مانگا:

اس کے جواب کے میں عامر نے کہا:

تم نے مجھ سے میری اس بیٹی کا رشتہ مانگا ہے جس پہ میں سب سے زیادہ مہربان ہوں اور جو مجھے اپنی ساری اولاد سے زیادہ محبوب ہے"۔

اور صاحبِ حسب ہی دوسرے صاحبِ حسب کا کفو ہوتا ہے اور نیک شوہر باپ کی طرح شمار کیا جاتا

ہے“۔

میں نے اپنی بیٹی تجھ سے بیاہ دی تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے جیسا آدمی مجھے پھر نہ ملے“۔

پھر وہ اپنی قوم کی طرف پلٹا اور ان سے کہا:

اے قوم عدوان“۔

میں نے تمھاری شریف زادی کو تمھارے یہاں سے نکال دیا“۔

مگر اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ تم مجھے محبوب نہیں ہو اصل بات یہ ہے کہ جو چیز جس کسی کے لیے لکھی گئی ہو وہ اس تک پہنچ جاتی ہے اور بہت سے لوگ اپنے لیے بوتے ہیں مگر کاٹنے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ اگر بخت ونصیبے کی تقسیم آباؤاجداد کو دیکھ کر کی گئی ہوتی تو بعد میں آنے والے لوگ پہلے آنے والے لوگوں سے کچھ بھی حاصل نہ کر پاتے جس سے وہ اپنی زندگی گذار لیں لیکن جس خدا نے بارش نازل کی ہے اسی نے چراگاہ بھی اگائی ہے اور پھر ہر منہ کے کھانے کے لیے سبزی اور پانی گھونٹ گھونٹ تقسیم کر دیا ہے۔ تم یہ سب کچھ دیکھتے ہو مگر اسے نہیں جانتے اور جو بات میں بیان کر رہا ہوں اسے وہی دل جان سکتا ہے جو بات کو محفوظ رکھ سکتا ہو ہر چیز کا کوئی نگہبان ہے ہر رزق کے لیے کوئی نہ کوئی سعی کرنے والا ہوتا ہے خواہ وہ عقلمند ہو خواہ وہ احمق ہو۔ میں نے جس چیز کو بھی دیکھا ہے تو اس کی دھیمی سی آواز کو بھی سن لیا ہے اور اس کے مَس کو پا لیا ہے جو بھی وضع کی ہوئی چیز دیکھی اس کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی کی بنائی ہوئی ہے۔ میں نے جس بھی آنے والے کو دیکھا اسے داعی پایا ہے اور جس کسی کو غنیمت کا مال لوٹتے دیکھا وہ ناکام بھی نظر آیا۔ جو نعمت بھی دیکھی ہے تو اس کے ساتھ مصیبت بھی جلوہ گر پائی۔ اگر لوگوں کو بیماری مار ڈالتی ہے تو یقیناً دوا انھیں زندہ بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ کہ میں مختلف امور کو دیکھ رہا ہوں کوئی اور چیز بھی دیکھ رہا ہوں تا آنکہ مردے زندہ ہو جائیں اور شئی لاشئی بن جائے زمین وآسمان اسی لیے پیدا کیے گئے ہیں“۔

اس نے اپنا خطبہ ختم کر دیا“۔

اور لوگ اٹھ کر چلے گئے تو اس نے حسرت سے کہا:

مجھے لگتا ہے کہ لوگ نصیحت کی اس بات کو قبول کرنے والے نہیں:

اور اس کے مشہور اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ!

مَنْ غَلَبَ شَيْئًا وَجَدَهٗ [64*]

جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہوتا ہے تو اسے پالیتا ہے"۔

بیان کیا گیا کہ عامر بن ضرب اپنی قوم کا سردار تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا اور موت کی دہلیز تک جا پہنچا تو اس کے قبیلے کے لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا: تُو ہمارا سردار ہے اور مردِ شریف ہے لہٰذا ہمارے لیے کوئی ایسا شخص مقرر کر جا جو تیرے بعد شریف اور معتبر ہو اور ہمارا سردار بنے۔

عامر نے جواب دیا: اے قوم عدوان تُو نے حد سے زیادہ مشکل کام میرے سپرد کیا ہے:

پھر اس نے اپنی قوم سے آخری خطاب کیا کیونکہ اس کے بعد جلد ہی وہ وفات پا گیا تھا"۔

اس نے کہا:

میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اسے سمجھ لو۔ اگر کوئی شخص حق اور باطل کو جمع کرنا چاہے گا تو یہ اس کے لیے اکٹھے نہ ہوسکیں گے اور اس شخص کے لیے باطل بہتر ہوگا کیونکہ حق ہمیشہ باطل سے اور باطل ہمیشہ حق سے بھاگتا رہا ہے۔ اے قوم عدوان کسی کی ذلت پہ خوشی نہ مناؤ اور اپنی عزت پہ زیادہ نہ اتراؤ اس لیے کہ محتاج آدمی کی زندگی بھی گزر جاتی ہے اور مالدار کی بھی۔ جو شخص کسی کو کوئی برا دن دکھائے گا وہ خود بھی کوئی برا دن ضرور دیکھے گا اور ہر بات کا جواب تیار رکھو۔ ندامت حماقت کی رفیق ہے۔ سزا ایک قسم کی عبرت ہوتی ہے اس میں حیا اور مذمت کا خوف پایا جاتا ہے۔ انجام کار غلبہ اوپر والے ہاتھ کو ہے اور قصاص میں ایسی راحت ہے جو نہ تمھارے خلاف ہے اور نہ تمھارے حق میں ہے۔ کثرت کا رعب ہوتا ہے اور صبر کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہوتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے اور اگر نہیں پاتا تو نہایت ممکن ہے کہ اس کے قریب پہنچ جائے۔

اقرع بن حابس تیمیؓ

اِن کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور بنو تمیم اپنے واقعات اور مفاخرات کے معاملات لے کر انھیں کے پاس جایا کرتے تھے۔ان کا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔اقرع بن حابسؓ بن عقال بن محمد بن سفیان التیمی المجاشعی الدارامی اور یہ بنو تمیم کے منصف تھے۔ان کا شمار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کیا جاتا ہے۔ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا جس کے بعد انھوں نے مکہ حنین اور طائف کی فتح میں حصہ لیا۔وہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور بھلے مسلمان تھے۔اقرع بن حابسؓ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے صاحبِ دانش افراد میں شامل تھے۔انھی کے متعلق یہ روایت بھی کی جاتی ہے کہ انھوں نے ہی حجروں کے پیچھے سے ''یا محمد'' کہہ کر پکارا تھا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جواب نہ دیا تھا۔جس پہ اقرع بن حابس نے کہا کہ میرا کسی کی تعریف کرنا اس کے لیے زینت ہے اور میرا کسی کی مذمت کرنا اس کے لیے عیب ہے۔اس پہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا یہ تو اللہ کی صفت ہے۔ابن شاہین [65*] نے میدانی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب عینیہ بن حصن نے بنو العنبر کو قتل کیا تو ان کا ایک وفد مدینے آیا اور یہ اقرع بن حابسؓ ہی تھے جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان قیدیوں کے بارے میں بات کی تھی اور انھی کی سفارش پہ ان قیدیوں کو رہائی ملی تھی۔

اور عینیہ بن حصن کے ان اشعار میں اسی بات کی اشارہ کیا گیا ہے

وَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَامَ ابْنُ حَابِسٍ
بِخُطَّۃِ اَسْوَارٍ اِلَی المَجْدِ حَازِمٍ

ابن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شہسوار کی خوبیوں کے ساتھ کھڑا ہوا جو دانش مند ہو اور بزرگی کی طرف جانے والا ہو۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

لَہٗ اَطْلَقَ الاَسْرٰی الّتِی فِی قُیُوْدِھَا
مُغَلَّلَۃٌ اَعْنَاقُھَا فِی الشَّکَائِمِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاطر ان قیدیوں کو جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور جن کی گردنیں دہانوں کے طوق کے اندر تھیں رہا کر دیا۔"

✿✿✿✿✿✿✿✿

ابن درید [66*] نے بیان کیا ہے کہ اقرع بن حابسؓ کا اصل نام فراس تھا اور انھیں اقرع اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان کے سر کے سارے بال اڑ چکے تھے۔ انھیں عہدِ جاہلیت اور عہدِ اسلام میں بھی شریف اور صاحبِ دانش قرار دیا جاتا تھا۔ انھوں نے اسلام کی خاطر بہت سی جنگوں میں حصہ لیا تھا اور وہ کمال کے شہسوار تھے۔ فتح مکہ حنین اور طائف میں ان کی موجودگی کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ مگر وہ شرجیل بن حسنہ کے ساتھ دومۃ الجندل کے مقام پہ بھی موجود تھے۔ اور خالد بن ولیدؓ کے ساتھ عراق کے خلاف جنگ میں بھی موجود تھے اور انبار کی فتح میں بھی شامل تھے اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں عبداللہ بن عامرؓ [67*] نے انھیں اس فوج کا سربراہ مقرر کیا جو خراسان فتح کرنے جا رہی تھی۔ چنانچہ وہ جوزجان کے مقام پہ شہید ہوئے۔ ان کے متعلق رضی الشاطبی نے لکھا کہ اقرع بن حابسؓ اپنے خاندان کے دس

آدمیوں کے ساتھ جنگ یرموک میں شہید ہوئے[68*]۔

اکثم بن صیفی

اکثم بن صیفی بنو تمیم کے حاکموں میں سے تھا۔ وہ اپنے زمانے کا فصیح ترین آدمی تھا۔ اس کے علاوہ وہ ماہر انساب بھی تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نبوت کا اعلان فرمایا تو اکثم نے اپنے بیٹے حبیش کو مکہ بھیجا تا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اس کو آگاہ کرے۔ حبیش جب مکہ سے واپس پہنچا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات سے اکثم بن صیفی کو آگاہ کیا۔ اس پہ اکثم نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور ان کو خطبہ دیا۔

> ”اے بنی تمیم: تم بے وقوف بن کر میرے پاس نہ آؤ کیونکہ جو شخص سنے گا وہ سوچے گا بھی اور بے وقوف انسان اپنے سے اوپر والے کو کمزور اور اپنے سے کم درجے والے کو مضبوط بناتا ہے جس شخص میں عقل نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں جب تم مجھ سے کوئی اچھی بات سرزد ہوتے دیکھو تو اسے قبول کر لو اور اگر اس کے خلاف دیکھو تو میری اصلاح کر دو، میں اصلاح قبول کر لوں گا۔ میرے بیٹے نے اس شخص کے ساتھ بالمشافہ بات کی ہے اور وہ میرے پاس اس کے حالات اور اس کی کتاب کے متعلق معلومات حاصل کر کے آیا ہے۔ میں نے جانا ہے کہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کتاب کے ذریعے اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور خود بھی محاسن اخلاق پہ عمل کرتا ہے۔ وہ اللہ کو ماننے اور بتوں کی پرستش کرنے سے منع کرتا ہے اور آگوں کی قسم کھانے سے لوگوں کو روکتا ہے

۔اس لیے تم میں سے جو لوگ صاحبِ رائے ہیں انھوں نے قسم کھا کر کہا ہے کہ فضیلت اسی بات میں ہے جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔اور صحیح رائے یہی ہے کہ جن باتوں سے وہ منع کرتے ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے اور اس کام میں ان کا ہاتھ بٹانے کے سب سے زیادہ حقدار ہو۔جس بات کی وہ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے تو سب لوگوں کو چھوڑ کر یہ تمہارے فائدہ کی بات ہوگی۔نجران کا پادری [69*] آپ کی صفت بیان کرتا ہے اور اس سے بھی پہلے سفیان بن مجاشع آپ کا ذکر کیا کرتا تھا۔اور اس سے بھی پہلے اس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا تھا۔لہٰذا تمہیں اس کے حکم کے تحت سب سے پہلے آ جانا چاہیے آخر میں نہیں۔اور پیشتر اس کے کہ تم مجبور ہو کر آؤ تم برضا و رغبت چلے آؤ۔ اور میں تم کو بتاؤں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی طرف بلا رہے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات مانو اور میری پیروی کرو اور میں اس سے تمھارے لیے چند باتوں کی درخواست کروں گا جو تم سے کبھی بھی چھینی نہ جا سکیں گی اور تم عرب بھر میں سب سے زیادہ ذی عزت قبیلہ بن جاؤ گے تم تعداد میں سب سے زیادہ ہو گے اور تمہارا گھر سب سے زیادہ وسیع ہوگا کیونکہ میں ایسی بات دیکھ رہا ہوں کہ جس نے بھی اس ذی عزت شخص سے اجتناب کیا وہ ذلیل ہوا اور جو بھی کمزور اس سے چمٹ گیا وہ طاقتور ہو گیا۔پہلوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے ساتھ بعد میں آنے والے امور کا تعلق ہے اور جس نے اس امر میں پہل کی وہ بلندیوں پہ چھا گیا اور بعد میں آنے والوں کو اسی کی اقتدا کرنی پڑے گی اور جان لو کہ پختہ ارادہ دانشمندی ہے اور اختلاف میں کمزوری ہے''۔

اکثم بن صیفی نے اتنا کہا اور اپنا خطبہ ختم کر دیا''۔

یہ سن کر مالک بن نویرہ نے کہا کہ:

بوڑھا سٹھیا گیا ہے''۔

اکثم نے مالک بن نویرہ [70*] کے الفاظ سن لیے اور اس کے جواب میں کہا''۔

وَيْلٌ لِلشَّجِيْ مِنَ الْخَلِيِّ

مجھے افسوس اس بات پہ ہے جس میں میں موجود نہیں ہوں مگر وہ معاملہ مجھ سے چھوٹ بھی نہیں سکتا"۔

اور اس کے یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل بن گئے"۔

مدائنی نے اکثم بن صیفی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عربوں کا فصیح ترین آدمی تھا اور اس کے اقوال کثرت سے اہل عرب کے ہاں مروّج تھے۔ لوگوں کو اس کی دانش پہ اعتماد تھا اور لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے بے شمار اقوال میں سے مثال کے طور چند اقوال یہاں پیش کیے جا رہے ہیں"۔

اکثم بن صیفی کا ایک مقولہ ہے کہ:

مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ

انسان کی قتل گاہ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے"۔

المفضل کہتا ہے کہ اکثم بن صیفی کی زبان سے یہ الفاظ تب نکلے تھے جب اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو ایک پر دانش خطبے میں دنیا کی اونچ نیچ سے آگاہی فراہم کی۔

"ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کیا کرو کیونکہ نیکی کرنے سے قومی تعداد قائم رہتی ہے۔ اپنی زبانوں کو روکے رکھو کیونکہ انسان کی قتل گاہ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے۔ حق گوئی نے میرا کوئی دوست نہیں رہنے دیا مگر سچائی ہی نجات کا سبب ہے۔ جو بات ہو کر رہنے والی ہو اس سے بچاؤ کرنا کوئی نفع نہیں دیتا۔ بلندیوں کے طلب کرنے میں تکلیف ہوتی ہے کوشش کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے سے زیادہ آرام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص ان چیزوں پر جنھیں وہ حاصل نہیں کر سکتا غمناک نہیں ہوتا وہ اپنے بدن کو آرام دیتا ہے۔ وہ شخص جو اس حالت پر ہے قانع ہو گا جس میں وہ ہے اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ نادم ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں کسی معاملے کو ابتدا ہی میں پکڑ

لوں بہ نسبت اس کے کہ اسے اس وقت پکڑوں جب اس کی صرف دُم باقی رہ گئی ہو۔کسی بات کے جاننے والے کے لیے ان لوگوں کی طرف سے مصیبت پیدا ہوئی جو اسے نہیں جانتے۔ جب کوئی معاملہ تمہیں پیش آنے والا ہوتو اس وقت وہ مشتبہ ہوتا ہے مگر جب گزر جائے تو عقلمند اور بیوقوف اسے دونوں ہی جان جاتے ہیں۔فارغ البالی میں اکڑنا حماقت ہے اور مصیبت کے وقت عاجز ہوکر بیٹھ جانا عیب ہے۔معمولی معمولی باتوں پہ غصے میں نہ آیا کرو کیونکہ اس حالت میں بہت سے صاحبِ دانش بھی جرم کر بیٹھتے ہیں۔جو بات تم سے پوچھی نہ گئی ہو اس کا جواب نہ دو۔تم اس بات پہ مت ہنسا کرو جس پہ دوسروں کو ہنسی نہ آتی ہو۔ایک دوسرے سے دور رہو مگر ایک دوسرے سے بغض نہ کرو کیونکہ جو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں وہ کوچ بھی کر جاتے ہیں۔عورتوں کا غرور توڑے رکھنا اور شریف عورت کے لیے چرخہ عمدہ کھیل ہے۔جس کے پاس کوئی اور حیلہ نہ ہوتو اس کا حیلہ یہی ہے کہ وہ صبر کرے۔اگر تُو زندہ رہے گا تو وہ باتیں دیکھے گا جو تُو نے نہ دیکھیں ہوگی۔باتونی انسان کی مثال رات کے وقت ایندھن اکٹھا کرنے والے کی رسی کی سی ہے۔جس نے بہت باتیں کیں وہ لوگوں کی نگاہوں سے گر گیا۔اپنا راز لونڈی کو کبھی نہ بتاؤ۔اور کسی شاعر[71*] نے اکثم کے ان اقوال کے ہم معنی اشعار کو کیا خوبی سے بیان کیا ہے"۔

تَکَلَّمْ وَسَدِّدْ مَا اسْتَطَعْتَ فَاِنَّمَا
کَلَامُكَ حَیٌّ وَالسُّکُوْتُ جَمَادٗ

جب تک ہو سکے بات کہو اور درست کہو کیونکہ تمھاری گفتار زندہ ہے اور سکوت جمود کی طرح ہے۔"

فَاِنْ لَمْ تَجِدْ قَوْلًا سَدِیْدًا تَقُوْلُهٗ
فَصَمْتُكَ عَنْ غَیْرِ السَّدِیْدِ سِدَادٗ

اگر تمہیں کہنے کے لیے کوئی درست بات نہیں ملتی تو تمہارا نادرست بات کہنے کے مقابلے میں خاموش رہنا بہتر ہے۔"

قاضی ابو منصور بن محمد الھروی اسی کا تتبع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اِذَا کُنْتَ ذَا عِلْمٍ وَمَا رَاكَ جَاهِلٌ
فَاَعْرِضْ فَفِیْ تَرْكِ الْجَوَابِ جَوَابٌ

تجھے علم حاصل ہو اور ایک جاہل تم سے جھگڑنے لگے تو اس سے اعراض کر کیونکہ جواب نہ دینا ہی جواب ہے۔"

وَاِنْ لَمْ تُصِبْ فِی الْقَوْلِ فَاسْكُتْ فَاِنَّمَا
سُكُوْتُكَ عَنْ غَیْرِ الصَّوَابِ صَوَابٌ

اگر تو صحیح بات نہ کہہ رہا ہو تو خاموش رہ کہ کیونکہ نادرست بات کہنے کے مقابلے میں خاموش رہنا ہی درست بات ہے۔"

اور ابو سہل نیلی نے اس شعر میں تمام شرائط کلام کا ذکر کر دیا ہے:

أوصِيكَ فِیْ نَظْمِ الكَلَامِ بِخَمْسَةٍ
اِنْ كُنْتَ لِلموصِیْ الشَّفِيْقِ مُطِيْعَا

اگر تُو کسی نصیحت کرنے والے کی اطاعت کرنے پہ آمادہ ہو تو میں تجھے بات کہنے کے ضمن میں پانچ چیزوں کی نصیحت کرنا پسند کروں گا۔"

لَا تَغْفُلَنّ سَبَبَ الكَلَامِ وَوَقْتَہٗ
والكَيْفَ وَالكَمَّ المكانَ جَمِيْعَا

بات کرتے وقت ان پانچ باتوں سے غافل مت رہنا سبب، کیفیت، وقت، کمیت اور جگہ۔"

اکثم بن صیفی نہ صرف اہل عرب کے حکماء میں شامل تھا بلکہ اس کا شمار ان کے بہترین خطباء میں بھی کیا جاتا تھا۔ اس کا کچھ ذکر تو اس بیان میں گزر چکا ہے جب اکثم نے کسریٰ کے دربار میں اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے اور اس کے کچھ منتخب خطبوں کا بیان انشاء اللہ خطبائے عرب کے بیان میں آ گے آئے گا۔

عبدالمطلب بن ہاشم

اہلِ قریش میں بھی بہت سے صاحبِ فراست حکماء اور صاحبِ دانش فصحاء تھے جن کی عرب بھر میں تعظیم کی جاتی تھی۔ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اور پردادا حضرت ہاشم بھی شامل ہیں۔حضرت عبدالمطلب کی اعلیٰ صفات واخلاق کو بیان کرنے کے ابھی کئی مواقع باقی ہیں جہاں انشاء اللہ ان امور کا تذکرہ کیا جائے گا۔یہاں ،ہم صرف اسی قدر بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کا شمار بھی حکمائے عرب میں کیا جاتا تھا اور لوگ اپنے معاملات لے کر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔چونکہ لوگ ان کی کثرت سے تعریف کیا کرتے تھے اس لیے انھیں " **شیبۃ الحمد** " کہا جانے لگا۔اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مصائب کے وقت وہ قریش کے فریادرس اور مشکل معاملات میں ان کی پناہ گاہ تھے۔اپنے کمال اور نیک افعال کی وجہ سے بالاتفاق قریش کے شریف اور سردار مانے جاتے تھے۔اُن کی دُعا مقبول ہوتی تھی اور ان کی بے پناہ سخاوت کی وجہ سے انھیں فیاض کہا جاتا تھا۔چونکہ وہ اپنے دسترخوان سے کچھ حصہ اٹھا کر پرندوں کے لیے اور پہاڑوں میں رہنے والے وحشی جانوروں کے لیے بھی بچا رکھتے تھے اس لیے لوگ ان کو " **مُطعِم طَیرِ السماء** " (آسمان کے پرندوں کو کھلانے والا) بھی کہتے تھے۔حضرت عبدالمطلب کا شمار قریش کے حلیم الطبع انسانوں اور داناؤں میں کیا جاتا تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی خود پہ شراب کو حرام کر رکھا تھا۔مگر اس سے قبل ابو سفیان کے والد حرب بن امیہ ان کے ندیم تھے۔ایک دفعہ تہامہ کے بازار میں ایک یہودی نے آپ سے پناہ طلب کی اور عرب رواج کے مطابق آپ نے اسے پناہ عطا کر دی۔بعد میں کسی نزاع کی وجہ سے حرب بن امیہ نے اس

یہودی کو قتل کر دیا تو حضرت عبد المطلب نے اس سے قطع تعلق کر لیا اور اس پہ دباؤ ڈالا کہ تم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو میری پناہ میں تھا اس لیے تمہیں اس کی دیت ادا کرنی چاہیے۔ پھر آپ نے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب کہ اس سے سو اونٹ لے کر اس یہودی کے ورثا کو نہ دلا دیئے اور یہ کام انھوں نے اپنے عہد کی پاسداری میں کیا تھا۔

اس کے بعد انھوں نے عبد اللہ بن جدعان کو اپنا ندیم بنا لیا اور امیہ سے اپنا ربط بحال نہ کیا۔ عبد المطلب بن ہاشم اپنی اولاد کو ظلم اور سرکشی سے منع کیا کرتے تھے انھیں مکارم اخلاق کی ترغیب دیتے اور کمینے کاموں سے روکتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

اُن کے کلام سے بعض نقات پیش خدمت ہیں؛

”دنیا سے نکل جانے سے پہلے ہی ظالم سے بدلہ لے لیا جاتا ہے اور اسے اپنے کیے کی سزا مل جایا کرتی ہے “ پھر اہل شام میں سے ایک ظالم شخص مر گیا جسے اس کے ظلم کی سزا نہ ملی تھی۔ جب لوگوں نے اس کا ذکر عبد المطلب سے کیا تو انھوں نے کہا اللہ کی قسم یقیناً اس گھر کے بعد بھی کوئی گھر ہے جہاں نیکو کاروں کو اس کی نیکی کی جزا اور اس کے بدکاروں کو ان کی بدی کی سزا دی جائے گی جس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں آخرت کی دنیا کا ادراک حاصل تھا اس کے بعد انھوں نے بتوں کی پرستش چھوڑ دی تھی اور توحید الٰہی کو تسلیم کر لیا تھا اور ان سے بہت سی ایسی باتیں بھی مروی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر بعد میں قرآن اور سنت میں مذکور ہے، مثلاً نذر کا پورا کرنا، محرم عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کرنا، شراب اور زنا کو حرام قرار دینا وغیرہ اور اس بات کا حکم دینا کہ کوئی شخص ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔

ابوطالب بن عبدالمطلب

حضرت ابو طالبؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون و مددگار تھے۔ حضرت ابو طالبؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پینتیس سال بڑے تھے۔ آپ کا شمار بھی قریش کے حکماء میں کیا جاتا ہے اور بجا طور پہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ آپ عربوں کے بہت اچھے شاعر اور بڑے فصیح البیان شخص تھے۔ جب حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات ہوئی تو انھوں نے حضرت ابو طالبؓ کو وصیت کی کہ وہ اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال رکھیں۔ چنانچہ ایک مدت تک وہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل رہے اور ان کی بڑی اچھی تربیت کی۔ حضرت ابو طالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوانی کے زمانے میں ملک شام کے سفر پہ لے گئے تھے اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف نبوت سے نوازا گیا اور اہل قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی تب بھی حضرت ابو طالب ہی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت کی اور بنو ہاشم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اکسایا۔ حضرت ابو طالب نے دشمنوں کے مقابل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدے کہے۔ دورِ اسلام سے قبل یہ قریش کے منصفوں اور سرداروں میں سے تھے اور مصیبت کے وقت اہل قریش انھیں کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اسّی سال کی عمر پائی تھی کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انھوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا مگر یہ ایک بودا خیال ہے اس لیے کہ امت کے بہت سے معتبرین اس بات کے قائل ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حمزہ کا ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں اس نے حضرت ابو طالبؓ کے اشعار کو جمع کیا ہے اور اس کے خیال میں

حضرت ابوطالبؓ نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر بعض سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اس کا اعلان نہیں کیا تھا اس لیے کہ اگر آپ اس امر کا اعلان کردیتے تو اہل قریش آپ کی حمایت کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زِک پہنچانے سے باز نہ آتے پھر ان کے اشعار ہیں جو اس بات کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام پہ مرے تھے۔

ان کے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

و دَعَوْتَنِی وَزَعَمْتَ اَنَّكَ صَادِقٌ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ قَبـلُ اَمِيْنَا

آپ نے مجھے دعوت دی اور آپ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں اور آپ تو ہمیشہ سے سچ کہنے والے ہیں اور بہت پہلے ہی سے امین وصادق کہلاتے چلے آرہے ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا

مجھے معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی تمام دینوں سے بہتر ہے۔

اور شعبِ ابی طالب میں محصوری کے ایام میں انھوں نے یہ اشعار کہے

اَلَا اَبْلِغَا عَنِیْ عَلٰی ذَاتِ بَیْنِنَا
لُؤَیّاً و خُصًا من لُؤَیٍّ بنی کَعْبٖ

میری طرف سے لؤی تک باوجود ہمارے باہمی تعلقات کے یہ بات پہنچادو اور لؤی میں سے بھی خاص طور پہ بنی کعب تک یہ بات پہنچادو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِیّاً کَمُوْسٰی فی اَوَّلِ الْکُتُبٖ

کہ آیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ہے جن کا نام پہلی کتابوں میں لکھا جاچکا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

واَنّ عَلَیْہِ فی العِبادِ مَوَادَّۃً
وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّہُ اللّٰہُ بِالحُبٖ

اور یہ کہ انھیں بندگانِ خدا سے محبت ہے اور جسے اللہ نے بندگانِ خدا کی محبت کے لیے مخصوص کر رکھا ہو اس سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے اشعار اور قصائد ہیں جو عربوں میں معروف تھے ان کے قصیدے سینکڑوں اشعار پہ مشتمل ہوا کرتے تھے۔ آپ کا ایک بہت عمدہ قصیدہ ہے جس میں آپ نے حرم مکہ کی پناہ کا ذکر کیا ہے اور اس منزلت کی پناہ لی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے میں حاصل تھی جس میں انھوں نے اپنی قوم کے اشراف سے دوستانہ برتاؤ کا مطالبہ کیا ہے اور قریش کو یہ بتایا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی

کے سپرد نہیں کریں گے چاہے اس کوشش میں ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ چنانچہ جب اہل مکہ کی مخالفت شدید ہوگئی اور وہ تمام کے تمام اس بات پہ متفق ہوگئے کہ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہیے تو حضرت ابو طالبؓ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو لے کر ان سے الگ ہوگئے اور مکہ کی ایک گھاٹی جو حضرت ابو طالبؓ ہی کی ملکیت تھی اس میں منتقل ہوگئے۔ کفار کہتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دیا ہے اور قوم میں انتشار ڈال دیا ہے۔ انھوں نے حضرت ابو طالبؓ سے کہا کہ تم ہم سے کئی گنا دیت لے لو اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی اجازت دے دو اور انھیں کوئی ایسا شخص قتل کرے گا جو اہل قریش میں سے نہ ہوگا اس طرح تمہیں بھی آرام رہے گا اور ہمیں بھی۔ مگر بنو ہاشم اس امر پہ راضی نہ ہوئے اور نہ بنو عبدالمطلب نے اس امر میں اُن کی کوئی مدد کی۔ چنانچہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب چاہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لائے تھے یا ان کی دعوت سے انکاری تھے شعبِ ابی طالب میں چلے آئے اور دیگر قبائل کے وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لا چکے تھے اور مکے میں تھے انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف نکل جائیں اس لیے کہ حبشہ قریش کی تجارت گاہ تھی اور لوگ حبشہ کے حکمران نجاشی کی تعریف کرتے تھے چنانچہ وہ لوگ حبشہ کی طرف نکل گئے [*72]

جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے انھیں بچالیا ہے تو ان کی دشمنی میں اضافہ ہوگیا اور وہ اس بات پہ متفق ہوگئے کہ اب وہ ان کے ساتھ نہ تو کوئی لین دین کریں گے اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ کریں گے اور ان سے کسی بھی قسم کا تعلق نہ رکھیں گے۔ چنانچہ انھوں نے یہ باتیں ایک صحیفے پہ لکھیں اور سے کعبہ میں محفوظ کر دیا چنانچہ تین سال تک وہ انھیں باتوں پہ عمل کرتے رہے اور اس دوران بنو ہاشم سخت تکلیف اور اذیت میں مبتلا رہے آخر قریش کے کچھ لوگوں نے بنو ہاشم سے بے وفائی کے اس معاہدے پر بیزاری کا اظہار کیا اور اسے توڑنے کا پختہ عہد کر لیا۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو بتایا کہ اے چچا اہل قریش کے اس صحیفے پہ میرے اللہ نے دیمک کا کیڑا مسلط کر دیا ہے جس نے اسے کھا لیا ہے"۔

اور دیمک نے اس صحیفے میں جو کچھ بھی تھا اللہ کے نام کے سوا سب کچھ چاٹ لیا تھا"۔

حضرت ابوطالب نے دریافت کیا؟

کیا واقع ہی یہ ہے سچ ہے"۔

ہاں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا"۔

مگر یہ خبر تمھیں کس نے دی ہے حالانکہ نہ تمھارے پاس کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے

چچا یہی سچ ہے اور خبر دینے والا تو میرے پاس آتا جاتا رہتا ہے[73*]

چنانچہ اس کے بعد حضرت ابوطالبؓ کعبۃ اللہ تشریف لائے اور وہاں قریش کے سردار موجود تھے"۔

آپ نے انھیں مخاطب فرمایا اور کہا:

میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ تمھارے اس صحیفے کو اللہ کے بھیجے ہوئے ایک کیڑے نے چاٹ لیا ہے"۔

اے اہل قریش: ہوش میں آؤ اللہ کی قسم ہم کبھی بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارے حوالے کرنے والے نہیں بنیں گے"۔

اِدھر قریش کے سردار بھی طیش میں آگئے اور حضرت ابوطالبؓ سے کہا:

اے ابوطالبؓ تم سردارِ قریش ہو اور ہمارے دلوں میں تمھاری عزت موجود ہے کیا تم ہم سے یہ عہد کرتے ہو کہ اگر تمھاری بات غلط نکلی تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے کردو گے"۔

حضرت ابوطالبؓ نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا"۔

ہاں میں عہد کرتا ہوں"۔

قریش اس پہ رضامند ہو گئے اور اس عہد نامے کو کھولا گیا"۔

تو اس میں کچھ بھی نہ بچا تھا سوائے اللہ کے نام کے"۔

چنانچہ قریش مایوس سے ہو کے رہ گئے مگر ان کے عناد میں کوئی کمی نہ آئی"۔

بلکہ انھوں نے بالاتفاق اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جادوگری قرار دے دیا۔

اس پر حضرت ابوطالبؓ نے اپنی قوم سے کہا:

اے قوم قریش"۔

جب معاملہ واضح ہوگیا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ تم ظالم اور قطع رحمی کرنے والے ہو تو پھر ہمیں کیوں قید و بند کیا جارہا ہے"۔

اس کے بعد حضرت ابو طالبؓ اور ان کے ساتھی کعبے کے پردوں کے اندر گھس گئے اور کہا:

خدایا تُو ان لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما جنھوں نے ہم پہ ظلم اور قطع رحم کیا ہے"۔

اتنا کہنے کے بعد وہ شعب میں واپس لوٹ آئے اور ایک طویل قصیدہ کہا جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں"۔

خَلِیْلَیَّ مَا اُذْنِیْ لأَوَّلِ عَاذِلٍ
بِصَغْوَاءَ فِیْ حَقٍّ وَلَا عِنْدَ بَاطِلِ

اے میرے دو دوستو: میرے کان کسی بھی ملامت کرنے والے کی طرف مائل نہیں ہوتے خواہ وہ ملامت کرنے کے معاملے میں حق پہ ہو خواہ باطل پہ۔

خَلِیْلَیَّ اِنَّ الرَّأیَ لَیْسَ بِشِرْکَۃٍ
وَلَا نَھْنَہٍ عند الأمُوْرِ البَلَابِلِ

تمھاری یہ رائے نہ تو عقل مندوں کی شراکت سے طے پائی ہے اور نہ ہی آلام و مصائب کے وقت یہ رائے حقیقت کو واضح کر سکتی ہے۔

وَلَمَّا رَأَیْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ عِنْدَهُمْ
وَقَدْ قَطَعُوا کُلَّ الْعُرَا وَالْوَسَائِلِ

میں نے جب دیکھا کہ قوم قریش میں کسی قسم کی دوستی نہیں پائی جاتی اور انھوں نے ہر قسم کے معاہدوں اور وسائل کو توڑ ڈالا ہے۔

وَقَدْ صَارَ حُوْنَا بِالْعَدَاوَۃِ الْأَذَی
وَقَدْ طَاوَ أَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَایِلِ

اور انھوں نے ہم سے اعلانیہ دشمنی کی ہے اور ایذا پہنچائی ہے اور انھوں نے علیحدگی اختیار کر لینے والے دشمن کی اطاعت کی ہے۔

وَقَدْ حَالَفُوا قَوْمًا عَلَیْنَا أَظِنَّۃً
یَعُضُّوْنَ غَیْظًا خَلْفَنَا بِالْأَنَامِلِ

اور انھوں نے ہمارے خلاف ان لوگوں سے معاہدہ کر لیا ہے جو ہمارے دشمن ہیں اور ہمارے چلے جانے کے بعد غصے میں آ کر اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹنے لگتے ہیں۔

صَبَرْتُ لَھُمْ نَفْسِی بِسَمْرَاءَ سَمْحَۃٍ
وَأَبْیَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

میں ان کے مقابلے میں ایک بھورے رنگ کے سیدھے نیزے کو پکڑے اور ایک چمکدار تیز تلوار لیے جو مجھے بادشاہوں سے ورثے میں آئی تھی اس پہ ڈٹا رہا۔

وَ أحضَرتُ عِندَ البَيْتِ رَهطِى واخوَتى
وَ اَمْسَكتُ مِن اَثوابِهِ بِالوَ صَائِلِ

اور میں اپنی قوم اور بھائیوں کو لے کر خانہ کعبہ میں آیا اور اس کے دھاری دار کپڑوں کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

قِيَامًا مَعًا مُستَقبِلِينَ رِتَاجَهُ
لَدَى حَيثُ يَقضِى حَلفَهُ كل نَافِلِ

اور ہم سب اس کے بڑے دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے جہاں پر نفل ادا کرنے والا اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِن كُلِّ طَاعِنٍ
عَلَيْنَا بِسُوءٍ أو مُلِّحٍ بِبَاطِلِ

میں ہر اس شخص سے جو ہمیں بری باتوں سے مہتم کرتا ہے لوگوں کے پروردگار کے پاس پناہ لیتا ہوں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

وَمِنْ كَاشِحٍ يَسعىٰ لَنَا بِمَعِيبَةٍ
وَمِن مُلحِقٍ فِى الدِينِ مَا لَم نُحَاوِلِ

اور میں اس شخص سے بھی اللہ کی پناہ چاہتا ہو جو اپنی دشمنی کو دل ہی میں چھپائے رکھے ہم میں عیب نکالنے کی کوشش کرتا ہو اس شخص سے بھی جو ہمارے دین میں وہ امور شامل کردے جن کا

ہم نے کبھی ارادہ بھی نہیں کیا۔[*74]

مورخین عرب میں سے علامہ کلبی[*75] سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو طالبؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قریش کے تمام سرداروں کو ایک پُر دانش وصیت کی جس کو ہم یہاں [*76] بیان کررہے ہیں۔

"اے قوم قریش: تمام مخلوقات میں سے اللہ نے تم کو منتخب کیا ہے۔تم عرب کا دل ہو۔تم میں ایسے سردار ہیں جن کا حکم مانا جاتا ہےاور تم میں آگے بڑھنے والے بہادر اور بڑی وسعت والے لوگ ہیں یاد رکھو کہ تم نے عربوں کے لیے قابلِ فخر باتوں کا کوئی حصہ باقی نہیں رہنے دیا سب کو تم نے سمیٹ لیا ہے،کوئی شرف کا جوہر ایسا نہیں ہے جسے تم نے حاصل نہ کرلیا ہو لہٰذا ان امور کی وجہ سے تمھیں دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے اور اسی فضیلت کا آسرا لے کر وہ تمھارے پاس آئے ہیں۔لوگ تم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں اور جنگ کرنے کی نیت سے اکٹھے ہوچکے ہیں میں تمھیں کعبے کی تعظیم کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس میں اللہ کی رضامندی پائی جاتی ہے تمھاری روزی کا دارومدار بھی اسی پہ ہے اور اسی میں تمھارے غلبے اور قوت کو ثبات ہے۔صلہ رحمی کیا کرو کیونکہ اس سے تمھاری عمریں دراز ہوجاتی ہیں،تمھاری تعداد بڑھ جاتی ہے۔سرکشی اور نافرمانی کو چھوڑ دو کیونکہ انھی باتوں کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ تباہ ہوئے ہیں۔پکارنے والے کی پکار سنو اور مدد کو پہنچو سائل کو دو کیونکہ انھی دو باتوں میں زندگی اور موت کا شرف پایا جاتا ہے۔سچی بات کہا کرو اور امانت کا حق ادا کیا کرو کیونکہ اس سے خاص لوگوں میں محبت اور عام لوگوں میں عزت حاصل ہوتی ہے۔اور میں تمھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ قریش کے لیے امین اور عرب بھر کے لیے صدیق ہیں اور ان میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جن کے کرنے کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے اور وہ ایسا دین لے کر آئے ہیں جسے دل قبول کرتا ہے مگر زبان دشمنی کے خوف کی وجہ سے انکار کرتی ہے خدا کی قسم مجھے یوں محسوس ہورہا ہے کہ گویا کہ میں عربوں کے فقیروں آس پاس کے لوگوں

اور کمزور انسانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی تصدیق کر دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی عظمت کے قائل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لے کر بے پناہ جنگ کے میدان میں گھس گئے ہیں اور قریش کے روساء اور سردار سب سے پیچھے رہ گئے ہیں اور ان کے گھر برباد ہو گئے ہیں۔ کمزور لوگ مالک بن گئے ہیں۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عظیم ترین انسان وہ ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا اور جو شخص رشتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دور ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ منظورِ نظر ہوگا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص دوست بن گئے ہیں اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شہر خالی کر دیئے ہیں اور آپ کی مکمل اطاعت قبول کر لی ہے اے قوم قریش ان صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور ان کی جماعت کے حامی بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو شخص بھی ان کی راہ پہ چلے گا ہدایت پا جائے گا اور جو شخص بھی ان کا طریقہ اختیار کرے گا وہ سعادت مند ہوگا۔ اگر مجھے کچھ مدت اور مل جاتی اور موت مجھے کچھ اور مہلت دے دیتی تو میں اُن کو فتنوں سے بچاتا اِن کی مصیبتوں کو دور کرتا۔

اس کے بعد حضرت ابو طالبؓ وفات پا گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ آپ نے ان کی وفات کے سال کو عام الحزن قرار دیا اور ایک مدتِ مدید گزری جب آپ ان کے سایہ شفقت تلے پیغام الٰہی کی تبلیغ جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ کے بدترین دشمن بھی حضرت ابو طالبؓ کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالنے سے گریزاں رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت ابو طالبؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ دست درازی سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے بہادر ان کے لاشے گرا دیں گے اور وادیٔ مکہ میں خون کی ندیاں بہا دیں گے اور وہ یہ بھی جانتے کہ حضرت ابو طالبؓ کا رتبہ اور عظمت عرب بھر میں تسلیم کی جاتی ہے اور ان کے دوست اور حلیف قبائل ان کی خاطر ہر وقت اپنا خون بہانے کو تیار رہتے ہیں مگر پھر جب یہ سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سر پہ نہ رہا تو عرب کی ننگی دھوپ تھی اور قریش کے بدترین دشمن تھے، اسی وجہ سے آپ کو وہ شہر چھوڑنا پڑا جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ مجھے نہ نکالتے تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ ہجرت کے تفصیلی واقعات اپنی جگہ پہ درج کیے جائیں گے انشاءاللہ

حکیمات العرب

اہل عرب کے جاہلی معاشرے کو اگرچہ آسانی سے مرد کا معاشرہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ جہاں تمام اہم امور مرد ہی سے متعلق تھے اور مرد ہی فیصلہ کرنے کے مجاز تھے۔تاہم یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُن کے ہاں شریف عورت کا ایک معیار اور رتبہ ہر دور میں قائم رہا ہے۔چنانچہ دورِ جاہلیت میں عربوں میں ایسی عورتیں بھی پائی جاتی تھیں جو صاحبِ کمال، پوری معرفت رکھنے والی سمجھ، ذکاء اور تیز نظر رکھنے والی تھیں۔تاریخ کے اوراق ان کے ذکر سے مزین ہیں اور ان کے اشعار اور کلام کی فصاحت کے بارے میں کتابیں اور دواوین مدون کیے گئے ہیں۔عرب کی انھی عورتوں میں کچھ ان کی مفاخرت کے فیصلے بھی کیا کرتی تھیں جنھیں حکیمات العرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ان میں سے بہت سی اس امر میں معروف تھیں کہ وہ صحیح فیصلہ دینے جھگڑے چکانے میں عمدہ رائے کی مالک تھیں۔ان کا تذکرہ بھی بسیط ہے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے ان کے اقوال اور اشعار کی مقدار بھی حد سے گزری ہوئی ہے۔اس لیے ہم یہاں محض

نمونے کے طور پہ صرف چند ایسی عورتوں کا تذکرہ کریں گے جو اس امر میں معروف تھیں۔

هند بنتِ الخسن الایادی ؛

انھی میں سے ایک کا نام ہند بنت الخسن الایادی بیان کیا گیا ہے عہدِ جاہلیت میں عربوں کا ایک بادشاہ قلمس تھا جس کے دور میں ہند کی عقل و دانش کے چرچے تھے۔مگر ایک دفعہ جب ہند اور اس کی بہن خمعہ میں کسی بات پہ جھگڑا ہوا تو وہ اس کا فیصلہ کرانے کے لیے عربوں کے بادشاہ قلمس کے پاس گئیں۔اس نے قلمس کی مدح میں شعر بھی لکھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

اِذَا للّٰہُ جَازَی مُنْعِمًا بِوَ فَائِہٖ
فَجَازَكَ عَنِّی یا قَلَمَّسُ بِالكَرَمْ

جب اللہ تعالیٰ کسی منعم کو اس کی وفا کا بدلہ دے تو اے قلمس اللہ تجھے میری طرف سے اپنی سخاوت کا بدلہ دے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور عربوں کے مشہور شاعر فرزدق کا یہ شعر بھی اسی کے لیے ہیں۔

وَفَیْتَ بِعَهْدِ كَانَ مِنكَ تَكَسرُّمَا
كَمَا لا بَنَةِ الخُسِّ الایَادِیْ وَفَتْ هِنْدُ

تُو نے اس عہد کو وفا کیا جو تم نے ازراہ مہربانی کیا تھا اسی طرح جس طرح ہند نے خس یادی کی بیٹی سے وفا کی تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

خس ایادی کا بہت سا کلام سجع ہے۔تاہم اس نے عمدہ اشعار بھی کہے ہیں جو پرانی کتابوں میں رقم کیے گئے ہیں۔تاہم اس نے شعر کم کہےاور سجع زیادہ ہے۔خس ایادی مردوں سے عقل ودانش میں مقابلہ کیا کرتی تھی تا آنکہ ایک مرداس کی زندگی میں آیا جس نے اس کا یہ غرور توڑا۔

خس ایادی نے اس شخص سے کہا"۔

عقل ودانش میں مجھ سے مقابلہ کرے گا"۔تو اس شخص نے جواب دیا:ہاں

خس نے اس سے کہا: کَادَ

اُس آدمی نے جواب میں کہا"۔

كَادَ الْعَرُوْس يَكُوْن اميراً

(قریب ہے کہ دولہا حاکم بن جائے)

خُس نے پھر سے کہا: کَادَ

اُس آدمی نے جواب میں کہا"۔

كَادَ المنتعل يكون راكباً

(قریب ہے کہ پیدل سوار بن جائے)

اس نے پھر کہا: کَادَ

تو آدمی نے جواب دیا"۔

كَاد البخيل يكون كلباً

(قریب ہے کہ بخیل کتا بن جائے)

خس نے اس سے کہا: عِجِبْتُ

تواس نے جواب دیا:

عَجِبْتِ للسَبِخَتِةِ لا يَجِفُّ ثَرَاهَا ولا يَنبت مَرْعَا ها

(تجھے اس شورزمین پر تعجب ہے جس کی نہ زمین خشک ہوتی ہے اور نہ کوئی گھاس اگتی ہے):

خس نے پھر کہا: عِجِبْتُ

عَجبتِ للحجارة لا يكبر صغيرها ولا يهرم كبيرها

(تجھے ان پتھروں پہ تعجب ہے کہ نہ تو ان کے تو چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور نہ ان کے بڑے بوڑھے ہوتے ہیں"۔

ہند بنت خُس الایادی اس شخص کی فراست سے بہت متاثر ہوئی اور آئندہ سے اس نے لوگوں کے ساتھ محاجاۃ ترک کردی"۔

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ اس کے کلام کا بہت حصہ سجع پہ مشتمل تھا اس کا کچھ کلام مثال کے طور پہ پیش کیا جاتا ہے"۔

ایک دن کسی نے ہند بنت خس الایادی سے سوال کیا؟

تجھے کون سا گھوڑا زیادہ پسند ہے؟

اس نے کہا:

وہ گھوڑا جو چست ہو اور اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کی گئی ہو۔

وہ قوی اور لمبی پیٹھ والا ہو، مضبوط اور تام الخلقت ہو، بہت تیز رفتار اور غبار اڑانے والا ہو"۔

سوال کرنے والے نے پھر پوچھا؟

تجھے کون سی بارش پسند ہے؟

ہند بنت خس الایادی نے جواب دیا"۔

وہ بادل جو زمین پہ لٹکا ہوا ہو اور خوب کثرت سے برس رہا ہو جو بہت وسیع اور چمکدار ہو، جو بہت شو مچانے والا اور پھوٹ پڑنے والا ہو"۔

ابن الاعرابی[77*] نے بھی روایت کی ہے کہ کسی نے ہند بنت خس الایادی سے پوچھا کہ :

ایک سو بکریاں کیسی ہیں"۔

اس نے جواب دیا"۔

تھوڑا سا مال ہے جس کے پیچھے محتاجی نظر آتی ہے ، یہ کمزور آدمی کا مال ہے اور عاجز آدمی کا پیشہ ہے "۔

پوچھنے والے نے اب کے پوچھا؟

کہ سو بھیڑیں کیسی ہیں؟

ہند بنت خس الایادی نے جواب دیا کہ"۔

یہ ایک بستی ہے جس کی کوئی چراگاہ نہیں"۔

سوال کرنے والے نے پھر پوچھا؟

یہ بتاؤ کے سو اونٹ کیسے ہیں"۔

ہند بنت خس الایادی نے جواب دیا کہ"۔

اس کا کیا کہنا، وہ تو جمال بھی ہے اور مال بھی ہے اور لوگوں کی آرزو بھی ہے"۔

سوال کرنے والے نے اگلا سوال کیا؟

تمھارے نزدیک سو گھوڑے کیسے ہیں؟

اس نے جواب دیا"۔

جس شخص کے پاس سو گھوڑے ہوں وہ تو تباہ ہو گیا کیونکہ اس کے بعد وہ سرکش ہو جائے گا اور سرکشی بغاوت ہے، تباہی کا راستہ ہے"۔

سوال کرنے والے نے پھر کہا؟

اور سو گدھے کیسے ہیں؟

اس نے جواب دیا: کہ گدھے رات کو گھر سے دور رہتے ہیں مجلس کی رسوائی ہیں نہ ان کا دودھ کام آئے نہ گوشت اور نہ ہی ان کی پشم ہے جو کاٹ لی جائے۔

پھر کسی شخص [78*] نے ہند بنت خس الایادی سے کسی نے سوال کیا؟

کہ تمھاری نگاہ میں عظیم ترین انسان کون ہے؟

اس نے جواب دیا کہ"۔

وہ شخص جس کے ساتھ میری کوئی حاجت وابستہ ہو اور ابھی پوری نہ ہوئی ہو۔

پھر کسی نے ہند بنت خس الایادی سے سوال کیا؟

سب سے اچھی چیز کیا ہے؟

اس نے جواب دیا"۔

رات کے بادل کے بعد کا بادل جو ایسے اونچے ٹیلے پر برسے جہاں کوئی نہ رہتا ہو اس کے اشعار بھی

عمدہ ہیں مگرکم ہیں اگرچہ اس کے سجع کے نمونے بہت سے ہیں جن کو یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا[79*]

اِس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

اَشَمُّ کَنَصْلِ السَّیْفِ جَعْدٌ مُرَجَّلٌ
شُغِفْتُ بِہٖ لَو کَانَ شَیٔ مُدَانِیَا

میں ایک بلند ناک والے، تلوار کی نوک کی طرح تیز اور کنگھی کیے ہوئے گھنگھریالے بالوں والے پر فریفتہ ہوں کاش کہ یہ کوئی قریب آجانے والی چیز ہوتی۔

و اُقْسِمُ لَوْ خُیِّرْتُ بَیْنَ لِقَائِہٖ
وَبَیْنَ اَبِیْ لَا خْتَرْتُ اَنْ لَا اَبَالِیَا

میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ یا اس کی ملاقات کو چن لو یا اپنے باپ کو تو میں ضرور یہی پسند کروں گی کہ میرا کوئی باپ نہ ہو۔

اصمعی نے اس کی ذکاوت کے متعلق یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے جو اپنی تیزی فراست اور فہم و ذکاء کی انتہا ہے کہ ایک دفعہ جب ہند بنت خس الایادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھلے آسمان تلے بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی وقت ان کے سروں سے تیتروں کا ایک جھنڈ گزرا جو شام کو پانی پینے کے لیے کسی ندی کی طرف جارہا تھا تو ہند بنت خس الایادی نے ایک نظر ان تیتروں پہ ڈالی اور پھر سر جھکا کر کہا:

کاش یہ تیتر ہمارے ہوتے اور پھر ان اڑتے تیتروں کے نصف مزید ان میں ملا دیئے جاتے اور ہمارا گھر والا تیتر بھی ان میں شامل کردیا جاتا تو یہ کل سو ہوجاتے"۔

کچھ لوگوں نے ان تیتروں کا پیچھا کیا اور ان کو گنا:

تو وہ چھیاسٹھ نکلے:

یعنی چھیاسٹھ میں ان کا نصف تینتیس ملایا جائے اور پھر ہند بنت خس الادی کا گھریلو تیتر بھی ان میں شامل کیا جائے تو ان کی تعداد واقعتاً سو ہو جائے گی۔

اور عربوں میں ہند بنت خس الایادی کی فہم وفراست معروف تھی لوگ اس کی دانش کو جانتے تھے اسی لیے تو بہت بعد میں پیدا ہونے والے عربوں کے مشہور شاعر نابغہ ذبیانی نے اس واقعے کو نظم کیا ہے جس کے کچھ شعر یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

فَاحکُمۡ کَحکُمِ فَتَاۃِ الحَیِّ اِذۡ نَظَرَتۡ
اِلَی حَمَامٍ شِرَاعٍ وَارِدِ الثَّمَدِ

تو میرے معاملے میں حکیمانہ طریقے پہ فیصلہ دے جس طرح کہ اس قبیلے کی لڑکی نے کیا تھا جب اس نے ان کبوتروں کو دیکھا تھا جو پانی پر اتر رہے تھے۔

یَحُفُّہٗ جَانِبا نِیقٍ و تُتۡبِعُہٗ
مِثۡلَ الزُّجَاجَۃِ لَم تَکحَل مِنَ الرَّمَدِ

ان کبوتروں کو پہاڑ کی چوٹی کی دونوں جہتیں گھیرے ہوئی تھیں مگر اس کی شیشے جیسی آنکھیں ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھیں اور انھیں کبھی بھی آشوب چشم کی بیماری نہیں لگی کہ انھیں سرمہ ڈالنے کی ضرورت پیش آتی۔

فَـالَتۡ اَلَا لَیۡتَمَا ھٰذا الحَمَامُ لَنَا
اَلَی حَمَامَتِنَا اَو نِصۡفُہٗ فَقَدِ

اس نے کہا کاش یہ کبوتر ہمارے ہوتے اور ان کے ساتھ ہماری کبوتری بھی مل جاتی اور ان کا نصف بھی مل جاتا تو پھر وہ تعداد کافی ہوتی۔

فَحَسَّبُوْهُ فَاَلفُوْهُ کَمَا ذَکَرَتْ
تِسعًا و تِسْعِیْنَ لَمْ تَنْقُصْ وَلَمْ تَزِدِ

انھوں نے حساب کیا تو بعینہٖ اسی طرح پایا جس طرح کہ اس نے ذکر کیا تھا یہ ننانوے تھے نہ کم تھے نہ زیادہ۔

فَکَمَّلَتْ مِائَۃً فِیْھَا حَمَامَتُھَا
وَاَسْرَعَتْ حِسبَۃً فِی ذٰلِكَ العَدَدِ

اور اس کی اپنی کبوتری ملانے سے ان کی تعداد پوری ایک سو ہوگئی اور اس نے اس امر میں بہت تیزی دکھائی تھی۔

زرقاء لقمان بن عاد ؛

اور اہل عرب کی صاحب کمال اور باریک بیں خواتین میں سے ایک کا نام زرقاء بنت عاد بن لقمان بیان کیا گیا۔ زمخشری [80*] نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ وہ لقمان کی بہت سی بیٹیوں میں سے ایک تھی مگر اس کی دانش اور نگاہِ عمیق حدِ کمال کو پہنچی ہوئی تھی اس لیے اس کا باپ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور امورِ مملکت میں بھی اس سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ تاہم کئی مورخین نے اس کے نام کی بابت اختلاف کیا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس کا نام یمامہ تھا اور وہ یمامہ کی ملکہ بھی تھی اور اسی کے نام کی وجہ سے پھر اس شہر کا نام بھی یمامہ پڑ گیا تھا۔ پہلے اس شہر کا کوئی اور نام تھا جو تاریخ کے اندھیروں میں کہیں کھو گیا تھا۔ بعض دیگر نے اس کا نام عنز بھی بیان کیا ہے جن کے پاس دلیل یہ ہے کہ یہ عربوں کی ان تین عورتوں میں شمار کی جاتی تھی جن کی آنکھیں نیلی تھیں۔ دوسری دو نیلی آنکھوں والی عورتوں کے نام بھی انھوں نے بیان کیے ہیں ان میں سے ایک کا نام زبا اور دوسری کا نام بسوس تھا۔ تاہم مورخین کے اس اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اس کو زرقاء ہی پکاریں گے اس لیے کہ اس کے کئی شواہد بھی دستیاب ہیں کہ وہ عربوں ہی کے ایک قبیلے سے متعلق تھی اور اس کا قبیلہ جدیس تھا ۔جب جدیس اور طسم کے درمیان جب بڑی جنگ ہوئی جس میں طسم نے جدیس کو اجاڑ دیا تھا تو یہ عورت ان میں موجود تھی اور یہ کہ عرب شعرا کے کلام میں اس کے ثبوت بھی دستیاب ہیں۔ پھر اسی نے تبع کے بادشاہ حسان کو اس بات پہ اکسایا کہ وہ طسم پہ حملہ آور ہو اور بالآخر وہ عربوں کے اس بڑے بادشاہ کو طسم پہ چڑھا لائی۔ جب طسم نے جدیس پہ حملہ کیا تھا تو زرقاء نے اپنی قوم کو اس آنے والے خطرے سے آگاہ کیا تھا مگر انھوں نے اس کی بات کو اہمیت نہ دی۔ زرقاء نے دشمن کو قلعے کے اوپر سے دیکھا کہ حملہ آور خود کو درختوں کے پیچھے چھپانے کی جدوجہد کر رہے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو اس طرح پکارا!

اَقْسِمُ بِا للّٰہِ لَقَدْ دَبَّ الشَّجَرُ
اَوْ حِمْیَرٌ قَدْ اُخَذَتْ شَیْئاً تَجُرُ

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ درخت رینگ رہے ہیں یا یہ بات ہے کہ حمیر نے کوئی چیز پکڑی ہوئی ہے جسے وہ گھسیٹتے لیے چلے آ رہے ہیں۔

مگر اس کی قوم نے اس کی بات کو توجہ کے لائق نہ سمجھا۔

تو اس نے پھر اپنی قوم کو پکارا اور آنے والے خطرے سے آگا کیا“۔

اس نے لوگوں کو کہا خدا کی قسم میں دیکھ رہی ہوں کہ ایک شخص اپنے اگلے دانتوں سے گوشت کاٹ رہا ہے اور ایک شخص اپنے جوتے کو پیوند لگا رہا ہے یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی قوم نے حملہ آور کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی تیاری نہیں کی۔

تا آنکہ دشمن کی فوج نے اس کی قوم پہ حملہ کر دیا۔

حملہ آوروں کے سردار نے زرقاء کو گرفتار کر لیا تو اس نے اس کے حسن سے متاثر ہو کے اس سے سوال کیا کہ وہ کیا کھایا کرتی تھی۔

زرقاء نے جواب دیا“۔

کہ وہ ہر روز میدے اور ہڈیوں کا مغز کھایا کرتی تھی“۔

پھر اس نے زرقاء سے پوچھا؟

تمھاری آنکھیں اس قدر حسین کیوں ہیں“۔

تو اس نے جواب دیا کہ“۔

اس کی وجہ سرمہ ہے اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ وہ عربوں کی پہلی عورت تھی جس نے سرمہ استعمال کیا تھا۔

حذام بنت الریان؛

عربوں میں مثل مشہور تھی کہ: لَو تُرِكَ القَطَا لَيْلاً لَنَامَ

''اگر بھٹ تیتر کورات کے وقت چھیڑا نہ جائے تو وہ سوجائے گا''

مفضل الضبی نے کہا کہ یہ بات سب سے پہلے الریان کے منہ سے اس وقت نکلی تھی جب عاطس بن حلاج نے خثعم، جعفی اور ہمدان جیسے قبائل کے ہمراہ الریان کے قبیلے پہ حملہ کیا تھا۔ حذام بنت الریان کا والد ریان چودہ عرب قبائل کے ہمراہ ان کے مقابلے کے لیے اترا، گھمسان کا رن پڑا اور جنگ کی آگ خوب بھڑکی۔ مگر ریان کی فوج نے حوصلہ چھوڑ دیا اور وہ میدان جنگ کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ایک دن اور ایک رات متواتر بھاگنے کے بعد انھوں نے پڑاؤ کیا۔

اگلی صبح جب حذام اپنے خیمے سے باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ تیتروں کے کئی جھنڈ اس کے سر کے اوپر سے اڑ کر نکل گئے ہیں۔ چنانچہ حذام اپنے لوگوں کے پاس آئی اور ان سے کہا:

أَ لَا يَا قَوْمَنَا ارْ تَحَلُوْا و سِيْرُوْا
فَلَوْ تُرِكَ القَطَا لَيْلاً لَنَا مَا

اے ہماری قوم: یہاں سے کوچ کر جاؤ اور روانہ ہو جاؤ کیونکہ اگر بھٹ تیتروں کو رات کے وقت چھیڑا نہ جائے تو وہ سویا رہتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصدِّ قُوْهَا
فِاِنَّ الْقَولَ مَا قَالَتْ حَذَامُ

اور جب حذام کوئی بات کہہ دے تو اسے سچ جانا کرو کیونکہ بات تو در حقیقت وہی ہے جو حذامہ نے کہہ دی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اس پہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ایک اور وادیٔ تک سفر کیا پھر پڑاؤ کیا اور انھوں نے خذامہ کی پکار پہ ہی جانا تھا کہ دشمن ان کے تعاقب میں ہے۔ تاہم ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ دوسرا شعر خذامہ نے نہیں کہا تھا بلکہ یہ شعر تو اس کے خاوند [81*] کا ہے۔

خصیلہ بنت عامر بن الظرب العدوانی ؛

خصیلہ کا شمار بھی عربوں کی دانا عورتوں میں کیا جاتا تھا اور تاریخ عرب سے واقف لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ جیسا کہ قاموس میں اور میدانی کی مجمع الامثال میں اس کا ذکر موجود ہے شاید یہ وہی لڑکی ہے جس سے اس کے باپ عامر نے کہا تھا"۔

مَسِّی سُخِیلُ بُعْدَهَا اَوْ صَبِّی

"اے سخیل اب جس طرح چاہے کیا کر صبح کر دیا کر یا شام"

میدانی نے اس مثال کی تشریح میں لکھا ہے کہ سخیل عامر بن الظرب عدوانی کی لونڈی تھی اور عامر عربوں کا حکم تھا جو ان کے درمیان مفاخرت کے فیصلے کیا کرتا تھا۔ سخیل عامر کی بھیڑ بکریاں چرایا

کرتی تھی اور عامر اسے ان کے چرانے کے معاملے میں اس پہ اکثر عتاب کیا کرتا تھا۔
جب وہ بکریوں کو لے کر نکلتی تو عامر اسے کہا کرتا:
اے سخیل تُو نے تو دن چڑھا دیا ہے"۔
اور جب وہ بکریاں واپس لایا کرتی تو عامر کہا کرتا کہ تُو نے تو رات کر دی"۔
میدانی اور قاموس کے علاوہ ابن اسحاق نے بھی عامر بن الظرب العدوانی کا تذکرہ کیا ہے اس نے لکھا ہے کہ:

"عربوں میں کوئی فساد ہو یا ان کو کسی فیصلے میں کوئی دشواری پیش آتی تو لوگ اسی کی طرف رجوع کرتے اور وہ جو فیصلہ کر دیتا لوگ اس سے خوش ہو جاتے۔ پھر ایک دن لوگوں نے ایک مختلف معاملہ اس کے سامنے رکھا۔ عربوں کا ایک آدمی مر گیا تھا جس کی اولاد میں ایک مخنث (خُنثیٰ) بھی شامل تھا۔ اب مرنے والے کی اولاد میں اس کی میراث تقسیم کرنے کا معاملہ تھا۔ لوگوں نے عامر سے پوچھا تھا کہ وہ اس نامرد کو عورت شمار کرے گا یا کہ مرد۔ عامر نے لوگوں سے اس معاملے کے بارے میں سوچنے کے لیے کچھ وقت طلب کیا اور ان سے کہا: خدا کی قسم اس مسئلے سے دشوار معاملہ تم نے آج تک میرے سامنے نہیں رکھا۔ لوگوں نے اسے مہلت دے دی وہ گھر آیا اور رات بھر جاگتا رہا اور پہلو بدلتا رہا۔ مگر معاملے کا کوئی حل اس کے ذہن میں نہ آیا تب اس کی لونڈی سخیل جو اس کی بے قراری کو دیکھ رہی تھی نے اس سے پوچھا کہ تجھے کونسی مشکل پیش آ گئی ہے۔ مگر عامر نے اسے قابل التفات نہ سمجھا اور اسے جھڑک دیا۔ اگلی رات بھی صورت ایسی ہی رہی اور عامر بستر پہ پہلو بدلتا رہا۔ سخیل نے پھر اس سے پوچھا کہ اسے کون سی مشکل سونے نہیں دیتی آج عامر نے اسے جھڑکنے کی بجائے معاملہ اس کے سامنے رکھ دیا۔
سخیل اس کی بات پہ مسکرائی اور کہا:
سبحان اللہ یہ تو کوئی دشوار امر نہیں ہے:
عامر اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس سے پوچھا؟

وہ کس طرح "۔

وہ اس طرح کہ تُو اس آدمی کو بلا اور اس کے مقدمے کا فیصلہ اس کے پیشاب کرنے کے مقام سے کر ۔

اگر وہ مرد کی جگہ سے پیشاب کرے تو اسے مرد قرار دے اگر عورت کی جگہ سے کرے تو اس کو عورت کی میراث دلوا دو۔

تب عامر کے ذہن سے جیسے کوئی بھاری پتھر اتر گیا ہو اور اس نے خوش ہو کے سخیل سے کہا:

مَسِّی سُخِیْلُ بُعْدَهَا اَوْ صَبِّی

"اے سخیل اب جس طرح چاہے کیا کر صبح کر دیا کر یا شام"

اور اس کی یہ بات عربوں میں ضرب المثل بن گئی [82*]۔

صحر بنت لقمان؛

صحر بنت لقمان بھی عرب کی ان عورتوں میں سے تھی جو عقل، کمال اور فصاحت کی وجہ سے مشہور تھیں۔ چنانچہ عربوں میں جب کبھی نسب اور مفاخرت کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوتا تو لوگ اس امر کا فیصلہ کرانے کے لیے اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ کچھ مورخین نے بیان کیا ہے کہ صحر لقمان کی بہن تھی ۔مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ لقمان کی بیٹی تھی جس کی عقل و دانش کی لوگ تعظیم کیا کرتے تھے۔١

خمعہ بنت حابس؛

خمعہ بنت حابس کا شمار بھی عربوں کی صاحب دانش اور فصاحت میں بلند درجہ رکھنے والی خواتین میں کیا جاتا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شریں گفتار بھی تھی اور فصیح بھی۔ اور وہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ بھی کیا کرتی تھی۔ چنانچہ قوت بیان اور چرب زبانی میں اس کا مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا۔ قاموس اور میدانی نے بھی اپنی کتابوں میں اس کی فصاحت و بلاغت اور کمالِ دانش کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کا شمار عربوں کی دانا عورتوں میں کیا ہے۔ اس ضمن میں جتنا بیان کرنا مقصود تھا ہم نے کر دیا۔ اور سب کام اللہ ہی کی توفیق سے ہوتے ہیں۔

خطبات العرب

عربوں کی فصاحت اور بلاغت کا کچھ تذکرہ اگرچہ پہلے گزر چکا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ جب تک اہل عرب کے خطباء کی دانش وفراست اور حسنِ بیان پہ نظر نہ ڈالی جائے تب تک یہ اندازہ لگانا دشوار ہے کہ وہ عقل ودانش کی کن منازل میں تھے۔اور اس بات کا تذکرہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں کس قدر غرور، حسب نسب پہ فخر، خاندانی برتری کا احساس، بلند مراتب کا خبط، اپنے وقار کی محافظت اور اپنی سرداری کے تحفظ کا شدید جذبہ پایا جاتا تھا جس کے نتیجے میں ان کے ہاں وہ جنگیں وہ واقعات وہ آفات اور وہ اہم امور رونما ہوئے جن کے تذکرے سے تاریخیں بوجھل ہو رہی ہیں اور اس امر میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر وہ قوم جنھیں اس قسم کے اتفاقات وحادثات کا سامنا کرنا پڑا ہو انھیں ایسے امور کی بہت زیادہ ضرورت ہے جو ان کی ہمتوں کو ابھارے، ان کی آنکھوں کو بیدار کرے، ان کی ہمتوں کو استوار کرے، ان کے جذبات کو برانگیختہ کرے، ان کے بیٹھے ہوؤں کو کھڑا کردے اور ان کے کھڑے ہوؤں کو دوڑا دے، ان کے بزدلوں کا حوصلہ بڑھائے۔ان کے دلوں کو تقویت دے، ان کے ارمانوں کو مہمیز عطا

کرے اوران کی آگوں کو بھڑکا دے تا کہ وہ اپنی قوت کو کمزور ہونے سے بچا سکیں، خون کا بدلہ لے کر وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں اور خود کو مغلوب ہونے کی ذلت سے محفوظ رکھ سکیں اوران کے خطباء کے خطبے اور وصیتیں اوران کے شعرا کے دہکتے اشعاران کی جنگوں کی آگ کو روشن رکھتے اوران کے حوصلوں کو توانا رکھتے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے شاعروں کے اشعاراوراپنے حکیموں کے خطبے یادرکھے اوران کے شاعروں کے بعدان کے خطیب ہی تھے جوان کی دانش کا اصل مرکز تھے اگر بنظرِ غائر عرب کے اس جاہلی معاشرے کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے وہ صاحب دانش ہی تھے جو قوم کی راہنمائی کا اصل فریضہ ادا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ عرب دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ درست بات کہنے والے تھے،ان کی جماعت زیادہ قوی تھی،ان کی زبان زیادہ فصیح تھی،ان کا بیان زیادہ واضح تھا،ان کا طریقہ زیادہ ہدایت یافتہ اوران کی حجت اور دلیل زیادہ روشن تھی بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ ان کا رتبہ اوروں کے مقابلے میں زیادہ بلند، ان کے نفوس زیادہ گراں،ان کے کارنامے زیادہ بلند،ان کے باطن زیادہ روشن،ان کے افکار زیادہ دقیق،ان کے اسرار زیادہ باریک،ان کے نسب زیادہ شریف اوران کے آباؤاجداد زیادہ معروف تھے، اسی لیے توان کے ہاں خطیبوں اورشاعروں کی کثرت ہوئی یہاں تک کہ ان کے ہر قبیلے میں جیسے ایک شاعر ہوا کرتا تھا۔اسی طرح ان کے ہر قبیلے میں خطیب بھی موجود رہا کرتا تھا[*83] جو ان کو دانش ومعرفت کی باتیں بتایا کرتا تھا ان کی جنگوں میں ان کی راہنمائی کیا کرتا تھا اور مشکل معاملات میں ان کی راہنمائی کیا کرتا تھا۔چنانچہ بیان کیا گیا کہ عربوں کے خطبوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا علامہ جاحظ نے ان کو قدرے وسعت سے بیان کیا ہے اگر چہ خاص اسی موضوع پہ کئی کتابیں بھی تحریر کی گئیں ہیں [*84]۔

جاحظ نے اسلام اور جاہلیت کے خطبوں کا جو انتخاب دیا ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ عربوں کے خطبوں میں ایک خطبہ " **العجوزۃ** " کا ہے جو عربوں کے خطیب آل رقبہ کا خطبہ تھا۔اورایک خطبہ " **العذرا** " ہے جو قیس بن خارجہ نے دیا تھا۔اورایک خطبہ " **شوھاء** " ہے جو سحبان بن وائل کا خطبہ تھا۔مورخین نے خطبے اور وصیت میں کچھ فرق کیا ہے اگر چہ ان دونوں اصناف کا مفہوم ملتا جلتا ہے۔خطبے میں عام طور پہ مقرر تمام قوم کو مخاطب کیا کرتا تھا اوراس میں کسی قسم کی تعیین وتخصیص

نہیں ہوتی تھی برخلاف اس کے وصیتوں میں خطبا لوگوں کے ایک خاص گروہ کو مخاطب کرتے اور اس کے لیے کسی خاص اجتماع کی ضرورت نہ تھی اور وصیت کہیں بھی اور کسی کو بھی کی جاسکتی تھی اور یہ مخصوص زمانے میں مخصوص لوگوں کے لیے کسی مخصوص چیز کے بارے میں بھی ہوسکتی تھی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شخص اپنے کنبے یا قبیلے کو کسی بات کی وصیت کرتا یا انھیں کسی بات سے روکتا۔ جبکہ خطبے ان مقامات پر دیئے جاتے تھے جہاں لوگوں کا اجتماع اور اکٹھ ہوتا یا جنگ کا موقع ہوتا یا کوئی میلہ سجا ہوتا یا لوگوں کا کوئی موسمی تہوار ہوتا یا کہیں مفاخرت کی بنا پڑی ہوتی یا مختلف قبائل کے مابین باہمی نزاع کا معاملہ ہوتا اسی طرح عرب کے خطباء بڑے بڑے لوگوں کو بھی مخاطب کیا کرتے تھے یا کسی کے ہاں وفد کی صورت جاتے تو ان سے کلام کرتے تو اپنی فصاحت و بلاغت کو کام میں لاتے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں عرب اسلامی زمانے کے مقابلے میں خطبوں کو زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے اور عربوں کی ان خطبوں کے بارے میں عجیب وغریب عادات اور نرالی کیفیات تھیں۔

چنانچہ اس ضمن میں ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ ان خطبوں کے لیے عمدہ ترین الفاظ چنتے تاکہ ان کی غرض اور مقصد براری کم سے کم الفاظ میں ہو جائے اور اس کے لیے وہ معانی کثیرہ کا اہتمام کرتے جس کی وجہ یہ ہوتی کہ بارونق الفاظ اور کثیر معنی اصطلاحات کا نفوس پہ گہرا اثر پڑتا ہے اور دلوں پہ ان کو مضبوط تاثیر حاصل ہوتی ہے۔ عربوں کے یہ خطبے ہمتوں کو بیدار کرنے والے تھے اسی لیے تو نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ "**بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں**" عرب جانتے تھے کہ کان بلیغ کلام کو زیادہ غور سے سنتے ہیں اور زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔

اس لیے کہ طبع سلیم ہر مستحسن چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ عربوں کے خطبوں میں موجودہ دنیا کے لیے رغبت پیدا کرنا اور آئندہ سے خوف دلانا دو اہم امور تھے جو ان کے خطباء کے مقاصد اور مطالب میں سے تھے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ جب تک ان کا کلام دلوں کو موہ لینے والا اور سینوں میں اتر جانے والا نہ ہوگا وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے اور خطبوں کے ضمن میں عربوں کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جب کوئی خطیب فخر و مباہات یا کسی چپقلش کے متعلق خطبہ دیتا تو اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھاتا اور نیچے کو لاتا اور اپنے بہت سے مقاصد کو اسی طرح سے ادا کر دیتا۔

وہ اپنے اس فن کو اپنی بات کی وضاحت اور مخالفین کو ڈرانے کے لیے استعمال کرتا۔ یہ بات بعض اوقات ان کے لیے بڑی ممد ثابت ہوتی تھی اور ان کی اسی عادت کا تذکرہ عربوں کے مشہور شاعر ابن لبید نے اِن الفاظ میں کیا ہے۔

غُلْبٌ تَشَذَّرُ بِالذُّحُوْلِ كَأَنَّهَا
جِنُّ الْبَدِيِّ رَوَاسِياً أَقْدَامُهَا

یہ موٹی گردن والے ہیں جو کینوں کی وجہ سے غضبناک ہو کر دھمکی دیتے ہیں تو مقام بدی کے جن ہوتے ہیں جن کے قدم مضبوط گڑھے ہوئے ہیں۔

لبید کے اس شعر میں " **تشذر** " کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی ہاتھ کو اوپر اٹھانے اور اس کو نیچے کرنے کے ہیں۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ان کی گردنیں شیروں کی طرح موٹی ہیں یعنی ان کی خلقت شیروں کی سی ہے کہ باہمی کینوں کے باعث یہ ایک دوسرے کو دھمکاتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد لبید نے انھیں نزاع وجلال کے عالم میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے دشمنوں کی تعریف کی ہے کہ جس قدر کسی کا دشمن طاقتور ہوگا وہ اسی قدر قابل تعظیم ہوگا۔ اس لیے کہ طاقت ور دشمن پہ طاقت ور شخص ہی غالب آسکتا ہے۔ خطبوں کے ضمن میں ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ خطبہ دیتے وقت ہاتھ میں مخصرہ رکھا کرتے تھے اور مخصرہ اس چیز کو کہا جاتا جس کے سہارے وہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ مثلاً لاٹھی یا عصا وغیرہ اور عام طور پہ وہ اپنے ہاتھ میں عصا ضرور رکھتے تھے جسے وہ مختلف اشارات کے لیے بھی استعمال کیا کرتے تھے اور عرب مخصرہ کے بغیر کبھی خطبہ نہ دیا کرتے تھے حتیٰ کی خود نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے خطبوں کے دوران لاٹھی یا عصا کو ہاتھ میں رکھا ہے یا کبھی یوں بھی ہوتا کہ وہ اپنی کمان کو ہی زمین پہ ٹکا کے اس کا سہارا لے لیتے اور اس کے بعد خطبہ دیتے۔

خطبوں کے ضمن میں اُن کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب خطبہ دینے والا ہاتھ میں عصا رکھتا تو لوگ

جان جاتے کہ اب وہ صلح کی بات کرنے والا ہے،اس کے برعکس اگر وہ خطبہ دیتے وقت کمان ہاتھ میں رکھتا تو لوگ جان جاتے کہ وہ اس جنگ کو مزید جاری رکھنا چاہتا ہے اور فی الحال صلح کا کوئی امکان نہیں۔مصیبت کے وقت بھی عربوں کے خطیب اپنی کمان ہی پہ سہارا لیا کرتے تھے اور جاحظ نے عرب خطیبوں کی ان عادات کے استدلال میں عرب شعراکے بہت سے شعر پیش کیے ہیں جنھیں ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کر رہے ہیں۔مزید براں عرب خطیب آواز کے بلند ہونے کو مستحسن جانتے تھے۔اسی لیے تو انھوں نے منہ کے بڑا ہونے کی تعریف کی ہے اور اس کے چھوٹا ہونے کی مذمت کی ہے۔یہاں تک کہ کسی نے ایک بدوی سے پوچھا کہ جمال کیا ہے۔تو اس نے جواب دیا کہ جمال یہ ہے کہ قد لمبا ہو کھوپڑی بڑی ہو باچھیں وسیع ہوں اور آواز دوررس ہو۔

کسی نے ابوالخشن سے پوچھا؟

کہ تُو نے اپنے بیٹے خشن کی وفات پہ اتنا نوحہ کیوں کیا تھا؟

اس نے کہا:

اس لیے کہ وہ بڑی باچھوں والا اور بڑی ناک والا تھا اس کی آواز زیادہ اور خطاب وسیع تھا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو دلوں سے دیکھ رہا ہو"۔

اس کی ہنسلی کی ہڈی اس قدر بڑی تھی کہ وہ کسی خیمے کا عمود معلوم ہوتی تھی"۔

اور اس کا کندھا بھی اس قدر بڑا اور ٹھوس تھا کہ جیسے کسی سبک خرام اونٹ کا سخت سینہ ہو"۔

اور خدا کرے کہ میری آنکھ پھوٹ جائے اگر میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا حسین کوئی شخص دیکھا ہو"۔

ایک اور بدوی سے جب جمال کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا"۔

آنکھوں کا اندر کو دھنسا ہوا ہونا،دونوں ابروؤں کا آگے کو بڑھا ہوا ہونا اور باچھوں کا وسیع ہونا"۔

چنانچہ عربوں کے ایک شاعر نے عمرو بن سعید الاشدق [85*] کے متعلق لکھا ہے کہ:

تَشَادَقَ حَتّٰی مَالَ بِالقَوْلِ شِدْقُهٗ

وَكُلُّ خَطِيْبٍ لَا أَبَالَكَ أَشْدَقُ

وہ منہ پھاڑ پھاڑ کر بولا یہاں تک کہ اس کی باچھیں الفاظ کے ساتھ ساتھ جھکتی چلی گئیں اور تیرا باپ مرے کیا تُو نہیں جانتا کہ ہر خطیب فراغ دہن والا ہوتا ہے۔

اور یہ شعر ابو عبیدہ کا ہے!

وَصُلُع ُالرُّؤُوْسِ عِظَام ُالبُطُوْن

رِحَاب ُالشِدَاقِ طِوَال ُالقَصَر ُ

ان کے سروں کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہیں ان کے پیٹ بڑے ہیں باچھیں فراغ ہیں اور گردنیں لمبی ہیں۔

اور یہ اشعار السلولی کے ہیں جو دور رس آواز کی مدح کر رہا ہے۔

وَمِنْهُنَّ قَرْعِی ُ کُلَّ بابٍ کأنَّمَا

بِہِ القَوْم ُیَرْجُوْنَ الأ ذِیْنَ نَسُوْرَ ُ

ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہر دروازے پہ یوں دستک دیتا ہوں جیسے گدھے ہوں جو دربان کی اجازت کے منتظر کھڑے ہوں۔

فَجِئْت ُو خُصْمِی ُیَصْرِفُوْنَ لُیُوْیَھُمْ

کَمَا صُبِت ُ بَیْنَ الشِفَارِ حُزُ و ر ُ

میں آیا تو میرے دشمن دانت پیس رہے تھے جیسے وہ اونٹنی آواز پیدا کرتی ہے جسے چھریوں سے کاٹا جا رہا ہو۔

لَدَى كُلِّ مَوْثُوقٍ بِهِ عِنْدَ مِثْلِهَا
لَقَدْ قَدَمٌ فِي النَاطِقِيْنَ خَطِيْرٌ

ایسے لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے ہر ایک ایسے موقع پر قابل اعتماد ہو اور بولنے والوں میں اس کا بڑا مرتبہ ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

جَهِيْرٌ وَ مُمْتَدُّ الْعِنَانِ مُنَاقِلٌ
بَصِيْرٌ بِعَوْرَاتِ الْكَلَامِ خَبِيْرٌ

وہ بلند آواز والا ہے، دور دراز کا سفر کرنے والا ہے، دوسرے کا رد پیش کرنے کے طریقے سے واقف ہے اور کلام کے عیوب سے خوب باخبر ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَظَلَّ رِدَاءُ الْعَصْبِ مُلْقىً كَأَنَّهُ
سَلَا فَرَسٍ تَحْتَ الرِّجَالِ عَقِيْرُ

یعنی سرخ رنگی ہوئی چادر دن بھر ان کے اوپر پڑی ہوئی یوں معلوم ہوتی تھی جسے یہ لوگوں کے نیچے ذبح کی ہوئی گھوڑی کی وہ جھلی ہو جس میں سے بچہ نکلتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَوْ أَنَّ الصُّخُوْرَ الصُّمَّ يَسْمَعْنَ صَلْقَنَا
لَرُحْنَ وَ فِيْ أَعْرَاضِهِنَّ فُطُوْرٌ

اگر ٹھوس پتھر بھی ہماری کڑاکے والی آواز کو سن پائیں تو ان کے جسموں میں بھی شگاف پڑ جائے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلَوْلَا الرِّیحُ اَسْمَعَ أَهْلَ نَجْدٍ
صَلِيلَ البَيْضِ تُقْرَعُ بَالذُّكُورا

اگر ہوانہ ہوتی تو یہ اہلِ نجد کو وہ آواز سنا دیتا جو خودوں پر فولاد کی تلوار کے پڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِنْ صَاحَ يَوْمًا حَسِبْتَ الصَّخْرَ مُنْحَدِراً
وَالرِّيحَ عَاصِفَةً وَالْمَوْجُ تَلْتَطِمُ

یہ اگر کسی دن چلائے تو تُو خیال کرے گا کہ پتھر لڑھک رہا ہے یا تند ہوا چل رہی ہے یا موجیں تھپیڑے کھا رہی ہیں[86*]۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

خطبوں کے ضمن میں عربوں کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ ان کے خطیب خطبہ دیتے وقت عمامہ یا لباس میں سے ایک مخصوص لباس پہنے ہوئے ہوتے تا کہ اس سے اس کی تعظیم ہو اور جو غرض اور مقاصد خطبہ کہنے سے ہے وہ زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔ عثمان بن عامر الجاحظ (۸۶۹ء۔۷۶۶ء) نے "البیان" میں عربوں کے بہت سے خطبوں کا ذکر کیا جن میں معرفت و دانش کے موتی پروئے گئے ہیں اور عربوں کی روائتی فراست کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ عربوں کے خطیب اور شعرا ہی تھے جو اپنی قوم کا رخ متعین کرتے تھے اور ان کی جنگوں کی آگ روشن کرتے تھے، ان کے اندر انتقام کے مادے کو زندہ رکھتے تھے اور ہر امرِ دشوار میں ان کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔ عرب خطبا جس طرح سے اپنی قوم کے معاملات کو حل کرتے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی دانش اور عقلی معیار حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اب ہم عربوں کے خطباء اور ان کے

خطبوں کے کچھ احوال بیان کریں گے تا کہ عرب معاشرے کی تصویر کچھ اور اُجلی ہو کر ہمارے سامنے آسکے ۔جس میں نبی اکرم ﷺ اسلام کی دعوت پیش کی اور دنیا میں ایک بڑاانقلاب بپا کیا اور وہ عرب خطبا ہی تھے جنھوں نے اپنے لوگوں کی اسلام کی طرف راہنمائی کی اور عرب اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور دنیا کو اسلام کے پیغام سے روشناس کرایا۔

سبحان وائل باہلی

سبحان وائل عربوں کا نامور خطیب تھا۔اس کا پورا نام سبحان بن زمر بن ایاس الوائلہ تھا اور وا ہل قبیلہ باہلہ سے ہے۔سبحان عربوں کا ایک ایسا خطیب تھا جس کے بیان کی مثال دی جاتی تھی اور عربوں میں اُس کی اِس حد تک تعظیم کی جاتی تھی کہ جب کسی کے بیان کی تعریف کرنا مقصود ہوتا تو وہ کہتے کہ فلاں تو سبحان سے بھی زیادہ فصیح البیان ہے۔سبحان نے زمانہ جاہلیت بھی دیکھا اور عہدِ اسلام میں بھی وقت گذارا اور اللہ نے انھیں اسلام کی دولت سے بھی سرفراز کیا۔ [87*] اصمعی نے سبحان کے حالات بیان کیے ہیں ۔اس نے لکھا ہے کہ جب وہ خطبہ دیتا تو اس کا پسینہ بہنے لگتا۔وہ اتنا فصیح البیان تھا کہ کسی کلمے کو دوبارہ زبان پر نہ لاتا۔پورے خطبے کے دوران نہ اس پہ گھبراہٹ طاری ہوتی نہ تھکن اور نہ ہی وہ کہیں رکتا۔بلکہ بدستور اپنی بات کہے جاتا ایک دفعہ جب حضرت امیر معاویہؓ کے پاس خراسان سے ایک وفد آیا ہوا تھا جن میں سعید بن عثمان بھی تھا تب حضرت معاویہؓ نے سبحان وائل کو بلا بھیجا اور اس کے آنے پر اسے کہا کہ کچھ بولو۔سبحان وائل نے جواب دیا۔میرے لیے کوئی لاٹھی تلاش کرو جو میری کمر کی کجی کو سیدھا رکھے۔

لوگوں نے اس سے کہا:

تُو امیر المومنین کی موجودگی میں لاٹھی کو کیا کرے گا''۔

تو سبحان وائل نے ان لوگوں سے کہا''۔

کیا وہ نہیں جانتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اپنے رب کے سامنے بھی لاٹھی سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے''۔

اس پہ حضرت معاویہؓ مسکرائے اور اپنے لوگوں سے کہا اسے لاٹھی دو۔

چنانچہ سحبان کو لاٹھی دے دی گئی۔

اور سحبان اس پہ ٹیک لگا کے کھڑا ہوا اور ظہر کی نماز سے لے عصر کی نماز تک خطبہ دیا اور بلا تھکان بولتا رہا"۔

اس دوران نہ وہ رکا نہ کھنگارا اور نہ کھانسا اور نہ ہی کہیں ٹھہرا"۔

اس نے جس بات کو شروع کیا اسے اطمینان سے پورا کیا اور پھر دوسری بات شروع کی"۔

اس نے اپنی بات اسی طرح جاری رکھی حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز کا وقت ہونے کو ہے"۔

اس نے بھی ہاتھ ہی سے امیر کو اشارہ کیا کہ بیچ میں مت ٹوکو"۔

کچھ دیر بعد پھر حضرت امیر معاویہؓ نے سحبان سے کہا۔

نماز کا خیال کرو"۔

سحبان نے جواب دیا: ابھی نماز کا وقت باقی ہے"۔

اور ہم نماز ہی میں ہیں، اللہ کی حمد وثنا کر رہے ہیں، ہم اللہ سے کیے گئے وعدوں کا بیان کر رہے ہیں"۔

اور سحبان وائل کہہ رہا تھا کہ:

یہ دنیا پیغام پہنچانے کی جگہ ہے اور آخرت قرار گاہ ہے لوگو: تم اس گزرگاہ سے کچھ تھوڑا سا اپنی قرار گاہ کے لیے لے لو اور اپنے پردوں کو اس خدا کے سامنے فاش نہ کرو جس کے سامنے تمھارا کوئی اسرار پوشیدہ نہ رہ سکے گا۔ دنیا کی طرف اپنے دلوں کو متوجہ کر لو پیشتر اس کے کہ تمھارے بدن اس سے نکل کر چلے جائیں تم زندہ تو اسی میں رہو گے مگر تمہیں کسی اور گھر میں رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان جب مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے کیا کچھ پیچھے چھوڑا ہے۔ مگر اللہ کے فرشتے کہتے ہیں کہ دیکھیں اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے۔ حمزہ اصفہانی[88*] نے لکھا ہے کہ سحبان وائل عربوں کے صف اول کے خطیبوں میں شمار ہوتا تھا اور اس کی بلاغت معروف تھی اور یہ اشعار بھی سحبان ہی کے ہیں جن میں اس نے خود کو مخاطب کرتے ہو کہا ہے کہ!

لَقَدْ عَلِمَ الحَیُّ الیَمَانُوْنِ أَنَّنِی
اِذَا قُلْتُ اَمَّا بَعْدُ اَنِّی خَطِیْبُھَا

یمنی قبیلے کو معلوم ہے کہ جب میں اما بعد کہتا ہوں تو میں ہی عربوں کا خطیب ہوتا ہوں۔

یَا طَلْع اَکْرَمُ مَنْ بِھَا
حَسباً وأَعْطَاھُمْ لِتَالِدٍ

اے طلحہ: تُو ان تمام لوگوں سے حسب میں زیادہ عزت والا ہے جو عربوں میں سے ہیں اور ان سب سے زیادہ مال دینے والا ہے۔

مِنْكَ العَطَاءُ فَاعْطِنِی
وَعَلَیَّ مَدْحُكَ فِی المَشَاھِدِ

تمھاری طرف سے عطیہ ہونا چاہیے لہٰذا مجھے دو اور میرے ذمے یہ ہے کہ مجمعوں میں تمھارے گن گاؤں۔

دوید بن زید

دوید بن زید کا شمار بھی اہل عرب کے فصحاء اور خطباء میں ہوتا تھا۔اس کا تعلق باہلہ [89*] قبیلہ سے تھا ۔ایک بار اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور اس وقت وہ سخت غصے میں تھا۔اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی!

”میں تمہیں لوگوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہوں ان کے کسی آنسو پر رحم نہ کھاؤ۔ان کی کوئی غلطی معاف نہ کرو۔اپنی باگیں چھوٹی رکھو اور نیزے لمبے۔نیزہ مارو تو ترچھا مارو اور مار کر ان کے ٹکڑے کر دو۔اگر تم جنگ سے باز رہنا چاہو تو جنگ شروع کرنے سے پہلے ہی ایسا کر لینا مگر جب جنگ کی چکی چل پڑے تو پھر پیٹھ مت دکھانا۔انسان کوشش کرنے سے عاجز نہیں آتا بلکہ اپنے بخت کی وجہ سے عاجز آتا ہے۔اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرو اور کبھی کسی بھی بات پہ حیرت زدہ مت ہونا۔وہ چیز جس سے تم پہ عار آئے تمھارے لیے اس سے موت بہتر ہے۔جو چیز ہاتھ سے نکل جائے خواہ اس کا مفقود ہونا تمہیں کسی قدر شاک کیوں نہ گزرے اس کا غم نہ کرنا۔کسی کوچ کرنے والے کا اشتیاق کبھی اس پہ ظاہر نہ کرو خواہ تمہیں اس سے کس قدر بھی الفت کیوں نہ ہو۔طمع نہ کرو ورنہ تمھارے چہرے کی رونق جاتی رہے گی اور کمزور نہ بنو ورنہ تم نرم خیال کیے جاؤ گے اور لوگ تمہیں آسان نوالہ سمجھ لیں گے۔جب میں مر جاؤں تو میری قبر کو وسیع بنانا اور زمین کو فراخ کرنے کے معاملے میں میرے حق میں بخل نہ کرنا اگرچہ اس سے مجھے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی مگر یہ میرے نفس کی خواہش ہے جس کا خیال رکھنا

تم پہ فرض ہے۔

چنانچہ ابوبکر بن درید نے ایک اور قصہ بیان کرتے ہوئے اس کے یہ اشعار پیش کیے ہیں۔

اَلْيَومَ يُبْنٰى لِدُوَيْدٍ بَيْتُهُ
يَا رُبَّ نَهْبٍ صَالِحٍ حَوَيْتُهُ

آج دوید کا گھر (قبر) تعمیر کیا جائے گا افسوس کئی لوٹ مار کے مال میں نے اپنے قبضے میں کیے۔

وَرُبَّ قِرْنٍ بَطَل أَرْدَيْتُهُ
وَرُبَّ غَيْلٍ حَسَنٍ لَوَيْتُهُ

اور میں نے کئی بہادر مدِ مقابل افراد کو ہلاک کیا اور بہت سی پر گوشت کلائیوں کو موڑا ہے۔

وَ مِعْصَمٍ مُخَضَّبٍ ثَنَيْتُهُ
لَوْ كَانَ لِلدَّهْرِ بِلىً أَبْلَيْتُهُ

اور بہت سے رنگے ہوئے بازوؤں کو میں نے مروڑا ہے اگر زمانہ بھی بوسیدہ ہونے والا ہوتا تو میں اسے بھی بوسیدہ کر دیتا۔

أَوْ كَانَ قِرْنِى وَاحِدا كَفَيْتُهُ

یا اگر میرا مد مقابل ایک ہی شخص ہوتا تو میں اس کے لیے کافی ہوتا۔

اَلْقَى عَلَىَّ الدَّهرُ رِجلاً وَيَدًا
وَالدَّهرُ مَا اَصْلَحَ يَوْمًا اَفْسَدَا

زمانے نے مجھ پر اپنے پاؤں اور ہاتھ دونوں ڈال دیئے ہیں اور جسے زمانہ درست کرتا ہے اسے دوسرے دن خراب بھی کر دیتا ہے۔

يُصْلِحُ مَا اَفْسَدَهُ الْيَومَ غَدًا

اور جسے آج خراب کرتا ہے اسے کل درست کر دیتا ہے

[*90]۔

زہیر بن جناب

اِس کا پورا نام زہیر بن ھبل الحمیر ی تھا اور اس کا نسب [91*] یوں بیان کیا گیا ہے۔ زہیر بن جناب بن ھبل بن عبداللہ بن کنانہ اور یہ کلب بن ویرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ بن مالک بن مرہ بن زید بن مالک بن حمیر میں سے تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور اس کی قوم اس سے محبت بھی کرتی تھی اور اس کی اطاعت بھی کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم میں صاحبِ شرف تھا وہ دوسو بیس سال تک زندہ رہا تھا اور اہل عرب کے معمرین میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے عربوں کی دوسو جنگوں میں حصہ لیا تھا اور یہ امر اس کی بہادری کا غماز تھا۔ کہتے ہیں اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جسے تلوار نے نہ چکھا ہو۔ مورخین نے بیان کیا کہ زہیر بن جناب میں دس خصلتیں ایسی تھیں جو اس کے معاصرین میں سے کسی اور میں نہ پائی جاتی تھیں۔ اور وہ یہ تھیں کہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا، ان کا بزرگ تھا، ان کا خطیب تھا، ان کا شاعر تھا، وہ ان سے زیادہ بار مختلف بادشاہوں سے ملا تھا، وہ ان کا طبیب تھا اور اس زمانے میں طب کا پیشہ بھی شرف کی چیز تھی، وہ اپنی قوم کا حازی (قیافہ شناس) تھا اور حازی کاہن کو بھی کہتے ہیں وہ اپنی قوم کا شہ سوار تھا، اپنی قوم میں اس کا گھرانہ سب سے اعلیٰ تھا، اس کے کنبے کے افراد کی تعداد کثیر تھی، چنانچہ ایک دفعہ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ!

"اے میرے بیٹو: میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اور میں اپنے زمانے کے طویل عرصے کو پہنچا ہوں۔ لہٰذا تجربے اور آزمائش کے اعتبار سے مجھے تجربوں اور معاملات نے عقلمند بنا دیا ہے۔

لٰہذا جو کچھ میں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھو اور میری بات کو غور سے سنا کرو۔ مصائب کے وقت کمزوری دکھانے سے بچو۔ اور آفات کے وقت اپنے معاملات کو دوسروں پہ مت چھوڑو کیونکہ یہ بات غم کا باعث اور دشمنوں کی خوشی کی وجہ اور رب سے بدظنی کا سبب بن جاتی ہے۔ تم حادثات سے دھوکہ مت کھاؤ نہ ان سے بے فکر ہو جانا نہ ان کی ہنسی اڑانا کیونکہ جو قوم ہنسی اڑاتی ہے وہ خود اس میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ بلکہ حوادث کی توقع رکھنا کیونکہ انسان دنیا میں حوادث کی آماجگاہ ہے۔ تیرانداز باری باری اس پر تیز اندازی کرتے ہیں مگر بعض اس تک نہیں پہنچ سکتے بعض اس کی جگہ سے آگے نکل جاتے ہیں اور بعض اس کے دائیں اور بائیں پڑتے ہیں اور یہ امرِ لازم ہے کوئی نہ کوئی اس کو بھی لگ سکتا ہے"

زہیر بن جناب عربوں کے مشہور سردار کلیب کے زمانے میں گزرا ہے۔ عربوں میں زہیر سے بڑھ کر کوئی صاحبِ گفتار نہ تھا اور نہ اس سے بڑھ کر بادشاہوں کے یہاں کسی اور کو اعتبار حاصل تھا۔ اسے اس کی رائے کی درستگی کی وجہ سے کاہن کہا جاتا تھا۔ چنانچہ زہیر بن جناب اور زراع بن ربیعہ [92*] کے سوا بنو قضاعہ نے کبھی کسی اور کی بزرگی کو تسلیم نہ کیا تھا۔

چنانچہ زہیر نے ایک دن اپنی کسی بیوی کو کسی دوسری عورت کے ساتھ ایسی بات کرتے دیکھا جو خاوند کی موجودگی میں مناسب نہ تھیں تو اُس نے اسے اس سے منع کیا تو اس کی بیوی نے اس سے کہا: چپ رہو ورنہ یہ عمود دے ماروں گی۔ خدا کی قسم مجھے خیال نہ تھا کہ تُو ہماری بات سن رہا ہے اور اسے سمجھ بھی سکتا ہے دراصل اس وقت زہیر بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس پہ زہیر نے کچھ اشعار کہے جنھیں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

اَلَا یَا لَقَوْمِیْ لَا أَرَی النَّجْمَ طَالِعًا
وَلَا الشَّمْسَ اِلَّا حَاجِتِّی بِیَمِیْنِی

اے میری قوم: جب بھی ثریا یا سورج کو طلوع ہوتے دیکھتا ہوں تو میری ضروریات میرے قبضے میں ہوتی ہیں۔

مُعَزِّبَتِی عِنْدَ الْقَفَا بِعَمُوْدِهَا
تَکُوْنُ نَکِیْرِیْ اَنْ اَقُوْلَ ذَرِیْنِی

میری بیوی میری پشت پر عمود لیے موجود ہے اور اس کی بات کا برا مانوں تو میں کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دے۔

اَمِیْنًا عَلٰی سِرِّ النِّسَاءِ وَرُبَّمَا
اَکُوْنُ عَلَی الْاَسْرَارِ غَیْرَ اَمِیْنٖ

کہ میں عورتوں کے اسرار کا امین بن گیا ہوں حالانکہ اس سے پہلے میں ان امور پہ حاوی نہ تھا۔

فَلَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِنْ حِدَاجٍ مُوَطَّاٍ
اَمَعَ الظُّعْنِ لَا یَأْتِی الْمَحَلَّ لِحِیْنٖ

نرم بستر والے ہودے پر عورتوں کے ساتھ سوار ہونے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں کیونکہ یہ ہودہ بروقت اپنی منزل پہ نہیں پہنچ سکتا۔

اور یہ اشعار بھی اسی کے ہیں!

اَبُنَیَّ اِنْ اَھْلِكْ فَقَدْ
اَوْرَثْتُکُمْ مَجْداً بَنِیَّہ

بیٹا: اگر میں مر جاؤں تو کوئی بات نہیں کیونکہ میں نے تمہیں بزرگی کا وارث تو بنا ہی دیا ہے۔

وَتَرَکْتُکُمْ اَبْنَاءَ سَا
دَاتٍ زِنَادُکُمْ وَرِیَّہ

اور میں تمہیں سرداروں کے بیٹوں کی طرح چھوڑ کر جاؤں گا تاکہ تم سب کی برابری کر سکو۔

مِنْ کُلِّ مَا نَالَ الْفَتٰی
قَدْ نِلْتُہُ اِلَّا التَّحِیَّہ

میں نے اس طویل زندگی میں حکومت کے سوا ہر وہ چیز حاصل کر لی جس کی کوئی انسان تمنا کر سکتا ہے۔

وَ لَقَدْ رَحَلْتُ الْبَازِلَ
الْسکوْمَاءَ لَیْسَ لَھَاوِلِیَّہ

میں نے بڑی کوہان والی سرکش اور نوجوان اونٹنیوں پر بغیر پا کھر کے پالان ڈالا ہے۔

وَخَطَبْتُ خُطْبَةَ حَازِمٍ
غَيْرِ الضَّعِيفِ وَلَا عَيِيَّهُ

اور میں نے اس دانشمند آدمی کی طرح خطبہ دیا ہے جو نہ کمزور ہوا اور نہ غیر قادر الکلام ہوا۔

فَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِلْفَتٰى
فَلْيَهْلِكَنْ وَبِهٖ بَقِيَّهُ

موت انسان کے لیے بہتر ہے لہٰذا اسے اس وقت مر جانا چاہیے جب کہ ابھی اس کے قویٰ باقی ہوں۔

مِنْ اَنْ يُرَى الشَّيْخَ الْبَجَا
لَ وَقَدْ يُهَادٰى بِالْعَشِيَّهْ

یہ بہ نسبت اس کے بہتر ہے کہ انسان کو بوڑھا کھوسٹ دیکھا جائے جبکہ لوگ اسے شام کے وقت سہارا دیئے لے جا رہے ہوں۔

لَيْتَ شِعْرِيْ وَالدَّهْرُ ذُوْحَدَثَانٍ
أَيَّ حِيْنٍ مَنِيَّتِيْ تَلْقَا ئِنِيْ

زمانے کے حادثات تو جاری ہیں مگر اے کاش کہ میں جان سکتا کہ میری موت مجھ سے کب دوچار ہونے کو ہے۔

أَسُبَاتٌ عَلَى الفِرَاشِ خُفَاتٌ
اَمْ بِكَفَّيْ مُفَجَّعٍ حَرَّانِ

کیا یہ موت اچانک بستر پہ نیند کی شکل میں ہوگی یا یہ موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں آئے گی جو میرے خون کا پیاسا ہوگا اور میں نے اس کے کسی عزیز کو قتل کر کے اسے دکھ دیا ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَقَدْ عُمِّرْتُ حَتّٰى لَا اُبَالِيْ
اَحَتْفِيْ صَبَاحِيْ اَمْ مَسَائِيْ

مجھے بڑی عمر دی گئی ہے حتیٰ کہ اب مجھے پرواہ ہی نہیں کہ میں صبح کو مروں یا شام کو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَحُقٌّ لِمَنْ اَتَتْ مِائَتَانِ عَامًا
عَلَيْهِ اَنْ يَمَلَّ مِنَ الثَّوَاءِ

اور جس شخص کی عمر کے دوسو سال گزر چکے ہوں اور اگر اب وہ اس دنیا میں قیام کرنے سے اکتا جائے تو وہ حق بجانب ہوگا[93*]۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

الربیع بن ضبیع

الربیع [94*] کا شمار بھی عہد جاہلیت کے نامور خطباء میں کیا جاتا ہے یہ معمرین میں سے تھا اور تین صدیوں تک زندہ رہا تھا۔ وہ عہد جاہلیت سے بنوامیہ کے عہد تک زندہ رہا تھا۔ وہ اسلام کی دولت سے محروم رہا بیان کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ایک خلیفہ عبدالملک بن مروان کے ہاں اترا تو اس نے عربوں کے دستور کے مطابق اس کی تعظیم کی اور پھر اس کی باتیں سننے کے لیے ایک مجلس منعقد کی۔ بعض مورخین نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عربوں کے مشہور شاعر امراؤالقیس کے باپ حجر کے زمانے میں پیدا ہوا تھا۔ الربیع کے اپنے اشعار بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں روایت ہے کہ جب ربیع بن ضبیع عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو مروان نے اُس سے پوچھا اے ربیع؟

مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم نے کتنی عمر پائی ہے اور گذشتہ زمانے کے کون کون سے اہم واقعات دیکھے ہیں؟

تو ربیع نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا:

هَا أَنَا ذا آمُلُ الْخُلُودَ وَقَدْ
اَدْرَكَ عَقْلِی وَ مَوْلِدِی حُجُرا

میں تو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کی امید رکھتا ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت حجر کے زمانے میں ہوئی۔

عبدالملک بن مروان نے اُس سے کہا:

میں نے اپنے بچپن میں تمھارے یہ اشعار سنے تھے:

اس پہ الربیع نے یہ شعر کہا:

اِذَا عَاشَ الْفَتٰی مِأ تَیْنِ عَامًا
فَقَدْ ذَھَبَ اللَّذَاذَۃُ وَالْفَتَاۃُ

جب انسان دوسوسال جی چکتا ہے تو اس سے لذت اور جوانی جاتی رہتی ہے۔

عبدالملک بن مروان نے اس سے کہا میں نے تمہارے یہ اشعار تب سنے تھے جب میں ابھی نوخیز جوان تھا“۔

اے ربیع:

خدا کی قسم تمہیں ایسے بخت نے تلاش کرلیا ہے جو پھسلنے کا نہیں۔

تب ربیع نے اسے اپنی زندگی کے کچھ واقعات سنائے“۔

اس نے کہا:

میں نے دوسوسال تو فترت یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد کے زمانے میں گذارے ہیں“۔

اور ایک سو بیس سال میں نے عہدِ جاہلیت میں گذارے “۔

اور مجھے ساٹھ سال عہدِ اسلام میں ہوگئے ہیں اور ابھی میں زندہ ہوں“۔

عبدالملک بن مروان نے اس سے پوچھا؟

مجھے قریش کے ان نوجوانوں کے نام بتاؤ جو ہم نام تھے؟

جس کے متعلق جی چاہے پوچھ لو:

ربیع نے اس سے کہا:

تو عبدالملک بن مروان نے اس سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا؟

وہ تو ہمہ تن فہم وعلم ہے، فوراً عطا کرنے والا ہے، اس کا برتن بہت وسیع ہے“۔

ربیع نے جواب دیا"۔

عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بتاؤ؟

مروان نے اس سے سوال کیا؟

وہ حلم اور علم ہے، دیر تک خاموش رہنے والا ہے، ظلم سے دور رہنے والا ہے۔

ربیع نے کہا: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ کہو ؟

مروان نے ربیع سے کہا؟

وہ ایک نیاز بو ہے جس کی خوشبو عمدہ ہے جو چھونے میں ملائم ہے اور اس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا"۔

ربیع نے جواب دیا: مجھے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ:؟ مروان نے کہا:

ربیع نے جواب دیا کہ:

وہ ایک دشوار گذار پہاڑ ہے جس سے چٹانیں لڑھکتی رہتی ہیں"۔

اس پہ عبدالملک بن مروان حیران رہ گیا"۔

اور اس نے ربیع سے کہا: تمہیں لوگوں کے متعلق کس قدر معلومات ہیں"۔

ربیع نے کہا:

ہاں: اور اس کا سبب نزدیک کا پڑوس اور اکثر لوگوں سے ملتے رہنا ہے"۔

جب الربیع بن ضبیع کی عمر دو سال سے تجاوز کر گئی تو اس نے اپنی طویل عمری پہ ایک قصیدہ کہا یہاں اس کے کچھ اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

اَلَا اَبْلِغْ بُنَیَّ بَنِیْ رَبِیْعٍ
فَاَشْرَارُ الْبَنِیْنَ لَکُمْ فِدَاءٌ

اے بچے: بنی ربیع تک یہ بات پہنچا دے کہ بُرے بیٹے تم پہ قربان ہوں۔

بِاَنِّیْ قَدْ کَبِرْتُ وَدَقَّ عَظْمِیْ
فَلَا تَشْغَلُکُمْ عَنِّیِ النِّسَآءُ

یہ بھی کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری ہڈیاں پتلی پڑ گئی ہیں لٰہذا تم عورتوں میں مشغول ہو کر مجھے بھول نہ جانا۔

فَاِنَّ کَنَائِنِیْ لَنِسَاءُ صِدْقٍ
وَمَا اٰلٰی بَنِیَّ وَمَا أَسَاؤُا

میری بہویں تمام کی تمام اچھی ہیں اور میرے بیٹوں نے بھی میرے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی ان میں سے کسی نے میرے ساتھ بُرا برتاؤ کیا ہے۔

اِذَا کَانَ الشِّتَاءُ فَاَدْفِؤُوْنِیْ
فِاِنَّ الشَّیْخَ یَهْدِمُهُ الشِّتَاءُ

جب موسم سرما آجائے تو مجھے گرم کپڑے پہنا دینا کیونکہ موسم سرما بوڑھے آدمی کو گرا دیتا ہے۔

وَاَمَّا حِیْنَ یَذْهَبُ کُلُّ قُرٍّ
فَسِرْبَالٌ خَفِیْفٌ اَوْ رِدَاءُ

مگر جب سردی ساری کی ساری گزر جائے تو ہلکی سی قمیض اور چادر ہی میرے لیے کافی ہے۔

اِذَا عَاشَ الفَتٰی مِائَتَیْنِ عَامًا
فَقَدْ ذَھَبَ اللّذَاذَۃُ وَالْفَتَاءُ

اور جب کوئی انسان دوسال تک زندہ رہ لیتا ہے تو لذت اور جوانی اس سے روٹھ جاتی ہے۔

اور جب اس کی عمر دو چالیس سال ہوئی تو اس نے یہ اشعار کہے!

أَصْبَحَ مِنِّیْ الشَّبَابُ قَدْ حَسَرا
اِنْ کَانَ وَلَّی فَقَدْ تَوَی عُصُرَا

مجھ سے جوانی تھک گئی ہے اگر واپس چلی گئی ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ وہ ایک عرصے تک میرے ساتھ رہی ہے۔

وَ دَّعَنَا قَبْلَ أنْ نُوَدِّعَہٗ
لَمَّا قَضٰی مِنْ جِمَاعِنَا وَطَرَا

یہ ہمیں الوادع کہہ گئی پیشتر اس کے کہ ہم اسے الوادع کہتے جب اس نے ہماری آغوش سے اپنی مرضی پوری کر لی۔

هَا أَ نَا ذَا آمُلُ الخُلُوْدَ وَ قَدْ
أَ دْرَکَ عَقْلِی وَمَوْلِدِیْ حُجُرَا

لو: اب میں ہمیشہ زندہ رہنے کی امید لگائے ہوئے ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت نے حجر کا زمانہ پایا ہے۔

أَ بَا امْرِئِ الْقَيْسِ هَلْ سَمِعْتَ بِهِ
هَيْهَاتَ : هَيْهَاتَ : طَالَ ذَا عُمُرَا

حجر جو امراؤ القیس کا باپ ہے کیا تُو نے اس کا نام سنا ہے کسی قدر دور ہے: کس قدر دور ہے: یہ عمر تو بہت لمبی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَصْبَحْتُ لَا أَحْمِلُ السِّلَاحَ وَلَا
أَمْلِكُ رَأْسَ الْبَعِيرِ اِنْ نَفَرَا

میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ نہ تو میں ہتھیار اٹھا سکتا ہوں اور نہ ہی اونٹ کو قابو میں رکھ سکتا ہوں اگر وہ بھاگ جائے تو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ الذِّئْبُ أَخْشَاهُ اِنْ مَرَرْتُ بِهِ
وَحْدِي وَ أَخْشَى الرِّيَاحَ وَالْمَطَرَا

اور اگر میں اکیلا بھیڑیے کے پاس سے گزرتا ہوں تو اس سے ڈرتا ہوں اور اب تو میں ہواؤں اور بارش سے بھی ڈرتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

مِنْ بَعْدِمَا قُوَّةٍ أُسَرُّ بِهَا
أَصْبَحْتُ شَيْخاً أُعَالِجُ الْكِبَرَا

اور اس قوت کے بعد جس سے میں خوش ہوتا تھا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بڑھاپے سے جنگ کر رہا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

هَا أَنَا ذا آمُلُ الْخُلُودَ وَقَدْ
اَدْرَكَ عَقِلِیُ وَ مَوْلِدِیُ حُجُرا

میں تو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کی امید رکھتا ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت حجر کے زمانے میں ہوئی[*95]۔

الحرث بن کعب

اس کا پورا نام الحرث بن کعب المذحجی تھا یہ بھی اپنے زمانے کے فصیح ترین خطباء میں سے تھا۔ بلاغت اور عدّ و مرتبت کے اعتبار سے اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ ابو حاتم بجستانی نے اس کا وہ خطبہ تحریر کیا ہے جو اس نے اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹوں کو دیا تھا اور اس خطبے کا شمار عربوں کے اعلیٰ ترین خطبوں میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

”اے میرے بیٹو: مجھ پہ ایک سو ساٹھ سال گزرے ہیں اس عرصے میں میرے دائیں ہاتھ نے کسی دھوکے باز سے مصافحہ نہیں کیا اور نہ ہی میرے نفس نے کسی بدکار آدمی کی خصلتوں پر رضامندی ظاہر کی ہے اور نہ ہی میں نے اپنی چچازاد بہن یا بھاوج یا بہو سے عشق کیا ہے اور نہ ہی کسی بدکار عورت نے آ کر میرے پاس نقاب اُٹھایا ہے نہ میں نے اپنا راز کسی دوست کو بتایا ہے اور نہ کبھی کسی دوست کا راز افشا کیا ہے میں اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کے دین پر ہوں اور اس دین پر تین عربوں کے سوا کوئی بھی کاربند نہیں اور ان تین میں سے ایک میں ہوں ایک اسد بن خزیمہ ہے اور اس دین پہ عمل کرنے والا تیسرا شخص تمیم بن مُر ہے لہٰذا تم میری وصیت کو محفوظ رکھنا اور اپنے باپ کے دین پر کاربند رہنا۔ اپنے خدا سے ڈرتے رہنا وہ خود تمھارے اہم کاموں کو سرانجام دے دے گا اور تمھارے اعمال کی اصلاح کرے گا خبردار: اللہ کی نافرمانی نہ کرنا تاکہ کہیں تم پہ تباہی نازل نہ ہو جائے اور تمھارے گھر تم سے خالی نہ ہو جائیں۔

بیٹا: متفق ہو کر رہنا بکھر کر ٹولیاں نہ بن جانا پیشتر اس کے کہ کوئی تم پہ غالب آجائے تم اس پہ غلبہ پالو اور عزت کی موت ذلت اور عاجزی کی زندگی سے بہتر ہے جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا کہ ہر جمعیت کا انجام جدائی ہے زمانہ دو طرح کا ہے ایک قسم آرام کی ہے اور ایک قسم مصیبت کی ہے اور دن بھی دو طرح کے ہیں ایک خوشی کا دن ہے اور ایک آنسوؤں کا دن ہے اور لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک تمھارے ساتھ اور دوسرا تمھارے خلاف۔ برابر کے لوگوں میں رشتے ناطے کیا کرو اور عورتیں پانی میں خوشبو استعمال کیا کریں۔ بے وقوف عورتوں سے بچتے رہو کیونکہ وہ تو بدترین بیماری ہے اور احمق عورت سے ہم بستر نہ ہونا کہ اس کی اولاد بھی احمق ہی ہوگی۔ خبردار رشتہ داری کو منقطع کرنے والا آرام نہیں پا سکتا۔ جب کسی قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے دشمن کو اس پہ غلبے کا موقع مل جاتا ہے اور تعداد کی آفت یہ ہے کہ وہ تم میں پھوٹ ڈالتی ہے۔ نیک کام کا دعویٰ کرنا برے کام سے بچا لیتا ہے اور بدی کا بُرا بدلہ دینا برائی میں داخل ہے۔ بداعمالی اللہ کی نعمتوں کو زائل کر دیتی ہے۔ رشتہ داری کے تعلقات کو توڑنے سے غم پیدا ہوتا ہے اور اللہ کی قابل احترام چیزوں کی بے حرمتی کرنے سے اللہ کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں والدین کی نافرمانی سے تنگدستی پیدا ہوتی ہے اور تعداد میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ملک ویران ہو جاتا ہے کسی نااہل کو نصیحت کرنا اپنی ہی رسوائی کا سبب ہوتا ہے پھر رسوائی اور کینہ امدادِ خداوندی کو روک لیتی ہے اور خطا کاری پہ ڈٹے رہنے کا انجام بری مصیبت ہے اور یاد رکھو کہ برے طور طریقے منفعت کے اسباب کو روک لیتے ہیں اور تمھارا تکبر دوسرے لوگوں کو تمھارے خلاف کینے سے بھر دے گا۔ اس لیے عجز ہی بہترین چلن ہے اور اسی پہ کاربند رہنا۔ تمھاری زبان کسی کا سینہ چھلنی کر سکتی ہے اس لیے لوگوں سے مذاق کرتے وقت محتاط رہا کرو تمھارا لوگوں سے ملتے رہنا ہی زندگی کا ثبوت ہے اور زندگی سے کنارہ کشی حقیقت سے فرار کے برابر ہے اے میرے بیٹو: میں نے زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھی ہیں جس میں صرف ایک ہی سبق حاصل ہوا ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور کسی چیز کو بھی ثبات نہیں۔ تبدیلی زندگی ہے اس سے پریشان مت ہونا بلکہ خود کو اس کا عادی بنا لینا۔ میں نے کئی لوگوں کے ساتھ مل کر کھایا اور پیا ہے لیکن وہ گزر گئے اور میں باقی رہ گیا اب گویا میں بھی اُن

سے ملنا چاہتا ہوں اس کے بعد خطبے کے اختتام پر اس نے یہ اشعار کہے!

أَكَلْتُ شَبَابِی فَأَفْنَيْتُهُ
وَأَنْضَيْتُ مِنْ بَعْدِ دَهْرِی دُهُورًا

میں نے اپنی جوانی کو کھا ڈالا اور اسے فنا کر دیا ہے اور اپنی جوانی کے بعد بھی میں نے کئی زمانوں کو فنا کیا ہے۔

ثَلَاثَةُ أَهْلِيْنَ صَاحَبْتُهُمْ
فَبَادُوا وَأَصْبَحْتُ شَيْخًا كَبِيْرًا

میں تین بیویوں کی صحبت میں رہا ہوں وہ تو اپنے اپنے وقت پہ گزر گئیں اور میں بڑی عمر کا بوڑھا ہوگیا۔

قَلِيْلَ الطَّعَامِ عَسِيْرَ الْقِيَا
قَدْ تَرَكَ الدَّهْرُ خَطْوِیْ قَصِيْرًا

اب میں تھوڑا کھاتا اور مشکل سے اٹھتا ہوں اور زمانے نے میرے قدموں کو بھی چھوٹا کر دیا ہے۔

أَ بِيتُ أُرَعِي نُجُومَ السَّمَاءِ
أُقَلِّبُ أَمْرِي بُطُونًا ظُهُورًا

میں رات بھراختر شماری کرتا رہتا ہوں اور اپنے معاملات کوکبھی اندر کو اور کبھی باہر کو پلٹتا رہتا ہوں۔

قیس بن زہیر العبسی

قیس بھی عربوں کا صاحبِ فصاحت وبلاغت خطیب تھا۔ وہ صاحب زبان شریں گفتار اور چرب زبان تھا۔ اس کے حالات اور عمدہ کلام کو ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا ہے کہ ہباۃ کی جنگ کے بعد قیس بن زہیر نمر بن قاسط کے پڑوس میں آکر بس گیا اور اس نے اُن کو پکارا اور کہا:

میں تمھارے پڑوس میں آگیا ہوں اور تم سے وابستہ ہو گیا ہوں لٰہذا تم میری شادی کسی ایسی عورت سے کردو جسے مالداری نے با اخلاق بنا دیا ہو اور محتاجی نے کمزور کر دیا ہو۔ وہ حسب اور جمال والی ہو۔

چنانچہ انھوں نے قیس کی شادی ظبیہ بنت القیس النمری سے کردی"۔

قیس نے ان لوگوں سے کہا"۔

مجھ میں کچھ خصلتیں پائی جاتی ہیں"۔

میں غیرت مند ہوں"۔

بہت فخر کرنے والا ہوں"۔

اور خودسر ہوں۔

میں اس وقت تک تفاخر نہیں کرتا جب تک کہ کوئی پہل نہ کرے"۔

اور جب تک خود نہ دیکھ لوں غصے میں نہیں آتا"۔

جب تک مجھ پہ ظلم نہ کیا جائے میں تاؤ میں نہیں آتا''۔

اِن لوگوں کو قیس بن زھیر کے اخلاق پسند آئے اور وہ انھیں کے ساتھ رہنے لگا حتیٰ کہ اس کے ہاں اولاد ہوئی اور بہت سا وقت بیت گیا''۔

پھر جب وہ ان سے رخصت ہونے لگا تو اُس نے اِن لوگوں کو ایک خطبہ دیا جو اس کی فصاحت و بلاغت کا اظہار تھا''۔

اس نے کہا۔

''میں تم کو چند باتیں اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور چند باتوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہوں۔ بردباری اختیار کرو کیونکہ اس کے ذریعے تم حاجت پا سکتے ہو اور مواقع حاصل کر سکتے ہو۔ میں تمہیں ایسے آدمی کو سردار بنانے کا حکم دیتا ہوں جس کے سردار بنانے سے کوئی تم پر عیب نہ لگا سکے۔ وفادار رہو کیونکہ اسی سے لوگ زندہ رہتے ہیں۔ سوال کرنے سے پہلے ہی اس شخص کو دے دو جسے تم دینا چاہتے ہو اور اصرار سے پہلے ہی اس شخص کو محروم کر دو جسے تم محروم رکھنا چاہتے ہو۔ جو شخص تمھارے پاس آ کر پناہ لے اسے تمام زمانے کے خلاف پناہ دو اور اپنی فرودگاہوں کو یتیموں کے گھروں سے دور رکھو۔ مہمان کو اپنے اہل و اعیال کے ساتھ ملا دو۔ میں تمہیں بے وفائی کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ یہ زمانے بھر کی عار ہے۔ بازی لگا کر دوڑ میں مقابلہ کرنے سے منع کرتا ہوں کہ اسی میں میرا بھائی مارا گیا تھا۔ میں تمہیں سرکشی سے منع کرتا ہوں کیونکہ اسی وجہ سے میرے بھائی زھیر کو قتل کیا گیا تھا۔ میں تمہیں بے کار باتوں میں مال و دولت ضائع کرنے سے روکتا ہوں کیونکہ اس طرح تم حقوق ادا نہ کر سکو گے اور میں تمہیں حد سے زیادہ خون ریزی سے منع کرتا ہوں کیونکہ ہباۃ کی جنگ کی وجہ سے میرے ساتھ عار چمٹ گئی ہے۔ اپنی عورتوں کو اپنے ہم سروں کے سوا نکاح میں نہ دو اور اگر تمہیں اپنے ہم سر نہ ملیں تو ان کا بہترین نکاح قبروں سے ہے یا یوں کہا کہ ان کی عمدہ منزل کی ان کی قبریں ہیں اس لیے کہ کم درجے کے خاندانوں میں اپنی لڑکیوں کو بیاہنے سے تمھاری نسل مخلوط ہو جائے گی اور تمہارا نسب مشتبہ ہو جائے گا۔ یاد رکھو کہ مجھ پہ ایسا وقت بھی گزرا ہے جب میں ظالم تھا اور میں

نے اپنے شب وروز میں ایسا وقت بھی دیکھا ہے جب میں مظلوم تھا تمہیں یاد ہے کہ بنی بدر نے میرے بھائی کو قتل کر دیا تھا اور مجھ پہ ظلم کیا تھا اور میں نے بھی ان پر ظلم کیا کہ ان کے بے گناہ لوگوں کو اپنے بھائی کے بدلے میں قتل کیا۔ یادرکھو نہ ظالم بن کر رہنا اچھا ہے اور نہ مظلوم بن کر رہنا۔ کم بولا کرو کہ اس سے تمھاری شخصیت چھپی رہتی ہے اور لوگ تمھارے احوال سے نا آشنا رہتے ہیں۔ سوال مت کرنا کہ اس سے تمھاری خوداری پہ حرف آئے گا۔ اپنے ہر عمل کو یاد رکھا کرو اس سے تمھارے آئندہ کے اعمال میں بہتری آئے گی''

قیس بن زھیر نے اتنا کہا اور اپنا خطبہ ختم کر دیا اس کے بعد وہ وہاں سے کوچ کر گیا اور عمار کی طرف چلا وہاں جا کر اس نے مذہب نصرانیت کو قبول کر لیا وہ کھانے پینے کی عام چیزوں سے پرہیز کرنے لگا اور راہبانیت کی طرف مائل ہو گیا اس کے بعد اس نے حنظل کھانا شروع کر دیا تا آنکہ وہ چل بسا۔

ابو طمحان القینی

ابو الطمحان کا شمار بھی عربوں کے فصیح و بلیغ خطباء میں ہوتا تھا۔ اس کا پورا نام حنظلہ بن الشرقی ہے اور یہ بنی کنانہ بن القین میں سے تھا۔ یہ عربوں کے معمرین میں سے تھا۔ اس لیے کہ اس نے دو سو سال سے زیادہ کی عمر پائی تھی۔ یاد رہے عربوں میں اتنی زیادہ عمروں پہ حیرت کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ مورخین نے کئی ایسے لوگوں کے نام درج کیے ہیں جنھوں نے سینکڑوں سال کی عمر پائی تھی۔ مثلاً امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ الروض الانف [96*] میں لکھتے ہیں کہ عربوں میں سب سے زیادہ عمر ذوید بن زید نے پائی تھی۔ جس کی عمر چار سو بیس سال تھی۔ اس کے بعد مستوغر بن ربیعہ ہے جو تین سو بیس سال تک زندہ رہا تھا وہ قبیلہ مضر میں سب سے زیادہ عمر پانے والا شخص تھا وہ اپنی اس درازی عمر سے اکتا کر کہتا ہے کہ!

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الحَيَاةِ وَطُولِهَا
وَعَمِرْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِيْنَ مِئِيْنًا

میں زندگی کی اس طوالت سے اکتا چکا ہوں میری عمر کئی سو سال ہے اور میں کہنہ سال ہو چکا ہوں۔

مِائَۃٌ حَدَتُھَا بَعْدَھَا مِئَتَانِ لِی
وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّھُوْرِ سَنِیْنَا

مجھ پہ سوسال گزرنے کے بعد ایک سوسال مزید گزر چکے ہیں بلکہ اس کے بعد بھی ایک سوسال گزر چکے ہیں۔

هَلْ مَا بَقِیْ اِلَّا کَمَا قَدْ فَاتَنَا
یَوْمٌ یَمُرُّ وَ لَیْلَۃٌ تَحْدُوْنَا

اور باقی وہی چیز رہ گئی ہے جو پہلے گزر چکی ہے دن گزر جاتا ہے اور رات ہماری حدی خواں ہو تی ہے[*97]۔

مستوغر کے علاوہ بھی اہل عرب کے کئی اشخاص ہیں جن کی عمریں دوسوسال یا تین سوسال سے زیادہ تھیں۔ ان میں زھیر ہے جس کی عمر دوسوبیس سال تھی ،عبید بن شربہ ہے جس کی عمر دوسوسال سے زیادہ بیان کی گئی ہے، ذغفل بن حنظلہ ہے جو دوصدیوں سے زیادہ عرصہ زندہ رہا تھا۔ الربیع بن الزبیع الفرازی ہے جو دوسواسی سال زندہ رہا تھا ذوالصبع العداوانی ہے جو دوصدیوں تک اس دھرتی پہ موجود رہا، پھر نصر بن ہمدان بن الشجع ہے جس کی عمر ایک سونوے سال تھی اور بیان کیا گیا کہ نصر بن ہمدان کے بال سفید ہونے کے بعد پھر سیاہ ہوگئے تھے اور اس کی کبڑی کمر پھر سے سیدھی ہوگئی تھی۔ پھر ابوالطمحان القینی ہے جس نے دوصدیوں سے زائد کا عرصہ اس دنیا میں گذارا اور اسی کی خطابت کا بیان یہاں کیا جارہا ہے جس نے ایک سو پچاس سال سے زائد عرصہ دورِ جہالت میں گذارا پھر اسلام آنے کے بعد بھی وہ نصف صدی تک زندہ رہا اور اس نے حضرت امیر معاویہؓ کا عہد بھی پایا تھا مگر اسلام کی دولت سے محروم

رہا۔اس کا کوئی خطبہ دستیاب نہیں ہوسکا تاہم وہ ایک عمدہ شاعر بھی تھا اس لیے اس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

حَنَتْنِی حَانِیَاتُ الدَّھرِ حَتّٰی
کَأَنِّی خَاتِلٌ أَدْنُو لِصَیْدٍ

زمانے کی کبڑا کرنے والی مصیبتوں نے مجھے کبڑا کردیا یہاں تک کہ یوں معلوم ہونے لگا کہ میں شکار کے قریب ہورہا ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

قَرِیْبُ الخَطْوِ یَحْسَبُ مَنْ رَآنِیْ
وَلَسْتُ مُقَیَّداً أَنِّی بِقَیْدٍ

میں چھوٹے چھوٹے قدم بھرتا ہوں جو بھی مجھے دیکھتا ہے یہی خیال کرتا ہے کہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں حالانکہ میں درحقیقت ایسا نہیں ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تَقَارَبَ خَطْوُ رِجْلِكَ یَا دُرَیْدُ
وَقَیَّدَكَ الزَّمَانُ بِشَرِّ قَیْدٍ

اے دوید: اب تمھارے پاؤں کے قدم چھوٹے اٹھتے ہیں کیونکہ زمانے نے تمھارے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَ اِنِّی مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ هُمُ هُمُ
اِذَا مَاتَ مِنْهُمْ سَیِّدٌ قَامَ صَاحِبُهٗ

میں ایسی قوم میں سے ہوں کہ جو کچھ وہ ہیں وہی ہو سکتے ہیں جب ان کا سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے۔

نُجُوْمُ سَمَاءٍ کُلَّمَا غَابَ کَوْکَبُهٗ
بَدَا کَوْکَبٌ تَأْوِیْ اِلَیْهِ کَوَاکِبُهٗ

یہ آسمان کے ستارے ہیں جب بھی کوئی ستارہ غائب ہوتا ہے تو ایک اور ستارہ ظاہر ہو جاتا ہے جس کے پاس اس کے دوسرے ستارے پناہ لیتے ہیں۔

اَضَاءَتْ لَهُمْ اَحْسَابُهُمْ وُجُوْهُهُمْ
دُجَی اللَّیْلِ حَتّٰی نَظَّمَ الْجِزْعَ ثَاقِبُهٗ

ان کے حسب اور ان کے چہروں نے رات کی تاریکیوں کو اس حد تک روشن کر دیا ہے کہ مہروں میں سوراخ کرنے والا ان کو پرو لیتا ہے۔

وَمَازَالَ مِنْهُمْ حَیْثُ کَانَ مُسَوَّدًا
تَسِیْرُ الْمَنَایَا حَیْثُ سَارَتْ کَتَائِبُهٗ

ان کا آدمی جہاں کہیں بھی ہو سردار ہی ہو کر رہتا ہے جدھر کو اس کی فوجیں روانہ ہوتی ہیں ادھر ہی کو موتیں بھی روانہ ہوتی ہیں۔

اِذَا مُقْرَمٌ مِنَّا ذَرَا حَدُّنَا بِهِ
تَخَمَّطَ فِيْنَا نَابُ آخَرَ مُقْرَمِ

اور جب ہم میں سے کسی سردار کے دانتوں کی تیزی گر جاتی ہے تو ایک اور سردار کے دانت ابھر کر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

كَوَاكِبُ دَجْنٍ كُلَّمَا انْقَضَّ كَوْكَبٌ
بَدَا وَّ انْجَلَتْ عَنْهُ الدُّجُنَّةُ كَوْكَبُ

یہ لوگ تاریکی کے ستارے ہیں جب بھی کوئی ستارہ گر پڑتا ہے تو ایک اور ستارہ نمودار ہو جاتا ہے اور اس سے تاریکی چھٹ کر دور ہو جاتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِذَا قَمَرٌ مِنَّا تَغَوَّرَ اَوْ خَبَا
بَدَا قَمَرٌ فِي جَانِبِ الْاُفْقِ يَلْمَعُ

جب ہمارا کوئی چاند نیچے چلا جاتا ہے یا چھپ جاتا ہے تو ایک اور چاند افق کی جانب سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

خِلَافَةُ اَهْلِ الْاَرْضِ فِيْنَا وِرَاثَةٌ
اِذَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ قَامَ صَاحِبُهُ

اہل زمین کی خلافت وراثتاً ہم میں چلی آئی ہے اس لیے جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِذَا سَیِّدٌ مِنَّا مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ
اَقَامَ عَمُوْدَ الْمُلْکِ اٰخَرُ سَیِّدٌ

جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو ایک اور سردار حکومت کے عمود کو کھڑا کیے رکھتا ہے

۔[*98]

ذوالاصبع العدوانی

ذوالصبع العدوانی کا شمار عربوں کے حکماء اور صاحبِ دانش افراد میں کیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ وہ قادر الکلام شاعر اور فصیح و بلیغ خطیب بھی تھا۔وہ بھی عربوں کے معمرین میں سے تھا۔عبداللہ سہیلیؒ نے روض الانف میں اس کی عمر دوسو بیس سال بیان کی ہے چونکہ وہ عربوں کا بہت بڑا خطیب تھا اسی باعث اس مقام کا تقاضا ہے کہ اس کے مستحسن کلام کا کچھ حصہ یہاں پیش کیا جائے۔ابو الفرج اصفہانی[99*] کہتا ہے کہ جب ذوالصبع کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹے اسیّد کو بلایا اور اُس کو اِس طرح وصیت کی۔

''بیٹا تمھارا باپ تو زندگی میں ہی فنا ہو چکا تھا اُس نے اِس قدر لمبی زندگی گذاری ہے کہ اکتا گیا ہے۔میں تمہیں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم اسے یاد رکھو گے تو تم بھی اپنی قوم میں اس منزلت تک پہنچ جاؤ گے جس تک میں پہنچا ہوں۔لہٰذا میری باتیں یاد رکھو: اور اپنی قوم کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آنا وہ تم سے محبت کرنے لگے گی اور اس کے سامنے تواضع کرو تو وہ تمہیں بلندی عطا کرے گی۔کسی چیز کو اپنے لیے مخصوص نہ کرو گے تو وہ تمہیں اپنا سردار بنالے گی، اِن سے خندہ پیشانی سے ملو گے تو وہ تمہیں سردار بنالے گی ان کے چھوٹوں کی اسی طرح عزت کرو جس طرح تم ان کے بڑوں کی عزت کرتے ہو تو ان کے بڑے تمھاری عزت کریں گے اور ان کے چھوٹے جوان ہو کر تم سے محبت کریں گے۔اپنے مال کی سخاوت کرو جن چیزوں کی حفاظت کرنا تم پہ لازم ہے ان کی حفاظت کرو جو شخص تمھارے پاس آکر پناہ لے اسے تقویت دو اور جو

تم سے مدد طلب کرے اس کی مدد کرو۔اپنے مہمان کی عزت کرو۔اور کسی فریادی کی پکار سنو تو اٹھنے میں دیر مت لگانا کیونکہ تمھاری موت کی ایک مدت مقرر ہے وہ تم سے نکل کر آگے نہیں جائے گی۔کسی سے کوئی چیز نہ مانگو اس سے تمھاری آبرو محفوظ رہے گی اپنے قبیلے کی حفاظت اس طرح کرو جس طرح تم اپنے بچوں کی کرتے ہو اور یہ سارے خیر کے پہلو ہیں جن سے تمھاری سرداری کی تکمیل ہوجائے گی اس کے بعد اس نے یہ اشعار کہے۔

أَ أُسَيْدُ اِنْ مَا لَا ملك

فَسِرْتَ بِهٖ سَيْرا جَمِيْلَا

اے اُسید: اگر تیرے پاس مال آجائے تو اس مال کے ذریعے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔

آخِ الكِرَامَ اِنِ اسْتَطَعْتَ

اِلَى اِخَائِهِم سَبِيْلَا

اگر تجھے شرفاء سے بھائی چارہ قائم کرنے کا طریقہ آجائے تو شرفاء سے بھائی چارہ قائم رکھنا۔

وَاشْرَبْ بِكَأْسِهِم وَاِنْ

شَرِبُوْا بِهٖ السَّمَّ الثَّمِيْلَا

انھی کے پیالے سے پینا خواہ وہ اس پیالے میں بھگویا ہوا زہر ہی کیوں نہ پئیں۔

أَهِنِ اللِّئَامَ وَلَا تَكُنْ

لِاِخَائِهِمْ جَمَلاً ذَلُوْلَا

کمینوں کو ذلیل کر اور ان سے بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے آسانی سے مطیع ہو جانے والا اونٹ نہ بن۔

اِنَّ الکِرَامَ اِذَا تُئَوا
خِیْہِمُ وَ جَدتَّ لَہُمْ فُضُولَا

اس لیے کہ جب تُو شرفاء سے بھائی چارہ قائم رکھے گا تو ان کے ہاں سے عنایات پائے گا۔

وَدَعِ الَّذِی یَعِدُ العَشِیْرَۃَ
ان یَسِیْلَ و لَنْ یَسِیْلَا

اور تُو ایسے شخص کو چھوڑ دے جو قبیلے والوں سے سخاوت کا وعدہ کرتا ہے مگر ایسا نہیں کرتا۔

اُبُنَیَّ اِنَّ المَالَ لَا
یَبکِیُ اِذَا فَقَدَ البَخِیْلَا

اور اے میرے بیٹے: اس بات کا خیال رکھنا کہ جب مال بخیل کو معدوم پائے گا تو بخیل پہ نہیں روئے گا[*100]۔

اکثم بن صیفی التیمی

اکثم بن صیفی کا کچھ ذکر حکام العرب کے بیان میں گزر چکا ہے جہاں بیان کیا گیا ہے کہ وہ عربوں کا ایک باعزت شخص تھا جو ان کی مفاخرت کے فیصلے کیا کرتا تھا۔اس کا نسب بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ وہ اکثم بن صیفی بن ریاح بن الحارث بن مخاش بن معاویہ بن شریف بن جروۃ بن اسید بن عمرو بن تمیم التیمی تھا۔بیان کیا گیا ہے کہ جب اس نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا تذکرہ سنا تو اپنے بیٹوں کو ان کا احوال جاننے کے لیے مکہ روانہ کیا اِس کے بیٹوں نے اُس کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ کیا تو اِس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا۔مگر اِس کی قوم نے اُس کو روک دیا تاہم اکثم بن صیفی کا سینہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے روشن ہو چکا تھا اس لیے اس نے دوبارہ اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے عازم سفر ہوا مگر راستے ہی میں قضا نے اس کو آ لیا تو اس پہ قرآن حکیم کی یہ آیات اتریں۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا۔۔

القرآن الحکیم (النساء ۴ : ۱۰۰)

اکثم بن صیفی بھی عربوں کے ان افراد میں شامل تھا جنھوں نے بڑی عمریں پائیں [101*] اکثم عربوں

کے فصیح وبلیغ خطباء میں شمار ہوتا تھا اس لیے ہم نے مناسب جانا کہ اس کا کسی قدر کلام یہاں درج کر دیا جائے کہ اس کا کلام ایسا ہے جو موتیوں کی لڑی اور ہار میں بھی عیب بتلانے لگے اور اسی ضمن میں اس کا وہ کلام بھی آتا ہے جو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے اور وصیت کرتے ہوئے کہا!

”اے بنی تمیم: میری نصیحت کو ضائع مت کرنا خواہ میری ذات تم میں رہے یا نہ رہے۔ میری چھاتی اور سینے کے درمیان ایسا کلام ہے جس کے پڑنے کی جگہ میرے نزدیک تمھارے کانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا میری نصیحت کو تم کان لگا کر سن لو اور یاد رکھنے والے دل اس کو محفوظ کر لیں۔ اور اگر تم اس کو سمجھ لو تو اس کے نتیجے کی تعریف کرو گے۔ عشق بیدار ہے اور عقل سوئی ہوئی ہے۔ خواہشات بے لگام ہیں اور دانش مقید ہے۔ نفس آزاد پھرتا ہے سوچ اور تدبر مقید ہے۔ سستی کے باعث اور تدبر کو ترک کرنے سے دانش تباہ ہو جاتی ہے۔ جو شخص اوروں سے مشورہ کرے گا اسے ضرور کوئی نہ کوئی راہ بتانے والا مل جائے گا اور جو صرف اپنی رائے پر عمل کرے گا وہ ایسے مقامات تک جا پہنچتا ہے جہاں اس کا پاؤں نہیں ٹھہرتا۔ جو اوروں کی بات سنے گا اس کی بات بھی سنی جائے گی۔ لالچ کی بجلیوں کے نیچے لوگوں کی قتل گاہیں ہیں۔ اگر تو مصائب پر غور کرے تو دیکھے گا کہ یہ شرفاء کی خواب گاہیں ہیں۔ لوگوں کے حالات دیکھ کر عبرت حاصل کرنا ہی ہدایت کا راستہ ہے۔ جو ہموار زمین پر چلتا ہے اسے پھسلنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ حاسد اپنے ہی دل کو تھکاتا ہے۔ اپنے خیالات کو اس طرف لگائے رکھنے سے غصہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی مضرت خود اسی کی ذات تک محدود رہتی ہے اے بنی تمیم: حلم کے گھونٹ بھرنا اور صبر کرنا زیادہ شیریں ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان ندامت کا پھل چنے۔ جس نے اپنے مال کو بچانے کے لیے اپنی عزت کو سامنے رکھا وہ لوگوں کی مذمت کا نشانہ بنتا ہے۔ زبان سے لگائے ہوئے زخم نیزوں کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں جب تک کوئی کلمہ منہ سے نکل نہ جائے اس وقت تک وہ گروّ پڑا ہوتا ہے پھر جب وہ زبان سے نکل جاتا ہے تو وہ نہایت جنگجو شیر کی طرح غارت ڈالتا ہے اور شعلہ زن آگ کی طرح دوسروں کے دلوں کو جلا ڈالتا ہے اور عقلمند ناصح کی رائے ایسے راہنما کا کام کرتی ہے جو راستے سے نہیں بھٹکاتا اور

جنگ کے موقع پر اپنی رائے کو کام میں لانا نیزہ زنی اور تلوار بازی سے بھی زیادہ کارآمد ہوتا ہے

[*102]

یزید بن ابی مہلب

یزید بن ابی مہلب اپنے خطبوں، وصیتوں، دانائی کی باتوں اور نصائع میں اکثم بن صیفی کا طرز اختیار کیا کرتا تھا کیونکہ یہ طرز بلغا کے طرزوں میں سے بہترین طرز تھا اور فصحاء کے اسلوبوں میں عمدہ اسلوب تھا۔ اسی لیے عرب اپنے فصحاء کی پیروی کیا کرتے تھے اور ان کے ہاں صاحبِ دانش افراد کی کوئی کمی نہ تھی۔ چنانچہ جب یزید بن ابی مہلب نے اپنے بیٹے مخلد کو جرجان میں اپنا جانشین مقرر کیا تو اس کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ!

بیٹا: میں نے تمہیں اس علاقے میں اپنا جانشین بنایا ہے یمن کے اس قبیلے کی طرف اپنی نظر رکھنا اور ان سے ایسا برتاؤ کرنا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا کہ!

اِذا كُنْتَ مُرْتَادَ الرِّجَالِ لِنَفْعِهِمْ
فَرَاشُ وَ اَصْطَنِعُ عِنْدَ الَّذِيْنَ بِهِمْ تَرْمِي

جب تو لوگوں کا ان کے اپنے فائدہ کے لیے مطلوب ہو تو تجھے ان کی مدد کرنی چاہیے اور ان
لوگوں پر احسان کرنا چاہیے جن کے بل بوتے پر تو تیر چلاتا ہے [*103]

قبیلہ ربیعہ پر بھی نظر رکھنا کیونکہ یہ تمھاری طرف دار جماعت اور مددگار لوگ ہیں۔ لہٰذا ان کے

حقوق ادا کرتے رہنا۔ تمیم کے اس قبیلے پر بھی نظر رکھنا ان سے مروّت برتنا اور ان کے سامنے غرور نہ کرنا۔ انھیں اپنا قرب عطا کرنا ورنہ وہ لالچ کرنے لگ جائیں گے انھیں خود سے دور نہ رکھنا کہ وہ خوددار لوگ ہیں وہ تم سے تعلقات منقطع کر لیں گے اسی طرح قیس قبیلے پر بھی نظر رکھنا کیونکہ عہدِ جاہلیت میں وہ تمھاری قوم کے ہم سر تھے اور اسلام میں بھی انھوں نے ان کے ساتھ آدھے آدھے منبر تقسیم کر لیے تھے تمھاری طرف سے انھیں یہی بات خوش کر دیتی ہے کہ تم ان سے خندہ پیشانی سے ملو۔ بیٹا: تمھارے باپ کے کچھ کارنامے ہیں انھیں خراب نہ کر دینا کیونکہ انسان کے لیے یہ بات عیب کا باعث جانی جاتی ہے کہ وہ اپنے باپ کی کھڑی کی ہوئی عمارت کو منہدم کر دے اور خونریزی سے بچتے رہنا کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی بقاء نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کی عزتوں کو برا کہنے سے بچنا کیونکہ شریف آدمی اپنی عزت کے عوض کوئی بھی چیز لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اور لوگوں پہ تشدد کرنے سے رُک جاؤ کیونکہ یہ باقی رہنے والی عار اور ایسا کینہ ہے جس کے بدلے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اپنے عاملوں کو ان کی بہادری اور فضیلت کی بنا پہ مقرر کرنا نہ کہ محض اپنی خواہش کے مطابق۔ کسی کو نا اہلی اور خیانت کے سوا اس کے عہدے سے معزول نہ کرنا کہ اس سے بھی کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔ کوشش کرنا کہ دشمن سے زیادہ دوست بناؤ۔ کسی شخص کو اس بنا پہ منتخب کرنے سے نہ رک جانا کہ کوئی شخص تم سے پہلے اس کو منتخب کر چکا ہے تم ان لوگوں پہ احسان کرنا جن کی طرف سے قبائل تمہیں جزا دے سکیں لوگوں کو اپنے بہترین آداب پہ چلنے کا حکم دینا وہ اپنی جانوں کے ساتھ تمھاری مدافعت کریں گے۔ جب تم کوئی تحریر لکھو تو اس کو کئی بار پڑھو۔ میرے اور تمھارے درمیان جو قاصد ہو وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو میری بات بھی سمجھتا ہو اور تمھارے خیال سے بھی آگاہ ہو کیونکہ انسان کی تحریر سے اس کی عقل واضح ہو جاتی ہے۔ عقل کو تسلیم کرانے کے لیے اپنے نفس پہ ظلم کرنا پڑتا ہے تحمل اور صبر کا کڑوا پیالہ پینا پڑتا ہے۔ لوگ تم سے محبت کریں گے اگر تم ان کی طرف توجہ کرو گے اگر تم ان سے آنکھیں چراؤ گے تو وہ تم سے آنکھیں چرائیں گے۔ اپنی چراگاہوں کی حفاظت کرنا کہ تمھارے جانوروں کا بھی تم پہ حق ہے اور ان کی صحت تمھارا دفاع ہے۔ اگر تمھارے گھوڑے سرکش اور تمھارے اونٹ نکھرے ہوئے ہوں گے تو تمھاری سلطنت کی رونق

برقرار رہے گی۔تم جانتے ہو کہ اپنے باپ کا نام کس طرح زندہ رکھا جاتا ہے اور اپنے آباء کو کس طرح قائم رکھا جاتا ہے میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ الوداع کہنے والے کے لیے خاموش ہو جانا ضروری ہوتا ہے اور جو کسی کو چھوڑنے جاتا ہے اس کا واپس آنا ضروری ہوتا ہے ۔وہ گفتار جو پاکیزہ ہو اور اس میں کم غلطی پائی جائے وہ تمھارے باپ کو بہت زیادہ محبوب ہے اور یہ ایک پسندیدہ رستہ ہے جس پہ چلنا کامیابی کا باعث ہے[104*]۔

الحرث بن ذیبانی

الحرث اپنے زمانے میں عربوں کے مشہوراور فصیح خطیبوں میں شامل تھااس کا کلام نہایت عمدہ تھا جس سے یہ مجلسوں اور بڑے بڑے اجتماعوں میں نہایت مشکل امورنمٹا لیتا تھا۔ابو بکر بن درد ید نے علامہ کلبی سے بیان کیا ہے کہ طریف بن العاصی الدوسی اور طفیل [105*] ذولنورین بن عمرو بن طریف کا دادا تھا اور الحرث بن ذیبان معمرین میں سے تھا وہ کسی حمیری بادشاہ کے ہاں اکٹھے ہوئے اور انھوں نے ایک دوسرے سے مفاخرت کی اس پہ بادشاہ نے حارث سے کہا؟

بتاؤ کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنی قوم کو چھوڑ کر نمر بن عثمان سے جا ملے''۔

حارث نے جواب دیا''۔

اے بادشاہ: اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری قوم کا ایک دوغلہ آدمی بکریاں چرانے کے لیے نکلا جس کا نام دھین بن زبرا تھا۔

تو اُس کو اِن کی قوم کے ایک آدمی عنقش بن مہیرہ نے للکارا''۔

دونوں نے اپنی تلواروں سے ایک دوسرے پہ حملہ کیا''۔

ان کے آدمی کی تلوار ہمارے اس مخنث کی ایڑی پہ لگی اور گہرا زخم بنا گئی''۔

جس کی وجہ سے اس کا بہت سا خون بہہ گیا اور وہ مر گیا''۔

اس پہ ہم نے ان سے اس کی دیت طلب کی''۔

انھوں نے دیت دینے سے تو انکار نہ کیا مگر وہ اس دوغلے آدمی کی پوری دیت دینے کو تیار نہ تھے وہ اس کی آدھی دیت دینا چاہتے تھے"۔

جسے ہم نے قبول نہ کیا"۔

کیونکہ ہم ان سے برتر تھے اور ایک خالص عربی کا خونبہا لینا چاہتے تھے اس طرح یہ معاملہ شدت اختیار کر گیا"۔

ہمارے ایک شاعر نے اس ضمن میں کہا کہ!

حُلُوْمَکُمْ یَا قَوْمِ لَا تُعْزِ بُنَّھَا
وَلَا تَقْطَعُوْا أَرحَامَکُمْ بِالتَّدَابُرِ

اے میری قوم: تم اپنی عقلوں کو اپنے سے دور نہ کردو تم باہم اپنی دشمنی کی وجہ سے رشتہ داری کے تعلق کو منقطع نہ کرو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَأَدُّوْا اِلَی الْأَقْوَامِ عَقْلَ ابنَ عَمِّھِمْ
وَلَا تُرْھِقُوْھُمْ سُبَّہٗ فِی الْعَشَائِرِ

ان لوگوں کو ان کے چچازاد بھائی کا خون بہا ادا کردو اور قبائل کے درمیان ان لوگوں کو ذلیل و خوار نہ کرو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَأِنّ ابن زَبْرَاء الَّذِیْ فَادَلَمْ یَکُنْ
بِدُوْنِ حُلَیْفٍ اَوْاُسَیْدِ بن جَابِرٍ

کیونکہ مرنے والا زبراء کا بیٹا حلف اور اسید بن جابر سے کسی طور بھی کم نہ تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَاِنْ لَم تُعَاطُوا الحَقَّ فا لسَّیْف بَیْنَنَا
وَ بَیْنَکُم وَا لسَّیْف اَجْوَرُ جَائِرِ

اگر تم حق پہ نہ چلو گے تو پھر ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور تلوار نہایت ہی ظالم چیز ہے[*106]۔

وَاِنَّ کَلَام المَرْءِ فِی غَیْرِ کُنْھِہِ
لَکَا لنَّبْلِ تَھْوِی لَیْسَ فِیھَا نِصَالُھَا

انسان کا ایسی بات کہنا جس میں کوئی حقیقت نہ پائی جائے اس تیر کی طرح ہے جو گرتا تو ہے مگر اس میں بھال نہیں ہوتی[*107]

پھر حارث نے کہا کہ:

یہ لوگ ہمارے حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کے معاون ہو گئے۔ لہٰذا ہمارے عقلمند لوگوں نے اس بات پہ اتفاق کیا کہ ہم قبیلہ ازد میں سے کسی نہایت طاقتور قبیلے کے ساتھ مل جائیں گے چنانچہ ہم النمر بن عثمان کے ساتھ جا ملے۔

خدا کی قسم ہم ان کے چلے جانے کی وجہ سے کمزور نہیں ہوئے اور ہم نے اپنے آدمی کے خون کا بدلہ انھیں ذلیل کر کے لے لیا"۔

اس پر طریف بن العاصی اپنی جگہ سے اچھلا اور اٹھ کر حارث کے سامنے آ بیٹھا۔

اس نے بادشاہ کو مخاطب کیا اور کہا:

خدا کی قسم جو باتیں میں نے آج اس کی زبان سے سنی ہیں ان سے زیادہ سچائی سے دور اور ان سے زیادہ غلطی سے قریب اور فحش کلامی کی زیادہ سبب بننے والی باتیں کبھی نہیں سنیں"۔

خدا کی قسم اے بادشاہ:

انھوں نے اپنے دو غلے شخص کے بدلے نہ تو کوئی بکری کا بچہ قتل کیا ہے اور نہ ہی کسی منزل پہ پہنچے ہیں اور نہ ہی ہم نے ان کو کوئی خون بہا دیا ہے اور نہ ہی اِنہوں نے اُس کے خون کے بدلے گوگل کا کوئی درخت تک گرایا ہے۔ انھیں خوف نے ان کے اصل مقام سے نکالا ہے اور ہم نے اِن کو اِن کی فرد گاہوں سے جلا وطن کیا ہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنی قلت اور ذلت کی وجہ سے اپنے وطن سے اکھڑ جانے کو معمولی بات سمجھا اور تنگ ترین جائے پناہ میں پناہ لی''۔

اب حارث کی باری تھی سو حارث نے اسے جواب دیا کہ''۔

اے طریف میری بات سُن''۔

خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ جب تک میں تجھ پہ ایسا حملہ نہیں کرتا جو تمھاری سرکشی کو روکے رکھے اور تمھیں سرکشی سے باز رکھے، تمھاری جلد بازی کو توڑ دے اور تیری تیزی کو مغلوب کردے اس وقت تک تُو اپنی زبان کی تیزی کو روکنے والا نہیں اور نہ ہی اپنے حملوں کی چستی سے باز آنے والا ہے''۔

اس پہ طریف بولا:

اے جابر ذرا ٹھہر :

میری تیز دوڑ کی پچھاڑ میری زبان کی تیزی، میرے نیزے کی نوک کی تیز دھار اور میرے نیزے کے داغ کے سامنے نہ آ ورنہ تمھاری مثال اونٹ کے پاؤں کے اس نچلے حصے کی طرح ہو جائے گی جسے روندا جاتا ہے اور دُم کی جڑ اس طرح ہو گی جسے کاٹ دیا جاتا ہے''۔

اس پر حارث نے کہا:

کیا تُو مجھ سے ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہو رہا ہے''۔

خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو تمھیں روند دوں''۔

اِس کے جواب میں طریف نے کہا:

خبردار:

قسم ہے اِن بتوں کی جنھیں حجاب میں رکھا گیا ہے اور ان پتھروں کی جنھیں عبادت کے لیے گاڑا گیا ہے اگر تُو اپنے لنگڑے پن کے باعث نہیں رکے گا اور اپنے صحیح مرتبے پر نہیں ٹھہرے گا تو میں تیری

سخت زمین کو ہموار زمین میں بدل دوں گا اور تیرے کم گہرے پانی کو اور کم گہرا کر دوں گا اور تیری چٹان کو دلدل بنا دوں گا"۔

حارث نے اس کو جواب دیا کہ"۔

خدا کی قسم اگر تُو ایسا ارادہ کرلے گا تو تجھے پہاڑ سے پھینک کر دامن کوہ کی مٹی میں لوٹ پوٹ کیا جائے گا، اللہ کی وسیع زمین کو تجھ پہ تنگ کر دیا جائے گا تیرے وسائل اور تُو زمین پہ پھینکی ہوئی ایسی چیز کی طرح ہو جائے گا جیسے مٹی اڑانے والی ہوائیں ایسی ہموار زمین میں جس کے نشانات مٹ چکے ہوں ایک دوسرے کو تحفے کے طور پہ دیتے ہیں"۔

پھر طریف نے کہا"۔

جو بات تیرے دل میں آئی ہے یہ تب پوری ہو سکے گی جب اس سے پہلے بہادروں کی تلواریں چنگھاڑ لیں، بھرپور جنگ ہو لے اور تُو خوف کے کئی حوضوں کو عبور کر لے اور تجھے ایسا تیز ریلا گھیر لے جس کے ہوتے ہوئے نرم خوئی کے لیے جھکنا ممنوع ہو"۔

اتنا سننے کے بعد بادشاہ نے ہاتھ اٹھا دیئے اور دونوں عربوں کو خاموش کرا دیا اور کہا کہ تم پہ حیرت ہے"۔

میں نے آج اِن دو شخصوں کا کلام سُنا ہے۔ خدا کی قسم ان کا کلام عجیب ہے اور برتر ہے میں نے ایسا کلام کبھی نہیں دیکھا اور نہ سُنا کیونکہ اِن دونوں نے نہ تو ایک دوسرے کو گالی دی اور نہ ایک دوسرے کی عیب جوئی کی اور نہ ہی فریق مخالف پر تہمت تراشی مگر ایک دوسرے کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا ان کے درمیان برتری کا فیصلہ انتہائی دشوار ہے کہ ہر فریق عظمت و بزرگی کا شاہکار نظر آتا ہے"۔

عمرو بن کلثوم

وہ جس قدر اعلیٰ پائے کا شاعر تھا اسی قدر وہ اعلیٰ اور فصیح خطیب بھی تھا۔اس کا کلام عرب بھر میں عمدہ گنا جاتا تھا۔اس کی باتیں پُر دانش اور خطبہ طویل ہوا کرتا۔عرب اس کی دانش کی وجہ سے اس کی تکریم کیا کرتے تھے۔اس کا شمار بھی معمرین میں کیا جاتا تھا وہ بہت عرصہ تک زندہ رہا تھا۔مورخین نے اس کی عمر مختلف تحریر کی ہے تاہم خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر دوسو سال سے زیادہ تھی۔جوانی میں وہ عربوں کا سردار اور اعلیٰ پائے کا شہسوار تھا۔اس نے حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کو محض اس بات پہ قتل کر دیا تھا کہ اس نے خود کو عربوں سے برتر قرار دیا تھا۔وہ عربوں کا معلقہ گو شاعر تھا اور نثر میں اس کا کلام عمدہ اور اسلوب پسندیدہ تھا۔اس کا تمام کلام بہترین تھا اس کا ایک مشہور خطبہ وہ ہے جس میں وہ اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ!

''میرے بیٹو: میں نے اس قدر لمبی عمر پائی ہے کہ میرے آباؤ اجداد میں سے کسی نے بھی یہ عمر نہ پائی ہوگی۔آنے والے معاملے سے گریز ممکن نہیں اور اس یقینی بات سے بھی گریز ممکن نہیں کہ جو موت میرے آباؤ اجداد کو لے گئی میری ماؤں اور اولاد پر واقع ہو چکی ہے مجھ پر بھی واقع ہوگی۔لہٰذا جو نصیحت میں تمہیں کرنا چاہتا ہوں اس کو یاد رکھو۔خدا کی قسم میں نے جس کسی کو کسی بات کا طعنہ دیا اس نے مجھے بھی اسی قسم کا طعنہ دیا ہے۔اگر میں نے سچا طعنہ دیا تھا تو اس نے بھی سچا طعنہ دیا اگر میں نے اس کو غلط طعنہ دیا تو اس نے بھی غلط طعنہ دیا۔جس کسی نے گالی

دی اس کو بھی گالی دی گئی لہٰذا گالی دینے سے باز رہو کہ اس سے تمھاری عزتیں بچی رہیں گی۔ رشتہ داری کے تعلقات کو قائم رکھو تمھارے گھر آباد رہیں گے۔ پناہ گیر کی عزت کیا کرو وہ تمھاری اعلیٰ تعریف کرے گا۔ چچا کی بیٹیوں کو چچا کے بیٹوں سے بیاہ دیا کرنا اور اگر تم انھیں چھوڑ کر ان کی شادی اغیار میں کرنا چاہو تو اپنے ہم سر تلاش کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ عورتوں کے گھروں کو مردوں کے گھروں سے دور رکھا کرو کیونکہ اس سے غیر محرموں کو دیکھنے سے نگاہیں باز رہتی ہیں اور مرد زیادہ پاکباز رہ سکتا ہے اس لیے کہ جب آنکھیں چار ہوں گی اور ملاقات ہوگی تو یہ ایک بیماری بن جائے گی۔ جو شخص اوروں کی خاطر اس طرح غیرت نہیں کھاتا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے کھاتا ہے تو اس میں کوئی نہ کوئی کمی ہوگی۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی نے کسی کی بے حرمتی کی ہو پھر اس کی بے حرمتی نہ ہوئی ہو اپنے قرابت داروں کو دور کے لوگوں کے ظلم سے بچاؤ کیونکہ تمہیں اپنے رشتہ داروں پر ناز ہے اور وہ بھی تم پر اجنبیوں کی ذلت نہ آنے دیں گے۔ جب مقتولین کے بارے میں تم سے تنازع پیدا ہو جائے تو تمھارا حق جنگ کرنے کے لیے نہ ہو۔ کیونکہ کئی اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بذاتِ خود ہزار آدمی سے بہتر ہوتے ہیں اور دوستی مخالفت سے بہتر ہے۔ جب کوئی شخص بات کہے تو اسے یاد رکھو اور جب تم کوئی بات کہو تو مختصر کہو کیونکہ بہت باتیں کرنے میں لایعنی باتیں پائی جاتی ہیں۔ فوری موت کا آنا نڈھال کر دینے والی بیماری سے بہتر ہے جو دیر تک تمھاری ہڈیوں میں گھلتی رہے۔ میں جب کبھی زمانے کی وجہ سے رویا ہوں تو زمانہ اس کے بعد ایک مصیبت اور لے آیا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مجھے ایسے شخص نے غم میں ڈال دیا ہے جس کی بات کو میں اہمیت نہ دیتا تھا۔ جب بھی میں کسی خبر پہ متعجب ہوا ہوں تو اس کے بعد میں نے کوئی نہ کوئی عجیب بات دیکھی ہے۔ یاد رکھو: کہ قوم کا بہادر ترین شخص وہ ہے جو شفیق اور محسن ہو، بہترین موت وہ ہے جو تلواروں کے سائے میں آئے جو شخص غصے کے وقت سوچتا نہیں اس میں بھلائی کی کوئی بات نہیں۔ نہ اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جسے کسی بات پہ سرزنش کی جائے اور وہ باز نہ آئے اور نہ اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جس سے نیکی کی کسی کو امید نہ ہو اور لوگ اس کے شر سے خوفزدہ رہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کا کم دودھ دینا اس کے کثرت سے دودھ دینے سے بہتر ہے۔ والدین

کے ساتھ بدسلوکی کرنا اس کے نیک سلوک کو تباہ کردے گا۔کسی سے محبت کرنے میں حد سے نہ بڑھ جاؤ کیونکہ جو شخص کسی کی محبت میں حد سے بڑھ جائے گا۔انجام کار وہ قبیح قسم کے بغض کا شکار ہو جائے گا۔کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک انسان مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور پھر میں اس سے ملنے کے لیے گیا پھر زمانے نے پلٹا کھایا تو میں نے اسے آزمالیا۔یادرکھو حلیم طبع انسان آفات سے بچا رہتا ہے اور تلوار زخم لگاتی ہے۔میں مرا نہیں مگر بوڑھا ہو گیا ہوں جس کی وجہ سے مجھ میں کمزوری آ گئی ہے لہٰذا میں خاموش رہتا ہوں اور میرا دل بھی کمزور ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میری دھاڑ دھیمی پڑ گئی ہے ورنہ میں تو جنگل کا شیر تھا خدا تمہیں سلامت اور زندہ رکھے“

اتنا کہنے کے بعد عمرو بن کلثوم خاموش ہو گیا یعنی اس نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا جیسا کہ بیان کیا گیا وہ عربوں کا بہت بڑا شاعر بھی تھا اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کے کچھ شعر نقل کر دئے جائیں۔

وَاِنَّ غَدًا وَاِنَّ الْیَوْمَ رَھْنٌ
وَبَعْدَ غَدٍ بِمَا لَا تَعْلَمِیْنَا

آج، کل اور کل کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس کا تجھے علم نہیں ہے۔

صَدَدتّ الْکَاْسَ عَنَّا اُمَّ عَمْرٍو
وَکَانَ الْکَاسُ مَجْرَاھَا الْیَمِیْنَا

اے عمرو: تُو نے پیالے کو ہم سے دوسری جانب پھیر دیا ہے حالانکہ پیالے کا دَور دائیں جانب سے چلنا چاہیے۔

وَمَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ أُمُّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِكِ الَّذِیْ لَا تَصْبَحِیبنَا

اے عمرو: ہم تین ساتھیوں میں سے بدترین شخص نہیں کہ تو مجھے شراب نہ پیش کرے۔

وَمَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ أُمَّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِكِ الَّذِیْ لَا تَصْبَحِیْنَا

اے اُم عمرو: ہم تین ساتھیوں میں سے بدترین شخص نہیں کہ تُو ہمیں شراب نہ دے [*108]۔

نعیم بن ثعلبہ کنانی

نعیم بن ثعلبہ کنانی کا شمار بھی عربوں کے فصحاء میں ہوتا تھا وہ ایام حج کے موقع پر لوگوں کو خطبہ دیا کرتا تھا۔لوگ اس کا حکم مانتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے وہ جن امور سے ان کو روکتا عرب اس سے رُک جایا کرتے تھے اور جن کی طرف وہ لوگوں کی توجہ مبذول کراتا لوگ وہ امر کو اختیار کر لیتے تھے یہ عربوں کا پہلا شخص تھا جس نے نسئی کی رسم ایجاد کی وہ لوگوں کی سہولت کی خاطر حرام مہینوں کو اِدھر سے اُدھر کیا کرتا تھا۔ابو بکر انباری کہتا ہے کہ جب حاجی منیٰ سے روانہ ہوتے تو قبیلہ بنی کنانہ کا نعیم بن ثعلبہ کھڑا ہوتا اور لوگوں کو خطاب کرتا۔وہ لوگوں سے کہتا کہ میں وہ شخص ہوں جس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ہی میرے فیصلے کو کوئی رد کر سکتا ہے اس لیے کہ ہم عربوں میں صاحبِ عزت و وجاہت ہیں لوگ ہمارے فیصلوں پہ چلتے ہیں ہم لوگوں کے فیصلوں پر نہیں چلتے کوئی ہمارے نسب پہ طعن کی جرأت نہیں کر سکتا۔ہم وہ لوگ ہیں جو حج کے زمانے میں لوگوں کی راہنمائی اور خدمت کرتے ہیں۔لوگ ہمارے اشاروں کو سمجھتے ہیں اور ان پہ عمل پیرا رہتے ہیں۔ہم سخاوت اور شجاعت کے معاملے میں عربوں کے سردار ہیں لوگ ہم سے اور ہمارے اعمال سے خوب واقف ہیں۔ثعلبہ مکہ کی ایک پہاڑی سے لوگوں کو خطاب کیا کرتا اس کے ہاتھ میں ٹیکنے کے لیے عصا ہوا کرتا وہ لوگوں کو علم و معرفت کی باتوں سے آگاہ کرتا۔ایک بار عربوں کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ!

”تم جانتے ہو کہ عربوں میں مجھ سے بڑھ کر تم لوگوں کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے اس لیے تم پہ لازم ہے کہ اپنے سردار کی بات غور سے سنو کیونکہ جو اپنے سردار کی بات سے بے توجہی برتے گا

منزل سے پہلے ہی بھٹک جائے گا۔ جو راہبر کی بات نہ مانے گا منزل ہمیشہ اس سے روٹھی رہے گی چنانچہ خود کو اپنے حاکموں کی اطاعت پہ قائم رکھو اس لیے کہ اس امر سے پہلو تہی تمہیں ذلیل اور پراگندہ کر دے گی۔ اپنے شرف پہ دھیان دو کہ ہمارا شرف تو ہم کو نیکی پہ اکسانے والا اور بدی سے روکنے والا ہے۔ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچو کہ یہ انسان کے لیے کمائی کا رذیل ترین ذریعہ ہے۔ لوگو: اپنے اعمال پہ نظر رکھو کہ تمھارے بہت سے اعمال دوسروں کو دکھ دیتے ہیں جن کا تمہیں شعور ہی نہیں ہوتا۔ ظلم سے بچو کہ مظلوم جب چولا بدلتا ہے تو ایک اور ظالم جنم لیتا ہے۔ اپنے شعار پہ قائم رہو اور اپنے نسب پہ فخر کرو لوگوں کی باتیں غور سے سنو اور ان سے اپنی عقل کے مطابق سبق حاصل کرو۔ ضروری نہیں کہ کسی کی کہی ہوئی ہر بات تمھارے لیے فائدہ مند ہو۔ انتخاب کا معاملہ تو تم پہ ہے اپنے حالات اور واقعات سے آگاہ آدمی ٹھوکر نہیں کھاتا بلکہ فکر و تدبر اسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرے اس لیے پیروی کرنے والوں کی بجائے راہنمائی کرنے والے بنو کہ یہی تمھارے آباء کی رسم رہی ہے''۔

جب وہ اپنا خطبہ مکمل کر لیتا اور لوگ اس کی باتوں کی تائید کرتے تو اس سے درخواست کرتے کہ وہ حرمت کے فلاں مہینے کو موخر کر دے اور وہ محرم کو موخر کر کے اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دے دیتا اس لیے کہ وہ لوگ مسلسل تین مہینوں تک غارت گری سے رکنے والے نہ تھے کیونکہ غارت ہی تو ان کی معاش تھی۔ عربوں میں اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ اللہ کو ان پہ رحم آیا اور نبی اکرم ﷺ ان کے درمیان مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مسلمانوں کو اس امر سے رک جانے کا حکم دیا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ مہینوں کا یہ ردو بدل تو اپنے کفر میں اضافہ کرنے جیسا ہے۔ ان کا ایک شاعر کہتا ہے کہ!

أَلَسْنَا النَّاسِئِيْنَ عَلَى مَعَدٍّ
شُهُوْرَ الحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

کیا ہم وہی نہیں ہیں جو قبیلہ معد کے لیے حلال مہینوں کو مؤخر کر کے ان کو حرام قرار دیتے ہیں۔

وَ كُنّا النّاسِئِيْنَ عَلَى مَعَدٍّ
شُهُوْدُهُم مِنْ مَحَرَامَ الْحَيِيْلِ

ہم معد کے لیے ان کے حرام مہینوں کو موخر کر کے حلال بنا دیا کرتے ہیں [*109]۔

نَسَاُوْ االشُّهُوْرَا بِهَا وَاكَانُوا أَهْلَهَا
مِنْ قَبْلِكُمْ والعِزُّ لَمْ يَتَحَوَّلِ

انھوں نے مکے میں مہینوں کو مقدم و موخر کیا حالانکہ وہ تم سے پہلے وہاں کے رہنے والے تھے اور طاقت بدل کر کسی اور میں نہیں گئی تھی

[*110]۔

عرب زبان آور تھے وہ اپنے مطالب اور مقاصد کو پوری طرح منتقل کرنے پہ قدرت رکھتے تھے۔ اسلام سے پہلے بھی اور اسلام آنے کے بعد بھی ان میں اعلیٰ درجے کے خطیبوں کی کوئی کمی نہ تھی۔

عہد اسلامی کے خطبے

اہل عرب تو مدتوں سے فصاحت و بلاغت کے عروج پہ تھے اس پہ جب وہ قرآن کے امین ہوئے تو انھوں نے جانا کہ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت ان کی استطاعت سے بالا ہے اسی لیے وہ اس کتاب پر ایمان لائے۔ یاد رہے پہلے پہل جب وہ اسلام کے مقابلے میں انکار اور ضد پہ اڑے تھے تب بھی ابو جہل اور ابو سفیان جیسے دشمن اسلام راتوں کو چھپ چھپ کر قرآن سنا کرتے تھے چونکہ وہ صاحب زبان لوگ تھے اور زبان کی برتری ان کے خون میں شامل تھی اس لیے وہ پہلے دن سے ہی جانتے تھے کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے، اُن کا انکار تو عرب کی قبائلی عصبیت کی وجہ سے تھا اور انھوں نے کبھی اس بات کو چھپایا بھی نہ تھا۔ چنانچہ عہد اسلامی کے خطبے بھی اپنی ایک شان رکھتے ہیں جو غایت درجے کے فصیح اور انتہائی کامل اور بلیغ ہیں۔ ان میں خلفائے راشدین اور دیگر لوگوں کے بہت سے خطبے پائے جاتے ہیں جن کو سن کر کان لذت حاصل کرتے ہیں اور عقل کو راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی زبان اتنی فصیح ہے کہ بڑے بڑے عقلمند بھی متحیر اور متعجب ہوتے ہیں۔ یہ خطبے حکمتوں اور اسرار پر مشتمل ہیں ان میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں

جو دنیا اور دار القرار یعنی آخرت دونوں کی بھلائی کا باعث بنتی ہیں اور ان کے کلمات ایسے ہیں جو انسان کو اللہ کی رضامندی کے قریب کر دیتے ہیں اور ہلاکت کے گھر سے دور کر دیتے ہیں۔ کتاب "**نہج البلاغہ**" ہی کو دیکھیں جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ [111*] کے خطبے ہیں اور وہ عبارتیں ہیں جو کلام الٰہی کے نور سے اخذ کی گئی ہیں اور وہ سورج ہے جو گفتار نبوی کی فصاحت سے روشن ہوتا ہے۔ اسی طرح قرن ثانی کے لوگوں کو دیکھیں تو وہ بھی خالص عربوں کی فصاحت کے ہم پلہ ہی ہیں۔ ابوبکر نے اپنی سند سے جو ابن کلبی تک جاتی ہے اور ابن کلبی نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے معصب بن ابن زبیر کو قتل کیا تو اس کے بعد منبر پر چڑھ کر لوگوں کو خطاب کیا!

"سب سے پہلے تو اس نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجا اس کے بعد کہا لوگو میری بات سنو: جنگ کڑوی اور مشکل ہوتی ہے اور صلح امن و مسرت ہے۔ جنگ نے ہمیں دھکیلا اور ہم نے اسے دھکیلا لہٰذا ہم جنگ کو پہچان گئے اور اس سے مالوف ہو گئے۔ چنانچہ ہم اس کے بیٹے ہیں اور یہ ہماری ماں ہے۔ لوگو: ہدایت کے طریقے پر قائم رہو اور تباہ کرنے والی خواہشات کو چھوڑ دو، اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہنے سے باز رہو۔ ہمیں ان اعمال کے کرنے کی تکلیف نہ دو جو مہاجرین اول کے اعمال تھے اور تمہیں تو ان اعمال کا بھی علم نہیں اور میرا نہیں خیال کہ نصیحت کرنے کے بعد بھی تم میں شرارت کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ ہو گا تمھارے سامنے عذر پیش کر دینے اور حجت قائم کر دینے کے بعد سزا کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آج کے بعد تم میں سے جو چاہے پھر سے ویسی ہی باتیں کر دیکھے۔ میری اور تمھاری مثال ایسی ہے جیسے قیس بن رفاعہ نے کہا ہے کہ!

مِنْ یَصِلَ یَارِیْ بِلَاذَنْبٍ وَلَا تِرَۃٍ
یَصِلَ بِنَارِ کَرِیْمٍ غَیْرِ غَدَّارٍ

جو شخص بغیر جرم اور بغیر کینے کے میری آگ کو سینکے گا وہ ایک شریف اور دھوکا نہ کرنے والے انسان کی آگ سینکے گا۔

أَنَا النَّذِيْر لَكُم مِنِّي مُجَاهَرَةً
كَيْ لَا أُلَامَ عَلَى نَهِيٍ وَاءِنْذَارِ

میں اعلانیہ تمہیں تنبیہ کرتا ہوں تا کہ پھر کوئی مجھے اس بات پر ملامت نہ کرے کہ میں نے تمہیں منع کیوں نہ کیا تھا یا تنبیہ کیوں نہ کر دی۔

فَإِنْ عَصَيْتُمْ مَقَالِي الْيَوْمَ فَاعْتَرِفُوْا
اَنْ سَوْفَ تَلْقَوْنَ خِزْيًا ظَاهِرَ الْعَارِ

اگر آج تم میری بات نہ مانو گے تو یاد رکھو کہ عنقریب تمہیں ایسی رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا جس کی عار سب پر واضح ہوگی۔

لَتَرْجِعُنَّ أَحَادِيْثًا مُلَعَّنَةً
لَهْوَ الْمُقِيْمِ وَلَهْوَا لِمُدْلِجِ السَّارِيْ

پھر تم دور کی مذموم قصے کہانیاں بن جاؤ گے جو ہر مقیم اور رات کے مسافر کے لیے دل بہلانے کی چیز ہوگی۔

مِنْ كَانَ فِيْ نَفْسِهٖ حَوْجَاءُ يَطْلُبُهَا
عِنْدِيْ فَأِنِّي لَهٗ وَهْنٌ بِاِصْحَارِ

جس کسی کے دل میں کوئی حاجت ہو جسے وہ مجھ سے حاصل کرنا چاہتا ہو تو آئے اور کر لے

کیونکہ میں تو کھلے میدان میں نکلنے کا شائق ہوں۔

اُقِيۡمُ عَوۡجَتَهٗ اِنۡ كَانَ ذَاعِوَجٍ
كَمَا يُقَوِّمُ قِدۡحَ النَّبۡعَةِ البَارِئُ

اگر اس میں کجی ہوگی تو میں اس کجی کو دور کر کے اس طرح سیدھا کر دوں گا جس طرح تراشنے والا نبع درخت کے تیر کو سیدھا کرتا ہے۔

وِصَاحِبُ الۡوِتۡرِ لَيۡسَ الدَّهۡرِ مَدۡرِكَهٗ
عِنۡدِىۡ وَ اِنِّى لَدَرَّاكٌ لِاَوۡ تَارِىۡ

کوئی کینہ جو مجھ پہ اپنا کینہ نکال نہیں سکتا حالانکہ میں اپنے کینے کو خوب نکالتا ہوں[*112]۔

عربوں کا یہ خطبہ بھی ابوبکر نے روایت کیا ہے جس کے مطابق جعفر بن سلیمان [*113] نے کسی بدوی کو کسی چشمے کا حاکم بنادیا اس بدوی نے جمعے کے دن خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ!

" اللہ کی حمد وثنا کے بعد جانو کہ دنیا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے ہمیں آخرت کو پہنچنا ہے اور آخرت دارِ قرار ہے۔لہٰذا تم اس گزرگاہ سے اپنی قرارگاہ کے لیے کچھ زادِ راہ مہیا کر لینا چاہیے اور اس خدا کے سامنے جس سے تمھارے اسرار مخفی نہیں ہیں اپنی پردہ دری نہ کرو اور پیشتر اس سے کہ تمھارے بدن اس دنیا سے نکل جائیں تم اپنے دلوں کو اس سے نکال لو تم اسی دنیا میں زندگی گذاروگے مگر تمہیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس نے پیچھے کیا چھوڑا ہے مگر اس کا استقبال کرنے والے فرشتے اس سے

دریافت کرتے ہیں کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے۔خدا تمھارے آباء کا بھلا کرے کسی قدر مال آگے بھیجا کرو یہ تمہارا اللہ پر قرض ہوگا سارے کا سارا مال پیچھے نہ چھوڑا کرو یہ تمھارے سر پہ بار ہوگا۔میں یہ الفاظ کہتا ہوں اور اللہ سے خود کے لیے اور تمھارے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں ''[*114]

ابوبکر نے روایت کیا ہے کہ اس نے ابوعثمان توزی سے اور اس نے ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ مامور حارثی[*115] اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے آسمان اور ستاروں کی طرف دیکھا اور پھر دیر تک سوچتا رہا اس کے بعد اس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا اور ان سے کہا میری طرف متوجہ ہو جاؤ''۔

''لوگوں اپنے دلوں اور نگاہوں کو میری طرف موڑ دو کہ اسی طرح میری نصیحت تمھارے لیے کارگر ہو سکتی ہے۔تمھاری نفسانی خواہشات کو تمھاری خوشیاں منانے نے بلند کر دیا ہے اور گدلا پن تمھارے دلوں پہ غالب آچکا ہے جہالت نے تمھاری نگاہ کو باریک کر دیا ہے۔جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت ہے زمین پست ہے اور آسمان بلند ہے۔سورج طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی اور ستارے رات کو چلتے ہیں اور پھر مخفی ہو جاتے ہیں۔مہینے کے ابتدائی حصے چاند کو نکالتے ہیں اور آخری حصے اس کو مٹا دیتے ہیں۔بے وقوف مالدار ہے اور ہوشیار و دراک کم مال والا ہے۔نوجوان عین جوانی میں مر جاتا ہے اور نہایت بوڑھا آدمی پیچھے رہ جاتا ہے۔کوچ کر کے چلے جانے والے واپس نہیں آتے اور جنھیں ٹھہرایا گیا ہے وہ آگے نہیں بڑھتے ۔بارش کو ایک اندازے کے مطابق چھوڑا جاتا ہے جس سے آگ اور نباتات زندہ ہو جاتی ہیں، درختوں کے پتے اور پھلوں کے شگوفے نکل آتے ہیں ، پھول اگتے ہیں اور سخت پتھر سے پانی پھوٹتا ہے پھر وہ مٹی کے ڈھیلوں کو پھاڑ کر قسم قسم کی سبزیاں نکالتا ہے پھر وہ مخلوق کو زندہ کرتا ہے اور چوپائیوں کا پیٹ بھرتا ہے بھیڑ بکریوں کو نشو ونما دیتا ہے۔ان تمام امور میں مدبر اور مقدر کے واضح دلائل پائے جاتے ہیں جو پیدا کرنے

والا اور شکل عطا کرنے والا ہے۔اے بھاگنے والی عقلو اور بھڑک اٹھنے والے دلو: تم کدھر بھکے ہوئے پھر رہے ہو اور تم کس غایت کی طرف تیزی سے جا رہے ہو۔اگر دلوں کے پردے اٹھا دیئے جائیں اور آنکھوں کے سامنے سے پردے دور ہو جائیں تو شک کا پردہ پھٹ جائے گا اور یقین ظاہر ہو جائے گا اور وہ شخص جس پر گمراہی غالب آ چکی ہے وہ جہالت کے نشے سے جاگے اور ہوش میں آ جائے''۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کی خلافت سنبھالی تو انھوں نے مسلمانوں کو اس طرح مخاطب کیا!

''اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا: کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تمھارا سردار بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو اور اگر میں غلط راہ اختیار کروں تو بھی تم پہ فرض ہے کہ مجھ کو سیدھے رستے پہ قائم کرو۔راستی و راست گفتاری امانت ہے اور دروغ گوئی خیانت ہے تم میں جو ضعیف ہے میرے نزدیک وہ قوی ہے اور جب تک میں اس کا حق نہ دلوا لوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا اس لیے کہ جب کوئی قوم جہاد ترک کر دیتی ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دینا کیونکہ پھر تم پہ میری اطاعت فرض نہ ہوگی۔

اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ اور وصیت ہے اور شدتِ علالت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

اسے رک رک کر لکھوا رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے روتے ہوئے لکھ رہے تھے اس وصیت کا مضمون یہ ہے۔

”یہ وہ عہد ہے جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا ہے جب اس کا آخری وقت دنیا میں اور اول وقت آخرت کا ہے، ایسی حالت میں کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر بھی یقین کر لیتا ہے میں نے تم لوگوں پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ہے اور میں نے تم لوگوں کی بھلائی اور بہتری میں کوتاہی نہیں کی۔ پس اگر عمر رضی اللہ عنہ نے صبر و عدل سے کام لیا تو یہ میری اس کے ساتھ واقفیت تھی اور اگر اس نے برائی کی تو مجھے غیب کا علم نہ تھا اور میں نے تو بہتری اور بھلائی کا قصد کیا ہے اور ہر شخص کو اپنے اعمال کے نتیجے کا سامنا کرنا پڑے گا اور جنھوں نے ظلم کیا وہ عنقریب دیکھ لیں گے وہ کس پہلو پھیرے جاتے ہیں۔

اس کے بعد انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مخاطب کیا ور کہا:

”اے عمر رضی اللہ عنہ: میں نے تم کو اصحابِ رسول ﷺ پہ اپنا نائب بنایا ہے اللہ تعالیٰ سے ظاہر و باطن سے ڈرتے رہنا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بعض حقوق ہیں جو رات کے متعلق ہیں ان کو وہ دن کے وقت قبول نہیں کرے گا۔ اسی طرح اس کے بعض حقوق دن کے متعلق ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرے گا اور یاد رکھنا کہ جب تک فرائض ادا نہ کیے جائیں وہ نفل قبول نہیں کرتا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ: جن کے اعمال صالح قیامت میں وزنی ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہیں اور جن کے نیک اعمال کم ہوں گے وہ مبتلائے مصیبت کیے جائیں گے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ ترغیب و ترہیب اور انذار و بشارت کی آیات قرآن میں ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں تاکہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس سے مغفرت طلب کرتا رہے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید میں جب اہل نار کا ذکر آئے تو دُعا کرنا کہ اے اللہ تُو مجھے ان میں شامل نہ کرنا، اور جب اہل جنت کا ذکر آئے تو اللہ سے دُعا کرنا کہ اے اللہ مجھے اِن میں شامل کر دے

۔اے عمر رضی اللہ عنہ: اگر تم میری نصیحت پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس ہی بیٹھا ہوا پاؤ گے [*116]۔

سخاوت، مہمان نوازی

عربوں کی خصوصیات بے پناہ اور اُن کا تذکرہ بسیط ہے جن کو اِن اُوراق میں بیان کیا جا رہا ہے۔ان کی ساری خصوصیات ایک طرف اور ان کی سخاوت ایک طرف۔یعنی ان کی سخاوت ان کی تمام خوبیوں پہ حاوی تھی۔عرب مال و دولت کی ہوس سے خود کو دور رکھتے تھے اور بطور احسان اپنا مال لوگوں میں بانٹتے رہتے تھے۔اور یہ ایسا معاملہ ہے جو محتاج بیان نہیں۔اس ضمن میں کسی دلیل کی ضرورت بھی نہیں اس لیے کہ دوست اور دشمن سب اس بات کے گواہ ہیں،قریب اور بعید کے آثار اس کے معترف ہیں کہ جب اُن کے ہاں کوئی مہمان اتر آتا تو جیسے اُن کی عید ہو جاتی اور وہ گویا اسے اپنا حاکم بنا لیتے اور اس کی خاطر اپنی کسی بھی قیمتی چیز کو کوئی وقعت نہ دیتے اور یہ ان کے اشعار ہیں جو اِن کی فطرت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔وہ لوگ جن امور کے عادی تھے اور جن امور کی طرف اُن کا میلان تھا اِن امور پر یہ اشعار خوب روشنی ڈال رہے ہیں۔ہمارے لیے اِن کا مکمل بیان تو یہاں ممکن نہیں کہ کوئی بحر محیط کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے کہ ایسا کرنے سے تو فہموں کی رسائی تنگ ہو کر رہ گئی ہے مگر محال چیز کی وجہ سے ممکن الحصول چیز کو ترک تو نہیں کیا جا سکتا

لہٰذا اس موجزن سمندر کے موتیوں کی چندلڑیوں سے اس کتاب کی بے زیور گردن کو آراستہ کیے بغیر بھی چارہ نہیں!

وَ مُسْتَنْبِحٍ بَاتَ الصَّدَى يَسْتَتِيهُهُ
اِلَى كُلِّ صَوْتٍ فَهُوَ فِى الرَّحْلِ جَانِحُ

ایک مسافر شب کو گونج کی آواز نے رات بھر ایسا پریشان کیے رکھا کہ وہ ہر آواز کی طرف لپکتا اور بالآخر میرے ہی ڈیرے کی طرف مائل ہوا۔

فَقُلْتُ لأَهْلِى ما بُغَام مَطِيَّةٍ
وَسَارٍ أَضَافَتْهُ الكِلَابُ النَّوَابِحُ

اس پر میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ یہ اونٹنی کی اور رات کو چلنے والے کی آواز کیسی ہے جیسے بھونکنے والے کتے ضیافت کی طرف بلا رہے ہوں۔

فَقَالوا غَرِيْبٌ طَارِقٌ طَوَّحَتْ بِهٖ
مُتُون الْفَيَافِىْ والخُطُوبُ الطَّوارحُ

انھوں نے جواب دیا کہ یہ ایک پردیسی مسافر شب ہے جسے بیابانوں کی وسعتیں اور دھکیلنے والی مصیبتوں نے گردش میں ڈال رکھا ہے۔

فَقُمْتُ وَ لَمْ اَجْثِمْ مَكَانِى وَلَم تَقُمْ
مَعَ النَّفسِ عِلَّاتُ البخيل الفواضح

یہ سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی جگہ سے چمٹا نہیں رہا اور میرے ساتھ بخیل آدمی کو رسوا کرنے والے اسباب نہیں اٹھے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ نَادَیْتُ شِبْلاً فَاسْتَجَابَ وَ رُبَّمَا
ضَمِنَّا قِرَی عَشْرٍ لِمَنْ لَا نُصَافِحُ

میں نے شیر کے بچے یعنی اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ آ گیا اور ایسا کئی بار ہوا کہ ہم نے ایسے اجنبیوں کی دس دس راتوں تک مہمان نوازی کرنے کا ذمہ لے لیا جن سے ہم نے کبھی مصافحہ بھی نہ کیا ہوتا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَقَامَ اَبُو ضَیْفٍ کَرِیمٌ کَأَنَّهُ
وَ قَدْ جَدَّ مِنْ فَرْطِ الْفُکَاهَةِ مَازِحُ

لٰہذا سخی میزبان یعنی میں خود اٹھا اور اس نے مہمان سے اس قدر فراخ دلانہ باتیں کیں کہ محسوس ہونے لگا گویا وہ ہنسی مذاق کر رہا ہے حالانکہ وہ تو سنجیدگی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِلَی جِذْمِ مَالٍ قَدْ نَهَكْنَا سَوَامَهُ
وَ اَعْرَاضُنَا فِیْهِ بَوَاقٍ صَحَائِحُ

وہ اٹھ کر اصیل اونٹوں کی طرف آیا جن میں سے ہم نے چرنے والے اونٹوں کو ضیافتوں میں فنا کر دیا تھا اور اس ضمن میں ہماری عزتیں صحیح وسلامت رہی تھیں کہ ہمیں کسی نے کبھی بخل کا الزام لگا کر رسوا نہ کیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

جَعَلْنَا دُوْنَ الذّمّ حَتّٰی کأنّہٗ
اِذَا عُدّ مَالُ الْمکثرِیْنَ الْمَنَائح

ہم نے اِن اونٹوں کو اپنی نیک نامی کے لیے ڈھال بنا لیا ہے یہ اونٹ باثروت بخیلوں کے یہاں بے شک مال میں شمار ہوتے رہیں مگر اپنے یہاں ان کی حیثیت منیحۃ [117*] کی سی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

لَنَا حَمْدُ اَرْبَابِ المِئِیْنَ وَلَا یُرَی
اِلَی بَیْتِنَا مَالٌ مَعَ اللّیْلِ رَائحٌ

ہماری اتنی تعریف کی جاتی ہے جتنی کہ سینکڑوں اونٹوں کے مالک کی جاتی ہے حالانکہ ہمارا کوئی مال شام ہوتے واپس آتا دکھائی نہیں دیتا یعنی ہم اس قدر سخی ہیں کہ اپنا مال چراگاہ میں بھیجتے ہی نہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

مرہ بن محکان التیمی السعدی [118*] کہتا ہے کہ:

یَا رَبّۃَ البَیْتِ قُومِی غَیرَ صَاغِرَۃٍ
ضُمّی اِلَیْكِ رِحَالَ الْقَومِ وَالْقُرُبَا

اے گھر والی: ذلیل ہوئے بغیر اٹھ کھڑی ہو اور ان لوگوں کے پالانوں اور اسلحہ کو اکٹھا کر کے رکھ دے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فِیْ لَیْلَۃٍ مَنْ جُمَادٰی ذَاتِ اَنْدِیَۃٍ
لَا یُبْصِرُ الْکَلْبُ مِنْ ظَلْمَاءِ ھا الطُّنُبَا

موسم سرما کی ایسی رات میں جس میں تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہو اور ایسی تاریکی ہو کہ کتا طنابیں بھی نہ دیکھ سکتا ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَا یَنْبَحُ الْکَلْبُ فِیْھَا غَیْرَ واحِدَۃٍ
حَتّٰی یَلُفَ عَلَی خَیْشُو مِہٖ الَّذنَبَا

یہ رات اس قدر سرد ہے کہ کتا صرف ایک بار بھونک کر اپنی دُم اپنی ناک پہ لپیٹ لیتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مَاذَا تَرَیْنَ اَنْدُ نِیْھِم لَاَ رَحْلِنَا
فِی جَانبِ الْبَیْتِ اَمْ نَبْنِی لَھُم قُبَبَا

تمھارا کیا خیال ہے کیا ہم انھیں اپنے گھر کے پہلو میں اپنے ڈیرے کے قریب لے آئیں یا اِن کے لیے الگ خیمے لگا دیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لِمُرْمِلِ الزادِ مَعْنِیٍّ بِحَا جَتِہٖ
مَنْ کَانَ یَکْرَہُ ذَمًا اَوْ یقی حَسَبَا

ہم یہ خیمے ان لوگوں کے لیے گاڑیں جن کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہو اور وہ اپنی حاجت لے کر کسی ایسے شخص کے پاس آئے ہوں جو مذمت کو ناپسند کرتا ہو اور اپنی عزت کو بچاتا ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَقُمْتُ مُسْتَبْطِنًا سَيْفِى فَأَعْرَضَ لِى
مِثْلُ الْمَجَادِلِ كُوْمٌ بَرَّكَتْ عُصَبَا

اور میں اپنی تلوار کو چھپائے ہوئے اٹھا تو مجھے اپنے سامنے محل کی طرح بلند اونچی بڑے بڑے کوہانوں والی اور گروہ گروہ ہو کر بیٹھی ہوئی اونٹنیاں دکھائی دیں۔

فَصَادَفَ السَّيْفُ مِنْهَا سَاقِى مُتْلِيَةٍ
جَلْسٍ فَصَادَفَ مِنْهُ سَاقَهَا عَطَبَا

میری تلوار ایک بچے والی اونٹنی کی پنڈلی کو لگی جو بڑے ہی مضبوط جسم والی تھی اور اس سے اس کی پنڈلی کٹ گئی۔

زَيَّافَةٍ بِنْتِ زَيَّافٍ مُذَكَّرَةٍ
لَمَّا نَعَوْهَا لَرَاعِى سَرْحِنَا انْتَحَبَا

یہ اکڑ کر چلنے والی اور اکڑ کر چلنے والے اونٹ کی بیٹی ہے اور قامت میں نر اونٹ کے مشابہ ہے جب اس کے ذبح کیے جانے کی خبر ہمارے جانوروں کے چرانے والے کو ملی تو وہ زار و قطار رونے لگا۔

اَمْطَيْتُ جَازِرَنَا أَعْلَى سَنَاسِنِهَا
فَصَارَ جَازِرُنَا مِنْ فَوْقِهَا قَتَبَا

میں نے قصاب کو اس کی کوہان کے اوپر کے حصے پہ سوار کر دیا اور اوپر چڑھنے کے بعد وہ کوہان

پر یوں معلوم ہونے لگا جیسے پالان ڈال دیا گیا ہو۔

يُنَنفِتُّش اللَّحْمَ عَنْهَا وَهِيَ بَارِكَةٌ
كَمَا تُنَشْنِشُ كَفًّا فَاتِلٍ سَلَبَا

اور وہ اس کے گوشت کو جب کہ یہ بیٹھی ہوئی تھی اس طرح جلدی جلدی اتار رہا تھا جس طرح قاتل کے دونوں ہاتھ مقتول کے مال کو لوٹنے میں پھرتی دکھا رہے ہوں۔

وقُلْتُ لَمَا غَدَوْا أُوصِي قَعِيدَتَنَا
غَدِّي بَنِيكِ فَلَنْ تَلْقِيهِمِ حِقَبَا

جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان اپنے بیٹوں یعنی مہمانوں کو صبح کا کھانا دو کیونکہ تُو کئی سالوں تک انھیں پھر نہ دیکھ سکے۔

أُدْعَى أَبَاهُمْ وَلَمْ أُقْرَفْ بِأُمِّهِمِ
وَقَدْ عَمِرْتُ وَلَمْ أَعْرَفْ لهم نَسَبَا

مجھے ان کا باپ کہا جاتا ہے حالانکہ مجھے ان کی والدہ کے ساتھ مہتمم نہیں کیا گیا اور باوجود اس قدر عمر گذار دینے کے مجھے ان کے نسب تک کا پتہ نہیں۔

أَنَا ابْنُ مَحْكَانِ اَخْوَالِي بَنُو مَطَرٍ
اَنْمِي اِلَيْهِمْ وَكَانُوا مَعْشَرًا نُجُبَا

میں محکان کا بیٹا ہوں اور بنو مطر میرے ماموں ہیں اور میں انھی کی طرف منسوب ہوتا ہوں اور وہ اصیل لوگ تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

و مُسْتَنْبِحٍ قَالَ الصَدَى مِثْلَ قَوْلِهِ
حَضَأتُ لَهُ نَاراً لَهُ حَطَبٌ جَزْلٌ

کئی ایک رات کے وقت کتوں کی طرح بھونک کر کتوں کو بھونکانے والے مسافر تھے جن کی آواز کی گونج انھی کے قول کی طرح تھی اور میں نے ان کے لیے آگ روشن کر رکھی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر ادھر آسکیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَقُمْتُ اِلَيْهِ مُسْرِعًا فَغَنِمْتُهُ
مَخَافَةَ قَوْمِي اَنْ يَفُوزُوا بِهِ قَبْلُ

جب وہ آ گیا تو میں جلدی سے اٹھ کر اس کی طرف آ گیا اور اسے اپنے ہمراہ لے آیا کہ مبادا میری قوم مجھ سے پہلے اسے اچک لینے میں کامیاب نہ ہو جائے[119*]۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَوْسَعَنِي حَمْداً وَاَوْسَعْتُهُ قِرىً
وَاَرْخِصْ بِحَمْدٍ كَانَ كَاسِبُهُ الأَكْلُ

اس نے میری بڑی تعریف کی میں نے بھی دل کھول کر اسکی ضیافت کی اور وہ تعریف جو صرف ایک کھانا کھلانے سے حاصل ہو جائے وہ کس قدر سستی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تَرَكْتُ ضَأنِیْ تَوَدُّ الذِّئبَ راعِيَهَا
وأَ نَّهَا لَا تَرَ انِیْ آخِرَ الأَبَدِ

میں نے اپنی بھیڑوں کی یہ حالت کردی ہے کہ اب وہ چاہتی ہیں کہ اے کاش کوئی بھیڑیا ان کا چرواہا ہوتا اور اے کاش وہ مجھے تا ابد کبھی نہ دیکھ سکیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَلذِّئبُ یَطْرُقُهَا فِی الَّدهْرِ وَاحِدَةً
وَكُلَّ یَوْمٍ تَرَانِی مُدْیَةٌ بِیَدِی

اس لیے کہ بھیڑیا تو پھر بھی زندگی میں کبھی کبھی حملہ کرتا ہے مگر مجھے یہ میرے مہمانوں کی وجہ سے روز دیکھتی ہیں کہ میرے ہاتھ میں چھری ہے اور میں ان کی طرف رواں ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَمَا اَنَا بِالسَّاعِی اِمِّ عَاصِمٍ
لِاَضْرِبَهَا اِنِّی اِذاً لَجَهُوْلُ

اور میں دوڑ کر اُم عاصم کو مارنے کے لیے جانے والا نہیں ہوں کہ اگر میں ایسا کروں تو میں جاہل ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَكِ الْبَیْتُ اِلاَّ فَیْئَةً تُحْسِنِیْنَهَا
اِذَا حَانَ مِنْ ضَیْفٍ عَلَیَّ نُزُوْلُ

اے اُم عاصم! گھر تیرا ہی ہے ماسوا اس لمحے کے جو تو اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے مہمان کے نازل ہونے پر، یعنی جب مہمان اتر آئے تو اس کی اچھی طرح خدمت کیا کرو کہ مہمان کی آمد کا لمحہ اس کے لیے وقف ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اور بنی اسد کا ایک شاعر [*120] کہتا ہے کہ

وَسَو دَاءَ لَا تُکْسَى الرِّفَاعَ نَبِيْلَةٍ
لَهَا عِنْدَ قَرَّاتِ الْعِشِيَّاتِ أزْمُلُ

ایک سیاہ رنگ کی بہت بڑی ہنڈیا ہے جسے چیتھڑوں سے ڈھانپا نہیں جا سکتا اور جو ٹھنڈی راتوں میں بڑے زور سے جوش مارتی ہے۔

اِذَا مَا قَرِيْنَا هَا قِرَ اهَا تَضَمَّنَتْ
قِرَى مَنْ عَرَ انَا او تَزِيْدُ فَتُفْضِلُ

جب ہم اس میں گوشت ڈال دیتے ہیں تو یہ اِن لوگوں کی ضیافت کی ضامن ہو جاتی ہے جو ہمارے پاس آتے ہیں اور اگر کچھ بچ جائے تو اوروں پر بھی مہربانی کرتی ہے۔

اور عربوں کا ایک اور شاعر عروہ بن ورد [*121] کہتا ہے کہ!

سَلِی الطَّارِقَ الْمُعْتَرِيَا أُمَّ مَالِكٍ
اِذَا مَا أَتَانِیْ بَيْنَ قِدْرِیْ و مَجْزَرِیْ

اے مالک! رات کے آنے والے محتاج سائل سے دریافت کر جب وہ میری ہنڈیا اور میرے مذبح خانہ کے درمیان میرے پاس آتا ہے

أ یُسْفِر ُ وَجْهِی ُ أَنَّه ٗاَوَّل ُالقِرٰیٰ
وَ ابذُلُ مَعْرُو فِی ُلَه ُدُوْن ٗمُنكَرِیٰ

کیااسے دیکھ کرمیرا چہرہ روشن ہوجاتا ہے یانہیں اور کیا میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں یا برے طریقے سے پیش آتا ہوں۔

ایک اور شاعر[122*]کہتا ہے کہ

وَاِنَّا لَمَشَّا وُ وْن بَیْنِ رِحَالِنَا
اِلَی الضَّیْفِ مِنَّا لَاحِفٌ وَمُنِیْم ُ

ہم اپنے گھروں میں اپنے مہمانوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں ہم میں سے کچھ توانھیں لحاف اوڑھنے کودیتے ہیں اور کچھ باتیں کرتے کرتے اسے سُلادیتے ہیں۔

فَذُو الحِلمِ مِنَّا جَاهِلٌ دُوْنَ ضَیْفِه
وَ ذُو الْجَهْلِ مِنَّا عَنَ اَ ذَاه ُحَلِیْم ُ

ہماراحلیم الطبع آدمی مہمان کی حفاظت میں اجڈ ہوجاتا ہے اور ہمارے اجڈ لوگ مہمان کوتکلیف نہ دینے کی وجہ سے حلیم معلوم پڑتے ہیں۔

اور ابن ھرمہ[123*] کہتا ہے کہ!

اَغْشَی الطَرِیقَ بِقُبَّتِیْ وِرِ وَ اقِهَا
وَ اَحُلٌ فِیْ نَشَزِ الرُّبَا فاُقِیْم ُ

میں راستوں کو اپنے خیمے اور شامیانے کے ساتھ ڈھانپ دیتا ہوں اور ایک بلند مقام پر ڈیڑہ ڈال کے مقیم ہو جاتا ہوں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

اِنّ امرأً جعَلَ الطَّرِيقَ لِبَيْتِهِ
طُنُبًا و اَنْكَر حَقَّهُ لَلَئِيمُ

وہ شخص جو راستے بھر میں اپنے خیمے کے لیے طنابیں گاڑ دے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ یقیناً کمینہ ہے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

وَ مُسْتَنْبِحٍ تَسْتَكْشِطُ الرِّيحُ ثَوبَهُ
لِيَسْقُطَ عَنْهُ وَهُوَ بِالثّوبِ مُعْصِمُ

رات کو آنے والوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کے کپڑوں کو کھول کر ہوا پھینک دینا چاہتی ہے اور وہ اپنے کپڑے سنبھالتا ہے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

عَوَى فِیْ سَوَادِ اللَّيْلِ بَعْدَ اِعتِسَافِهِ
لِيَنْبحَ كَلْبٌ او لِيفْزَعُ نُوَّمُ

وہ رات کی تاریکی میں راستے سے بھٹک جانے کے بعد بھونکا تاکہ اس کی آواز سن کر کتا بھونکے یا سوئے ہوئے لوگ ہی بیدار ہو جائیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

فَجَاوِبَہٗ مُسْتَسْمِعُ الصَّوتِ لِلْقِرَی
لَہٗ عِنْدَ اِتْیَانِ الْمُھِبِّیْنَ مَطْعَمٗ

ایک کتے نے جو اس کی آواز غور سے سن رہا تھا اسے جواب دے کر ضیافت کی طرف بلایا کیونکہ بیدار کرنے والوں کے آنے سے اسے بھی کچھ خوراک مل جاتی ہے۔

یَکَادُ اِذَا مَا اَبْصَرَ الضَّیْفَ مُقْبِلاً
یُکَلِّمُہٗ مِنْ حُبِّہٖ وَھُوَ اَعْجَمٗ

جب یہ مہمان کو آتے دیکھتا ہے تو مہمان کی محبت کے باعث اس سے بات کرتا ہوا سا محسوس ہوتا ہے حالانکہ یہ ایک بے زبان جانور ہے۔

سالم بن قحفان

عربوں کی سخاوت کے واقعات کے بیان میں سب سے پہلے سالم قحفان کی فیاضی کا حال دیکھیے کہ عرب کس طرح اپنے مال کو ہیچ رکھتے تھے۔وہ اپنے رشتے داروں کا حق خوب جانتے تھے اوران کو اپنے مال میں شریک کرتے تھے۔وہ ہمسایوں اور ہم قبیلہ افراد کی تکریم کرتے اور اپنے مال ان پہ لٹاتے رہتے حتیٰ کہ کوئی اجنبی بھی ان کے آگے دستِ سوال دراز کر دیتا تو ان کے ہاں نہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ عرب ایک آگ جلایا کرتے جس کو وہ نارِالضیافت کہا کرتے۔اس آگ کو قدرے بلند جگہ پہ روشن کرتے تاکہ اسے دور سے دیکھا جا سکے اور بھولا بھٹکا مسافران کے دسترخوان تک پہنچ سکے۔وہ اس معاملے میں اس درجہ حساس تھے کہ اپنی نارِضیافت میں وہ خوشبودار لکڑی استعمال کرتے تاکہ اگر کوئی نابینا مسافران کی آگ کو نہ دیکھ سکے تو اس خوشبو کی راہنمائی میں ان کے ڈیرے تک پہنچ جائے تاکہ وہ اس کی ضیافت کر سکیں۔اب سالم بن قحفان کو دیکھیں تو سالم بن قحفان کے پاس اس کا برادرِنسبتی آیا"۔

تو اس نے اسے ایک اونٹ دیا"۔

اور اپنی بیوی سے کہا!

رسی لاؤ تاکہ میں اِس اونٹ کو اُس کے اونٹ کے ساتھ ایک ہی رسی سے باندھ دوں"۔

جب وہ اِس اونٹ کو باندھ چکا تو اُس نے ایک اور اونٹ لے لیا"۔

اور اپنی بیوی سے کہا!

اگر تُو مجھے رسی دے تو میں اسے بھی تمھارے بھائی کے اونٹوں کے ساتھ باندھ دوں"۔

تو اس کی بیوی نے کہا!

کہ میرے پاس تو اب رسی نہیں ہے۔

اس پہ سالم نے کہا!

میرا کام اونٹ دینا ہے اور تیرے ذمے رسی لانا ہے“۔

اچھا یہ بات ہے! تو یہ لو“۔

اس نے اپنی اوڑھنی پھاڑ دی“۔

اور اس سے رسیاں بنا بنا کر اپنے خاوند کو دینے لگی“۔

اس کا خاوند بھی اونٹ پہ اونٹ اس کے بھائی کے نام کرتا رہا“۔

حتیٰ کہ اس کی بیوی کے پاس رسیاں ختم ہو گئیں“۔

اس پہ اس نے کہا“۔

تُو ابھی سے ہار گئی ہے اگر تو ساری زندگی بھی رسیاں دیتی رہتی تو میں اونٹ دینے سے نہ اکتاتا پھر

اس نے یہ شعر کہے“۔

سالم بن قحفان عنبری کے اشعار یہ ہیں!

لَا تَعْذُ لِینِی فِی العَطَاءِ وَیَسِّرِی

لِکُلِّ بَعِیرٍ جَاءَ طَالِبُہٗ حَبْلًا

اے میری بیوی! تو مجھے مال عطا کرنے پر ملامت نہ کر بلکہ تجھے چاہیے کہ جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو اس کے لیے رسی تیار رکھا کرو۔

فَاَنِّیْ لَا تَبکِی عَلَیَّ اِفَالُھَا

اِذَا شِبعَتْ مِنْ رَوْضٍ اَوْ طَانِھَا بَقْلًا

کیونکہ جب اونٹوں کے بچے اپنے وطن کے باغوں میں گھاس کھا کر سیر ہو جائیں گے تو وہ مجھ پر نہ روئیں گے۔

فَلَمْ أَرَ مِثْلَ الاِءِ بلِ مَا لاً لِمُقْتِنٍ
وَلَا مِثْلَ أَیّامِ الحُقُو قِ لها سُبُلاَ

اس لیے کہ میرے خیال میں مال جمع کرنے والے کے لیے اونٹ سے بڑھ کے کوئی چیز نہیں اور نہ ہی ان اونٹوں سے بہتر کوئی چیز ہے جن کا حق ادا کر دیا گیا ہو۔

اس پہ سالم بن قحفان عنبری کی بیوی نے اس کو جواب دیا"۔ کہ سخاوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور اس عمل میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گی"۔

اور رسیاں بٹتی ہی رہوں گی پھر اس نے یہ اشعار کہے!

حَلَفْتُ یَمِیْنًا یَا ابْنَ قُحفَانَ بالَّذِی
تکَفَّلَ با لأ رْزَاقِ فِی السَّهْلِ و الجَبَلِ

اے ابن قحفان! میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس نے میدانوں اور پہاڑوں میں رزق دینے کا ذمہ لیا ہے۔

تَزَالُ حِبَالٌ مُحْصَدَاتٌ أعُدُّ ها
لَهَا مَا مَشٰی مِنهَا عَلَی خُفّهِ جَمَلُ

کہ جب تک اونٹ اپنے پاؤں پہ چلتا رہے گا یعنی تا ابد میں اِن اونٹوں کے لیے مضبوط رسیاں بٹتی رہوں گی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

فَأَعْطِ وَ لَا تَبْخَلْ لِمَنْ جَاءَ طَالِباً
فَعِنْدِی لَهَا خُطْمٌ وَقَدْ زَاحَتِ العِلَلْ

لہٰذا جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو دے دیئے جائیں اور بخل نہ کر اس لیے کہ میرے پاس ان کے لیے مہاریں موجود ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ

أَ لَا تَرَيْنَ وَقَدْ قَطَّعْتِنِی عَذَلاً
مَاذَا مِنَ الْبُعْدِ بِينَ الْبُخْلِ والْجُوْدِ

تُو نے میری سخاوت پر مجھے ملامت کی ہے گویا میرے پرزے اڑا دیئے ہیں مگر کیا تُو دیکھتی نہیں کہ بخل اور سخاوت میں کس قدر فرق ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِلَّا يَكُنْ وَرَقِیْ غَضًّا أُرَاحُ بِهِ
لِلْمُعتَفِيْنَ فَاِنِّیْ لَيِّنُ الْعُوْدِ

اگر میرا مال سائلوں کے لیے تر و تازہ نہ ہو جسے فقیروں کو دے کر میں راحت و خوشی پاؤں تو میں ذلیل و خوار ہو جاؤں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

عمیلہ فزاری اور ابن عنقاء

عربوں کی سخاوت کے واقعات بے انتہا ہیں اور ان کا ذکر بے حد طویل ہے۔ وہ اپنے مال کو لوگوں کے بیچ یوں بانٹتے جیسے ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ ان کے اموال لوگوں ہی کے لیے ہوا کرتے جس مہمان کے لیے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا سالن کافی ہوتا وہ اس کے لیے پورا اونٹ ذبح کیا کرتے اور یہ کام وہ اپنے مہمان کی تکریم کے لیے کیا کرتے۔ اس لیے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو لوگ اِن پہ طعن دھرتے اور ان کو اپنی عزت اور بزرگی اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ جس کو پناہ دیتے اس کی حفاظت کی خاطر اپنا خون تک بہا دیتے مگر اسے گزند نہ آنے دیتے۔ عربوں کی سخاوت کی کہانیاں ناقابل یقین نظر آتی ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ یقین کی حد سے بھی بڑھ کر سخی تھے مثال کے طور پہ یہ واقعہ ہی دیکھیں کہ عربوں کا یک سردار ابن عنقاء الفرازی جنگل سے اپنی بکریوں کے لیے گھاس اکٹھی کر رہا تھا تو اس کے پاس سے عربوں کا ایک نوجوان عمیلہ گزرتا ہے"۔

عمیلہ جانتا تھا کہ ابن عنقاء عربوں کا بہت بڑا اور آسودہ حال سردار تھا اس لیے اسے اُس کی اِس حالت پہ حیرت ہوئی اور اس نے سوال کیا؟

اے ابن عنقاء! تمھاری یہ حالت کیسے ہو گئی ؟

ابن عنقاء نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کو جواب دیا:

زمانے کے تغیر، بھائیوں کے بھاگ جانے اور تمھارے جیسے مالداروں کے اپنے مال کے ضمن میں بخل کرنے کی وجہ سے"۔

عمیلہ نے اس کی بات سنی اور اسے کہا''۔

خدا کی قسم! کل صبح جب سورج طلوع ہوگا تو یقیناً تُو بھی ہمارے جیسا ہو جائے گا''۔

اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھر چلے گئے''۔

عمیلہ صاحب حیثیت اور نوجوان تھا اور ابھی اس کے چہرے پر سبزہ بس اُگ ہی رہا تھا''۔

ابن عنقاء کا خیال اسی کی طرف لگا رہا اور وہ اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا''۔

اسے نیند نہ آئی اور رات بھر وہ اپنے پہلو بدلتا رہا''۔

اُس کی بیوی نے اِس بات کو محسوس کیا اور اس کو پوچھا کیا بات ہے''۔

تب ابن عنقاء نے اس سے عمیلہ کا سارا واقعہ بیان کر دیا''۔

اس کی بیوی نے کہا!

تو سٹھیا گیا ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے اس لیے تُو نے ایک کم سن اور بے عقل نوجوان سے امید وابستہ کرلی ہے''۔

شاید وہ ایسا نوجوان ہو جسے اپنی بات کا شعور ہی نہ ہو''۔

اس پہ ابن عنقاء کو بھی قرار آ گیا اور وہ چپ کر کے سو گیا''۔

صبح جب اٹھا تو اس کے گھر کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا''۔

وہ باہر نکلا تو اس کی بیٹی نے اس سے کہا''۔

اگر عمیلہ نے اسے وہ بات کہی ہے جو میں نے سنی ہے تو تمہیں اس کے پاس جانا چاہیے''۔

وہ اس وقت نشے میں تھا !ابن عنقاء نے جواب دیا اور خاموش ہو رہا''۔

اس کی بیٹی اندر چلی گئی''۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ مغرب سے ایک غبار اٹھا ہے اور اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے''۔

اور وہ ابن عمیلہ کا مال تھا جو کالی رات کی کسی آندھی کی طرح چلا آ رہا تھا''۔

پھر وہ اس کے قریب پہنچ گئے''۔

اور عمیلہ اپنے خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا!اس نے ابن عنقاء کو پکارا۔

ابن عنقاء باہر آ ؤ''۔

تمھارا یہ خیال غلط ہے کہ میں ایسا نوجوان ہوں جو بغیر سوچے سمجھے بولتا ہوں یہ میرا سارا مال ہے''۔

آؤ اسے آدھا آدھا بانٹ لیں''۔

چنانچہ انھوں نے ایک ایک اونٹ، ایک ایک بکری، ایک ایک غلام، ایک ایک لونڈی اور ایک ایک گھوڑا سب کچھ آدھا آدھا بانٹ لیا''۔

ازاں بعد عمیلہ واپس چلا آیا''۔

اس پہ ابن عنقاء نے عمیلہ کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

رآنیْ عَلَی مَا بِیْ عُمَیْلَۃُ فَاشتکٰی

اِلَی مَالِہٖ حَالِیْ اَسَرَّ کَمَا جَھَرُ

عمیلہ نے میری اس بری حالت کو دیکھا جس میں میں مبتلا تھا تو اس نے اس کا شکوہ کیا اس کے مال کے پاس سے کیا اور اس کا باطن ایسا ہی تھا جیسا کہ اس کا ظاہر۔

دَعَانِیْ فَآ سَانِی و لو ضنَّ لَمْ اَلُمْ

عَلَی حِیْنَ لَا بُدُوٌ یَر جّٰی وَلَا حَضَرُ

اس نے مجھے بلایا اور ایسے وقت میں اپنے مال سے میری غم خواری کی جب نہ کسی دیہاتی سے امید رکھی جاسکتی تھی نہ کسی شہری سے اور اگر وہ بخل کرتا تب بھی میں اسے ملامت نہ کرتا۔

غُلَامٌ رَمَاهُ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ يَافِعاً
لَهُ سِيْمِيَاءُ لَا تَشُقُّ عَلَى الْبَصَرْ

وہ نوجوان ہے اور اللہ نے اسے جوانی ہی میں مال و دولت عطا کر دی ہے اس کے چہرے پہ ایسا نور و جمال ہے جس کا دیکھنا آنکھ کو ناگوار معلوم نہیں ہوتا۔

كَأَنَّ الثُّرَيَّا عُلِّقَتْ فِي جَبِيْنِهِ
وَفِي خَدِّهِ الشِّعْرىٰ وَفِيْ وَجْهِهِ الْقَمَرْ

یوں معلوم ہوتا ہے گویا ثریا ستارہ اس کی پیشانی پہ لٹکا ہوا ہے شعریٰ اس کے رخسار پر اور چاند کا عکس اس کے چہرے پر ہے۔

اِذَا قِيْلَتِ الْعَوْرَاءُ اَغْضٰى كَأَنَّهُ
ذَلِيْلٌ بِلَا ذُلٍّ وَلَوْ شَاءَ لَانْتَصَرْ

اور جب کوئی شخص اس کے بارے میں کوئی برا کلمہ استعمال کرتا ہے تو وہ اس طرح چشم پوشی کرتا ہے جیسے وہ کوئی کمزور انسان ہو حالانکہ اس میں کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی اور وہ بلا کا طاقتور آدمی ہے۔

وَلَمَّا رَاٰى الْمَجْدَ اسْتُعِيْرَتْ ثِيَابُهُ
تَرَدّٰى رِدَاءً وَاسِعَ الذَّيْلِ وَائْتَزَرْ

اور جب اس نے دیکھا کہ بزرگی کا لباس ایک مستعار لباس ہے تو اس نے نیک نامی کی وسیع چادر اور تہمند پہن لیا۔

فَقُلْتُ لَہٗ خَیْراً وَ اَثْنَیْتُ فِعْلَہٗ
وَاَوْ فَاكَ مَا اَسْدَیْتَ مَن ذَمَّ اَوْ شَکَرُ

چنانچہ میں نے بھی اس سے کلمہ خیر کہا اور اس کے کام کی تعریف کی ظاہر ہے کہ جو تیری مذمت کرتا ہے یا شکریہ ادا کرتا ہے تو وہ تجھے تیری ہی عطا کردہ چیز پوری کی پوری واپس دے رہا ہوتا ہے[*124]۔

عمرو بن سعید العاصؓ

عمرو بن سعید العاصؓ ایک دن محفل جمائے مدینہ میں بیٹھے تھے اور بہت سے لوگ ان سے علم وعقل کی باتیں جاننے کے لیے ان کی صحبت اختیار کیا کرتے اور ان کی مجلس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح کی ایک محفل جمی تھی جس میں اشرافِ مدینہ شامل تھے ایک شخص حضرت عمرو بن العاصؓ سے باتیں کر رہا تھا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے دیکھا جب یہ شخص بات کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتا ہے تو دوسرے ہاتھ سے اپنے جبے کو نیچے کی طرف کھینچتا ہے۔ آپ کو اس بات سے الجھن ہو رہی تھی پھر وہ شخص چوک گیا اور اپنے جبے کو سنبھالنا بھول گیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ جان گئے کہ یہ شخص کیوں اپنے جبے کو بار بار نیچے کھینچ رہا تھا۔ دراصل جبے کے نیچے اس شخص نے جو قمیض پہن رکھی تھی وہ نہ صرف پرانی اور بوسیدہ تھی بلکہ پھٹی ہوئی بھی تھی۔ اور عربوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنا دکھ اور پریشانی دوسرے لوگوں سے چھپایا کرتے تھے اور ان کی خودداری کا یہ عالم تھا جب ان کے ہاں قحط کبھی حد سے زیادہ بڑھ جاتا تو عرب کے کئی قبائل اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر وادئ مکہ کی پہنائیوں میں نکل جاتے تاکہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچ سکیں اور عزت کی موت مر سکیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ چونکہ اس شخص کے حالات سے واقف ہو گئے تھے اس لیے اس شخص کے جانے کے بعد انھوں نے رات کے اندھیرے میں اپنے غلام کو دس ہزار درہم اور کپڑوں کے ایک سو جوڑوں کے ساتھ اس شخص کی طرف بھیجا۔ اور اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی اور عربوں کا یہی دستور تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی سخاوت کے جواب میں اس شخص نے عربوں کے دستور کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ کی شان میں یہ قصیدہ کہا جس

کے کچھ شعر یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

سَأشكُرُ عَمْراً اِنْ تَرَاخَتْ مَنِيَّتِى
أَيَادِىَ لَمْ تُمْنَنْ وَاِنْ هِىَ جَلَّتِ

اگر میری موت نے مجھے مہلت دی تو میں عنقریب عمرو کے ان احسانات کا شکریہ ادا کروں گا جو مجھے جتلائے تک نہیں گئے حالانکہ کہ وہ بہت بڑے احسانات تھے۔

فَتًى غير مَحْجُوبِ الغِنٰى عَنْ صَدِيْقِهٖ
وَلَا مُظْهِرُ الشَّكْوٰى اِذَا لنَّعْلُ زَلَّتِ

اور وہ ایسا سخی نوجوان ہے کہ اپنی دولت کو اپنے دوستوں سے چھپائے نہیں رکھتا اور اگر وہ خود تنگدست ہو جائے تو کسی سے اس تکلیف کا اظہار نہیں کرتا۔

رَأى خَلّتِى مِنْ حَيْثُ يَخْفٰى مَكَانُهَا
فَكَانَتْ قَذَى عَيْنَيْهِ حَتّٰى تَجَلَّتِ

اس نے میرے فکر و احتیاج کو وہاں سے دیکھ لیا ہے جہاں وہ چھپا ہوا تھا لہٰذا میری حاجت اس کی آنکھوں کا تنکا بنی رہی جب تک کہ اس نے اسے دور نہ کر دیا۔

فدکی اور عقلمہ بن سیف

عربوں کے قبیلہ بہراء کے ایک شخص فدکی نے بنی تغلب کے ایک شخص کے ہاں پناہ حاصل کر رکھی تھی اور ایک مدت تک وہ اسی شخص کی زیر حفاظت وحمایت پڑا رہا کہ عربوں کے ہاں جب کسی کو پناہ دے دی جاتی تو اس کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا جاتا۔ چنانچہ وہ بنی تغلب کی پناہ ہی میں تھا کہ عقلمہ بن سیف کسی قبیلے پہ چڑھائی کی غرض سے چلا گیا جو بنو تغلب کا سردار تھا تو اس کی غیر موجودگی میں بنی ثعلبہ بن بکر بن حبیب کے ایک فرد اخنش بن معبد نے فدکی بہرانی سے اس کے اونٹ چھین لیے جس کا بہرانی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ ہر طرف مارا مارا پھرنے لگا۔ وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور جب قوم کی مجلس میں آتا تو اِن سے شکوہ کرتا کہ مجھے پناہ دینے والے مجھ سے بیگانہ ہو گئے ہیں اور میرا مال چھین لیا گیا ہے۔ چنانچہ قبیلہ بنی تغلب کا سردار عقلمہ بن سیف جب واپس آیا تو اسے فدکی کے بارے میں بتایا گیا۔ اس نے کہا کہ اخنش بن معبد میرا دوست ہے اور میں بہت جلد فدکی کے اونٹ اسے واپس دلا دوں گا۔ پھر عقلمہ بن سیف اپنے چند ساتھیوں سمیت خنش بن معبد کے پاس جا اترے ان کے ہمراہ بنی اوس بن تغلب کا ایک آدمی بھی شامل تھا‘‘۔

اور بنی اوس عربوں میں بہت منحوس خیال کیے جاتے تھے کیونکہ انھی کے ایک شخص کی وجہ سے عربوں کی بڑی جنگ جنگِ بسوس برپا ہوئی تھی جس میں عربوں کا بہت سا خون بہا تھا‘‘۔

اخنش بن معبد نے اگرچہ ان لوگوں کی بہت تکریم کی اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ صبح کو ان کے اونٹ

واپس کردے گا“۔

اخنش نے ان کے لیے الگ خیمہ لگایا تھا اوران کے لیے اونٹ بھی ذبح کیا تھا اوراپنے غلام کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ وہ چھپ کران کی باتیں سنے“۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو اخنش کا غلام چھپ کران کی باتیں سننے لگا“۔

خیمے کے اندر وہ لوگ اخنش کے عمدہ برتاؤ اوراس کے اونٹ واپس کردینے کے وعدے کے متعلق بات کررہے تھے“۔

ان میں سے ایک بولا“۔

میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہ بہت کمینے لوگ ہیں“۔

اوران کی مثال اس جماعت کی سی ہے جسے شیرنی نے نگل لیا ہو لہٰذا اگر وہ انھیں قے نہ کردے گی تو گوبر بنا کر ضرور پھینک دے گی“۔

اخنش کے غلام نے ان کی ساری باتیں اس تک پہنچادیں“۔

اس نے کہا!

خدا کی قسم اب تو میں ان کو ایک اونٹ بھی نہ دوں گا “۔

چنانچہ اگلی صبح وہ اونٹ واپس کرنے کے وعدے سے مکر گیا اور علقمہ بن سیف ناکام واپس لوٹ آیا “۔

اپنے قبیلے میں پہنچ کر اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ“۔

فدکی کو بلاؤ!

وہ آیا تو علقمہ بن سیف نے اِس سے کہا:

میرے مال کے پاس جاؤ اور جو تمہیں پسند ہوں وہ اونٹ چن لو!

فدکی نے اس کے مال سے سو اونٹ چن لیے کیونکہ اس کے سو اونٹ ہی چھینے گئے تھے“۔

اس کے بعد فدکی نے علقمہ بن سیف کی اس سخاوت پہ قصیدہ کہا جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

اِنْ اَجْزِ عَلْقَمَۃَ بن سَیْفٍ سَعْیَہٗ
لَا اَجْزِہٖ بِبَلَاءِ یَوْمٍ وَاحِدٍ

اگر میں علقمہ بن سیف کو اس کی کوشش کی جزا دوں گا تو اس کے ایک دن کے احسان کا بدلہ بھی نہ دے سکوں گا۔

لَا حَبَّنِیْ حُبٌّ الصَّبِی وَ رَمَّنِیْ
رَمٌّ الھَدِیِ اِلَی الغَنِیِّ الواجِدِ

بخدا اس نے مجھ کو ایسا دوست رکھا ہے جیسے بچے کے ماں باپ بچے کو دوست رکھتے ہیں اور اس نے میرے حال کی اصلاح کی ہے جیسے ہدیہ بھیجنے والا تحفے کو بنا سنوار کر مالدار اور صاحب مقدور شخص کے پاس بھیجتا ہے۔

وَ اَجَابَنِیْ یَوْمَ الصُراخِ بِھَجْمَۃٍ
مِائَۃٍ تَشُقُّ عَلَی عِصِیِّ الذَّئِدِ

اس نے فریاد خواہی کے دن ایسے سو اونٹوں کے ساتھ جواب دیا جو حوض سے روکنے والوں کی لاٹھیوں پر غالب آ جائیں اور باوجود مارنے کے نہ رک سکیں کہ وہ اس قدر طاقتور ہیں۔

وَلَقَدْ نَضَحْتُ مَلِيْلَتِی فَتَمَّيَتُ

عَنْ آلِ عَتَّابٍ بِمَا ءٍ بَارِدٍ

بخدا میں نے اپنی باطنی حرارت کو اس ٹھنڈے پانی سے بجھایا جو آل عتاب نے دیا تھا چنانچہ وہ بجھ گئی[125*]۔

لیلیٰ بنت عبداللہ بن کعب

اس کو لیلیٰ اخیلیہ بھی کہا جاتا تھا اس لیے کہ اس کے دادا کا لقب اخیلیہ تھا جس کا نام عبادۃ عقیل بن کعب تھا اور وہ اپنے لقب اخیل ہی سے پکارا جاتا تھا۔ لیلیٰ اخیلیہ بنی حمیر کے ایک شخص کی محبوبہ تھی جس کا نام توبہ بن حمیر تھا۔ مگر لیلی کی شادی جس شخص کے ساتھ ہوئی اس کا نام الاذلغ تھا۔ تب ایک دفعہ جب الاذلغ کسی سر سبز چراگاہ کی تلاش میں تھا تو لیلیٰ بھی اس کے ساتھ تھی اور ان کا گزر توبہ بن حمیر کی قبر کے پاس سے ہوا۔ الاذلغ لیلیٰ اور توبہ بن حمیر کے معاشقے سے واقف تھا کیونکہ توبہ بن حمیر نے ایک قصیدہ کہا تھا جس میں اس نے دعوی کیا تھا کہ اگر لیلی میری قبر پہ آئے اور مجھے سلام کرے تو میں اس کو جواب دوں گا اور میرا ''صدا'' ہمیشہ اس کا منتظر رہے گا۔ چنانچہ جب لیلیٰ اور اس کا شوہر توبہ بن حمیر کی قبر کے پاس سے گزرے تو لیلیٰ کے شوہر نے اُس سے کہا: تمہیں اس شخص کی قبر پہ ضرور جانا چاہیے جس نے اپنے اشعار میں کئی دعوے کیے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا ''صدا'' تمھارے سلام کا جواب دیتا ہے یا نہیں''۔

لیلیٰ نے اپنے شوہر سے کہا:

عشق کی آگ کو بھڑکانے سے باز رہ ورنہ شاید تو خود بھی ان شعلوں کی لپیٹ میں آ جائے اور تو ان پتھروں اور بوسیدہ ہڈیوں کو نہ چھیڑ''۔

مگر لیلیٰ کا خاوند نہ مانا اور اس بات پہ بضد رہا کہ لیلیٰ کو توبہ بن حمیر کی قبر پہ جا کے سلام کرنا چاہیے''۔

لہٰذا انھوں نے اپنا راستہ چھوڑ دیا اور توبہ بن حمیر کی قبر کی طرف چل دیئے''۔

الاذلغ کی بیوی نے ایک بار پھر اس کو روکا''۔

مگر وہ نہ مانا''۔

تب لیلیٰ نے کہا!

اچھا میں تمھاری بات مان لیتی ہوں مگر یاد رکھ تیرے باقی کے سفر میں اب میں تیرے ساتھ نہ ہوں گی
"۔

کیا تو اس کی قبر میں داخل ہو جائے گی"۔

الاذلغ نے لیلیٰ پہ طنز کیا"۔

شاید!

لیلیٰ نے مختصر جواب دیا:

اور اس روز خوب گرمی پڑ رہی تھی اور صحرائے عرب سلگ رہا تھا"۔

پھر وہ توبہ بن حمیر کی قبر پہ پہنچے"۔

لیلیٰ نے زور سے توبہ بن حمیر کو سلام کہا"۔

لیلیٰ کی تیز آواز سن کر توبہ بن حمیر کی قبر کے سرہانے تیز لو سے بچنے والا ایک پرندہ بھڑک کر اڑا اور لیلیٰ کی اونٹنی کے منہ سے جا ٹکرایا"۔

لیلیٰ کی اونٹنی بدک گئی اور بھاگ اٹھی"۔

تھوڑی دور جا کر اس نے لیلیٰ کو گرا دیا جس سے لیلیٰ کی گردن ٹوٹ گئی"۔

الاذلغ اب لیلیٰ کے سرہانے بیٹھا تھا اور زار و قطار رو رہا تھا"۔

اس کو لیلیٰ کی باتیں یاد آ رہی تھیں کہ لیلیٰ نے اسے بارہا منع کیا تھا کہ عشق کی اس آگ کو مت چھیڑو"۔

پھر الاذلغ نے توبہ بن حمیر کی قبر کھولی اور اپنی بیوی لیلیٰ کو اس کے محبوب کے پہلو میں ڈال کر قبر کو بند کر دیا"۔

اب اس سفر میں وہ اکیلا تھا اور اسے لیلیٰ کی بات یاد آ رہی تھی کہ باقی کا سفر اس کو اکیلا ہی طے کرنا ہے
"۔

لیلیٰ اخیلہ کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں"۔

نَحْنُ الْاَخَایِلُ لَایَزَالُ غُلَامُنَا
حَتّٰی یَدِبَّ عَلَی الْعَصَا مَذْکُوْرَا

ہم بنی اخیل کے افراد ہیں! ہمارے نوجوان بچوں تک کا ذکر محفلوں میں ہوتا رہتا ہے تا آنکہ بوڑھا ہو کر وہ لاٹھی کے سہارے چلنے لگے۔

تَبکی السُّیُوفُ اِذَا فَقَدْنَ اَکُفَّنَا
جَزَعًا و تَعَلَمُنَا الرِفَاقُ بُحُورًا

جب ہماری تلواریں ہماری ہتھیلیوں کو نہیں پاتیں تو گھبرا کر رونے لگتی ہیں اور ہمارے ساتھی سخاوت میں ہمیں سمندر پاتے ہیں۔

وَلَنَحْنُ اَوْثَقُ فِیْ صُدُوْرِ نِسَائِکُمْ
مِنکُمْ اِذَا بَکَرَ الصُّرَاخُ بُکُوْرًا

بخدا خود تمھاری عورتوں کے سینوں میں ہم تم سے زیادہ قابل اعتماد ہیں ہر ایسی صبح کے وقت جب کوئی فریادی آواز بلند کرے۔

بنو خزرج کا شاعر عمرو بن الاطنابہ سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ!

اِنِّیْ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اِذَا انْتَدَاوْا
بَدَاُوْا بِحَقِّ اللّٰهِ ثُمَّ النَّائِلِ

میں تو اس قوم کا فرد ہوں کہ جب وہ محفل لگاتے ہیں تو پہلے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں (یعنی ضروری فرائض) پھر عطیے دیتے ہیں۔

الْمَانِعِيْنَ مِنَ الْخَنَا جَارَاتِهِمْ
وَالْحَاشِدِيْنَ عَلَى طَعَامِ النَّازِلِ

یہ لوگ ان عورتوں کی جوان کی پناہ میں آجائیں ہر قسم کی فحش بات سے حفاظت کرتے ہیں اور جب کوئی آکر اترے تو اس کو کھانا کھلانے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اور ان کا ہر فرد اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ مہمان اس کے ڈیرے پہ اترے۔

وَالْخَالِطِيْنَ فَقِيْرَهُمْ بِغَنِيِّهِمْ
وَالْبَاذِلِيْنَ عَطَاءَهُمْ لِلسَّائِلِ

یہ لوگ اپنے قبیلے کے محتاج لوگوں کو اپنے یہاں کے مالدار افراد کے برابر کر دیتے ہیں اور سائل کے لیے اپنے عطیے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

وَالضَّارِبِيْنَ الْكَبْشَ يَبْرُقُ بَيْضُهُ
ضَرْبَ الْمُهَجْهِجِ عَنْ حِيَاضِ الْاٰبِلِ

وہ اس سردار کو جس کا خود چمک رہا ہو اس طرح مارتے ہیں جس طرح اونٹوں کے پانی پی لینے کے بعد انھیں ہانکنے والے حوض سے دور ہانک دیتے ہیں۔

وَالْقَاتِلِيْنَ لَدَى الْوَغَا اَقْرَانَهُمْ
اِنَّ الْمَنِيَّةَ مِنْ وَرَاءِ الْوَائِلِ

اور جنگ کے وقت مخالفین کو قتل کر ڈالتے ہیں کیونکہ موت تو پناہ لینے والے کے سامنے آتی ہے (یعنی پناہ ڈھونڈنے والوں کو موت آخر تاک ہی لیتی ہے)۔

وَالقَا تِلِینَ فَلَا یُعَابُ کَلَا مُھُمْ
یَوْمَ المَقَامَۃِ بِالقَضَاءِ الفَا صَلِ

اور جب مجلس کا دن ہوتا ہے تو یہ فیصلہ کن حکم دینے والے ہوتے ہیں کسی کے لیے ان کے کلام میں عیب نکالنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

خُزُرٌ عُیُونُھُمْ اِلَی اَعْدَا ئِھِمْ
یَمْشُوْنَ مَشْیَ الأُسْدِ تَحْتَ الوابِلِ

یہ اپنے دشمنوں کی طرف بنظر استحقار دیکھتے ہیں اور یوں چلتے ہیں جیسے بارش میں شیر چلتا ہے۔

لَیْسُوا بأنکَاسٍ وَلَا مِیلٍ اِذَا
مَا الَحرْبُ شُبَّتْ اشعلُو اِبالشَّا عِلِ

یہ نہ کمزور ہیں اور نہ ایسے ہیں کہ گھوڑے کی پیٹھ پر نہ بیٹھ سکیں جب جنگ کی آگ جلائی جائے تو یہ بھڑکانے والے کی مدد سے اسے اور بھی بھڑکا دیتے ہیں۔

اور حجر بن خالد نعمان بن المنذر کی مدح میں کہتا ہے کہ!

سَمِعتُ بِفِعْلِ الْفَا عِلِیْنَ فَلَم اَجِدْ
کَمِثْلِ اَبِیْ قَابُوسَ حَزْمًا وَ نَا ئِلَا

میں نے کام کرنے والوں کے کاموں کے متعلق سنا، مگر نعمان کی سی پختگی اور سخاوت کسی کے

یہاں نہیں پائی۔

فَسَاقَ اِلٰھِی ُالْغَیثَ مِنْ کُلِّ بَلَدَۃٍ
اَلَیْکَ َفاَضْحی حَوْلَ بَیْتِکَ نَازِلاً

لہٰذا میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ ہر شہر سے ابرِ باراں کو ہانک کرلے آئے اور وہ تیرے گھر کے گرد برسے۔

فَاَ صْبَحَ مِنْہ ُ کُلٌّ وادٍ حَلَلْتَہ ُ
مِنَ الاَرْضِ مَسْفُوحَ الْمَذانِبِ سَائِلاً

پھر اس بارش سے ہر اس وادی کی جہاں تو نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں یہ حالت ہو جائے کہ وہاں پانی کی ندیاں رواں ہوں جائیں۔

مَتٰی تُنْعَ الْجُوْدُ و البأس و التُقٰی
وتُصْبِحِ ُقلُوص ُالحَرْبِ جَرِبَاءَ حَائِلاً

اے نعمان! جب تمھاری موت کی خبر دی جائے گی تو درحقیقت یہ سخاوت، شجاعت اور پرہیز گاری کی موت کی خبر دی جائے گی اور جنگ کی جوان اونٹنی خارشی اور بانجھ ہو جائے گی۔

فَلاَ مٰلِکٌ مَا یُدْرِ کُنَّکَ سَعْیُہ ُ
وَلاَ سُو قَۃٌ مَایَمْدَ حَنَّکَ َباطِلاً

لٰہذا کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے جس کی کوشش تمھارے درجہ تک پہنچ سکے اور نہ ہی رعایا میں سے کوئی شخص تمھاری جھوٹی تعریف کرسکتا ہے۔

عربوں کا ایک اور شاعر سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ!

وَمُستَنْبِحٍ بَعْدَ الهَدُوءِ دَعَوْتُهُ
بِشَقْرَاءَ مِثْلِ الفَجْرِ ذَاكٍ وَقُوْدُهَا

کئی ایک لوگ آوازوں کے تھم جانے کے بعد رات کے وقت آئے تو میں نے انھیں سرخ رنگ کی آگ کے ذریعے اپنے پاس بلایا۔

فَقُلْتُ لَهُ اَهْلاً وَسَهْلاً وَ مَرْحَبًا
بِمُوقِدِ نَارٍ مُحْمِدٍ مَنْ يَرُوْدُهَا

جب بھی آنے والوں میں سے کوئی آیا تو میں نے اسے خوش آمدید کہا اور خوشخبری دی کہ تُو ایسے آگ جلانے والے کے پاس پہنچ گیا ہے جس کے پاس جو بھی ارادہ کرکے آجائے اسے قابل تعریف ہی پاتا ہے۔

نَصَبْنَا لَهُ جَوْفَاءَ ذَاتَ ضَبَابَةٍ
مِنَ الدُّهْمِ مِبْطَانًا طَوِيْلاً رُكُودُهَا

ہم نے ان کے لیے ایک بڑے پیٹ والی دیگ چڑھادی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور یہ

منجملہ ان دیگوں کے تھی جو ہمیشہ چولہے پر چڑھے رہنے کے باعث سیاہ ہو رہی تھیں۔

فَاِنْ شِئتَ اَثْوَيْنَاكَ فِى الْحَيِّ مُكْرَمًا
وَ اِنْ شِئْتَ بَلَّغْنَاكَ اَرْضًا تُرِيْدُ هَا

پھر اگر تو چاہے گا تو ہم تجھے اپنے قبیلے میں باعزت طور پہ ٹھہرائے رکھیں گے اور اگر چاہے گا تو ہم تجھے وہاں پہنچا دیں گے جہاں تو جانے کا خواہاں ہوگا۔

وَ مُسْتَنْبِحٍ تَهْوِىْ مَسَاقِطُ رَاْسِهٖ
اِلَى كُلِّ شَخْصٍ فَهُوَ لِلسَّمْعِ اَصْوَرُ

مسافرانِ شب میں ایک ایسا شخص بھی ہوتا ہے جس کا سر دور سے دکھائی دینے والے ہر وجود کی طرف لپکتا ہے اور وہ ہر آواز سننے کی طرف مائل ہوتا ہے۔

يُصَفِّقُهٗ اَنْفٌ مِنَ الرِّيْحِ بَارِدٌ
وَنَكْبَاءُ لَيْلٍ مِنْ جُمَادَى وَصَرْصَرُ

جسے ٹھنڈی ہوا کا ابتدائی حصہ اور پھر موسم سرما کی چوباوی ہوا سخت ٹھنڈے تھپیڑے لگا رہی تھی۔

حَبِيْبٌ اِلَى كَلْبِ الْكَرِيْمِ مُنَاخُهٗ
بَغِيْضٌ اِلَى الْكَوْمَاءِ وَالْكَلْبُ اَبْصَرُ

جس کا آ کر اونٹ کو بٹھانا سخی آدمی کے کتے کو محبوب ہو مگر بڑی کوہان والی اونٹنی کو برا لگتا ہو لیکن اس معاملے میں کتا دانا تر ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَضأتُ لَهٗ نَارِیْ فَابْصَرَ ضَوْءَهَا
وَمَا كَادَ لَوْلَا حَضأۃُ النَّارِ يُبْصِرُ

میں نے اس کے لیے آگ کو روشن کیا تو اس نے اس کی روشنی دیکھ لی اگر میں آگ روشن نہ کرتا تو وہ اسے دیکھ نہ پاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

دَعَتْهُ بِغَيْرِ اسمٍ هَلُمَّ اِلَى القِرىَ
فَأَسْرَى يَبُوْعُ الأرْضَ وَالنَّارُ تَزْهَرُ

اس آگ نے اسے بغیر نام لیے بغیر پکار کر کہا! ضیافت کی طرف آ جاؤ تو یہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا رات کے وقت چل کر آ گیا تو اس نے دیکھا کہ آگ مسلسل جل رہی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَمَّا اَضَاءَتْ شَخْصَهٗ قُلْتُ مَرْحَبًا
هَلُمَّ وَلِلصَّالِيْنَ بِالنَّارِ اَبْشِرُوْا

جب اُس آگ نے اس کے جسم کو واضح اور روشن کیا تو میں نے اسے مرحبا کہا اور اسے ان لوگوں کی طرف تشریف لانے کے لیے کہا جو آگ تاپ رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَجَاءَ ومَحْمُوْدُ القِرَی یَسْتَفِزُّہٗ
اِلَیْھَا و دَاعِی اللَّیْلِ بِالصُّبْحِ یَصْفِرُ

چنانچہ وہ مہمان آیا اور وہی شخص جس کی مہمان نوازی کی لوگ تعریف کرتے تھے اسے کھینچ کر آگ کی طرف لیے آرہا تھا اور مرغ سحر خواں اذانِ سحر دے رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تأَخَّرْتَ حَتّٰی لَمْ تَکَدْ تَصْطَفِی القِرَی
عَلَی أَھْلِہٖ والحقُّ لَا یَتَأَخرُ

میں نے اس سے کہا! تو نے آنے میں تاخیر کردی یہاں تک کہ قریب تھا کہ تو گھر والوں سے عمدہ ضیافت حاصل نہ کرسکتا مگر مہمان کا حق پیچھے نہیں رہ سکتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقُمْتُ بِنَصْلِ السَّیْفِ والَبرْكُ ھَاجِدٌ
بَھَا زِرُہٗ وَالمَوْتُ بِالسّیْفِ یَنْظرُ

میں نے تلوار لے کر اٹھا جب کہ بیٹھے ہوئے گلّے کی بڑی اونٹنیاں سوئی ہوئی تھیں اور موت میری تلوار کو بغور دیکھ رہی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَأعَضَضْتُہُ الطُوْلٰی سِنَامًا وَخَیْرِھَا
بَلَاءً و خَیْرُ الخَیْرِ مَا یُتَخَیَّرُ

میں نے اس تلوار کے ذریعے اس اونٹنی کو ذبح کیا جس کی کوہان سب سے دراز تھی اور بلحاظ وصف کے سب سے بہتر تھی، بہترین مال تو وہی ہے جسے پسند کیا جائے جو سب کے نزدیک

منتخب ہو۔

فَاَوْفَضْنَ عَنْهَا وَهِيَ تَرْغُوْ حُشَاشَةٌ
بِذِي نَفْسِهَا وَالسَّيْفُ عُرْيَانَ اَحْمَرُ

چنانچہ دیگر اونٹنیاں اس کے پاس سے بھاگ نکلیں درآنحالیکہ یہ جسم میں باقی ماندہ جان کی وجہ سے خرخرارہی تھی اور میری ننگی تلوار اس کے خون سے سرخ تھی۔

فَبَاتَتْ رُحَابٌ جَوْنَةٌ مِنْ لِحَامِهَا
وَفُوْهَا بِمَا فِيْ جَوْفِهَا يَتَغَرْغَرُ

چنانچہ ایک سیاہ بڑی دیگ کے اندر قسم قسم کے گوشت رات بھر جوش کھاتے رہے اور اس کا منہ اس گوشت اور شوربے کی وجہ سے جو اس کے اندر تھا ابل رہا تھا۔

وَمَا يَكُ فِيَّ مِنْ عَيْبٍ فَاِنِّي
جَبَانُ الْكَلْبِ مَهْزُوْلُ الْفَصِيْلِ

مجھ میں جو عیب بھی ہوتا ہو، ہوتا رہے مگر میرا کتا بزدل ہے کہ کسی آنے والے پر نہیں بھونکتا اور میری اونٹنی کا بچہ لاغر ہوتا ہے کیونکہ اونٹنی کا دودھ تو میں مہمانوں کو پلا دیتا ہوں اور بچہ بھوکا رہ جاتا ہے۔

اور عربوں کا یک اور شاعر کہتا ہے کہ!

سَأَ قْدَحُ مِنْ قِدْرِی نَصِیْبًا لِجَارَتِیْ
وَاِنْ کَانَ مَا فِیْهَا کَفَافًا عَلٰی اَهْلِیْ

میں اپنی ہنڈیا سے اپنی پڑوسن کا حصہ نکالوں گا خواہ ہنڈیا میں جو کچھ ہے وہ صرف میرے بال بچوں کے لیے کافی ہو۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُشْرِكْ رَفِیْقَكَ فِی الَّذِیْ
یَکُوْنُ قَلِیْلًا لَمْ تُشَارِکْهُ فِی الْفَضْلِ

اگر تو اپنے رفیق کو تھوڑے کھانے میں شریک نہیں کرسکتا تو پھر تو اسے ضرورت سے زیادہ کھانے میں کسی کو شریک نہیں کرے گا۔

ذَرِیْنِیْ وَخُطِّیْ فِیْ هَوَایَ فَاِنَّنِیْ
عَلَی الْحَسَبِ الزَّاکِیْ الرَّفِیْعِ شَفِیْقٌ

مجھے رہنے دو اور سخاوت کرنے کی میری خواہش میں میری موافقت کرو کیونکہ مجھے اپنی بلند اور بڑھتی رہنے والی خوبیوں کے متعلق خطرہ رہتا ہے۔

ذَرِیْنِیْ فَاِنَّ الشُّحَّ یَا اُمَّ هَیْثَمٍ
لِصَالِحِ اَخْلَاقِ الرِّجَالِ سَرُوْقٌ

اے اُم ہیثم! مجھے انہی اچھے اخلاق پر رہنے دو جو مجھ میں ہیں کیونکہ بخل انسان کے اچھے اخلاق کو چرا لے جاتا ہے۔

وَكُلُّ كَرِيْمٍ يَتَّقِىْ الذَمَّ بِالقِرَى
وَلِلْحَقِّ بَيْنَ الصّالِحِيْنَ طَرِيْقُ

ہر سخی انسان مہمانوں کی ضیافت کر کے مذمت سے بچتا ہے اور صالحین کے مہمانوں کے حقوق کا راستہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے۔

اور عمرو بن الاھتم کہتا ہے کہ!

لَعَمْرُكَ مَا ضَاقَتْ بِلَادٌ بِاَهْلِهَا
وَلٰكِنَّ اَخْلَاقَ الرِّجَالِ تَضِيْقُ

تیری جان کی قسم! شہر اپنے باشندوں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتے البتہ لوگوں کے اخلاق میں تنگی آ جاتی ہے۔

اَجَلُّكَ قَوْمٌ حِيْنَ صِرْتَ اِلَى الْغِنٰى
وَكُلُّ غَنِيٍّ فِى الْقُلُوْبِ جَلِيْلُ

جب تو مالدار ہو گیا تو تیری قوم تیری تعظیم کرنے لگے گی ہر مالدار انسان کو لوگوں کے دلوں میں جلیل القدر خیال کیا جاتا ہے۔

وَلَيْسَ الغِنٰى اِلاَّ غِنًى زَيَّنَ الفَتٰى
عَشِيَّةَ يَقْرِیْ اَوْ غَدَاةً يُنِيْلُ

لیکن درحقیقت مالداری وہ مالداری ہے جو انسان کو اس رات زینت بخشے جب وہ مہمانوں کی ضیافت کرے یا اس صبح جس میں وہ کسی کو کچھ عطا کر دے[126*]۔

نعمان بن المنذر اور نابغہ ذبیانی

نابغہ ذبیانی عربوں کا بہت بڑا شاعر تھا۔ اِس کا ذکر اِس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔ نعمان بن المنذر حیرہ کا بادشاہ تھا جس کی ریاست ایران کی سرحدوں پر پھیلی ہوئی تھی اور اس کا بھی کافی ذکر اس کتاب میں گزر چکا ہے۔ نابغہ دراصل اس کا لقب تھا اور عربوں میں اس نام کے بہت شعراء ہو گزرے ہیں۔ چنانچہ نعمان بن المنذر کے ایک سردار نعمان بن وائل بن الحلاج تغلبی نے بنی ذبیان پر غارت ڈالی اور ان کے مال مویشی اور کئی عورتوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ ان عورتوں میں نابغہ ذبیانی کی بیٹی بھی شامل تھی جب اسے نعمان بن المنذر کے سامنے پیش کیا گیا تو اِس نے کہا:

اے بادشاہ تیرے لوگوں نے ہم سے زیادتی کی ہے اور بغیر کسی وجہ کے کہ ہم پہ حملہ کیا ہے"۔

اس کا نام عقرب تھا وہ بہت خوبصورت عورت تھی اور اپنی بات کو بیان کرنا بھی خوب جانتی تھی"۔

اس نے کہا:

بادشاہ میں تو تیری بھتیجی ہوں اور میرے باپ نے ہمیشہ تیری مدح کی ہے جہاں میری تکریم کی جانی چاہیے تھی وہاں میری توہین کی گئی ہے"۔

بادشاہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا! اپنے باپ کا نام تو بتا"۔

میرے باپ کا نام نابغہ ذبیانی ہے اور میں اس کی بیٹی عقرب ہوں"۔

تُو نے سچ کہا اے لڑکی!

خدا کی قسم! ہم تو کسی کی اتنی عزت نہیں کرتے جتنی تمھارے باپ کی کرتے ہیں"۔

پھر اس نے نعمان بن وائل کو بلایا اور اسے سرزنش کی اور اسے کہا:

اس لڑکی کو چھوڑ دو اور عزت کے ساتھ اسے اس کے گھر پہنچاؤ"۔

پھر کچھ سوچ کر کہا:

شاید نابغہ اتنے پہ راضی نہ ہو!

چنانچہ اس نے اپنے لوگوں سے کہا:

بنی ذبیان کا جو کچھ بھی تم نے لوٹا ہے وہ انھیں واپس کر دو۔

اس طرح نابغہ کی بیٹی انعام واکرم سمیت اپنے تمام ساتھی قیدیوں اور مویشیوں کے ساتھ اپنے قبیلے میں پہنچی"۔

اور اپنے باپ نابغہ ذبیانی سے سارا واقعہ بیان کیا!

جس پہ نابغہ ذبیانی نے نعمان بن منذر کی مدح میں یہ اشعار کہے"۔

لَهُ بِفِنَاءِ الْبَيْتِ سَوْدَاءُ فَخْمَةٌ
تُلَقِّمُ أَوْصَالَ الْجَزُورِ الْعُرَاعِرِ

اس (نعمان) کے صحن میں ایک سیاہ بڑی دیگ ہے جو ایک موٹی اونٹنی کے جوڑوں کو نگل جاتی ہے۔

بَقِيَّةُ قِدْرٍ مِنْ قُدُورٍ تُوُرِّثَتْ
لِآلِ الْجُلَاحِ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

یہ اِن دیگوں کی بقیہ یادگار ہے جو آل جلاح کی تھیں اور نسلاً بعد نسلاً ان کے ورثے میں چلی آئی ہیں۔

تَظَلُّ الاِمَاءُ یَبۡتَدِرنَ قَدِیحَهَا
کَمَا ابۡتَدَرَتۡ سَعۡدٌ مِیَاهَ قَرَاقِرِ

لونڈیاں اس دیگ کے باقی ماندہ شوربے کو اس طرح جلدی جلدی پیالے بھر بھر کر نکالتی ہیں جس طرح بنی سعد قراقر کے پانی کو جلدی جلدی نکالتے ہیں۔

أَبِیتُ أُعَشِّیهِ السَّدِیفَ وَإِنَّنِی
بِمَا نَالَ حَتَّی یَترُكَ الحَیَّ حَامِدُهُ

میں رات بھر اسے کوہان کی چربی کھلاتا رہتا ہوں اور جو ضیافت اور عطیے وہ مجھ سے حاصل کرتا ہے اس پر میں الٹا اس کی تعریف کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ قبیلے کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے میں اسے احساس دلاتا ہوں کہ اس نے میرے دستر خوان پہ بیٹھ کر مجھ پہ احسان کیا[127*]۔

قیس بن معاذ

شرح الامالی میں ایک قول بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق قیس بن معاذ دراصل مجنوں کا نام ہے جس کا تعلق قبیلہ قیس سے تھا۔ اور لیلیٰ کا تعلق غالبا قبیلہ طے سے تھا اور اسے ہم اپنے بچپن ہی سے جانتے ہیں کہ عربوں کی یہ لوک داستان ہماری تہذیب میں سرایت کر چکی تھی اور لوگ لیلیٰ مجنوں کی محبت کو بطور مثال پیش کیا کرتے تھے۔ مجنوں کا باپ عربوں کا سخی تھا اور خود مجنوں بھی عہدِ ہوش میں بلا کا سخی تھا۔ پھر لیلیٰ کی محبت اور اس کی جدائی نے اس سے ہوش و ہواس چھین لیے۔ قیس کے نام میں مورخین کے درمیان بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن الملوح ہے بعض نے اسے اقرع بن حابس کہا اور بعض نے اسے البختری بن الجعد کے نام سے پکارا، ابوالعالیہ نے کہا کہ اس کا نام اقرع ہے اور ابوالفرس اصفہانی نے اس کا نام قیس بن مر بیان کیا ہے اور اصمعی [*128] کہتا ہے کہ دو شخصوں کو اس دنیا میں ان کے نام کے بغیر ہی پہچانا گیا ان میں ایک مجنوں بن عامر ہے جس کے کئی نام بیان کیے گئے ہیں اور دوسرا ابن الفریہ ہے اور متعدد لوگوں نے بیان کیا کہ انھوں نے مجنوں کو عرب کے ریگ زاروں میں لیلیٰ کی جدائی میں سلگتے دیکھا ہے اور اس سے بات بھی کی ہے ایک عرب نوفل بن مساحق نے بھی اسے وحشت کی حالت میں دیکھا تھا اور اس سے شعر سنانے کی فرمائش بھی کی ہے اور نوفل کی فرمائش پر مجنوں نے یہ اشعار کہے تھے جو عہدِ ہوش میں اس کی سخاوت پہ دلیل ہیں [*129] ۔

اِنَّ لَنَا صِرْمَۃً تُلفَی مُخَیَّسَۃً
فِیھَا مَعَادٌ وَ فِیْ اَرْبَابِھَا کَرَمُ

ہمارے اونٹوں کا ایک گلہ جسے ذبح کرنے کے لیے یا لوگوں کو عطا کرنے کی غرض سے چراگاہ میں نہیں بھیجا جاتا ہم اس گلے کی طرف سوالیوں کو دینے کے لیے باربار رجوع کرتے ہیں کہ اس گلے کے مالک سخی لوگ ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تُسَلِّفُ الجَارَ شِرْبًا وَھِیَ حَائِمَۃٌ
وَ لَا یَبِیْتُ عَلَی اَعْنَا قِسَمُ

باوجود اس کے کہ یہ خود پیاسی ہوتی ہیں اپنا دودھ پڑوسی کو پینے کے لیے پیش کردیتی ہیں ان کی جانوں کی قسم بھی نہیں کھائی جاتی مگر ہم یہ قسم کبھی نہیں کھاتے کہ ان اونٹوں کو ذبح نہ کریں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلَا تُسَفِّہُ عند الحَوْضِ عطشتُھا
اَحْلَا مَنَا و شَرِیْبُ السَّوءِ یَحْتَدِمُ

اور ان کی پیاس حوض کے پاس آکر ہماری عقلوں کو بے وقوف قرار نہیں دیتی درآنحالیکہ ہر پانی پلانے والا براساتھی غصے سے لال پیلا ہو رہا ہو مگر ہماری رواداری ہماری ضرورت کے احساس کو کبھی بے قابو نہیں ہونے دیتی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

سخاوت کے بارے میں فرزدق کے اشعار ہیں کہ!

وِدَاعٍ بِلحْنِ الكَلْبِ يَدْعُوْ وَ دُوْنَهٗ
مِنَ اللَّيْلِ سِجْفَا ظُلْمَةٍ وَ غُيُومُهَا

اور بہت سے کتے کی سی آواز نکال کر پکارنے والوں میں سے کسی نے اس وقت پکارا جب کہ اس کے سامنے رات کے دو پردے تھے اور گھنی تاریکی اور دوسرے بادل بھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

دَعَا وَهُوَ يَرْجُو اَنْ يُنَبِّهَ اِذْ دَعَا
فَتًى كَابْنِ لَيْلٰى حِيْنَ غَارَتْ نُجُومُهَا

اس نے ستاروں کے غروب ہو جانے کے بعد پکارا اور اس پکارنے سے اس کی آرزو یہ تھی کہ بن لیلیٰ یعنی فرزدق جیسے شخص کو جگا دے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بَعَثْتُ لَهٗ دَهْمَاءَ لَيْسَتْ بِلِقْحَةٍ
تَدُرُّ اِذَا مَا هَبَّ نَحْسًا عَقِيْمُهَا

میں نے اس کے لیے ایک سیاہ رنگ کی دیگ دیگدان پر چڑھائی یہ دودھ دینے والی اونٹنی نہ تھی اور یہ اونٹنی اس وقت دودھ دیتی ہے جب سرد اور بانجھ ہوا چلتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

كَاَنَّ المَحَالَ الغُرَّ فِى حَجَرَاتِهَا
عَذَارِى بَدَتْ لَمَّا اُصِيْبَ حَمِيْمُهَا

یہ ہنڈیا سخت غصے کی حالت میں تھی یعنی خوب جوش مار رہی تھی اور اس کا سینہ شتر مرغ کے سینے کی طرح آگے کو نکلا ہوا تھا اس کے نیچے ایسی لکڑی کے گھٹے جلائے گئے تھے جن سے سوکھی ٹہنیاں جدا کی گئیں تھیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مُحَضَّرَةٌ لَا يُجْعَلُ السِّرُّ دُوْنَهَا
اِذَا الْمُرْضِعُ الْعَوْجَاءُ جَالَ بَرِيْمُهَا

اس ہنڈیا پر لوگ کثرت سے آتے رہتے ہیں ہم اسے اس وقت بھی چھپا کر نہیں رکھتے جب بچے کو دودھ پلانے والی مہربان والدہ کا ہار لاغری کے باعث ڈھیلا ہو جائے خواہ کتنا ہی قحط و نایابی کا دور ہو[130*]۔

عربوں کا شاعر شریحی بن الاحوص[131*] کہتا ہے!

وَ مُسْتَنْبِحٍ يَبْغِي الْمَبِيْتَ وَ دُوْنَهٗ
مِنَ اللَّيْلِ سِجْفَا ظُلْمَةٍ وَسُتُوْرُهَا

مسافرانِ شب میں کوئی جو شب باشی کی تلاش میں تھا اور اس کے سامنے رات کی تاریکی اور اس کے کتنے ہی پردے حائل تھے۔

رَفَعْتُ لَهٗ نَارِيْ فَلَمَّا اهْتَدٰى بِهَا
زَجَرْتُ كِلَابِيْ اَنْ يَهِرَّ عَقُوْرُهَا

میں نے اس کے لیے اپنی آگ کے شعلوں کو بلند کیا پھر جب آگ کے ذریعے اس نے راستہ پالیا تو میں نے اپنے کتوں کو ڈانٹا کہ کوئی کاٹنے والا کتا بھونکنے نہ پائے۔

فَبَاتَ وَاِنْ اَسْرَی مِنَ اللَّیْلِ عَقْبَۃً
بِلَیْلَۃِ صِدْقٍ غَابَ عَنْھَا شُرُوْرُھَا

اگرچہ وہ رات کے وقت دو فرسنگ چل چکا تھا اور اس نے میرے پاس ایسی اچھی رات گذاری تھی جو ہر شر اور خطرے سے مامون تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عربوں کا شاعر ''مسکین الدارامی'' [132*] سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ !

کَأنَ قُدُوْرَ قَوْمِی کُلَّ یَوْمٍ
قُبَابَ التُّرْکِ مُلْبَسَۃَ الجُلَالِ

میری قوم کی دیگیں ہر روز اس طرح دکھائی دیتی ہیں جیسے ترکی خیموں پر سیاہ جھولیں ڈالی گئیں ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

کَأنَّ المُو فِدِیْنَ بِھَا جِمَالٌ
طَلَا ھَا الزِّفْتَ و القِطْرَانَ طَالِیُ

اِن دیگوں کی دیکھ بھال کرنے والے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا وہ ایسے اونٹ ہیں جنھیں ملنے والے نے روغن زفت اور قطران مل دیا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِاَیْدِیهِمْ مَغَارِفُ مِنْ حَدِیْدٍ
اُشَبِّهُهَا مُقَیَّرَةَ الدَّوَالِیْ

اُن کے ہاتھوں میں لوہے کے چمچے ہیں جن کے ذریعے وہ دیگوں میں سے کھانا نکالتے ہیں اور میں انھیں ڈولوں میں سے تشبیہ دیتا ہوں جنھیں روغن مل دیا گیا ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اس ضمن میں مسلم بن ریاح مرّی کے اشعار [133*]۔

بَكَرَ الْعَوَاذِلُ بِالسَّوَادِ يَلُمْنَنِیْ
جَهْلًا يَقُلْنَ اَلَا تَرَى مَا تَصْنَعُ

ملامت کرنے والی عورتیں آخر شب کی تاریکی ہی میں یعنی پو پھٹنے سے قبل بھی مجھے نادانی کے باعث ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں! کیا تُونہیں دیکھ رہا کہ تُو کیا کر رہا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَفْنَيْتَ مَا لَكَ فِى السَّفَاهِ وَاِنَّمَا
اَمْرُ السَّفَاهَةِ مَا اَمَرْنَكَ اَجْمَعُ

تُو نے اپنا مال بے وقوفی کی وجہ سے تباہ کر دیا ہے حالانکہ وہ درحقیقت تجھے جس بات کا حکم دے رہی ہیں دراصل وہی تو سب سے بڑی بے وقوفی کی بات ہے یعنی بخل۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَقُتُودِ نَاجِيَةٍ وِضَعْتُ بَقَفْرَةٍ
وَالطَّيْرُ غَاشِيَةُ الْعَوَافِي وُقَّعُ

اور کئی تیز رفتار اونٹنیوں کے پالانوں کی لکڑیوں کو اتار کر میں نے چٹیل میدانوں میں رکھ دیا ہے، تا کہ اونٹنی کو ذبح کروں درآنحالیکہ پرندے سائلوں کے اوپر چھائے ہوئے تھے اور ان پر گر گر جاتے تھے۔

بِمُهَنَّدٍ ذِي حِلْيَةٍ جَرَّدْتُهُ
يَبْرِي الْأَصَمَّ مِنَ الْعِظَامِ وَيَقْطَعُ

اور میں نے اِس اونٹنی کو اس تیز ہندی اور مزین و آراستہ تلوار سے ذبح کیا جسے میں نے میان سے نکال لیا تھا اور جو ٹھوس ہڈیوں تک کو کاٹ ڈالتی ہے۔

لِيَنُوبَ نَائِبَةٌ فَتَعْلَمَ أَنَّنِي
مِمَّنْ يَغُرُّ عَلَى الثَّنَاءِ فَيُخْدَعُ

میں نے اس اونٹنی کو اس لیے ذبح کیا کہ کوئی اترنے والا قافلہ آ کر میرے پاس اترے اور اسے معلوم ہو جائے کہ میں اِن لوگوں میں سے ہوں جو تعریف سے دھوکا کھاتے اور فریب میں آ جاتے ہیں۔

اِنِّي مُقَسِّمُ مَا مَلَكْتُ فَجَاعِلٌ
اَجْرًا لِآخِرَةٍ وَ دُنْيَا تَنْفَعُ

میں اپنے مال کا تقسیم کرنے والا ہوں اور اسے آخرت کے اجر یا دنیا کی منفعت پہ لگا دینے والا ہوں۔

عربوں کا ایک شاعر ارطاۃ سھیۃ المری کہتا ہے [134*]

فَلَوْا اَنَّ مَا نُعْطِی مِنَ المَالِ نَبْتَغِیْ
بِہِ الحَمْدَ یُعْطِیْ مِثْلَہُ زَاخِرُ البَحْرِ

تعریف حاصل کرنے کی غرض سے جس قدر مال ہم خرچ کرتے ہیں اگر اس قدر مال موج زن سمندر خرچ کرتا۔

لَظَلَّتْ قَرَاقِیْرٌ صِیَامًا بِظَاھِرٍ
مِّنَ الضَّحْلِ کَانَتْ قَبْلُ فِی لُجَجٍ خُضْرٍ

تو کشتیاں جو پہلے سیاہ موجوں میں چلتی تھیں کم پانی کی سطح پہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی ہوتیں۔

وَلَا نَکْسِرُ العَظْمَ الصَّحِیحَ تَعَزُّزًا
وَنُغْنِی عَنِ الْمَوْلٰی وَنَجْبُرُ ذَا الکَسْرِ

ہم صرف صحیح وسالم ہڈی ہی کو غرور کے ساتھ نہیں توڑتے ہم تو اپنے مولیٰ کی مدافعت بھی کرتے ہیں اور مظلوم کی مدد بھی کرتے ہیں۔

غَلَبْنَا بَنِیْ حَوَّاءَ مَجْدًا وسُودَدًا
وٰلکنّنَا لَمْ نَسْتَطِعْ غَلَبَ الدَّھْرِ

اور ہم اپنی بزرگی اور سرداری کی بدولت حوا کی اولاد پر غالب آگئے ہیں مگر زمانے پر غالب آنے کی قدرت نہ رکھ سکے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

حجر بن حیہ العبسی سخاوت کے ضمن میں کہتا ہے!

وَلَا اُدَوِّمُ قِدْرِیْ بَعْدَ مَا نَضَجَتْ
بُخْلًا لِتَمْنَعَ مَا فِیْھَا اَثَافِیْھَا

میں اپنی ہنڈیا کو پک جانے کے بعد بخل کی وجہ سے چولھے پر نہیں رہنے دیتا تاکہ اس کے بٹے اس کھانے کو جو ہنڈیا کے اندر ہے بچا سکیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

حَتّٰی تُقَسَّمَ شَتّٰی بَیْنَ مَا وَسِعَتْ
وَلَا یُؤَنَّبُ تَحْتَ اللَّیْلِ عَافِیْھَا

مجھے چین نہیں آتا تا آنکہ اسے جتنے حصوں میں بھی ہوسکے تقسیم نہ کر لیا جائے، کہ رات کی تاریکی میں کسی سائل سے سختی کے ساتھ پیش نہیں آیا جاتا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

لَا اَخْرُءُ الْجَارَۃَ الدُّنْیَا اِذَا قْتَرَبَتْ
وَلَا اُقَوِّمُ بِھَا فِی الْحَیِّ اُخْزِیْھَا

میں قریب کی پڑوسن کو جب میرے پاس آجائے اپنے عطیوں سے محروم نہیں کرتا اور نہ قبیلے میں اسے رسوا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَ دَارٍ أكَلِّمُهَا اِلاّ عَلَا نِيَةً
وَلَا اُخَبِرُّ هَا اِلاّ اَنا دِيْهَا

اور میں اس کے ساتھ گفتگو بھی کرتا ہوں اعلانیہ کرتا ہوں اور جو خبر بھی اسے دیتا ہوں وہ بلند آواز سے اور پکار کر دیتا ہوں۔

اور مساور بن ہند بن قیس بن زبیر کہتا ہے!

فُدًى لِبَنِىْ هِنْدٍ غَدَاةَ دَعَوْتُهُمْ
بِجَوٍّ وَ بَا لَ النَّفْسُ و الأَ بَوانِ

میرا نفس اور میرے والدین بنی ہند پر اس صبح کو فدا ہوں جب میں نے انھیں وبال کی زمین میں مدد کے لیے پکارا تھا۔

اِذَا جَارَةٌ شُلَّتْ لِسَعْدِ بِنْ مَالِكٍ
لَهَا اِءِ بِلٌ شُلَّتْ لَهَا اَ بلَانِ

جب کوئی شخص سعد بن مالک کی کسی پڑوسن کا ایک اونٹ ہانک لے جائے تو اس پڑوسن کی خاطر ہم اُن کے دو اونٹ چھین کر لے آتے ہیں۔

اِذَا عَقَدَتْ اَفْنَاءَ سَعْدِ بِن مَالِكٍ
لَهَا ذِمَّةٌ عَزَّتْ بِكُلِّ مَكَانٍ

جب سعد بن مالک کے وہ لوگ جو مختلف اطراف میں بکھر گئے ہوں کسی پڑوسن کو کوئی عہد دے دیں تو وہ پڑوسن ہر مقام پر قابل عزت ہو جاتی ہے۔

اِذَا سُئِلُوا مَالَيْسَ بِالحَقِّ فِيهِمْ
اَبَىٰ كُلُّ مَجنِيٍ عَلَيْهِ وَجَانِيُ

جب اِن سے کسی ناحق بات کا مطالبہ کیا جائے تو اِن میں سے ہر شخص خواہ مظلوم ہو خواہ ظالم اس ناحق بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

وَدَارِ حِفَاظِ اقَدْ حَلَلْتُمْ مُهَانَةً
بِهَا نِبْبُكُمْ والضَّيْفُ غَيْرُ مُهَانٍ

اے بنی ہند! تم بہت سے حمیت کے مقامات پر جا کر اترے جہاں تمھارے اونٹ تو قیمت کھو بیٹھتے تھے مگر تمھارے مہمان کی توہین نہ ہوتی تھی[135*]۔

یزید بن الجہم ہلالی کے اشعار یہ ہیں[136*]۔

لَقَدْ اَمَرَتْ بِالْبُخْلِ اُمُّ مُحمّدٍ
فَقُلْتَ لَهَا حُثِّی عَلَى البُخْلِ اَحْمَدَ

اُم محمد نے مجھے بخل اختیار کرنے کو کہا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ احمد کو اس عمل کے متعلق کہہ دیکھو۔

فَانِیّ امْرُوُ ءٌ عَوَّدْتُ نَفْسِی عَادَۃً
و کُلّ امرُیٍ جَارٍ عَلَی مَا تَعَوَّدَا

کیونکہ میں تو ایسا انسان ہوں جس نے اپنے آپ کو ایک عادت ڈال رکھی ہے ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی عادت کے مطابق چلتا ہے۔

أحِیْنَ بَدَافِیْ الرَأسِ شَیْبٌ واَقبَلَتْ
اِلَیّ بَنُو غُیلَانَ مَثنیً و مَوحَدا

کیا اب جب میرے سر میں سفید بال ظاہر ہوگئے ہیں اور بنوعیلان کے اِکے دُکے میری طرف آنے لگے ہیں۔

رَجَوْتَ سِقَاطِیْ وَ اِعتلَالِیْ وَ نَبْوَتِیْ
وَرَاءَکِ عَنِیّ طَالِقًا وَارْحِلِیْ غَدَا

تُو مجھ سے یہ امید رکھتی ہے کہ میں لغزش کھا جاؤں گا، بہانے بناؤں گا اور بدخلقی اختیار کروں گا، دور ہو جا تجھے طلاق ہے اور کل صبح یہاں سے کوچ کر جا کہ عمر بھر کی عادت بڑھاپے میں بدلی نہیں جاسکتی۔

اور یہ عروہ بن الورد العَبسی کے اشعار ہیں[137*]۔

أرَى اُم ٌ حَسَّان الغَدَ الاّ تَلُو مُنِیُ
تُخَوِ ّ فُنِیُ الأ عْدَ والنَّفس ُ اَخُوَف

میں آج صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ اُم حسان مجھے ملامت کر رہی ہے مجھے دشمنوں سے ڈرا رہی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کا نفس ڈر کو بہت قبول کرتا ہے۔

لَعَل ّ الَّذِیُ خَوَّ فتِنَا مِنْ أَمَا مِنَا
یُصَا دِ فُہ ُ فِی ُ اَھْلِہِ المُتَخَلّف ُ

ہوسکتا ہے کہ آگے آنیوالی جس موت سے تُو مجھے ڈرا رہی ہے اسے گھر میں پیچھے رہ جانے والا گھر ہی میں پالے گا۔

اِذَا قُلْتُ قَد جَا ءَ الغِنٰی حَالَ دُوْنَہ ُ
اَبُو صِبیَۃٍ یشکُو مَفَا قِرَ ا عْجف ُ

جب میں کہتا ہوں کہ مال آ گیا تو اس کے درمیان بچوں کا وہ باپ حائل ہو جاتا ہے جو لاغر اور متاجی کا شاکی ہوتا ہے۔

لَہ ُ خَلَّۃٌ لا یَدْ خُلَ الحَق ٌ دُ وْنَھَا
کَر ،یْم ٌ اَصَابَتْہ ُ حَوَادِث تجرُ ف ُ

اس کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ دوسرے لوگوں کے واجبی حقوق درمیان میں حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شریف انسان ہے جسے حوادث نے تباہ کر رکھا ہے۔

اور یہ اشعار مرار فقعسی کے ہیں[138*]۔

آلَيْتُ لَا أُخِفِي إِذَا اللَّيْلُ جَنَّنِي
سَنَا النَّارِ عَنْ سَارٍ وَلَا مُتَنَوِّرِ

میں نے قسم کھائی ہے کہ جب رات چھا جائے گی تو میں اپنی آگ کی روشنی کو رات کے چلنے والے اور دور سے دیکھنے والے سے چھپا کے نہ رکھوں گا۔

فَيَا مُوقِدِي نَارِيْ ارْفَعَا هَا لَعَلَّهَا
تُضِيءُ لِسَارٍ آخِرَ اللَّيْلِ مُقْتِرِ

اے میری آگ کے جلانے والے ملازمو! اس کے شعلوں کو اور بلند کرو تا کہ یہ کسی رات کے آخر میں چلنے والے محتاج آدمی کے لیے آسانی پیدا کر سکے۔

وَمَا ذَا عَلَيْنَا اَنْ يُوَاجِهَ نَارَنَا
كَرِيْمُ الْمُحَيَّا شَاحِبُ الْمُتَحَسَّرِ

ہمارا کیا حرج ہے اگر کوئی شریف چہرے والا جس کے جسم کا رنگ بدل چکا ہو ہماری آگ کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے۔

اِذ قَالَ مَنْ اَنْتُمْ لِيَعْرِفَ اَهْلَهَا
رَفَعْتُ لَهُ بِسَمِيْ وَلَمْ أتنكّرِ

جب وہ آگ والوں کو جاننے کے لیے کہتا ہے کہ تم کون ہو؟ تو میں اپنا نام بلند آواز سے کہتا ہوں اور میں کوئی اجنبی نہیں ہوں۔

فَبِتْنَا بِخَيْرٍ مِنْ كَرَامَةِ ضَيْفِنَا
وَبِتْنَا نُهِّى طُعَمَهُ غَيْرَ مَيْسِرِ

چنانچہ مہمان کی تکریم میں ہم رات اچھی طرح گذار دیتے ہیں اور رات بھر اس کے لیے کھانا تیار کرتے رہتے ہیں بدون اس کے کہ اس کے ساتھ جوا کھیلیں۔

اور یزید ابن طریہ کے اشعار میں ہے کہ!

اِذَا اَرْسَلُوْنِى عند تَقْدِيْرِ حَاجَةٍ
أُمَارِسُ فِيْهَا كُنْتُ نِعمَ الْمُعَارِسُ

جب میری قوم مجھے کسی ایسی حاجت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجے جس کے معاملے میں میں مشتاق ہوں تو میں ان کے لیے واقعی عمدہ مشتاق ثابت ہوں گا۔

وَ نَفِعَیَ نَفْعُالمُوْ سِرِ یْنَ و اِنَّمَا
سَوَامِی ُسَوَام ُ المُقِتِرِیْنَ َالمُفَالِسِ

میں لوگوں کے لیے مالداروں کی طرح نفع رساں ہوں حالانکہ میرے جانور مفلس اور محتاج لوگوں جیسے ہیں[139*]۔

سخاوت کے بارے میں سوادۃ الیربوعی کے اشعار یہ ہیں!

اَلَا یکَرَت ُ مَی ٌّ عَلَیَّ تَدُومُنِی
تَقُوْلُ ٌ اَلَا اَھْلَکْتَ َمَنْ اَنْتَ عَا ئِلُہ ُ

اے مخاطب! میری بیوی میّہ صبح ہوتے ہی ملامت کرنے پہ اتر آئی وہ کہتی تھی کہ تُو نے اپنے اہل وعیال کو جن کا تُو کفیل ہے تباہ کردیا ہے۔

ذَرِیْنِیْ فَاِنَّ البُخْلَ لَا یُخْلِد ُالفَتَی
وَلَا یُھِلكُ المَعْرُوْفُ مَنْ ھو َفَا عِلُہٗ

میں نے کہا! مجھے اسی طرح رہنے دے کیونکہ نہ بخل انسان کو ہمیشہ کی زندگی عطا کرسکتا ہے اور نہ ہی احسان کرنے والے کو ہلاک ہونے سے بچاسکتا ہے۔

مقنع الکندی[140*] کچھ اشعار یہ ہیں

نَزَلَ الْمَشِیْبُ فَاَیْنَ تَذْهَبُ بَعْدَه
وَقَدِ ارْعَوَیْتَ وَحَانَ مِنْكَ رَحِیْلُ

تجھ پہ بڑھاپا نازل ہوگیا ہے تو اس کے بعد تُو کہاں جائے گا، اور تُو راہ حق سے بھی ہٹ گیا ہے حالانکہ تیرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔

كَانَ الشَّبَابُ خَفِیْفَةً اَیَّامُهُ
والشَّیْبُ مَحْمِلُهُ عَلَیَّ ثَقِیْلُ

میری جوانی کے ایام تو ہلکے پھلکے تھے، مگر یہ بڑھاپا تو میرے لیے بہت ہی گراں بار ثابت ہو رہا ہے۔

لَیْسَ العَطَاءُ مِنَ الفُضُولِ سَمَاحَةً
حَتَّی تَجُودَ وَمَا لَدَیْكَ قَلِیْلُ

ضرورت سے زائد مال میں سے سخاوت کرنا تو کوئی سخاوت نہیں! بات تو تب ہے جب تیرے پاس مال بھی کم ہو اور تُو سخاوت کرے۔

انّی وَاِنْ لَمْ یَنَلْ مالی مَدَی خُلُقِی
فَیَّاضُ مَا مَلَكَتْ كَفَّایَ مِنْ مَالِ

میں وہ مال لوگوں کو دے دیا کرتا ہوں جو میرے قبضے میں ہو اگرچہ میرا مال کبھی بھی میرے

فیاضانہ ذوق وشوق کی حد کو نہیں پہنچ سکا۔

لَا اَجِسُ المَالَ اِلاّ رَیْثَ اُتْلِفُہ ُ
وَلَا تُغَیِّرُ نِیْ حَالٌ اِلَی حَالِ

میں اپنے لیے اپنے پاس صرف اسی قدر مال روک کر رکھتا ہوں جس قدر خرچ کرسکوں میری طبیعت کو ایک حالت دوسری حالت میں تبدیل نہیں کرسکتی۔

سخاوت کے ضمن میں عرب شعرا کا کلام اُن کے عمل کا غماز ہے۔اُن کی عادات کا عکس ہے۔اُن کے شب و روز کا بیان ہے،اُن کی آرزوؤں کا ثبوت ہے،ان کی دُعاؤں کا جواب ہے اور ہر اس سوال کا جواب ہے جو عربوں کے بارے میں کیا جائے۔اِن اشعار سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کون سی صفاتِ محمودہ تھیں جنھیں حاصل کرنے کے وہ مشتاق تھے۔نیز اِن اشعار سے تمدن عرب کے اُن پہلوؤں پہ بھی روشنی پڑتی ہے جن کے بارے میں لوگوں کے مابین ابہام پایا جاتا ہے۔اوران رسم ورواج کے بارے میں بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے جو سخاوت کے ضمن میں عربوں کے ہاں رائج تھے۔جیسا کہ اِن اشعار میں عربوں کی اُس آگ کا تذکرہ کیا گیا ہے جسے وہ نارِ ضیافت کہا کرتے تھے [141*]۔اور یہ وہ آگ ہے جو عرب کسی بلند چوٹی پہ روشن کیا کرتے تھے تا کہ صحرا میں بھولا کوئی مسافر اسے دیکھ لے تو ان کی طرف آئے اور اس کی ضیافت کی جائے۔یاد رہے کہ وہ اپنے مہمانوں کی ضیافت کے معاملے میں اتنے مشتاق تھے کہ آگ میں ایک قسم کی خوشبو کو بھی شامل کیا کرتے تھے تا کہ اگر کوئی اندھا مسافر ان کی راہوں سے گزرے اور ان کی آگ کو نہ دیکھ سکے تو خوشبو سونگھ کر ہی ان کے ڈیرے تک پہنچ جائے تا کہ اس کی ضیافت کی جاسکے۔

اہل عرب جانتے تھے کہ سخاوت صرف مال کے خرچ کردینے کا نام نہیں بلکہ یہ تو درحقیقت انسان کی ایک طبعی کیفیت ہے جو اسے اپنا اندوختہ خرچ کرنے پر مجبور کرتی ہے اور" **سخاوت** " کی ضد " **شح** " ہے اور اندوختہ کو خرچ کرنے کو" **جود** " کہتے ہیں اور اس کی ضد" **بخل** " ہے۔ان الفاظ کے

اصل معنی یہی ہیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس فرق کا پتہ یوں چلتا ہے کہ عربوں نے "سخا اور شُخ" سے جو اسم فاعل بنایا ہے وہ طبعی اور فطری افعال کے اسم فاعل کی طرح بنایا ہے، چنانچہ فعیل کے وزن پر "شَحِيحٌ اور سَخِيٌّ" کہتے ہیں اور اس کے برخلاف جود اور بخل سے "جَوادٌ اور بَاخِلٌ" کہتے ہیں۔اب اگر کوئی یہ کہے کہ بخیل بروزن فعیل آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مبالغے کی غرض سے اسے اپنے اصل وزن سے ہٹا کر فعیل کے وزن پر بولا گیا ہے جس طرح عرب "رَاحِمٌ اور رَحِيمٌ" کہتے ہیں چونکہ سخاوت ایک طبعی چیز ہے اس لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں استعمال نہیں ہوتا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہیں گے بلکہ ان کے لیے "جَوَادٌ" کا لفظ مناسب تصور ہوگا اور عربوں کی سخاوت کے ضمن میں حضرت ہاشم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب رات کا کھانا تیار ہو جاتا تو وہ کسی مہمان کی تلاش میں نکل جاتے اگر اتفاق سے کوئی مہمان نہ ملتا تو وہ اپنے سامنے ایک پتھر رکھ لیتے اور مہمان کی جگہ اس کی تکریم کرتے کہ ایک لقمہ خود اٹھاتے اور ایک لقمہ اس پتھر کے پاس رکھ دیتے۔ چنانچہ جب وہ کھانا کھا چکتے تو پتھر کے پاس جمع شدہ کھانا اٹھا کر اسے پہاڑ کی چوٹی تک لے جاتے تاکہ جنگل کے رہنے والے جانور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔حضرت ہاشم کی سخاوت کے اور بھی بہت سے واقعات مقبول ہیں جنھیں ان کی جگہ پر پیش کیا جائے گا انشاءاللہ! عرب کے شعرا کا کلام جو ہم نے پیش ہے اس کی حیثیت اس ایک قطرے کی بھی نہیں ہے جو سمندر سے نکالا گیا ہو مگر چونکہ ان کا مکمل تذکرہ ممکن ہی نہ تھا اس لیے ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔متقدمینِ اہل لغت و ادب میں سے کسی نے عربوں کے مہمانوں کی ضیافت اور ان کی سخاوت کے متعلق عجیب و غریب واقعات بیان کیے ہیں اور سخاوت ہی کے ضمن میں عربوں کے ہاں کئی کتابیں مدون کی گئیں ہیں جنھیں اس موضوع کے متعلق مزید علم کی چاہت وہ ان سے رجوع کرسکتا ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے اس کتاب میں سخاوت کے ضمن میں جو اشعار نقل کیے ہیں یہ وہ اشعار ہیں جن کی روایت عربوں کے مورخ ابو تمام نے حماسہ میں کی ہے اس لیے ہم نے ان اشعار کی تشریح کرنے کی طرف خاص توجہ نہیں کی بلکہ صرف ترجمے پہ اکتفاء کیا ہے اس لیے کہ حماسہ کی بہت سی شرحیں مرتب کی جا چکی ہیں لہٰذا اگر ان اشعار کے سلسلے میں کسی کو کوئی اشکال پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ ان شارحین کی طرف اپنی توجہ مبذول کرے کیونکہ یہ مقام اس بات کا متقاضی نہ تھا کہ ہم ان اشعار کے پس منظر میں کھو جاتے اور اپنے

اصل مقصد سے دور ہٹ جاتے۔عرب معاشرہ اپنے معاصر معاشروں سے الگ پہچان رکھتا تھا اوراس کے رسم ورواج بھی متمدن دنیا سے قدرے ہٹ کے تھے مگر جب نگاہ عمیق سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اخلاقی قدریں الہامی اور فطری بنیادوں پر استوار تھیں چونکہ وہ خود کو دین ابراہیمؑ کا پیرو جانتے تھے اس لیے باوجود جہالت اور شرک کے ان میں اب بھی بعض وہ اوصاف باقی تھے جن کو سراسر خیر قرار دیا جاسکتا ہے اوران کی اخلاقی حالت بھی دوسری اقوام سے بہت بلند تھی جس کا ثبوت عرب کے شعرا کے ہاں بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔عربوں کی سخاوت کے ضمن میں اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُن لوگوں کا کچھ ذکر کردیا جائے جو سخاوت میں بے مثل تھے اور جن کی فیاضی اور فراخ دستی کے قصے ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی زندہ ہیں اور لوگ ان سے سبق حاصل کررہے ہیں۔

حاتم طائی

حاتم طائی کو کون نہیں جانتا اس کی سخاوت کے قصے مغرب و مشرق میں معروف ہیں اور عرب انھیں حاتم بن عبداللہ بن سعد بن الحشرج بن امراؤالقیس بن عدی بن احزم الطائی کے نام سے جانتے ہیں۔حاتم عربوں کا مشہور سخی اور بلند پایہ شاعر تھا۔اس کی کنیت ابوعدی اور ابوسفالہ تھی۔اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا عہد پایا اور اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو سنوارا۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات بھی کی ہے اور وہ متعدد احادیث کے راوی بھی ہیں۔امام احمد[142*] نے اپنی مسند میں حاتم کے بیٹے عدی سے روایت کی ہے کہ!

”حاتم بن عدیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا؛ یا رسول اللہ میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور فلاں فلاں (سخاوت) اور بھلائی کے کام کیا کرتا تھا کیا اس کا اجر اس کو ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا؛ تیرے باپ نے ایک بات چاہی اور اسے حاصل کر لیا آپ کی مراد شہرت سے تھی۔“

فتح مکہ کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کے لشکر عربوں کو مرعوب کرنے میں مصروف تھے تو اس دوران حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کو گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش گیا تو سفانہ نے کہا:

میرا والد مر گیا ہے اور میں یتیم ہوں میرے مددگار غائب ہو گئے ہیں میرا باپ اپنی قوم کا سردار تھا، وہ قیدیوں کو چھڑایا کرتا تھا اور جن امور کی حفاظت اس کے ذمے ہوا کرتی وہ ان کا احساس کرتا تھا، وہ مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کیا کرتا تھا، وہ کھانا کھلایا کرتا تھا اور بہت فراخ دست تھا، وہ امن و

سلامتی کو رواج دیتا تھا، اور کوئی حاجت مند ایسا نہ ہوگا جو اس کے در سے خالی گیا ہو اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو عربوں کو میری مصیبت پہ خوش نہ ہونے دیں اور مجھے رہا کر دیں کیونکہ میں حاتم الطائی کی بیٹی ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے لڑکی! تُو نے اپنے باپ کی جو صفات گنوائی ہیں یہ تو مومن کی صفات ہیں اگر تمھارا باپ ہمارے عہد میں پیدا ہوتا تو ہم یقیناً اس کے لیے دعائے خیر کرتے''۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے رہا کر دیا جائے کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق سے محبت کرتا تھا۔

ابن الاعرابی نے حاتم کے متعلق بیان کیا ہے کہ حاتم زمانہ جاہلیت کے شعرا میں سے تھا اور بلا کا سخی تھا۔ چنانچہ اس کی سخاوت اس کے شعروں کے ساتھ پوری مطابقت رکھتی تھی اور اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرتا تھا وہ جہاں کہیں بھی اترتا اس کی فرودگاہ لوگوں میں مقبول ہو جاتی تھی وہ شہ سوار بھی تھا جب بھی لڑا تو دشمن پہ غالب آیا لڑائیوں کے بعد حاصل ہونے والا مال غنیمت وہ اسی وقت لٹا دیا کرتا تھا اور وہ لوگوں کو قید بھی نہ کیا کرتا تھا بلکہ ان کو اسی وقت رہا کر دیا کرتا تھا۔ جوا کھیلتا تو جیت جاتا اور جیتا ہوا سارا مال وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ وہ رجب کے چاند کو دیکھ کر دس اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور لوگ اس کے ڈیرے پر جمع ہو جاتے اور ان اونٹوں کا گوشت کھاتے رہتے جو حاتم نے ذبح کیے ہوتے۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ کسی کے اکلوتے بیٹے کو قتل نہیں کرے گا۔

حاتم ابھی بچہ ہی تھا جب اس سے سخاوت کا ظہور ہوا واقعہ کچھ یوں ہے کہ حاتم کا باپ اسے اونٹ چرانے کے لیے جنگل میں چھوڑ گیا''۔

تب حاتم کے پاس شعرا کی ایک جماعت آئی جن میں عربوں کے مشہور شعراء شامل تھے''۔

ان میں نابغہ ذبیانی، عبید بن ابرص اور بشر بن ابی حازم شامل تھے''۔

یہ لوگ حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کے پاس سے واپس آ رہے تھے''۔

انھوں نے حاتم سے کھانا مانگا!

حاتم اگرچہ ان لوگوں کو نہیں جانتا تھا تب بھی اس نے کہا"۔
غالباً تم لوگوں نے میرے اونٹوں کی وجہ سے مجھے پکارا ہے"۔
تو اتر آؤ!
حاتم نے ان میں سے ہر آدمی کے لیے ایک ایک اونٹ ذبح کر دیا"۔
اور ان کی خوب ضیافت کی"۔
جب وہ کھانا کھا چکے تو حاتم نے اُن سے اِن کے نام پوچھے"۔
جب اس نے جانا کہ وہ عربوں کے نامور لوگ ہیں تو اس نے اپنا باقی ماندہ مال بھی ان میں تقسیم کر دیا
"۔
جب حاتم کا باپ واپس آیا تو اس نے حاتم سے اپنے اموال کے بارے میں پوچھا؟
تو حاتم نے جواب دیا"۔
جس طرح کبوتر کی گردن کا طوق دائمی ہے اسی طرح میں نے ابدی بزرگی کا ہار تمھارے گلے میں ڈال دیا ہے"۔
پھر اس نے اپنے باپ سے سارا واقعہ کہہ سنایا"۔
باپ نے اسے ملامت کی اس کو اپنے گھر سے نکال دیا"۔
حاتم اب ویرانوں میں گھومتا تھا اور لوگوں کی بھلائی کے کام کرتا تھا"۔
اور حاتم کی سخاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو مورخین نے بیان کیے ہیں حاتم کی بیوی ماویہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سخت قحط بپا تھا پورے قبیلے کے مال مویشی تباہ ہو چکے تھے وہ قحط کی ایک سرد طویل اور سخت ترین رات تھی اور اس سے پہلے گزری رات کو بھی ہمارے پیٹ خالی رہے تھے۔ دور دور تک خشک سالی تھی اور کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس رات بچوں نے بھوک کے مارے رونا شروع کر دیا تھا۔ حاتم نے عدی کو سنبھالا اور میں نے سفانہ کی دل جوئی کی کہ کسی طرح وہ سو جائیں۔ آخر بچے سو گئے اور حاتم مجھ سے باتیں کرنے لگا تا کہ میرا دل بھی بہلا رہے تب مجھے اس کی تکلیف پہ رحم آ گیا اور میں نے اس سے باتیں کرنی بند کر دیں تا کہ وہ سمجھے کہ میں بھی سو گئی ہوں مگر پیٹ میں بھوک کا درد تھا ایسے میں بھلا کوئی کیسے سو سکتا ہے پھر اس نے مجھے آواز دے کر پوچھا کہ میں سو گئی ہوں"۔

تو میں چپ ہی رہی تا کہ وہ جانے کہ میں سو چکی ہوں"۔

اس کے بعد حاتم نے مجھے نہ پکارا"۔

وہ بھی چپ ہو گیا اور لیٹ رہا حالانکہ میں جانتی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے"۔

پھر خیمے کے باہر یوں محسوس ہوا کہ وہاں کوئی کھڑا ہے"۔

کچھ دیر بعد کسی نے حاتم کو آواز دی اور حاتم اٹھ کر باہر چلا گیا"۔

باہر ایک جوان عورت کھڑی تھی"۔

جو حاتم سے باتیں کر رہی تھی"۔

میں نے بھی ان کی باتوں پہ کان لگا دیئے"۔

عوت کہہ رہی تھی"۔

اے ابو سفانہ! میں اپنے بھوک سے بلکتے بچوں کے پاس سے آئی ہوں تا کہ تجھ سے مدد کا سوال کر سکوں"۔

حاتم نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا نہ کوئی بہانہ کیا اور نہ اسے ٹالنے کی کوشش کی بلکہ اسے کہا"۔

کہ وہ اپنے بچوں کو لے آئے میں ان کا پیٹ ضرور بھروں گا"۔

میں حاتم کی بات پہ حیران رہ گئی"۔

میں جلدی سے حاتم کے پاس آئی اور اس سے کہا:

خدا کی قسم تمھارے خود کے بچے تو دلا سے کے سہارے خالی پیٹ سو گئے ہیں اور تُو نے لوگوں کو ضیافت کے لیے بلا لیا ہے"۔

حاتم نے مجھے کوئی جواب نہ دیا"۔

میں نے دیکھا کہ اس نے آگ جلانی شروع کر دی ہے"۔

آگ جلانے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا اپنے بچوں کو بھی جگا لو"۔

اس کے بعد اس نے چھری لی اور اپنی سواری کے گھوڑے کو ذبح کر دیا اگرچہ وہ اس سے محبت کرتا تھا"۔

اس نے مجھے کہا:

گوشت بھونتی جاؤ اور اس کے اور اپنے بچوں کو کھلاتی جاؤ"۔

پھر اس نے کہا:

خدا کی قسم! یہ تو کمینہ پن ہے کہ ہمارے بچے تو گوشت کھائیں اور بنی طے کے بچے بھوکے پیٹ سو رہیں"۔

پھر اس نے بنی طے کے ایک ایک خیمے پر دستک دی اور ان سے کہا!

کھانا کھانے کے لیے حاتم کے ڈیرے پر پہنچو!

چنانچہ سب نبی طے خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے اکھٹے ہو کر آ گئے اور حاتم کے محبوب گھوڑے کا گوشت کھایا"۔

مگر خود حاتم کمبل لے کر ایک طرف لیٹ رہا اور اس نے گوشت کا ایک لقمہ تک نہ لیا تا آنکہ گھوڑے کا گوشت ختم ہو گیا[*143]"۔

اور حاتم کی سخاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو مورخین نے محفوظ رکھے ہم تو صرف انتخاب پیش کر رہے ہیں اب ہم حاتم کی سخاوت کا وہ واقعہ پیش کرتے ہیں جس میں اس نے مرنے کے بعد کچھ لوگوں کی ضیافت کی تھی ہم اسے میدانی[*144] کے حوالے سے یہاں یہاں نقل کر رہے ہیں اگرچہ اس کا تذکرہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور شہاب الدین احمد المعروف ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں بھی کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام محرز نے بیان کیا کہ قبیلہ قیس کے کچھ لوگ حاتم کی قبر پہ اترے"۔

اور اس قبر کے قریب رات گذارنے کے لیے ٹھہر گئے"۔

اور ان کے پاس اس وقت کھانے کو کچھ بھی نہ تھا"۔

چنانچہ وہ یونہی لیٹ گئے"۔

پھر ان میں سے ایک شخص جس کا نام ابوالخیبری تھا اٹھا!

اور اس نے حاتم کی قبر کو ایڑی سے مارنا شروع کیا"۔

اس کے ساتھی حیرت سے اس کام کو دیکھ رہے تھے"۔

ابوالخیبری نے حاتم کو پکارا اور اس سے کہا!

اے حاتم! ہماری ضیافت کر!

ابوالخیبری کے ایک ساتھی نے اس سے کہا:

ارے او کمبخت! تو ایک مرے ہوئے انسان کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے“۔

ابوالخیبری نے اسے جواب دیا“۔

اس لیے کہ قبیلہ طے کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی حاتم کی قبر پہ بھی آ کر اس سے کھانا طلب کرے تو وہ اس کو کھانا دیتا ہے“۔

اس لیے میں تو ان کے دعویٰ کی پرکھ کر رہا تھا“۔

اس کے بعد رات چھا گئی اور وہ لوگ سو گئے“۔

ابھی کچھ ہی رات گزری تھی کہ ابوالخیبری گھبرا کر اٹھ بیٹھا:

اور پکارا! ہائے میری سواری“۔

اس کا شور سُن کر اس کے ساتھی بھی جاگ اٹھے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے پھر کہا!

ہائے میری سواری“۔

کیا تیری سواری بھاگ گئی ہے“۔

ابوالخیبری کے ساتھیوں نے اس سے سوال کیا؟

نہیں!

ابوالخیبری نے جواب دیا“۔

بلکہ حاتم ابھی میرے خواب میں آیا تھا اور اس نے میری آنکھوں کے سامنے میرے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں“۔

وہ اٹھ کر اپنے اونٹوں کی طرف بھاگے اور انھوں نے دیکھا!

کہ ابوالخیبر کے اونٹ کی ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور اس سے خون بہہ رہا تھا“۔

ابوالخیبری نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ حاتم نے اس کے اونٹ کی ٹانگ پر تلوار سے وار کیا اور پھر یہ اشعار پڑھے جو مجھے ابھی تک یاد ہیں“۔

پھراس نے زیرلب شعردہرائے اورانھیں اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا!
ابوالخیبری کے ساتھی حیران تھے اورابواخیبری حاتم کے شعرپڑھ رہاتھا‘‘۔

أَبَا الخَيْبَرِيّ وَأَنْتَ امْرُؤٌ
ظَلُومُ العَشِيْرَةِ شَتَّامُهَا

اے ابوالخیبری! تُو ایسا انسان ہے جو اپنے قبیلے پر بہت ظلم کرے اور اسے بہت گالیاں دے۔

أَتَيْتَ بِصَحْبِكَ تَبْغِي القِرَى
لَدَى حُفْرَةٍ قَدْ صَدَتْ هَامُهَا

اور تُو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضیافت کا طالب ہو کر اس قبر پر آیا ہے جس کا حام صدی بن چکا ہے۔[145*]

أَتَبْغِي لِيَ الذَّمَّ عِنْدَ المَبِيْتِ
وَ حَوْلِكَ طَيٌّ وَ انْعَامُهَا

کیارات گزارنے کے وقت تو یہ چاہتا ہے کہ میری مذمت کی جائے حالانکہ تمھارے گردقبیلہ طے اوران کے چوپائے موجود ہیں۔

فَأَنَا لَنُشْبِعُ أَضْيافَنَا
وَتَأتِيْ المَطِيُّ فَنَعْتَامُهَا

ہم اپنے مہمانوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہیں اور جب سواریاں آتی ہیں تو ہم ان میں سے

بہترین کو چُن لیتے ہیں۔

اب جب کہ حاتم ان کے اونٹنی کی کونچیں کاٹ گیا تھا اور وہ سواری کے قابل نہ رہی تھی تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس کو ذبح کریں اور اس کو بھون کر کھائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس اونٹنی کو ذبح کیا اور اسے بھون کر کھانے لگے۔ اس پر ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ حاتم نے اپنی زندگی میں بھی اس کی ضیافت کی تھی اور اب مرنے کے بعد بھی اس نے ہماری خوب ضیافت کی ہے۔ چنانچہ اپنے ہی اونٹ کا گوشت کھا کر وہ سو رہے اور اگلی صبح وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابو الخیبری کے ایک ساتھی نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کر لیا تھا پھر انھیں دور سے آتا ایک سوار دکھائی دیا

جب وہ ان کے کچھ قریب آیا"۔

تب انھوں نے جانا کہ وہ ایک شتر سوار ہے"۔

ایک اونٹ پر وہ خود سوار تھا اور ایک اونٹ کی مہار اس نے اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھی"۔

جب وہ ان کے قریب پہنچا"۔

تو اس نے ابو الخیبری اور ان کے ساتھیوں کو پکارا!

تم میں سے کوئی ابو الخیبری نام کا آدمی بھی ہے"۔

انھوں نے جواب دیا"۔

یہ ابو الخیبری ہے"۔

اس نے کہا!

میرا نام عدی بن حاتم ہے"۔

رات کو میرا باپ میرے خواب میں آیا تھا"۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمھاری ضیافت تمھارے ہی اونٹ سے کر دی ہے"۔

اس لیے تم نکلو اور ان کو اونٹ پہنچاؤ"۔

ابو الخیبری اور اس کے ساتھی شدید حیرت میں تھے"۔

پھر عدی بن حاتم نے ایک اونٹ ابوالخیبری کو دیا“۔

اور وہاں سے روانہ ہوگیا“۔

اور ابوالخیبری اور اس کے ساتھی جان گئے کہ حاتم کے متعلق بنو طے کا دعویٰ درست ہی تھا“۔

پھر عربوں کے ایک شاعر [146*] نے حاتم کی اس سخاوت کو نظم کیا اور اس کی مدح میں قصیدہ کہا جس کے چند اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

اَبُو كَ اَبُو سَفَّانَة الخَيْر لَمْ يَزَلْ
لَدُنْ شَبَّ حَتّٰى مَاتَ فِیْ الْخَيْرِ رَاغِبَا

تمھارا باپ ابوسفانہ نیک کام کرنے والا شخص تھا وہ اوائل عمری سے لے کر بڑھاپے تک نیکی ہی کی طرف مائل رہا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

بِهٖ تُضْرَبُ اُلَامثَالُ فِی الشِعرَ مَيِّتًا
وَ كَانَ لَهٗ اِذْ ذَاكَ حَيًّا مصاحِبَا

اور ہمارے ہاں اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ شعروں میں اس کی مثال دیتے ہیں اور وہ تو اپنی زندگی میں بھی اشعار کا ساتھی تھا اور مرنے کے بعد بھی اس کی مدح شعروں ہی میں کی گئی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

قَرَى قَبْرُهُ الأَضْيَافَ اِذْ نَزَلُو ابِهٖ
وَلَمْ يَقْرِ قَبْرٌ قَبْلَهٗ الدَّهْرَ رَاكِبَا

اور اس کی قبر نے بھی تو مہمانوں کی ضیافت کی ہے جب وہ اس کے پاس اترے تھے اور اس

سے پہلے تو کسی قبر نے کسی اترنے والے کی کبھی ضیافت نہیں کی۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے حاتم عربوں کا سب سے بڑا سخی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا شاعر بھی تھا۔ حاتم طائی کے اشعار بہت ہیں اور جنھیں بلاغت میں بلند مقام حاصل تھا اس کے کچھ اشعار تو وہ ہیں جس میں اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کیا ہے اور اس کے باپ کی مدح کی ہے اِس نے اُس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے دو چادروں والے کی بیٹی میری بات سُن۔

أَيَا ابْنَةَ عَبْدِاللّٰهِ وَابْنَةَ مَالِكٍ
وَيَا ابْنَةَ ذِی الْبُرْدَيْنِ وَالفَرَسِ الْوَرْدِ

اے عبداللہ اور مالک کی بیٹی! دو چادروں والے اور سرخ رنگ کے گھوڑے والے کی بیٹی میری بات سُن۔

اِذَا مَا صَنَعْتِ الزَّادَ فَالْتَمِسِي لَهُ
أَكِيلًا فَإِنِّی لَسْتُ آكِلَهُ وَاحِدِی

جب تو کھانا تیار کرے تو اس کے لیے کھانے والا ساتھی بھی تلاش کر کیونکہ تُو جانتی ہے کہ میں اکیلا کھانا نہیں کھا سکتا۔

اَخاً طَارِقًا اَوْ جَارَ بَيْتٍ فَاِنَّنِیْ
أَخَافُ مَذَمَّاتِ الأَحَادِيثِ مِن بَعْدِیْ

یا کوئی رات کو آنے والا بھائی ہو یا گھر کا پڑوسی۔ میں ڈرتا ہوں کہ مرنے کے بعد لوگ میری

مذمت نہ کریں۔

وَ أنِی لَعَبْدُ الضَّیْفِ مَادَامَ ثَاوِیًا
وَمَا فِیَّ اِلَّا تِلْكَ مِنْ شِیْمَةِ الْعَبْدِ

جب تک کوئی مہمان میرے یہاں مقیم رہے میں اس کا غلام بنا رہتا ہوں اس ایک خصلت کے سوا مجھ میں غلاموں کی سی کوئی اور خصلت نہیں پائی جاتی۔

اور دو چادروں والے سے حاتم کی مراد عامر بن احمیر بن بہدلہ سے تھی جس کا لقب ''ذولبردین'' تھا اور عامر بن احمیر کے اس لقب سے مقلب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایک بار منذر بن ماء السماء کے ہاں عربوں کے کئی وفد جمع تھے۔منذر جو حیرہ کا بادشاہ تھا اس کا ذکر اس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔منذر کے باپ کا نام امراؤالقیس تھا اور اس کو جو منذر ماء السماء کہا جاتا تھا تو کئی مورخین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ماء السماء دراصل اس کی والدہ کا نام تھا جس کی طرف وہ اس کی بزرگی اور شرافت کی وجہ سے خود کو منسوب کرتا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ اس کی والدہ کو ماء السماء اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کا نسب پاک وصاف تھا اور بعض مورخین نے اس کی ایک عجیب وغریب وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماء السماء کا رنگ بہت صاف تھا اتنا کہ جب وہ پانی پیتی تو وہ پانی اس کے گلے کی رگوں سے گزرتا ہوا نظر آتا تھا اس لیے اسے ماء السماء کہا جاتا تھا۔

چنانچہ ایک دن جب نعمان بن منذر کا دربار سجا ہوا تھا تو اس نے عربوں کو آزمانے کے لیے دو چادریں لیں اور ان سے کہا:

تم بہت سے عرب یہاں حاضر ہو!

یہ دو چادریں پڑی ہیں''۔

تم میں سے جس کا قبیلہ عربوں میں سب سے زیادہ عزت اور بزرگی والا ہو وہ اٹھے اور انھیں حاصل

کرلے“۔

تو نعمان کی اس دعوت پر عامر بن احمیر نے اٹھنے میں ایک پل کی دیر بھی نہ لگائی اور اٹھ کر دونوں چادریں اٹھالیں“۔

اور وہیں پہ اس نے ایک چادر کو تہمند کے طور پہ باندھ لیا اور دوسری کو اپنے کندھوں پہ ڈال لیا“۔

اور باقی تمام عرب خاموشی سے بیٹھے رہے“۔

منذر اس بات پہ حیران تھا اس کا خیال تھا کہ عرب اس بزرگی اور عزت کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے الجھیں گے“۔

اس لیے اُس نے احمیر سے سوال کیا؟

کیا عرب بھر میں ایک تُو ہی ہے جو سب سے زیادہ عزت دار قبیلے سے تعلق رکھتا ہے عامر ابن حمیر نے منذر کا سوال اطمینان سے سنا“۔

اور پھر اپنی چادر سنبھالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا!

اس نے کہا“۔

عزت اور تعداد معد میں ہے، پھر نزار میں، پھر مضر میں، پھر خندف میں، پھر تمیم میں، پھر سعد میں، پھر کعب میں، پھر عوف میں، پھر بہدلہ میں اور جس کو میرے دعوے پہ اعتراض ہو وہ مجھ سے حسب و نسب میں یہیں مفاخرت کرلے“۔

مگر عرب خاموش رہے“۔

جس کا یہی مطلب تھا کہ سب اس کے دعوے کو قبول کرتے ہیں اور کسی کو اس کی بات پہ اعتراض نہیں“۔

منذر ایک بار پھر حیران ہوا“۔

اور اس نے عامر بن احمیر سے پوچھا؟

تو تمھارے خیال میں اس کا عزت کا حق دار تمھارا گھرانہ ہے“۔

اور تم اپنے قبیلے اور اپنی ذات میں کیسے ہو؟

عامر بن احمیر ایک بار پھر اپنی چادر سنبھالتا ہوا اٹھا“۔

اور بولا''۔

میں دس بیٹوں کا باپ ہوں، دس کا بھائی ہوں، دس کا خالو ہوں، دس کا پھوپھا ہوں، دس کا چچا ہوں، رہی میری ذات تو جو میری عزت کا گواہ ہے وہی میری ذات کا بھی گواہ ہے''۔

اس کے بعد وہ دو قدم آگے ہوا اور کہا''۔

میں جہاں قدم رکھ دوں مجھے کوئی وہاں سے ہٹا نہیں سکتا''۔

اور جو مجھے میری جگہ سے ہٹا دے میں اسے سو سرخ اونٹ دوں گا''۔

مگر عربوں میں سے کوئی بھی نہ اٹھا جو اس سے مقابلے کی خواہش رکھتا ہو''۔

لہٰذا نعمان بن منذر کے دربار سے عزت کی وہ دو چادریں اسے ہی حاصل ہوئیں جس کے بعد اس کا لقب ذی البردین (یعنی دو چادروں والا) پڑ گیا اور بعد کے لوگ اسے اسی نام سے جاننے لگے''۔

حاتم کے بہت سے اشعار ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں جن کا انتخاب ہم اپنے قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ ہم اس کی سخاوت اور فیاضی کے کچھ اور واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔

وَ عَاذِلَۃٍ قَامَتْ عَلَیَّ تَلُوْمُنِیْ
کَأَنِّیْ اِذَا اَعْطَیْتُ مَالِیْ أُضِیْمُھَا

ایک ملامت کرنے والی مجھے ملامت کرنے کے لیے اٹھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب میں اپنا مال کسی کو دیتا ہوں تو گویا اس پر ظلم کرتا ہوں۔

أَعَاذِلُ اِنَّ الْجُودَ لَیْسَ بِمُھْلِکِیْ
وَلَا مُخْلِدِ النَّفْسَ الشَّحِیْحَۃَ لُؤْمُھَا

اے ملامت کرنے والی مجھے میری سخاوت کبھی ہلاک نہ کرے گی مگر آدمی کا بخل اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

وَ تُذْکَرُ اَخْلَاقُ الْفَتٰی وَ عِظَامُہٗ
مُغَیَّبَۃٌ فِی اللَّحْدِ بَالٍ رَمِیْمُھَا

انسان کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے حالانکہ اس کی ہڈیاں قبر میں غائب اور بوسیدہ ہو چکی ہوتی ہیں۔

وَمَنْ یَبْتَدِعُ مَا لَیْسَ مِنْ خِیمِ نَفْسِہٖ
یَدَعْہُ وَ یَغْلِبْہُ عَلَی النَّفْسِ خِیْمُھَا

جو شخص کوئی ایسی نئی خصلت بنا لے جو درحقیقت اس کی فطری خصلت نہ ہو تو وہ اس خصلت کو چھوڑ دے گا اور آخر اُس پہ اِس کی اصل اور فطری خصلت ہی غالب آ جائے گی۔

اَکُفُّ یَدِی عَنْ اَنْ یَنَالَ اِلْمَاسُھَا
اَکُفَّ صِحَابِیْ حِیْنَ حَاجَتُنَا مَعَا

جب میری اور میرے ساتھی کی حاجت ایک ہی وقت میں ظہور پذیر ہو تو میں اپنے ہاتھ روک لیتا ہوں کہ کہیں وہ تلاش کرتے وقت میرے ساتھیوں کی ہتھیلیوں کو نہ لگے۔

أَبِیْتُ ھَضِیْمَ الْکَشْحِ مُضْطَمِرَ الْحَشَا
مِنَ الْجُوْعِ اَخْشَی الذَّمَّ اَنْ اَتَضَلَّعَا

میں بھوک کی وجہ سے پتلی کمر اور پتلے پیٹ والا بن کر رات گزار دیتا ہوں اور مذمت کے ڈر سے پیٹ بھر کر نہیں کھاتا۔

وَ اِنِّیْ لَاَ سْتَحِیِیْ رَفِیْقِیْ اَنْ یَرَی
مَکَانَ یَدِیْ مِنْ جَانِبِ الزَّادِ اَقْرَعَا

مجھے اس بات کی وجہ سے بھی حیا آتی ہے کہ کہیں میرا ساتھی کھانے کی جانب سے میرے ہاتھ کی جگہ کو خالی نہ دیکھ لے۔

وَاِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ
وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ اَجْمَعَا

جب تو اپنے شکم اور جنس کو ان کی خواہش پر چھوڑ دے گا تو یہ دونوں انتہائی مذمت کریں گے۔

اَمَا وَالَّذِیْ لَا یَعْلَمُ السِّرَّ غَیْرُهُ
وَیُحْیِی الْعِظَامَ الْبِیْضَ وَهِیَ رَمِیْمُ

خبردار! قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی راز جاننے والا نہیں اور جو سفید ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کرے۔

لَقَدْ كُنْتُ اَخْتَارُ الْقِرَى طَاوِیَ الْحَشَا
مُحَافَظَةً مِنْ اَنْ یُقَالَ لَئِیْمُ

میں پیٹ سے بھوکا رہ کر ضیافت کرنے کو پسند کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی مجھے کمینہ اور بخیل نہ کہہ دے۔

وأنّی لأستحیِ یمِیْنِی وَ بیْنَھَا
وَبَیْنَ فَمِیْ دَاجِی الظّلَامِ بَہِیْمٗ

میں تو اپنے دائیں ہاتھ سے اس بات پر شرماتا ہوں کہ کہیں میرے منہ اور اس کے درمیان سیاہ اور تاریک رات نہ ہو۔

وَ لَمَّا رَأَیْتُ النَّاسَ ھَرَّتْ کِلَابُھُمْ
ضَرَبْتُ بِسَیفِیْ سَاقَ أفعٰی فَخَرَّتِ

جب میں نے لوگوں کے کتوں کو بھونکتے دیکھا تو میں نے اپنی تلوار اپنی افعی نامی اونٹنی کی پنڈلی پر ماری اور وہ گرگئی۔

وقُلْتُ لأصباءٍ صِغَارٍ وَ نِسْوَۃٍ
بِشَھَاء من لیلِ الثمانِین قَرَّتِ

اور پھر میں نے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قحط سالی کی تاریک رات میں جو ٹھنڈی تھی کہا۔

عَلَیْکُم مِنَ الشَّطَّیْنِ کُل وَرِیَّۃٍ
اِذَا النَّار مَسَّتْ جَانِبَیْھَا ارْمَعَلَّتِ

تم کوہان کی ایک طرف سے گوشت کے چربی والے ٹکڑے لے لو جب آگ ان پر اثر کرتی تو ان کی چربی پگھل کر بہنے لگی۔

وَلَا یُنْزِلُ الْمَرْءُ الْكَرِیْمُ عِیَالَهٗ
وَ أَضْیَافَهٗ مَا سَاقَ مَالًا بِضَرَّتِ

کوئی بھی سخی آدمی اپنے عیال اور مہمانوں کو جب تک کہ اس کے پاس مال موجود ہو مصیبت اور تنگی کی حالت میں نہیں رکھتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلَا تَسْتُرِیْ قِدْرِیْ إِذَا مَا طَبَخْتِهَا
عَلَیَّ إِذًا مَا تَطْبُخِیْنَ حَرَامُ

جب تو ہنڈیا پکائے تو اسے چھپا کر نہ رکھ اگر تو ایسا کرے گی تو جو کچھ تو نے پکایا ہو گا وہ مجھ پہ حرام ہو گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلٰكِنْ بِهٰذَاكَ الْيَفَاعِ فَأَوْقِدِیْ
بِجَزْلٍ إِذَا أَوْقَدْتِ لَا بِضِرَامِ

لیکن جب تو آگ جلائے تو اس ٹیلے پر بڑی موٹی لکڑیوں سے جلا نہ کہ چھوٹی لکڑیوں سے (کیونکہ وہ جلد بجھ جائیں گی اور ان سے زیادہ کھانا بھی نہ پک سکے گا)

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَ قَائِلَةٍ أَهْلَكْتَ بِالْجُوْدِ مَالَنَا
وَنَفْسَكَ حَتّٰى ضَرَّ نَفْسَكَ جُوْدُهَا

ایک کہنے والی (میری بیوی) مجھے کہتی ہے کہ تُو نے سخاوت سے ہمارے مال کو بھی اور اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیا ہے یہاں تک کہ تمھاری سخاوت آخر تمھاری جان کو نقصان پہنچا کے رہی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَقُلْتُ دَعِيْنِي اِنَّمَا تِلْكَ عَادَتِيْ
لِكُلِّ كَرِيْمٍ عَادَةٌ يَسْتَعِيْدُهَا

میں نے اس سے کہا! مجھے اسی طرح رہنے دو یہ تو میری عادت ہے اور ہر شریف وسخی انسان کی ایک عادت ہوتی ہے جس پر وہ کاربند رہتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَوْقِدْ فَاِنَّ اللَّيْلَ لَيْلٌ قُرٌّ
وَالرِّيْحُ يَا وَاقِدُ رِيْحٌ صِرٌّ

اے میرے غلام! آگ جلا کیونکہ رات ٹھنڈی ہے اور ہوا بھی چل رہی ہے۔ اے آگ جلانے والے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلَّ يَرٰى نَارَكَ مَنْ يَمُرُّ
اِنْ جَلَبَتْ ضَيْفًا فَاَنْتَ حُرٌّ

ہوسکتا ہے کہ کوئی راہگیر تمھاری آگ کو دیکھ لے لہٰذا اگر یہ آگ کسی مہمان کو ادھر کھینچ کر لے آئی تو تُو آزاد ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَمَاوِيَّ قَدْ طَالَ التَّجَنُّبُ والهَجْرُ
وَقَدْ عَذَرَتْنَا فِيْ طِلَابِكُمُ العُذْرُ

اے میری بیوی! ماویہ تمھاری علیحدگی اور جدائی نے طول پکڑا کہ تمھارے مطالبے کو پورا کرنے سے کئی ایک موانع آڑے آرہے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَمَاوِیَّ اِنَّ الْمَالَ غَادٍ وَ رَائِحٌ
وَیَبْقٰی مِنَ الْمَالِ الْاَحَادِیْثُ وَالذِّکْرُ

اے ماویہ! دولت تو آنی جانی شئے ہے اور دولت کی باتیں اور یاد باقی رہ جایا کرتی ہے مگر جب دولت سخاوت میں خرچ ہو تو اس کا ذکر باقی رہ جاتا ہے [147*]۔

عبداللہ بن جدعان تیمی

عبداللہ بن جدعان تیمی اہل قریش میں سے تھا۔اس کی سخاوت مشہور تھی اور عرب بھر میں اس کی سخاوت کے چرچے تھے۔عبداللہ خاص مکہ کا رہائشی تھا۔عبداللہ نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہے کہ معائدہ حلف الفضول اسی کے گھر پہ طے پایا تھا جس میں نبی اکرم ﷺ نے دیگر عربوں کے ساتھ خود بھی شرکت کی تھی عبداللہ بن جدعان بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔اس کا نسب یہ تھا عبداللہ بن جدعان بن عمر بن کعب بن سعد بن تمیم اور اس کی کنیت ابو زہرہ تھی وہ اماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا۔وہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کی سخاوت کی مثال دنیا کے اطراف واکناف میں مشہور تھی۔مورخین [148*] نے عبداللہ بن جدعان تیمی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ جوان تھا تب وہ ایک مفلس شخص تھا محتاج اور تہی دست تھا۔مگر اس کے باوجود نہایت شرارتی تھا اپنی کمین سے نکل کر اچانک لوگوں پر پل پڑتا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی کو تنگ کرتا رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کا باپ اور اس کی قوم اس سے تنگ رہتی تھی۔چنانچہ عبداللہ کے والد نے اس کو گھر سے نکال دیا اور قسم کھالی کہ اسے کبھی اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دے گا۔لہٰذا عبداللہ بن جدعان کے شب و روز پریشانی اور عسرت میں گزرنے لگے“۔

عبداللہ پریشانی کی حالت میں مکہ کی گھاٹیوں میں گھومتا رہتا“۔

وہ اس زندگی سے اکتا گیا تھا اور موت کی آرزو کرنے لگا تھا“۔

یونہی گھومتے ہوئے وہ ایک دن ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا تو اس نے وہاں ایک شگاف دیکھا“۔

عبداللہ بن جدعان شدید پریشان تھا“۔

چنانچہ وہ اس شگاف کی طرف چل دیا“۔

اور اس میں داخل ہوگیا اس کا خیال تھا کہ اندر کوئی سانپ وغیرہ ہوگا جو اسے ڈس لے گا اور وہ اس مصیبت سے نجات پا جائے گا“۔

یا کوئی اور بلا ہوگی جو اسے چمٹ جائے گی اور وہ اس یکسانیت سے باہر نکل آئے گا مگر اسے خبر نہ تھی کہ اس کا مقدر اسے اس شگاف کی طرف بلا رہا ہے“۔

چنانچہ عبداللہ جب اس شگاف میں کچھ آگے گیا تو اس نے دیکھا“۔

کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے جو اس کا انتظار کر رہا ہے“۔

عبداللہ یہی تو چاہتا تھا“۔

کہ کوئی بلا اس سے چمٹ جائے“۔

اس لیے وہ اژدہے کے بالکل قریب جا پہنچا“۔

اس نے اسے ٹھوکر لگائی“۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ اژدہا کچھ بے جان سا ہے“۔

اور اس میں کوئی حرکت نہیں“۔

ہر چند کہ اس تاریکی میں بھی اس کی آنکھیں خوب چمک رہیں تھیں“۔

وہ کچھ دیر حیرت سے اس کا جائزہ لیتا رہا“۔

پھر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ اژدہا مصنوعی ہے“۔

چنانچہ عبداللہ نے اسے چھو لیا“۔

اس نے اب بھی کوئی حرکت نہ کی“۔

اسی اثناء میں عبداللہ کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں“۔

اس لیے جلد ہی وہ جان گیا کہ یہ اژدہا سونے کا بنا ہوا ہے اور اس کی آنکھوں میں زمرد یا یاقوت لگائے گئے ہیں“۔

اس نے اژدہے کو توڑ کر ایک بوری میں ڈال لیا اور اس کی آنکھوں سے یاقوت نکال کر اپنی

جیب میں ڈال لیے"۔

پھر وہ اسی غار میں کچھ اور آگے بڑھا تو اس نے دیکھا"۔

کہ کچھ بڑے بڑے تخت پڑے ہیں"۔

جن پہ مردہ انسانوں کو لٹایا گیا ہے"۔

اوران کے قد بہت بڑے تھے"۔

اتنے بڑے کہ عبداللہ نے اس سے پہلے اتنے بڑے انسان نہ دیکھے تھے"۔

پھر اس کے ہاتھ کچھ تختیاں بھی لگیں"۔

جنھیں بعد میں جب پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مردے قبیلہ جرہم کے بادشاہوں کے تھے"۔

عبداللہ نے جانا کہ ان میں سے ایک مردہ جس کے سر پہ شملہ تھا"۔

وہ الحرث بن مضاض کا مردہ تھا جو بنی جرہم کا سب سے آخر میں مرنے والا بادشاہ تھا"۔

اس نے منقش لباس پہن رکھا تھا"۔

جس کو چھوتے ہی وہ بکھرنے لگتا ہے"۔

اس لیے کہ وہ کہن سال اور بوسیدہ ہو چکا تھا"۔

اسے اس غار سے کچھ مزید کتبے بھی ملے جن پہ نصیحتیں تحریر تھیں"۔

سنگ مرمر کی ایک تختی کی تحریر کو مورخین [149*] نے کچھ یوں بیان کیا"۔

" میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبد یا لیل بن جرھم بن قحطان ابن نبی اللہ ھود ﷺ ھوں میں پانچ سو سال زندہ رھا او ر میں نے دولت ، بزرگی اور ملک کی تلاش میں نشیب زمین کے ظاھر و باطن کا سفر کیا ھے مگر یہ بات مجھے موت سے نجات نہ دلا سکی "

"اسی غار سے عبداللہ بن جدعان کو ایک بڑا خزانہ بھی ہاتھ لگا جسے وہ زندگی بھر خرچ کرتا رہا اور اسی وجہ سے چہار سو اس کی سخاوت کی دھوم تھی وہ لوگوں کی دلجوئی کرتا اور ان پہ اپنے اموال

خرچ کرتا رہتا جس کی وجہ سے عربوں میں اس کی عزت و بزرگی میں بہت اضافہ ہوا اور لوگ دور دور سے اس کے پاس اپنی حاجات لے کر آیا کرتے تھے۔اسی غار سے اسے ایک کتبہ ملا جس پہ قدیمی عرب کے کسی شاعر کے اشعار درج تھے جنھیں ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں"۔

قَدْ قَطَعْتُ الْبِلَادَ فِی طَلَبِ الثَّرْ
وَةِ وا لمَجْدِ قَالِصَ الأَ ثوابِ

میں نے نہایت چستی سے دولت اور بزرگی کی تلاش میں زندگی بھر شہر شہر کا سفر کیا ہے۔

وَسَرَیْتُ الْبِلَادَ قَفْراً لِیَقْفرِ
بِقَنَاةٍ وقُوَّةٍ وَاکْتِسابِ

میں نے ایک چٹیل میدان کے بعد دوسرے چٹیل میدان کو قطع کیا اور اس طرح شہر شہر کی سیاحت کی۔میں نے یہ سب کچھ اپنے دراز قد،اپنی قوت اور جوہر وصلاحیت کی مدد سے کیا۔

فَأَصَابَ الرَّدَی بَنَاتَ فُؤَ دِیْ
بِسِهَامٍ مِنْ الْمَنَایَا صِیَابِ

پھر ہلاکت نے میری آرزوؤں کو موت کے صحیح نشانے پر لگنے والے تیر مارے۔

فَانْقَضَتْ مُدَّتِی وَاَقْصَرَ جَهْلِی
وَاسْتَرَاحَتْ عَوَاذِلِیْ مِنْ عِتَابِیْ

پھر میری مدت بھی گزر گئی اور جہالت بھی کم ہوگئی اور ملامت کرنے والیوں کو بھی ملامت کی طرف سے بھی بے فکری ہوگئی۔

وَ دَفَعْتُ السِفَاهَ بِالْحِلْمِ مَّا
نَزَلَ الشَّيْبُ فِی مَحلِّ الشَّبَابِ

جب بڑھاپا جوانی کی جگہ پر اتر آیا تو میں نے اپنی حماقت کو حلم کی مدد سے دور کیا ہے۔

صَاحِ هَلْ رَئَيْتَ اَوْ سَمِعْتَ بِرَاعٍ
رَدَّ فِیْ الضَّرْعِ مَاقَرَی فِی الحِلَابِ

اے دوست! کیا تُو نے کبھی کسی چرواہے کو دیکھا یا سنا ہے کہ اُس نے اِس دودھ کو دوبارہ تھنوں میں لوٹا دیا ہو جسے وہ ایک بار اپنے برتن میں نکال چکا ہو[*150]۔

عبداللہ بن جدعان نے پہاڑ کے اس شگاف پہ نشان لگایا اور جتنا خزانہ اٹھا سکتا تھا اٹھایا اور اسے لے کر اپنے گھر چلا آیا“۔

اس کا باپ بھی اتنی دولت دیکھ کر عبداللہ سے راضی ہوگیا“۔

اب اس کے پاس یاقوت لؤلؤ زبرجد مرجان یاقوت اور سونے کے انبار تھے جس کا علم صرف عبداللہ بن جدعان ہی کو تھا“۔

اس لیے وہ اپنی دولت لوگوں میں لٹانے لگا“۔

اپنے اقربا پہ اس نے بے تحاشا مال خرچ کیا اور آخر اپنے قبیلے کا سردار بن گیا اس نے پہاڑ کے اس

شگاف پہ بڑے بڑے پتھر رکھ دیئے تھے“۔

اوراسے لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دیا تھا“۔

مگر خود جب اس کا مال ختم ہونے لگتا تورات کی تاریکی میں جاتا اوراس خزانے سے مال اٹھالاتا“۔

اوراسے پھر لوگوں میں لٹا دیتا“۔

وہ ساری زندگی اپنا مال لوگوں میں لٹاتا رہا“۔

اس نے مکہ میں ایک بہت بڑا پیالہ بنوایا ہوا تھا جس میں وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا رہتا تھا“۔

روایات میں آیا ہے کہ وہ پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک شتر سوار اپنی سواری پہ سوار ہو کے اس سے کھاتا تھا“۔

صاحبِ قاموس نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ذکر کیا کہ وہ خود بھی کئی بار اس پیالے سے کھانا کھا چکے ہیں“۔

کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ایک بار اس پیالے میں ایک بچہ گر گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔

اورابن قتیبہ سے بھی ایک غریب روایت مذکور ہے جس میں بیان گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں کئی دفعہ تپتی دوپہروں میں عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے میں بیٹھا کرتا تھا[*151]“۔

”عبداللہ بن جدعان حضرت عائشہ صدیقہؓ کا چچا زاد تھا اس لیے ایک دفعہ اماں عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا؟

یارسول اللہ!

ابن جدعان کھانا کھلایا کرتا تھا، مہمان نوازی کرتا تھا، کیا روز حشر اس کے یہ نیک اعمال اسے فائدہ دیں گے؟

نہیں! نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا:

اس لیے کہ اس نے تو ایک دن بھی نہ کہا ہو گا کہ اے اللہ! روز محشر میرے گناہ معاف کرنا“

ابن جدعان اِن لوگوں میں سے تھا جنھوں نے جاہلیت ہی میں خود پہ شراب کو حرام قرار دے لیا تھا حالانکہ اس سے قبل وہ اس کا بہت دلدادہ تھا۔اس کے شراب چھوڑنے کا قصہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جب چاندرات کو وہ شراب کے نشے میں تھا اور ہاتھ بڑھا بڑھا کر چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔تب لوگوں نے اس کا مذاق آڑایا تو ہوش میں آنے کے بعد اس نے سوچا کہ اس سے تو اس کی عزت اور بزرگی تباہ ہو جائے گی چنانچہ اس نے شراب سے توبہ کرلی۔آخری عمر میں جب بنو تمیم اس کی سخاوت سے اکتا گئے تھے اور ان کو خدشہ تھا کہ ایک دن عبداللہ کا مال ختم ہو جائے گا چنانچہ اس خدشے کے پیش نظر وہ عبداللہ کو سخاوت سے روکا کرتے اور عبداللہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔چنانچہ عبداللہ کسی ایک شخص کو بلاتا اور اسے تھپڑ مار دیتا پھر اسے کہتا کہ شور کرتا کہ تجھے اس کی دیت ادا کی جائے اور بنو تمیم اس شخص کو کچھ نہ کچھ دے دیتے۔امیہ بن ابی صلت نے کہا کہ اس نے عربوں کے بہت سے سخیوں کے کھانے کھائے تھے۔وہ بنو دیان کے ہاں بھی گیا اور عبدالمدان اپنے مہمانوں کو گندم کا آٹا شہد اور پنیر کھلایا کرتا تھا۔جبکہ ابن جدعان کھجوریں اور جو کھلایا کرتا تھا اور دودھ پلایا کرتا تھا۔

اس کی مدح میں امیہ بن ابی صلت نے یہ اشعار کہے تھے۔

وَلَقَدْ رَاَئَیْتُ الفَا عِلِیْنَ وَفِعْلَهُمْ

فَرَاَئَیْتُ اَکْرَامَهُمْ بَنِیْ الدَّیَّانَ

میں نے کارناموں کو سرانجام دینے والوں کو دیکھا ہے اور اِن کے کارناموں کا مشاہدہ بھی کیا ہے، میں نے دیکھا کہ بنو دیان سب سے زیادہ معزز ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَلْبُرَّ یُلْبَكُ بَالشِّهَا دِ طَعَامُهُمْ

لَا مَا یُعَلِّلُنَا بُنُو جُدْعَانَ

اُن کے کھانے میں شہد ملایا جاتا ہے وہ کھانا اس طرح کا نہیں جس طرح بنو جدعان ہمیں کھلاتے ہیں۔

لَهٗ دَاعٍ بِمَکَّۃَ مُشْعِلٌ
وَآخَرُ فَوْقَ کَعْبَتِهَا یُنَادِیْ

عبداللہ بن جدعان کا ایک ہرکارہ مکہ معظّمہ میں صدا لگا رہا تھا اور دوسرا کعبہ مشرفہ کی چھت کے اوپر چڑھ کر آوازیں دے رہا تھا۔

اِلَی رُدُحٍ مِنَ الشِیْزٰی عَلَیْهَا
لُبَابُ البُرِّ یُلْبَكُ بِالشِّهَادِ

وہ شیزی (ایک درخت) کے بنے ہوئے عظیم پیالے کی طرف دعوت دے رہے تھے اس میں گندم آٹا اور شہد ملایا جاتا تھا[*156]۔

حرم بن سنان

اہل عرب میں سخی اتنے تھے اور ان کی داستانیں اتنی طویل ہیں کہ صرف انھی کو بیان کرتے کرتے عمر بیت جائے مگر بات ختم نہ ہو۔ اس لیے ہم اہل عرب کے صرف ان چند سخیوں کے احوال بیان کرنے پہ اکتفاء کریں گے جن کی سخاوت کے چرچے کو بہ کو پھیلے ہوئے تھے اور سخاوت کے ضمن میں جن کا نام لیے بغیر بات ادھوری رہ جائے گی۔ چنانچہ حرم بن سنان کا شمار بھی عربوں کے ان سخیوں میں ہوتا تھا جو لوگوں میں نیک برتاؤ کرنے اور احسان کرنے کی جانب سب سے زیادہ راغب تھے۔ اس لیے بلاشبہ سنان کا نام اِن لوگوں میں شامل ہے جن کی سخاوت عربوں میں ضرب المثل کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ حرم کی ماں اس کی پیدائش سے کچھ دیر قبل ہی انتقال کر گئی تھی مگر جب وہ مرنے لگی تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا۔ جب میری سانسیں پوری ہو جائیں تو میرا پیٹ چاک کر لینا کیونکہ اس میں قبیلہ غطفان کا سردار ہے۔ چنانچہ جب وہ مر گئی تو فوراً ہی اس کا پیٹ چاک کیا گیا اور سنان کو بخیر و عافیت نکال لیا گیا۔ حرم کا باپ سنان قبیلہ غطفان کا سردار تھا۔ میدانی نے اپنی کتاب "**مجمع الامثال**" میں عربوں کے اس قول کا ذکر کیا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ "**اَجْوَدُ مِنْ هَرِم**" یعنی حرم بن سنان سے بھی زیادہ سخی" میدانی نے یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ قول حرم بن سنان بن ابی حارثہ المُرّی ہی کے متعلق ہے اور اس کی سخاوت کا ذکر ضرب المثل بن کے رہ گیا تھا اور صحیح بات یہی ہے کہ حرم بن سنان کی شہرت کو اس وقت چار چاند لگے جب زہیر بن ابی سلمٰی نے اس کی مدح میں وہ قصیدہ کہا جس نے عربوں میں بے پناہ شہرت حاصل کی اور یہ اس کے اشعار ہی تھے کہ لوگ حرم کو اس کے نام کے بجائے زہیر کا ممدوح کر کے پکارنے لگے۔ اگرچہ زہیر بن ابی

سلمٰی نے حرم کے متعلق وہ اشعار تب کہے تھے جب حرم نے اس کا دامن مال و دولت سے بھر دیا تھا۔اس قصیدے کے علاوہ بھی زہیر نے جابجا اس خاندان کی مدح کی ہے اور اسے وہ دولت عطا کی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔چنانچہ زہیر بن ابی سلمٰی کے اس مقبول قصیدے کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو اس نے حرم بن سنان کی مدح میں کہے تھے اور جنھوں نے حرم بن سنان کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا تھا۔

مَتَی تُلَاقِ عَلَی عِلَّاتِہٖ ہَرِمًا
تَلْقَ السَّمَاحَۃَ فی خَلْقِ وفی خُلُقٍ

جب تو حرم کو کسی حالت میں بھی ملے گا تو تُو اس کی خلق اور خُلق دونوں میں سخاوت پائے گا۔

قَوْمٌ اَبُو ھُمْ سِنَانٌ حِیْنَ تَنْسِبُھُمْ
طَابُوا و طَابَ مِنَ الاَوْ لَادِ مَا وَالَدُوْا

جب تو اس قوم کا نسب بیان کرنا چاہے تو پھر جان لے کہ ان کا باپ سنان ہے یہ لوگ پاک ہیں اور جو اولاد اِن سے پیدا ہوئی ہے وہ بھی یقیناً پاک ہے۔

لَوکَانَ یَقْعُدُ فَوْقَ الشَّمْسِ مِنْ کَرَمٍ
قَوْمٌ بِأَوَّ لِھِمْ اَوْ مَجْدِ ھِمْ قَعَدُوْا

اگر کوئی قوم اپنی شرافت کی وجہ سے اپنے مورث اول اور اپنی بزرگی کے باعث سورج کے اوپر بیٹھ سکتی ہے تو یہ وہ لوگ ہیں۔

جِنٌّ اِذَا فَزِعُوْا اِنْسٌ اِذَا اَمِنُوا
مُسْرَزَّؤُوْنَ بَهَالِيْلٌ اِذَا قَصَدُوْا

جب یہ کسی کی مدد کو آتے ہیں تو جنّوں کی طرح ہوتے ہیں اور حالت امن میں ہوں تو انسان دِکھتے ہیں اور جب لوگ ان کا قصد کر کے آئیں تو یہ سخی کریم اور سردار ہوتے ہیں۔

مُحَسَّدُوْنَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ نِعَمٍ
لَا يَنْزِعُ اللّٰهُ مِنْهُمْ مَالَهٗ حُسِدُوْا

لوگ اِن نعمتوں کی وجہ سے ان کے حاسد ہیں جو اللہ نے انھیں دے رکھی ہیں۔خدا اِن سے وہ نعمتیں نہ چھینے جن کی وجہ سے لوگ ان سے حسد کرتے ہیں۔

وَاَبْيَضَ فَيَّاضٍ يَدَوْهُ غَمَامَةٌ
عَلَى مُعْتَفِيْهِ مَاتُغِبُّ فَوَاضِلُهٗ

سنان ایک پاکیزہ اور فیاض انسان ہے جس کے دونوں ہاتھ عطیہ لینے والے کے لیے بادل کی طرح ہیں جس کے عطیے کبھی بند نہیں ہوتے۔

تَرَاهُ اِذَا مَا جِئْتَهٗ مُتَهَلِّلاً
كَاَنَّكَ تُعْطِيْهِ الَّذِى اَنْتَ سَائِلُهٗ

جب تو اس کے پاس آئے گا تو اسے ہشاش بشاش پائے گا یوں معلوم ہوگا کہ جس چیز کا تُو اس سے سوال کر رہا ہے وہ گویا الٹا تُو ہی اسے دے رہا ہے۔

اَخُو ثِقَۃٍ لَا تُتْلِفُ الخَمْرُ مَالَہٗ
وَلٰکِنَّہٗ قَدْ یُتْلِفُ المَالَ نَائِلُہٗ

سنان خود اعتمادی سے بھرپور انسان ہے اور شراب اس کے مال کو فنا نہیں کرسکی اس کے مال کو تو اس کے عطیے فنا کرتے ہیں۔

اِلَیْکَ اَعْمَلْتُھَا فُتْلاً مَرَ ا فِقُھَا
شَھْرَیْنِ یَجْھَضُ مِنْ اَرحَا مِھَا العَلَقُ

میں مضبوط بازوؤں والی اونٹنیوں کو دو ماہ تک تیز دوڑاتا ہوا تمھارے پاس لایا ہوں یہاں تک کہ ان کے رحموں سے خون کے لوتھڑے گرنے لگے تھے۔

حَتّٰی دُفِفْنَ اِلَی حُلوٍ شَمَا ئِلُہٗ
کَا لْغَیْثِ تَنْبُتُ فِیْ آثَارِہٖ الْوَرَقُ

بالآخر یہ اس شخص کے پاس آن پہنچیں جس کی خصلتیں میٹھی ہیں اور وہ اس بارش کی طرح ہے جس کے برسنے کے بعد پتے اُگ آتے ہیں۔

مِن اَھْلِ بَیْتٍ یَرَی ذو العرش فَضْلَھُمْ
یُبْنٰی لَھُمْ فِی جِنَا نِ الخُلْدِ مُر تَفَقُ

اور یہ اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جن کی فضیلت کا علم اللہ ہی کو ہے اور جن کے لیے جنت میں آرام گاہیں بنائی جاتی ہیں۔

الْمُطْعِيْنَ اِذَا مَا اَزْمَةٌ اَزَمَتْ
وَالطَّيِّبِيْنَ ثِيَابًا كُلَّمَا عَرِقُوْا

جان لو کہ! میں اِن لوگوں کی مدح کر رہا ہوں جو قحط سالی کے وقت لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔اور جب ان کو پسینہ آتا ہے تو ان کے پسینے سے ان کے کپڑے خوشبودار ہوجاتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

كَأَنَّ آخِرَهُمْ فِى الْجُوْدِ اَوَّلُهُمْ
اِنَّ الشَّمَائِلَ وَالْاَخْلَاقَ تَتَّفِقُ

اوران کا آخری شخص بھی سخاوت میں ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ان کا پہلا شخص تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عادات واخلاق یکساں ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِنْ قَامَرُوْا قَمَرُوْا اَوْ فَاخَرُوْا فَخَرُوْا
اَوْ نَاضَلُوْا نَضَلُوْا اَوْ سَابَقُوْا سَبَقُوْا

وہ اگر جوا کھیلتے ہیں تو جیتے ہیں اور اگر کسی سے مفاخرت کرتے ہیں تو فخر میں غالب آجاتے ہیں اگر کسی کے مقابلے میں تیز اندازی کرتے ہیں تو اس میں بھی بازی لے جاتے ہیں اور دوڑ میں بھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تُنَافِسُ الْاَرْضُ مَوْتَاهُمْ اِذَا دُفِنُوا
كَمَا تُنَوفِسَ عِنْدَ الْبَاعَةِ الْوَرَقُ

یادرکھ کہ! جب ان کے مردے دفن کیے جاتے ہیں تو زمین کے مختلف اقطاع اس طرح ایک دوسرے سے بڑھ کر ان کو لینے کے خواہاں ہوتے ہیں جس طرح بیوپاری درہموں کی خواہش میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اِنَّ البَخِيْلَ مَلُوْمٌ حيث كَانَ
وَلٰكِنّ الجَوَاد عَلَى عِلاَّتِهٖ هِرمٌ

بخیل کہیں بھی ہواس کولائق ملامت جانا جاتا ہےلیکن سخی ہر حالت میں خواہ تنگی ہوخواہ فراخی حرم کی طرح ہی لائق ثنا جانا جاتا ہے۔

هُوَ الجَوَادُ الَّذِى يُعْطِيْكَ نَائِلَهٗ
عَفْواً و يُظْلَمُ اَحْيَا نَا فَيَظَّلِمُ

اوروہ توہماراایساسخی ہے جولوگوں کوبغیر مانگے ہی عطاکرتارہتاہےمگربعض اوقات لوگ اس پر ظلم کرتے ہیں اوروہ ظلم برداشت کرتا ہے(یعنی لوگ اس سے سوال کرتے ہوئے اس سے زیادتی کرتے ہیں مگروہ اس کوبھی برداشت کرجاتا ہے)[*153]

اور یہ حرم کی سخاوت اور زہیر کی موت کے بہت دنوں بعد کی بات ہے جب حضرت عمر فاروقؓ کا دور تھااور حضرت عمرؓ کے پاس حرم بن سنان کی بیٹی بیٹھی تھی تو حضرت عمرؓ فاروق نے اس سے سوال کیا ؟

تمھارے باپ نے زہیر کوکیادیاتھاجواِس نے اُس کی وہ مدح کی جوعرب کی حدود پھلانگ گئی؟

حرم کی لڑکی نے جواب دیا‘‘۔

میرے باپ نے اسے لاغر ہوجانے والے گھوڑے،ہلاک ہوجانے والے اونٹ،بوسیدہ ہوجانے والے کپڑے اورفناہوجانے والامال دیاتھا‘‘۔

اس پہ حضرت عمرؓ نے فرمایا‘‘۔

لیکن زھیر نے جو کچھ تمھارے باپ کو دیا تھا زمانہ اسے بوسیدہ نہ کر سکا“۔

ہاں آپ سچ کہتے ہیں“۔

ہم نے جو کچھ زھیر کو دیا تھا زمانے نے اسے بھلا دیا ہے“۔

لڑکی نے جواب دیا!

لیکن جو کچھ زھیر نے تمہیں دیا تھا زمانہ اسے کبھی نہ بھلا سکے گا“۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا“۔

کعب بن مامہ الایادی

اہل عرب کے بے شمار سخیوں میں کعب بن مامہ بھی شامل تھا اور اس کی سخاوت بھی بے مثل تھی۔ وہ لوگوں پہ مہربان تھا اور اپنا مال بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ بہت رحم دل اور مہمان نواز بھی تھا۔ چنانچہ مورخین نے اس کی موت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

عربوں کی روایتی گرمی عروج پہ تھی اور کعب کچھ لوگوں کے ساتھ صحرا کے سفر میں تھا“۔

راستے میں اپنی راہ سے بھٹکا ایک مسافر بھی اِن کے ساتھ ہولیا“۔

اور وہ شخص قبیلہ نمر بن قاسط سے تھا“۔

پھر نجانے کب اور کیسے کعب کا قافلہ بھی اپنی راہ سے بھٹک گیا“۔

وہ ایک دن راستہ تلاش کرتے رہے مگر صحرا نے اِن کو رستہ دینے سے انکار کر دیا۔

اُن کا پانی تیزی سے ختم ہونے لگا“۔

اور یہ صحرا کی سب سے بڑی مصیبت ہوتی ہے“۔

کہ انسانی جسموں اور مشکیزوں سے ایک ساتھ پانی ختم ہو جایا کرتا ہے“۔

پھر وہ ”مُصَافَنَت“ کے لیے بیٹھے“۔

اور یہ ایک عجیب رسم تھی“۔

جسے تب بروئے کار لایا جاتا ہے جب صحرا میں کوئی قافلہ بھٹک چکا ہوتا“۔

اور رسم یہ تھی کہ قافلے میں شامل لوگ ایک پیالہ لیتے اور اس میں پتھر رکھتے ہیں جو پیالے کے پانی کو

کچھ اوپر لے آتا"۔

اور پیالے میں صرف اسی قدر پانی ڈالا جاتا ہے جس میں پتھر ڈوب جائے"۔

چنانچہ انھوں نے پیالے میں پتھر ڈال لیا اور پانی پینے لگے"۔

اور "مُصَافَنَت" میں استعمال کے لیے جو پتھر چنا جاتا عرب اس کو "مَقْلَہ" کہا کرتے"۔

اور "مُصَافَنَت" کا مطلب یہ تھا کہ ہر کسی کو مساوی پانی ملے"۔

اور قافلے کا کوئی فرد پانی کی کمی کی شکایت نہ کرے اضافے کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا"۔

چنانچہ کعب کے قافلے میں پانی کا یہ دور چلنے لگا"۔

جب پیالہ کعب کی طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ نمری قبیلے کا وہ مسافر جو انجانے میں ان کا ہم سفر بنا تھا اس کو رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا ہے اگرچہ وہ اپنے حصے کا پانی پی چکا تھا"۔

تب کعب نے اپنے ساتھیوں سے کہا"۔

اے ساقی! میرا حصہ بھی اس نمری بھائی کو دے دو"۔

چنانچہ کعب کا حصہ کا اس کو دے دیا گیا"۔

اور کعب پیاسا ہی رہا"۔

کچھ دیر بعد قافلے نے پھر سے اپنا سفر شروع کیا اور بغیر خوارک اور پانی کے شام ڈھلے اگلی منزل پہ اترا"۔

اُن کے پاس کھانے کے لیے تو کچھ نہ بچا تھا مگر پینے کے لیے کچھ پانی ابھی تک موجود تھا"۔

اس لیے پھر سے "مُصَافَنَت" کا دور چلا اور وہ لوگ اپنے اپنے حصے کا پانی پینے لگے اب قافلے کو اپنی راہ سے بھٹکے تیسرا دن تھا"۔

جب پیالہ کعب کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ نمری اسے پھر سے رحم طلب نظروں سے دیکھ رہا ہے"۔

اگرچہ کعب کے چہرے پہ نقاہت اب غالب تھی مگر اس کے باوجود اس نے ساقی کو حکم دیا کہ اس کا حصہ نمری مہمان کو دے دیا جائے"۔

چنانچہ اس روز بھی نمری نے کعب کا حصہ پی لیا اور کعب پیاسا ہی خود سے لڑتا رہا"۔

اگلے دن سورج کی روشنی پھیلنے سے قبل ہی کعب کی قوم روانہ ہوگئی کعب مشکل سے اٹھا اور اپنی سواری پہ سوار ہوا"۔

اور صحرا کی اس شدید دوپہر میں قافلہ ایک بار پھر رکا"۔

اور اب ان کے پاس پانی کا آخری دور بچا تھا چنانچہ پتھر کچھ بڑا لیا گیا اور آخری مرتبہ رسم "مُصافَنَۃ" دھرائی گئی۔

لوگوں نے پانی پیا مگر کعب نے اپنا حصہ پھر نمری مہمان کو دے دیا"۔

جسے وہ بے تابی سے پی گیا"۔

تب کعب کی قوم روانہ ہوئی مگر اب کعب ان کے ساتھ اٹھنے کے قابل نہ تھا"۔

لوگوں نے اس سے کہا:

وہ ہمت کرے اب ہم پانی کے قریب پہنچ چکے ہیں"۔

مگر کعب نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اس پہ نقاہت غالب آچکی تھی"۔

اور صحرا کے اصول نہ صرف نرالے بلکہ شدید تر ہوتے ہیں"۔

اس کی قوم رُک نہ سکتی تھی کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ رُک جانا موت ہے"۔

چنانچہ انھوں نے کعب پہ ایک چادر ڈال دی تا کہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچائے پھر اسے وہیں چھوڑ کر وہ لوگ تیزی سے روانہ ہوگئے"۔

کچھ دیر بعد کعب بن مامہ العیادی اس دنیا سے رخصت ہوگیا"۔

اس پر اس کے باپ مامہ نے ایک شاندار مرثیہ کہا جس نے عربوں میں کعب کی فیاضی اور سخاوت کی دھوم مچادی اور لوگوں نے جانا کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کے صبر کی حد کا جاننا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ مامہ کے اس مرثیے میں بہت سے اشعار ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے اس کے صرف چند منتخب اشعار پیش کرنے پہ اکتفاء کریں گے۔

مَا كَانَ مِنْ سُوقَةٍ اَسْقَى عَلَى ظَمَأ
خَمْراً بِمَاءٍ اِذَا نَاجُودُهَا بَرَداً

اور لوگوں میں کوئی بھی شخص اس سے بڑھ کر سخی نہ تھا کہ پیاسوں کو شراب پلائے وہ شراب کہ جس میں پانی ملا ہوا ہو اور جس کا برتن ٹھنڈا ہو چکا ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مِنِ ابنِ مَامَۃَ کعبٍ ثُمَّ عَیَّ بِہٖ
زَوُّا لْمَیَنیَّۃِ الاَّ حِرَّۃً وَقَدیٰ

پھر حوادثِ زمانہ اسے شدت پیاس کے سوا کسی اور طریقے سے مار ڈالنے سے عاجز آ گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَوْفٰی عَلَی الْمَاءِ کَعْبٌ ثم قیل لہ
رِدْ کَعْبُ اِنَّکَ وَرَّادٌ فَمَا وَرَدَا

کعب پانی کے قریب پہنچ گیا تو اس سے کہا گیا اے کعب! پانی پر اتر پڑو تم تو پانی پر بہت اترنے والے تھے مگر اس نے کوئی بھی جواب نہ دیا دراصل وہ اس پانی پہ اترنے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

یَجُودُ بِالنَّفْسِ اِذْضَنَّ البَخِیْلُ بِہٖ
وَالجُوْدُ بِالنَّفْسِ اَقْصٰی غَایَۃِ الجُودِ

یہ اپنی جان کی بھی سخاوت کر دیتا ہے جب کہ بخیل انسان اپنی جان کے ساتھ بخل کرتا ہے اور اپنی جان کا سخاوت کر دینا ہی تو انتہائی سخاوت ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

كَعْبٌ وَ حَاتِمُ ا للّذَانِ تَقَسَّمَا
خطَطَ العُلٰی مِنْ طَا رِفٍ وتَلِیْدٖ

کعب اور حاتم وہ دو شخص ہیں جنھوں نے عظمت اور بلندی کی تمام قدیم اور جدید خصلتوں کو آپس میں تقسیم کرلیا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

هٰذَا الَّذِی خَلَفَ السَّحَابَ وَمَاتَ ذَا
فی المَجْدِ مِیْتَةَ خِضْرِمٍ صِنْدِ یْدٖ

یہ یعنی حاتم تو بادلوں کا قائم مقام تھا اور وہ یعنی کعب بزرگی میں کسی بہادر سردار کی موت مرا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اِنْ لَا یَکُنْ فِیْهَا الشَّهِیْدَ فَقَوْمَهٗ
لَا یَسْمَحُوْنِ بِهٖ بِاَلْفِ شَهِیْدٖ

اگر وہ اِن میں شہید نہیں ہوا ہوتا تو اس کی قوم اسے ایک ہزار شہیدوں کے عوض بھی دینے کو تیار نہیں تھی[*154]۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اوس بن حارثہ

عرب کے سخیوں کی فہرست میں اوس بن حارثہ بھی شامل تھا۔اسے ابن سعدی بھی کہا جاتا ہے۔عربوں کا ایک شاعر بشر بن ابی خازم الاسدی اوس بن حارثہ اور اس کے قبیلے بنی حارثہ کی ہجو کیا کرتا تھا۔اوس نے نذر مانی تھی کہ اگر بشر بن ازبی خازم ان کے ہاتھ آ گیا تو وہ اس سے بہت برا سلوک کریں گے اور اگر ممکن ہوا تو اسے جلاوطن کر دیں گے۔مورخین[155*] نے بشر بن ابی حازم کی ہجو کے پس منظر کو بیان کیا ہے کہ اوس بن حارثہ بن لام الطائی اپنی قوم کا سردار اور پیشوا تھا تب وہ ایک دفعہ عربوں کے مشہور سخی حاتم الطائی کے ہمراہ نعمان بن المنذر کے دربار میں اکھٹے ہوئے تو حیرہ کے بادشاہ کو نجانے کیا سوجھی کہ اس نے اِن دونوں کے درمیان مفاخرت کرادی مگر دونوں فریقوں نے نعمان کو اس طرح کے جواب دیئے جس نے نعمان کو حیران کر دیا اور وہ ان دو عرب سرداروں کے درمیان عظمت اور بزرگی کے بارے میں مخمصے کا شکار ہو گیا اور نہ جان سکا کہ اِن دونوں میں سے کون زیادہ سخی ہے"۔

پہلے اس نے اوس بن حارثہ کو اٹھایا"۔

اور اس سے سوال کیا کہ بتا بزرگی اور سخاوت میں تُو افضل ہے یا کہ حاتم؟

اس پر اوس مسکرایا اور بادشاہ کو جواب دیا"۔

اے بادشاہ!

خدا تجھے قابل ملامت اخلاق سے دور رکھے"۔

میرا اور حاتم کا کیا مقابلہ وہ تو بہت ہی بڑا سخی ہے یہاں تک کہ اگر حاتم میرا میری اولاد اور میرے

رشتے داروں کا بھی مالک بن جائے تو ہم سب کو ایک ہی رات کے اندر اندر لوگوں میں بانٹ دے
۔"

اس لیے اے بادشاہ!

تو حاتم کا مقابلہ مجھ سے نہ کر اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے"۔

پھر وہ اٹھا اور منذر کے دربار سے نکل گیا"۔

مگر تھوڑی دیر بعد حاتم طائی اس کے دربار میں حاضر ہوا"۔

تو بادشاہ نے حاتم طائی کے آگے بھی وہی سوال رکھا؟

بادشاہ حیرہ نعمان نے حاتم سے کہا؟

حاتم یہ تو بتا سخاوت اور بزرگی میں تُو آگے ہے یا کہ اوس بن حارثہ؟

نعمان بن منذر کے اس سوال پہ حاتم مسکراتا ہوا اٹھا اور کہا:

اے بادشاہ!

میرا اور اوس کا کیا مقابلہ اوس تو بہت بڑا سخی ہے جب کہ میں تو یونہی مشہور ہو گیا ہوں درحقیقت تو سخی
اوس ہی ہے"۔

اے بادشاہ! اللہ تجھے سلامت رکھے!

تو اس کے جس لڑکے کو بھی لے لے اِسے مجھ سے بڑا سخی پائے گا"۔

بادشاہ حاتم کے اس بیان پہ بہت پریشان ہوا!

اس کا خیال تھا کہ حاتم بہت بڑا سخی ہے اس لیے اوس سے مقابلے کرانے پر وہ اپنے مفاخر بیان
کرے گا"۔

اور اوس کی ہجو کرے گا"۔

مگر وہ دونوں بادشاہ کے ہاتھ نہ آئے اور اسے طرح دے گئے"۔

اگلی صبح بادشاہ نے اِن کو ایک اور طریقے سے آزمانا چاہا"۔

اتفاق سے اِن دِنوں حیرہ کے بادشاہ نعمان کے پاس بہت سے عرب قبیلوں کے وفود پہنچے ہوئے
تھے"۔

چنانچہ اگلی صبح اس نے علان کیا‘‘۔
کہ آج سب عرب حاضر ہوں جوان میں سے زیادہ عظمت اور بزرگی والا ہوگا اسے بادشاہ کی طرف سے شاہی چادر عطا کی جائے گی‘‘۔
سارے عرب سردار وقت مقررہ پر پہنچ گئے‘‘۔
مگر وہ دوونوں نہ آئے جن کا بادشاہ کو خاص طور پہ انتظار تھا‘‘۔
بادشاہ نے کہا!
کہ ابھی مجھے کسی کا انتظار ہے‘‘۔
حاتم تو ویسے بھی اس جھگڑے سے دور رہنا چاہتا تھا اس لیے وہ شاہی چادر کا اعلان ہونے سے پہلے ہی اپنے وطن کی طرف روانہ ہو چکا تھا‘‘۔
اوراوس بن حارثہ ارداتاً نعمان کے دربار میں حاضر نہ ہوا‘‘۔
اس پر اس کی قوم نے اس سے کہا!
تمھیں وہاں جانا چاہیے تھا اس لیے کہ ہم عظمت اور بزرگی میں کسی سے کم نہیں ہیں‘‘۔
اوس بن حارثہ نے اپنی قوم کو جواب دیا‘‘۔
تم لوگ آنے والے وقت کا انتظار کرو کیونکہ اگر بادشاہ کی مراد کسی اور شخص ہے تو اس وقت میرے وہاں رہنے سے تمھاری توہین ہوتی اور اگر اس کی مراد میری ذات سے ہے تو وہ عنقریب مجھے بلا بھیجے گا تب لوگوں کو بھی تمھاری عزت اور میرا رتبہ معلوم پڑ جائے گا‘‘۔
چنانچہ جب نعمان بن المنذر کو تخت پہ بیٹھے بہت دیر گزر گئی اور اس نے اوس کو نہ پایا تو اپنے آدمیوں سے کہا:
اوس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو‘‘۔
جس بات کا تمھیں ڈر ہے اس سے بے خوف ہو کر چلے آؤ‘‘۔
چنانچہ اوس بن حارثہ نعمان کے دربار میں پہنچا اور عزت کا وہ دوشالہ اسے عطا کر دیا گیا‘‘۔
اوس بن حارثہ کی اس عزت افزائی سے عربوں کے کچھ لوگوں نے شدید حسد محسوس کیا۔
اورانھوں نے عربوں کے ایک مشہور شاعر’’ **حُطَیئہ** ‘‘ سے رابطہ کیا کہ وہ اوس کی ہجو کہے اس کے

بدلے اسے تین سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا گیا"۔

مگر "حُطَیئہ" نے اِن کو جواب دیا کہ میں بھلا اوس کی ہجو کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میرے گھر کی ہر چیز اسی کی عطا کی ہوئی ہے"۔ اس موقع پر اس نے اوس کی مدح میں کچھ شعر بھی کہے"۔

كَيْفَ الْهِجَاءُ وَمَا تَنْفَكُّ صَالِحَةٌ
مِنْ آلِ لأمٍ بِظَهْرِ الْغَيْبِ تَأْتِينِي

میں اس کی (اوس) کی ہجو کیسے کہہ سکتا ہوں جب کہ میری غیر حاضری میں اس کے خاندان کی طرف سے عظیم احسانات مسلسل میری طرف رواں رہتے ہیں۔

پھر اِن لوگوں نے بنی اسد بن خزیمہ کے ایک شاعر بشر بن ابی حازم سے اوس کی ہجو کرنے کو کہا تو وہ مان گیا"۔

اس نے اوس کی ہجو میں اشعار کہے اور تین سو اونٹ لے کر چلتا بنا"۔

مگر اوس کی یہ ہجو اس کو مہنگی پڑی"۔

اس لیے کہ اوس کی ہجو کہنے بعد وہ جس قبیلے کے پاس بھی پناہ کے لیے جاتا تو اسے جواب ملتا"۔

کہ اوس کے سوا ہم تمہیں ہر شخص کے خلاف پناہ دے سکتے تھے مگر چونکہ ہم پہ اوس کے بے شمار احسانات ہیں اس لیے ہم تمہیں اس کے مقابل ترجیح نہیں دے سکتے۔

پھر وہ اوس کے قبیلے کے ہاتھ لگ گیا"۔

اور انھوں نے اس کی مشکیں کس دیں اور اسے اوس کے پاس لے گئے"۔

بشر بن ابی حازم نے چونکہ اوس کی ہجو کرتے ہوئے اس کی ماں کو بھی شامل کر لیا تھا اس لیے اوس بن حارثہ اپنی ماں کے پاس گیا"۔

اور اس سے کہا:

ماں ہم نے اسے پکڑ لیا ہے جس نے تیری اور میری خاک اڑائی تھی"۔

اب جو تُو چاہے اس سے سلوک کیا جائے گا“۔

اوس کی والدہ مسکرائی اور اس سے کہا!

اوس تُو میری بات مانے گا!

اس نے کہا!

خدا کی قسم مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ میں نے تیری بات کبھی ٹھکرائی ہو“۔

تو پھر تُو اسے چھوڑ دے“۔

اوس کی والدہ نے اسے حکم دیا“۔

اس لیے کہ اس نے ہماری جو ہجو کی ہے خدا کی قسم اسے اُس کی مدح کے سوا کوئی چیز نہیں دھو سکتی“۔

چنانچہ اوس باہر آیا اور بشر بن ابی خازم کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اس سے کہا:

جا یہاں سے چلا جا ورنہ میں تجھے زندہ جلا دوں گا“۔

اور اسے یہ بھی بتایا کہ“۔

اس کی رہائی کا فیصلہ اس کا نہیں بلکہ اس کی ماں کا ہے جس کی اُس نے ہجو کی تھی۔

اس پہ بشر بن ابی حازم بہت شرمندہ ہوا اور کہا:

خدا کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ میں اتنے اعلیٰ لوگوں کی ہجو کہہ رہا ہوں“۔

اور یہ بھی سن لے! اوس نے کہا“۔

کہ میں اس ہجو کے بدلے اب زندگی بھر تیری مدح کروں گا“۔

چنانچہ اس نے اوس بن حارثہ کی مدح میں پانچ قصیدے کہے جن کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے تاہم اس کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں جو اس نے اوس کی مدح میں کہے تھے ۔

اِلَی اوس بن حارثۃ بن لأم

لِیَقْضِیَ حَاجَتِیْ فِیْمَنْ قَضَاهَا

میں اوس بن حارثہ بن لأم کے پاس آیا ہوں تا کہ جہاں دوسرے لوگ میری حاجت روائی کرنا چاہتے ہیں وہاں وہ بھی کر لے۔

فَمَا وَطِئَ الثَّرٰی مِثْلُ ابن سُعدٰی

وَ لَا لَبِسَ النِّعَالَ و َلَااحتَذَاهَا

کیونکہ زمین پہ چلنے والوں اور جوتا پہننے والوں میں کوئی شخص بھی ابن سعدی جیسا نہیں ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

عَطَاؤكَ زَيْنٌ لأ مرِئٍ اِنْ حَبَوْتَهٗ

بِخَيْرٍ وَمَا كُلُّ العَطَاءِ يَزِيْنُ

اگر تم کسی انسان کو مال عطا کردو تو تمھارا عطا کرنا اس کے لیے زینت کا سبب ہوتا ہے مگر عطیہ زینت کا سبب نہیں ہوتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلَيْسَ بِشَيْنٍ لأ مرِیٍٔ بَذْلُ وَجْهِهٖ

اِلَيْكَ كَمَا بَعْضُ السَّؤالِ يَشِيْنُ

اور کسی انسان کے لیے تمھارے پاس آکر اپنی عزت وآبرو کا دے دینا عیب نہیں ہے مگر بعض سوال ضرور عیب ہوتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

عبداللہ بن حبیب العنبری

عبداللہ بن حبیب بھی عرب کے اِن لوگوں میں شامل ہے سخاوت کے ضمن میں جن کی تعریف کی گئی۔جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا کہ عربوں کے ہر قبیلے ہر خاندان اور خیموں کی ہر بستی کے گرد کوئی نہ کوئی سخی ضرور موجود رہتا جو لوگوں کی ضروریات کا خیال کرتا اور ان پہ اپنا مال خرچ کرتا۔اس لیے کہ عرب صفاتِ محمودہ کو محبوب رکھا کرتے اور وہ جانتے تھے کہ سخاوت اور مہمان نوازی سے بڑھ کر اور کوئی صفت اعلیٰ نہیں ہوسکتی۔چنانچہ جب اسلام آیا تو اس نے عربوں کے بہت سے ایسے امور کی حوصلہ افزائی کی جن سے وہ پہلے سے متصف تھے۔اسلام نے ان کی فیاضی مہمان نوازی سخاوت شجاعت غیرت وحمیت کو مزید ابھارا جس کی وجہ سے وہ ایک ایسی قوم بن کر ابھرے جنھوں نے نصف صدی سے بھی کم عرصے میں دنیا کے جغرافیائی اور عقائدی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا۔چنانچہ مصر سے لے کر روس تک اور یورپ سے لے کر افریقہ کے دور دراز ساحلوں تک اسلام کا سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا جس کا واحد سبب یہی تھا کہ قوم عرب جو پہلے ہی بہت سی اعلیٰ صفات کی مالک تھی اسلام کی روشن اور اعلیٰ تعلیمات سے مزین ہوئی تو کوئی قوم اخلاقی عقائدی اور عسکری حوالے سے ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور اسلام دور دور تک پھیلتا چلا گیا۔عربوں کی روائتی مہمان نوازی اور فیاضی نے ان کو مال ودولت کی رغبت سے بچائے رکھا جس کی بنا پر وہ اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

اگرچہ طلوعِ اسلام کے وقت وہ عقائدی پراگندگی کا شکار تھے مگر جلد ہی اسلام کی حقانیت اِن پہ کھل گئی اور وہ اسلام کے دائرہ رحمت میں داخل ہوگئے اور ان کو عقائد کی لازوال راہنمائی کے ساتھ ساتھ معاشی

فراغت بھی حاصل ہوئی مگر کسی بھی مرحلے پہ بخل نے اِن کی راہ نہ روکی بلکہ عہد اسلام میں بھی ان کی سخاوت اور مہمان نوازی کا وہی انداز تھا جو کہ عہدِ جاہلیت کا خاصا تھا۔ اگرچہ اس وقت وہ یہ سب نمود و نمائش اور اپنی خاندانی بزرگی اور عظمت کی وجہ سے کیا کرتے تھے اور اسلام آنے کے بعد وہ یہ سب کچھ اپنے خالق کی رضا کے لیے کرنے لگے تو ان کے ہر عمل میں مزید نکھار پیدا ہو گیا۔

بات ہو رہی تھی عرب کے ان سخیوں کی جن کا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور ان کی سخاوت قوم میں ضرب المثل بن چکی تھی عبداللہ بن حبیب کی سخاوت اور شہرت کا باعث روٹی تھی جو عام طور پہ عربوں کا کھانا نہ تھی اور ان کے ہاں روٹی کھلانے کے عمل کو ایک اعلیٰ کام تصور کیا جاتا تھا۔ عبداللہ بن حبیب کا تعلق بنو سمرہ سے تھا اور لوگ اس کو آکل الخبز کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ کیونکہ عام عربوں کے برعکس جو دودھ اور کھجور سے اپنے مہمان کی تواضع کرتے تھے عبداللہ بن حبیب ان کو روٹی کھلایا کرتا تھا اور وہ خود بھی دودھ اور کھجور سے دور رہتا اور اپنے مہمان کے سامنے بھی ان اشیا کو پیش نہ کرتا بلکہ گندم سے بنی روٹی سے ان کی تواضع کرتا“۔

عبداللہ بن حبیب بنی العنبر کا سردار تھا“۔

اس لیے پورا قبیلہ فخریہ طور پہ کہا کرتا کہ وہ روٹی کھانے والا ہمیں سے تھا“۔

اور پرندوں کو پناہ دینے والا بھی تو ہمیں سے تھا“۔

اور اس سے ان کی مراد ثور بن شحمہ عنبری سے ہوتی جو اسی قبیلے کا ایک اور فرد تھا۔

ابوعبیدہ نے ان کے متعلق بیان کیا کہ ان کا ایک آدمی ھوذہ بن علی الحنفی خسرو پرویز شاہ ایران کے دربار میں گیا“۔

تو شاہ ایران نے اس سے پوچھا؟

تمھاری اولاد میں سے کون سا بچہ تمہیں زیادہ پیارا ہے“۔

ھوذہ نے جواب دیا“۔

چھوٹا تا آنکہ وہ بڑا ہو جائے“۔

غائب تا آنکہ وہ واپس آجائے“۔

مریض تا آنکہ وہ صحت یاب ہو جائے“۔

خسرو پرویز اس کے جواب سے بہت محظوظ ہوا اور اس سے پوچھا؟

تم کیا کھاتے ہو"۔

ھوذہ نے جواب دیا"۔

روٹی! جب کہ دوسرے لوگ کھجور اور دودھ پہ گزارہ کرتے ہیں"۔

خسرو پرویز نے اس سے کہا:

تم نے درست کہا:

کیونکہ تمھاری فراست اور حاضر جوابی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم میں دودھ اور کھجوروں کی نہیں بلکہ روٹی کی عقل پائی جاتی ہے"۔

اس طرح روٹی عربوں کے ہاں قابل تعریف چیز قرار پا گئی"۔

اور وہ چیزیں جو کسی حد تک روٹی سے مماثلت رکھتی تھیں ممدوح قرار پائیں"۔

مثلاً فالودہ کہ یہ بھی عربوں کے ہاں اعلیٰ ترین کھانا تھا"۔

اور عبداللہ بن جدعان کے سوا کسی اور نے یہ کھانا عربوں کو نہیں کھلایا چنانچہ امیہ بن صلت [156*] نے عبداللہ بن جدعان کی اسی بات کے باعث تعریف کی ہے۔

أ أ ذكر ُحا جتىْ أم فَدْ كَفَانِىْ

حَيَا ؤكَ اِنَّ شِيْمَتَكَ الْحَيَاء ُ

کیا میں اپنی حاجت کا ذکر کروں یا تمھاری حیا ہی کافی ہے کیونکہ حیا تو تمھاری سرشت ہے۔

وَ عِلْمُكَ بِالْحُقُوْقِ وَ أَنْتَ فَرْمٌ

لَكَ الْحَسَب ُالْمُهَذَّب ُوَالسَّنَاءُ

تم لوگوں کے حقوق سے بخوبی واقف ہو تم عظیم المرتبہ سردار ہو تمھارے کارنامے شائستہ ہیں

اور تمہیں رفعت حاصل ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

كَرِيمٌ لَا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ
عَنِ الْخُلُقِ الْجَمِيلِ وَلَا مَسَاءُ

یہ ایسا شریف انسان ہے جسے صبح وشام کی گردش اچھے اخلاق سے کبھی پھیر نہیں سکتی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

إِذَا أَثْنَى عَلَيْكَ الْمَرْءُ يَوْمًا
كَفَاهُ مِنْ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاءُ

جب کوئی انسان کسی دن تمھاری تعریف کر دے تو یہ تعریف ہی اپنی ضرورت وحاجت کے ذکر کرنے کی کفایت کرتی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

عَطَاؤُكَ زَيْنٌ لِامْرِئٍ إِنْ حَبَوْتَهُ
بِخَيْرٍ وَمَا كُلُّ الْعَطَاءِ يَزِيْنُ

اگر تم کسی انسان کو مال عطا کر دو تو تمھارا عطا کرنا اس کے لیے زینت کا سبب ہوتا ہے مگر عطیہ زینت کا سبب نہیں ہوتا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَلَيْسَ بِشَيْنٍ لِامْرِئٍ بَذْلُ وَجْهِهِ
إِلَيْكَ كَمَا بَعْضُ السُّؤَالِ يَشِيْنُ

اور کسی انسان کے لیے تمھارے پاس آکر اپنی عزت وآبرو کا دے دینا عیب نہیں ہے مگر بعض

سوال ضرور عیب ہوتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِلَی رُدُحٍ مِنَ الشِّیزٰی مِلَاءٍ
لُبَابَ البُرِّ یُلْبَکَ بِالشِّھَادِ

اورعربوں کا ایک کھانا ثرید ہے جو ان کے اشراف کے ہاں کھایا جاتا ہے مگر ہاشم یہ کھانا کھلانے میں اور لوگوں پر غالب آ گیا کہ اس نے اپنی قوم کو ثرید کھلایا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَمْرو ُالْعُلَا َھَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِہٖ
وَ رِجَالُ مَکَّۃَ مُسْنِتُوْنَ عِجَافُ

اورعمرو العلا (ہاشم بن عبد مناف) تو وہ شخص ہے جس نے اپنی قوم کو روٹی کے ٹکڑے کر کے ثرید کھلایا ہے درآنحالیکہ مکے کے لوگ قحط میں مبتلا تھے اور لاغر ہو رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عهد اسلامی کے سخی

جب اہل عرب پر اللہ تعالیٰ نے نگاہ رحمت ڈالی تو اِن کے درمیان نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا جنھوں اللہ کا کلام اپنی قوم تک پہنچایا اور ان کی راہنمائی اُس ابدی ہدایت کی طرف فرمائی جس میں اُن کی نجات اور فلاح مضمر تھی۔ عربوں کے خصائص کے مطالعہ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں کوئی بھی قوم اُن اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی حامل نہ تھی جو اہل عرب میں پائے جاتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل کے لیے اُن کا انتخاب فرمایا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے اور ان میں دنیا کی راہنمائی کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چنانچہ اسلام کی حقیقی اور ابدی تعلیمات نے اہل عرب کی خصوصیات مزید نکھار دیا اور ان کی شجاعت اور سخاوت اور بھی مؤکد ہوگئی تھی۔ شریعت اسلامی نے اِن امور کو صریح احکامات کے ذریعے واجب قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ ایک طرف اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات اور دوسری طرف عربوں کا روایتی میلان جب یکجا ہوئے تو انھوں نے شجاعت اور سخاوت کی وہ رفعتیں حاصل کیں کہ لوگ عہدِ جاہلیت کے سخیوں کو بھول گئے۔ چنانچہ قرون ثلاثہ میں اِن کے درمیان

ایسے لوگ بھی ہوئے جنھوں نے حاتم طائی کعب بن مامہ اور ابن سعدیٰ جیسے لوگوں کو فراموش کرادیا۔

ابن عبدربہ [157*] نے '' **العقد الفرید** '' میں بیان کیا ہے کہ عہدِ اسلامی میں ایک ہی زمانے میں حجاز میں عربوں کے تین سخی موجود تھے جن کے نام عبیداللہ بن العباس (م ۵۸ ھ) عبداللہ بن جعفر (م ۸۰ھ) سعید بن العاص (م ۵۹ ھ) کے نام شامل ہیں۔

ابن بکار [158*] نے عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے قریش کے کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کو ازوادالرکب کہا جاتا تھا، ان میں مسافر بن ابی عمر بن امیہ بن عبد شمس اور زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ اور ابوامیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم شامل تھے اور انھیں ازوادالرکب اس لیے کہا گیا ہے کہ جب یہ لوگ سفر کے لیے نکلتے تو خالی ہاتھ نکلا کرتے اور اپنے ساتھ زادِراہ نہ لیتے اور ان تینوں کے سوا عربوں میں کسی اور کو ازوادالرکب نہیں کہا گیا۔ بیان کیا گیا ابوامیہ کی چار بیویاں تھیں اور اتفاق سے اِن سب کا نام عاتکہ تھا، اس کی ایک بیوی عاتکہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی بیٹی تھی، دوسری عاتکہ جوزھیر اور عبداللہ کی والدہ ہے اور یہ عبداللہ وہی شخص ہے جس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان لانے والے نہیں ہیں جب تک کہ آپ ﷺ ہمارے لیے اس زمین سے چشمہ نہ جاری کرلیں۔ چنانچہ اہلِ قریش اِن لوگوں کی مثال دیا کرتے تھے اور اِن کی سخاوت لوگوں میں ضرب المثل تھی اور میدانی نے لوگوں کے اس قول '' **اَقْرَیٰ من زادالرکب** '' پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عربوں کی یہ ضرب المثل اہلِ قریش کی معروف امثال میں شامل تھی۔ ان کی سخاوت کے متعلق کئی قصے مشہور ہیں اور جو اشعار اِن کی مدح میں کہے گئے اُن کی مقدار بھی حدوشمار سے باہر ہے یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ ابوامیہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم حضرت ابوطالبؓ کی ہمشیرہ عاتکہ کا خاوند تھا وہ تجارت کے لیے شام گیا اور راستے میں ایک مقام '' **سَرْوِ سُحَیْم** '' پر وفات پائی آنحضرت محمد ﷺ کے چچا حضرت ابوطالبؓ کو ان سے بہت محبت تھی اس لیے انھوں نے ابوامیہ کی وفات پر ایک فقید المثال مرثیہ کہا جس کے چند اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

آلَااِنَّ زَادَالرکْبِ غیر مُدَافِعٍ
بِسَرْوِ سُحَیْمٍ غَیَّبَتْہُ المَقَابِرُ

یادرکھیں کہ وہ شخص جس کے زادالرکب کہلانے میں کسی کواعتراض نہ تھا اسے سروسحیم کے مقام پر قبر نے پوشیدہ کردیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بِسَرْوِ سُحَیْمٍ عَارِفٌ و مُنَاکِرٌ
وَفَارِسُ غَارَاتٍ خَطِیْبٌ وَیَا سِرُ

وہ صابر جنگجو، غارت ڈالنے والا شہ سوار، خطیب اور جوا کھیلنے والا عالی ظرف شخص سروسحیم کے مقام پر پڑا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تَنَا دَوْا بِأ ن لَا سَیِّدَ الحَیِّ فِیھِمِ
وَقَدْ فُجِعَ الحَیَّانِ کَعْبٌ وَ عَامِرُ

انھوں نے پکار کر کہا! کہ قبیلے کا سردار اب اِن میں نہیں رہا، کعب اور عامر دونوں قبیلوں کو اس کی موت سے دکھ پہنچا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَکَانَ اِذَا یأ تی مِنَ لشَّام قَا فِلاً
بِمَقْدَمِہٖ تَسْعٰی اِلَیْنَا البَشَا ئِرُ

جب یہ شام سے واپس آتا تھا تو محض اس کی آمد بشارتیں بن کر ہماری طرف دوڑی آیا کرتی تھیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَيُصْبِحَ اَهْلُ اللّٰهِ بِيْضًا كَاَنَّمَا
كَسَتْهُمْ حَبِيْرًا رَيْدَةٌ وَمَعَافِرُ

پھر اللہ کے گھر والے یعنی قریش کے چہرے روشن اور چمکدار ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ ریدہ اور معافر شہروں نے انھیں منقش چادریں پہنادی ہیں۔

تَرَى دَارَهُ لَا يَبْرَحُ الدَّهْرَ عِنْدَهَا
مُجَعْجِعَةٌ كُوْمٌ سِمَانٌ وَبَاقِرُ

تُو اس کے گھر کو دیکھے گا کہ وہاں ہر وقت بڑی کوہان والی موٹی اونٹنیاں اور گائیں پڑی رہتی ہیں۔

اِذَا اُكِلَتْ يَوْمًا اَتَى الدَّهْرُ مِثْلَهَا
زَوَاهِقُ زُهْمٌ اَوْ مَخَاضٌ بَهَازِرُ

اگر انھیں کسی دن کھالیا جاتا تو زمانہ اسی قدر اور لے آتا ان میں کچھ حاملہ کچھ چربی والی اور کچھ موٹی ہوتیں۔

ضَرُوْبٌ بِنَصْلِ السَّيْفِ سُوْقَ سِمَانِهَا
اِذَا عَدِمُوْا زَادًا فَاِنَّكَ عَاقِرُ

یہ اپنی تلوار موٹی اونٹنیوں کی پنڈلیوں پہ مارا کرتا تھا اِس وقت جب کہ لوگوں کے پاس زادِ راہ نہ ہوتا تب وہ مرنے والا دوسروں کی خاطر اپنے اونٹ ذبح کیا کرتا تھا۔

وَاِلَّا يكُن لَحمٌ غَرِيضٌ فأنَّهُ
نُكبٌّ عَلَى اَفوَاهِهِنَّ الغَرائِرُ

اوراگرتازہ گوشت نہ ہوتا تو گندم کے تھیلوں کوہی زمین پر انڈیل دیا جاتا۔

فَيَا لَكَ مِنْ نَاعٍ حُبِيتَ بأَلَّةٍ
شِرَاعِيَّةٌ تَصْفَرُّ مِنْهُ الاَظَافِرُ

اے امیہ کی موت کی خبر لانے والے! خدا کرے تجھے کوئی ایسا لمبا نیزہ لگے جس سے تیرے ناخن پیلے پڑ جائیں[*159]

جیسا کہ اس سے قبل بھی بیان کیا جاچکا ہے یہ امر ممکن نہیں کہ ہم عہدِ جاہلیت کے تمام سخیوں کے احوال بیان کر سکیں اسلیے کہ ان کا تذکرہ بہت طویل اور داستانیں ہزاروں ہیں اور ان کی مدح میں عربوں نے جو اشعار کہے وہ لاکھوں ہیں اس لیے ان سب کا بیان ممکن نہیں جتنا ہم نے مناسب جانا اِن کا ذکر کیا یادرہے کہ قیس بن سعد عبدۃ الکلبیہ ،قتادہ بن مسلمہ الحنفی ،مطاعیم الریح جیسے اہل عرب کے سینکڑوں سخی ہیں جن کا ذکر طوالت کی وجہ سے حذف کیا جارہا ہے یہاں ہم عہد اسلامی کے کچھ فیاض لوگوں کا تذکرہ ضرور کریں گے تاکہ اسلام آنے کے بعد سخاوت کے ضمن میں اِن کے رجحانات کا کچھ مطالعہ کیا جاسکے۔

چنانچہ عہد اسلامی میں عبیداللہ بن العباس کی سخاوت اور فیاضی مشہور عام تھی۔

کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے ہمسایوں کوناشتہ کرایا تھا"۔

اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سڑکوں پر عام لوگوں کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیئے

تھے“۔

اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے ” حَیّاك اللّٰہ“یعنی تو جیتا رہے کہا“۔

عرب کے لوگ اِن کی سخاوت کے اِس حد تک عادی تھے کہ کوئی بھی شخص اِن سے سوال کرنے سے جھجک محسوس نہ کرتا تھا وہ لوگوں کے لیے رحمت تھا اور سوالیوں کے لیے نہایت نرم دل،لوگ بتاتے ہیں اگر کوئی اس سے سوال کردے اور اس وقت وہ اس سوال کو پورا کرنے کے قابل نہ ہو تو وہ قرض لے کر بھی لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا کرتا تھا“۔

اور اسی کے متعلق مدینے کا ایک شاعر کہتا ہے کہ [160*]

وَفِی السَّنَۃِ الشَّھْبَاءِ اَطْعَمْتَ حَامِضاً
وَ حُلْواً وَ لَحْماً تا مِکّا و مُمَزَّعَا

جس سال بارش نہ ہو تو تُو لوگوں کو ترش دودھ میٹھا دودھ موٹا گوشت اور ٹکڑے کیا ہوا گوشت کھلاتا ہے۔

وَ اَنْتَ رَبِیْعٌ لِلیَتَّامٰی و عِصْمَۃٌ
اِذَا المَحْلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ تَطَلَّعَا

جب آسمان سے قحط جھانکنے لگے تو تُو یتیموں کے لیے ربیع (بہار) کا موسم اور بچاؤ کا سبب بن جاتا ہے۔

اَبُوكَ اَبُوالفَضْلِ الّذی کَانَ رَحْمَۃً
وَ غیثًا وَ نُو راً لِلخَلاَ ئِقِ اَجْمَعَا

اورتمھاراباپ ابوالفضل تو تمام مخلوق کے لیے رحمت، بارش اور نور کی طرح تھا۔

میدانی نے عبیداللہ بن العباس کی سخاوت کے ایک تذکرے میں تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ عبیداللہ اپنے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے کہا:

اے عباس کے بیٹے مجھے میرے احسان کا صلہ چاہیے؟

عبیداللہ نے اس شخص کو اوپر نیچے غور سے دیکھا اور کہا:

اے اجنبی! میں نے تو تمھیں نہیں پہچانا:

پھر احسان کا کیا سوال''۔

تب آنے والے نے اسے کہا:

یاد کر ایک بار جب تم زمزم پہ کھڑے تھے اور تمھارا غلام تمھارے لیے پانی نکال رہا تھا''۔

اور اس دن بہت سخت دھوپ تھی تب میں نے اپنی چادر سے تجھ پہ سایہ کیا تھا''۔

حتیٰ کہ تُو نے آسانی سے پانی پی لیا''۔

کیا اب بھی تجھے یاد آیا کہ نہیں؟

آنے والے شخص نے سوال کیا؟

عبیداللہ کہتا ہے کہ اگرچہ مجھے اس طرح کی کوئی بات یاد نہ آئی تاہم میں نے اس سے کہا:

ہاں مجھے سب یاد ہے''۔

پھر میں نے اپنے مختار سے پوچھا تمھارے پاس کیا ہے؟

تو اس نے جواب دیا دو سو دینار اور دس ہزار درہم۔

میں نے اس سے کہا:

یہ ساری رقم اس شخص کو دے دو‘‘۔

پھر میں اس شخص سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا:

اگرچہ اس رقم سے تیرے احسان کا پورا صلہ تو ادا نہیں ہوتا تاہم اس وقت میرے پاس اس سے زیادہ رقم نہیں ہے۔

اس پر اس شخص نے عبیداللہ بن عباس سے کہا:

خدا کی قسم‘‘۔

اگر حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے صرف تُو ہی ایک ہوتا تب بھی اِن عربوں کے لیے کافی تھا مگر تمھارے مقدر کے کیا کہنے کہ تم میں تو سیّدالاولین والآخرین محمد ﷺ پیدا ہوئے‘‘۔

اور علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور علامہ ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں عبیداللہ بن عباسؓ کی سخاوت کے باب میں درج کیا ہے کہ ایک بار حضرت معاویہؓ نے حضرت حسینؓ بن علی کا وظیفہ بند کر دیا یہاں تک کہ اِن کی حالت تنگ ہوگئی۔

تو کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا:

اگر آپ کسی کو اپنے چچازاد عبیداللہ بن عباسؓ[160*] کے پاس بھیجتے تو اِن حالات میں وہ آپ کی مدد ضرور کرتے‘‘۔

کیونکہ میں جانتا ہوں اِن دنوں اُس کے پاس دس لاکھ درہم ہیں‘‘۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

دس لاکھ درہم سے عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے جیسے شخص کا کیا بنتا ہے خدا کی قسم!

وہ تو تند و تیز ہوا اور موجزن سمندر سے بھی زیادہ سخی ہے‘‘۔

تاہم اس شخص کے اصرار پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک رقعہ لکھا اور اس کو عبیداللہ بن عباسؓ کی طرف روانہ کر دیا‘‘۔

مگر وہ کہیں سفر پہ گئے ہوئے تھے۔

جب واپس آئے تو انھیں بتایا گیا کہ کوئی ان کا انتظار کر رہا ہے"۔

انھوں نے کہا:

میں بعد میں اس سے ملوں گا اس وقت میں بہت تھکا ہوا ہوں تب اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کا غلام کچھ کہتے کہتے رُک گیا ہے"۔

بولو کیا کہنا چاہتے ہو"۔

عبیداللہ بن عباسؓ نے اپنے غلام سے کہا"۔

تو اُس نے جواب دیا کہ"۔

اگر آپ اس قاصد سے مل لیتے تو بہتر تھا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت حسین علیہ السلام کا قاصد ہے"۔

اس پہ حضرت عبیداللہ بن عباسؓ تیزی کے ساتھ سواری سے اترے اور دوڑ کر حضرت حسین علیہ السلام کے قاصد تک پہنچے۔

حضرت حسین علیہ السلام کے قاصد نے وہ رقعہ حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کو پیش کر دیا

رقعے پہ لکھا تھا کہ آپ جانتے ہیں میں عیال دار آدمی ہوں اور حضرت امیر معاویہؓ نے میرے وظائف بند کر رکھے ہیں اس لیے ہو سکے تو مجھے قرض حسنہ کے طور پہ ایک لاکھ درہم اس شخص کے ہاتھ بھیج دیں"۔

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ نے حضرت حسین ابن علیؑ کا خط پڑھا"۔

اور اسے ہاتھ میں لے کر رونے لگے"۔

کیونکہ وہ بہت رقیق القلب تھے اور پر گداز طبیعت کے مالک تھے"۔

انھوں نے روتے ہوئے کہا:

اے معاویہؓ تُو نے ایک اور گناہ کما لیا ہے"۔

تو خود تو نرم بستروں پہ سوئے اور رسول اللہ ﷺ کے نواسے تنگ دستی کا شکار رہیں خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا"۔

پھر انھوں نے مختار کو پکارا"۔

میرا جو بھی مال ہے چاہے سونا ہو چاندی ہو یا مال مویشی ہوں انھیں ایک جگہ اکٹھا کرلو“۔

اس نے ایسا ہی کیا“۔

تو حضرت عبیداللہ بن عباسؓ نے اس سے کہا“۔

اس مال میں سے آدھا جو بہتر ہو اسے الگ کرلو“۔

اس نے ایسا ہی کیا“۔

تو حضرت عبیداللہؓ نے اِس کہا“۔

اس مال کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور اُن سے کہنا:

یہ میرے تمام مال کا نصف ہے“۔

اگر وہ اس پہ راضی ہو جائیں تو بہتر“۔

ورنہ واپس آنا اور باقی کا مال بھی لے جانا“۔

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کا یہ فیصلہ اس کے مختار کو پسند نہ آیا“۔

اس لیے اُس نے کہا“۔

آپ پہ بہت سی ذمہ داریاں ہیں اور دیگر لوگوں کے حق ہیں آپ اُن کا کیا کریں گے“۔

حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا!

جب ہم وہاں پہنچیں گے تو میں تم کو ایک ایسی بات بتاؤں گا جس سے تم اپنے حال کی اصلاح کرلو گے“۔

چنانچہ جب حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قاصد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے دیکھا کہ اموال کا ایک انبار ہے جو اِن کی طرف چلا آرہا ہے اس پہ انھوں نے اِنا اللہ پڑھا اور کہا“۔

اللہ کی قسم!

میں نے اپنے عم زاد پہ بارِ گراں ڈال دیا ہے“۔

میرا یہ خیال نہ تھا کہ وہ اپنا سارا مال مجھے ہی دے دیں گے“۔

تب حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مختار نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ انھوں نے آدھا مال آپ

کی طرف بھیجا ہے''۔

اگر اس مال سے آپ کی ضرورت پوری ہو گئی ہو تو فبہا ورنہ انھوں نے کہا ہے کہ اُن کا باقی ماندہ مال بھی حاضر ہے''۔

تب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے وہ مال وصول کر لیا اور اُن کے لیے دعائے خیر کی۔

اور اُن کی سخاوت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ!

کہ ایک بار حضرت عبید اللہ بن عباسؓ حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں مقیم تھے تو حضرت معاویہؓ نے اِن کو نوروز کے تحفے کے طور پر کپڑوں کے بہت سے جوڑے کستوری اور سونے چاندی کے برتن اپنے حاجب (دربان) کے ہاتھ اُن کی خدمت میں بھیجے''۔

جب حاجب نے اِن چیزوں کو حضرت عبید اللہ بن عباسؓ کے سامنے رکھا تو ٹکٹکی باندھ کر اِن کو دیکھنے لگا''۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا؟

کیا تمھارے دل میں اِن چیزوں کے متعلق کوئی خواہش ہے''۔

تو اُس نے کہا!

ہاں! وہی خواہش ہے جو یوسف علیہ السلام کے بارے میں یعقوب علیہ السلام کے دل میں تھی''۔

اُس کا یہ جواب سن کر حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور کہا!

لے لو یہ سب تمھارا ہی ہے''۔

اس پہ حاجب نے جواب دیا!

میں آپ پہ قربان جاؤں مگر میں ڈرتا ہوں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس کی خبر ہو گی تو وہ برا مانیں گے''۔

اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

تم اس طرح کرو کہ اس پہ میری مہر لگا دو اور میرے خادم کے سپرد کر دو اور خادم سے کہنا کہ اس مال کو

الگ رکھے جب ہم یہاں سے رخصت ہوں گے تورات کے اندھیرے میں اسے تمھارے سپرد کر دیا جائے گا"۔

اس پر حاجب نے حضرت عبیداللہ بن عباسؓ سے کہا!

خدا کی قسم!

میرے لیے تمھارا یہ حیلہ کرنا تمھاری سخاوت سے بھی بڑھ کے ہے"۔

اور میری یہ خواہش ہے کہ میں مرنے سے پہلے تمہیں اس کی جگہ دیکھوں"۔

اور اس نے انگلی سے حضرت امیر معاویہؓ کے محل کی طرف اشارہ کیا"۔

اس پہ حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ٹوک دیا اور کہا:

ایسی باتیں چھوڑو کیونکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو اپنے وعدے پورے کرتے ہیں جو کچھ طے کرلیں اس سے منحرف نہیں ہوتے"۔

ابن عبدربہ نے اپنی مشہور کتاب " العقد الفرید" میں حضرت عبیداللہ بن عباس کی سخاوت کا یہ واقعہ بھی درج کیا ہے!

کہ ایک دن حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے"۔

کہ ایک سائل اِن کے در پہ آیا"۔

سائل نے اِن سے سوال کیا؟

خیرات کرو! کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عباسؓ نے ایک سائل کو ایک ہزار درہم دیئے ہیں "۔

اس پر عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سائل سے کہا:

میں عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا کہاں مقابلہ کرسکتا ہوں"۔

سائل نے اُن سے کہا:

آپ حسب کے حوالے سے بات کر رہے ہیں یا مال کی کثرت کے حوالے سے؟

دونوں اعتبار سے۔

عبیداللہؓ نے جواب دیا''۔

انسان کا حسب اس کی مروت اور اس کا فعل ہوتا ہے، جب تُو کوئی کام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور جب کر لیا تو حسب والا ہو گیا''۔

سائل نے حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کو جواب دیا''۔

اس پر حضرت عبیداللہ بن عباسؓ مسکرائے اور اپنے مختار سے کہا:

اسے دو ہزار درہم دے دو''۔

اور سائل کو اپنی تنگدستی کا عذر بھی پیش کیا۔

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کے خادم سے دو ہزار درہم وصول کرنے کے بعد بھی وہ سائل وہیں کھڑا رہا''۔

یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہا ہے''۔

پھر اُس نے کہا!

اگر تُو عبیداللہ بن عباسؓ نہیں ہے تو یقیناً اس سے بہتر انسان ہے اور اگر تیرا ہی نام عبیداللہؓ ہے تو تیرے کل سے تیرا آج بہتر ہے''۔

اس پر عبیداللہؓ نے اس کو ایک ہزار درہم مزید عطا کر دیئے''۔

اس پر سائل بولا:

تیرا یہ انداز تو ایک سخی اور حسب والے انسان کا سا ہے''۔

اللہ کی قسم!

میں نے اپنے دل کے دانے کو کھود کر تیرے دل میں ڈال دیا ہے اس میں غلطی صرف اتنی ہوئی کہ میرے دل میں تیرے متعلق شک پیدا ہو گیا تھا۔

پھر وہ رخصت ہوا اور جاتے جاتے کہا!

میں تو کب سے عبیداللہ بن عباسؓ کو دیکھنا چاہتا تھا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی''۔

اس پہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مسکرا کے رہ گیا "۔

کہ عربوں میں اُس کی شہرت ایسی ہی تھی جیسے کسی سخی کو تکریم حاصل ہو"۔

اور ابو الفرج الاصبہانی [161*] نے اپنی کتاب "الاغانی" میں خود اپنی سند کے ساتھ حضرت عبیداللہ بن عباس کی سخاوت کے اس واقعے کو درج کیا ہے "

کہ حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کا گزر عربوں کے ایک سردار معن بن اوس المزنی کے پاس سے ہوا"۔

اس وقت معن کی بینائی جاتی رہی تھی"۔

چنانچہ عبیداللہ بن عباسؓ نے اسے پکارا اور اس کا حال دریافت کیا؟

اس نے کہا!

کیا حال پوچھتے ہو! بینائی جاتی رہی ہے، اہل وعیال کثیر ہیں اور قرضہ چڑھ چکا ہے"۔

عبیداللہ نے معن سے پوچھا؟

اے معن! کتنا قرض تمھارے ذمہ ہے"۔

دس ہزار درہم!

معن نے جواب دیا"۔

چنانچہ عبیداللہ بن عباس گھر پہنچا تو اس نے اپنے غلام کے ہاتھ دس ہزار درہم معن کو بھیج دیئے"۔

دوسرے دن پھر اس کا گزر معن کے پاس سے ہوا"۔

تو عبیداللہ نے معن سے اس کا حال پوچھا؟

تو معن نے اس کا جواب یوں دیا۔

اَخَذْتُ بِعَیْنِ الْمَالِ حَتّٰی نُهَکْتُهٗ
وَبِالدَّیْنِ حَتّٰی مَا اُکَادُ اُدَانُ

میں نے نقد مال لیا اور اسے خرچ کر ڈالا پھر قرض لیا حتیٰ کہ اب کوئی مجھے قرض بھی دینے کا نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَحَتّٰی سَأَلْتُ الْقَرْضَ عِنْدَ ذَوِی الْغِنٰی
وَرَدَّ فُلَانٌ حَاجَتِی وَفُلَانٗ

(حالت بایں جا رسید) میں نے مال داروں سے قرض مانگا مگر میری حاجتوں کو فلاں اور فلاں نے رد کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عبیداللہ بن عباسؓ نے معن کو جواب دیا کہ"۔

مدد تو صرف اللہ ہی سے مانگی جاتی ہے ہم نے آپ کے پاس ایک لقمہ بھیجا تھا مگر اس سے قبل کہ آپ اسے چباتے آپ سے چھین لیا گیا"۔

لہٰذا گھر والوں قرابت داروں اور پڑوسیوں کے لیے تو کچھ بھی نہ بچا!

چنانچہ جب عبیداللہ بن عباسؓ گھر پہنچے تو انھوں نے اپنے غلام کو طلب کیا اور اس سے کہا:

دس ہزار درہم لے جاؤ!

اور معن بن اوس کو دے آؤ"۔

معن عبیداللہ بن عباسؓ کی اس سخاوت پہ حیران رہ گیا"۔

وہ یہ تو جانتا تھا عبیداللہ بن عباسؓ عربوں کا سخی ہے اور اپنا مال لوگوں کو دیتا ہے،

مگر وہ بار بار دیتا ہے اس بات کا اسے علم نہیں تھا!

اور عربوں کے دستور کے مطابق اس نے حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کی مدح کہی جس کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں“۔

اِنَّكَ فَرْعٌ مِنْ قُرِيشٍ و اِنَّمَا
يَمُجُّ النَّدٰی مِنهَا الجُحُوْرُ الفَوَارِعُ

تُو تو قریش کی ایک شاخ ہے اس لیے سخی ہے کیونکہ بلند موجوں والے سمندر ہی سخاوت کے موتی اگلا کرتے ہیں۔

ثَوَوْا قَادَةً لِلنَّاسِ بَطْحَاءَ مَكَّةٍ
لَهُمْ فِیْ سَقَايَاتِ الحجِيْجِ الدَّوَافِعُ

یہ لوگ مکہ کی پتھریلی اور ریت والی وادیٔ میں سردار بن کر مقیم رہے کہ حاجیوں کے پانی پلانے کی جگہوں میں وادیٔ کے نچلے حصے انھی کے تھے۔

فَلَمَّا دُعُوْ اللمَوْتِ لَمْ تَبْكِ مِنْهُمْ
عَلَى حَادِثِ الدَّهْرِ العُيُوْنُ الدَّوَامِعُ

اور جب انھیں موت یعنی جنگ کی طرف بلایا گیا تو رونے والی آنکھیں حوادثِ زمانہ کی وجہ سے اِن پہ نہ روئیں۔

علامہ محمود آلوسی شکری نے عبیداللہ بن عباسؓ کی سخاوت کے کئی واقعات درج کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

کہ حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کے پاس انصار میں سے ایک شخص آیا اور اُن سے کہا:

اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی''۔

اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا ہے اور میں نے اِس کا نام تبرک کی غرض سے آپ کے نام پہ رکھا ہے''۔

مگر اس کی والدہ فوت ہوگئی ہے''۔

یہ سن کر عبیداللہ بن عباسؓ نے اسے کہا:

اللہ تعالیٰ تمھارے اس عطیے میں برکت دے اور اس کی والدہ کی موت کی مصیبت کی وجہ سے اللہ تجھے اجر کثیر سے نوازے۔

اس کے بعد اپنے مختار عام کو بلایا اور کہا:

ابھی جاؤ اور اس بچے کے لیے ایک لونڈی خرید کر لاؤ جو اس کی پرورش کرے۔

اور اس شخص کو بچے کی دیکھ بھال کے لیے دوسو دینار دے دو۔

ازاں بعد حضرت عبیداللہ بن عباسؓ نے اُس انصاری شخص کو مخاطب کیا اور کہا:

تم چند دِنوں بعد پھر آنا کیونکہ تُو ایسے وقت میں آیا ہے جب ہماری روزی خشک اور مال کم ہے''۔

تب اُس انصاری شخص نے حضرت عبیداللہ بن عباسؓ سے کہا:

اگر تُو حاتم سے صرف ایک دن پہلے ہوتا تو عرب اس کا ذکر کبھی نہ کرتے''۔

لیکن وہ چونکہ تم سے پہلے گزر چکا ہے لہٰذا اب تیرا نمبر اس کے بعد ہے''۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تمھارا بغیر سوال کے کسی کو دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ جسے لوگ اپنی کوشش سے حاتم سے وصول کیا کرتے تھے''۔

اس لیے کہ تمھاری سخاوت کے چھینٹے اس کی زوردار بارش سے بیش قیمت ہیں۔

اس کے بعد ابن عبدربہ نے عہدِ اسلامی کے بہت سے عربوں کا احوال بیان کیا ہے جن میں عبداللہ بن جعفرؓ، سعید بن العاصؓ، عبیداللہ بن ابی بکرۃ اور عبیداللہ بن معمر القرشی کی سخاوت کے احوال بھی درج کیے

ہیں نیز عربوں کے اِن سخیوں کے دوسرے طبقے کے بھی بہت سے لوگوں کی سخاوت کا تذکرہ بیان کیا ہے اور ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں جنھیں سن کر تعجب ہوتا ہے اور انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ اُن کی سخاوت کا اسلوب محض انھی تک محدود تھا مگر یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں اس لیے کہ وہ عدنان وقحطان کی اولاد تھے اور ان کی آنکھ میں عالم امکان کی آنکھ کے نور محمد ﷺ کا پرتو بھی موجود تھا حقیقت یہ ہے کہ عہد اسلامی کے سخیوں کو دیکھ کر انسان عہد جاہلیت کے سخیوں کو بھول جاتا ہے اس لیے کہ اب یہ امر اُن کے لیے نام اور نمود ونمائش کا باعث نہ تھا بلکہ اب سخاوت اور شجاعت جیسے امور اِن کی عبادت تھے جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سخاوت کو دیکھیں کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹانے کے لیے لے آئے تھے اور حضرت عمرؓ اپنے کل مال کا نصف اٹھا لائے تھے اور حضرت عثمانؓ کا تو نام ہی غنی تھا غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی طرف مائل کیا تو حضرت عثمان غنیؓ اٹھے اور کہا کہ میں سو اونٹ اُن کے کجاوں کے ساتھ دوں گا آپ ﷺ نے پھر آواز لگائی مگر کوئی نہ اٹھا پھر حضرت عثمانؓ ہی اٹھے اور کہا کجاوؤں سمیت سو اونٹ مزید میری طرف سے حتیٰ کہ وہ سات بار اٹھے اور اپنی طرف سے سات سو اونٹ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے اور دیگر صحابہ کا بھی یہ حال تھا کہ بہت سے تو اس غم سے چھپ چھپ کر روتے تھے کہ اُن کے پاس کچھ نہیں جو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کریں اور سچ تو یہ ہے کہ عربوں کے سب سے بڑے سخی خود نبی اکرم ﷺ ہیں چونکہ یہ پوری کتاب اور اس کا ہر لفظ اس کا ہر لمحہ، اس کا ہر عکس، اس کا ہر جوہر، اس کا ہر موتی، اس کا ہر حرف، اس کا ہر صفحہ، اس کی ہر سطر، اس کا مقصد اول نبی اکرم ﷺ کی مدح ہی ہے اس لیے ہم انشاء اللہ آپ ﷺ کی زندگی کے لمحات مبارک کو انمول موتیوں کی لڑی میں پروئیں گے کہ یہی وہ اثاثہ ہے جو بیش قیمت ہے جو ابدی فلاح کا ضامن ہے جو اِس سے جڑ گیا اِس کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی۔

انشاءاللہ

آپ ﷺ کو بہت فراخ جوہر سخاوت وجود عطا کیا گیا تھا جس سے آپ ﷺ دوسروں پہ سبقت لے گئے یہاں تک آپ ﷺ نے ہر وہ چیز جو آپ ﷺ کے پاس موجود تھی اللہ کی راہ میں لٹادی، اور آپ ﷺ نے اپنی ہر مطلوب ومحبوب چیز خیرات کردی اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کی زرہ گندم کے چند صاع کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی حالانکہ آپ ﷺ جزیرۃ العرب کے مالک بن چکے تھے

اوراسی جزیرہ میں ملوکِ غسان اور حیرہ کے بادشاہ ہوگزرے ہیں جن کی شان وشوکت کے قصے مقبول عام تھے اُن کے پاس دولت بھی تھی اور مال بھی تھا جنھیں جمع کر کے وہ اپنے خزانے بھرتے تھے اور اِن خزانوں پر فخر کرتے تھے اور اِن سے مغرورانہ اور متکبرانہ طریقے سے حظ اٹھاتے تھے اور پھر یہ سارے ملک نبی اکرم ﷺ کے زیرنگیں آگئے پھر بھی آپ ﷺ نے نہ کوئی درہم اکٹھا کیا نہ دینار۔

آپ ﷺ کا کھانا نرم اور آسانی سے ہضم ہونے والا نہ ہوتا تھا، آپ ﷺ نے گاڑھے لباس کے علاوہ کبھی کوئی لباس استعمال نہ کیا تھا آپ ﷺ دوسرے لوگوں کو اعلیٰ چیزیں عطا کرتے رہے مگر انھیں ہمیشہ اپنی ذات سے دور رکھا۔ آپ ﷺ نے کثیر التعداد لوگوں پہ احسانات کیے تھے مگر خود محتاجی کے کڑوے گھونٹ پئے تھے اور احتیاج وبھوک پہ صبر کرتے رہے، حالانکہ ہوازن کا مال غنیمت جب مدینے پہنچا تو وہ اس قدر تھا کہ جیسے اندھیرا چھا گیا ہو اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ چھ ہزار جنگی قیدی چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ملی تھی مگر آپ ﷺ نے یہ تمام مال ازراہ سخاوت بخش دیا تھا اور خود خالی ہاتھ رہ گئے تھے، چنانچہ ابوالاوئل نے مسروق سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے سے روایت کی ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے کوئی درہم ودینار نہ چھوڑا تھا اور نہ کوئی بکری اور نہ ہی کوئی اونٹ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں وصیت کی تھی۔

اور عمرو بن مرہ نے سوید بن الحارث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ!

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ جب مروں تو میرے پاس اس میں سے ایک بھی دینار موجود ہو ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ میں قرض خواہ کے لیے کچھ رکھ لوں''

صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس کوئی سائل آجاتا اور اُس وقت آپ ﷺ خالی ہاتھ ہوتے تب بھی آپ ﷺ سائل کو انکار نہ کرتے بلکہ اس سے وعدہ کر

لیتے اس لیے کہ آپ ﷺ سوال رد کرنا پسند نہ کرتے اور اپنے اللہ کی طرف سے کشائش کے منتظر رہتے۔ چنانچہ اسی طرز کا ایک واقعہ حماد بن زید نے معلٰی بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ اورانھوں نے یہ روایت حضرت حسنؓ سے لی تھی۔

''کہ ایک دفعہ ایک سائل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے اُس شخص کو کہا ادھر بیٹھ جاؤ اللہ ابھی کوئی سبب پیدا کر دے گا''۔

پھر ایک اور سائل آ گیا اور آپ ﷺ سے مدد کا سوال کیا''۔

آپ ﷺ نے اسے بھی ادھر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا''۔

کچھ دیر بعد ایک اور سائل آ گیا تو آپ ﷺ نے اسے بھی پہلے آئے ہوئے سائلوں کے ساتھ بٹھا دیا''۔

پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے آپ ﷺ کو چار اوقیہ چاندی دی اور آپ ﷺ کو کہا کہ یہ صدقہ ہے''۔

آپ ﷺ نے پہلے سائل کو بلایا اور اسے ایک اوقیہ چاندی دی''۔

پھر دوسرے کو بلایا اور ایک اوقیہ چاندی دی''۔

پھر تیسرے کو بلایا اور اسے بھی ایک اوقیہ چاندی عطا فرمادی''۔

ایک اوقیہ چاندی آپ ﷺ کے پاس بچ رہی''۔

آپ ﷺ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا:

میرے پاس یہ ایک اوقیہ چاندی ہے جسے ضرورت ہو مجھ سے لے لے''۔

مگر کوئی بھی اسے لینے کے لیے نہ اٹھا''۔

تو آپ ﷺ نے اسے ایک طرف رکھ دیا''۔

پھر رات ہوگئی تو آپ نے اس چاندی کو اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا''۔

اور آپ ﷺ کا بستر آپ کا چوغہ ہی ہوا کرتا۔

مگر دیر تک آپ ﷺ کو نیند نہ آئی تو آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے

کچھ دیر نماز پڑی"۔

پھر سونے کی خاطر لیٹ گئے"۔

پھر بھی آپ کروٹیں بدلتے رہے مگر آپ ﷺ کو نیند نہ آئی"۔

آپ ﷺ کی شریک حیات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کی اِس بے چینی کو محسوس کیا تو آپؓ نے عرض کی!

یارسول اللہ؟

کیا آپ ﷺ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پھر عرض کی"۔

یارسول اللہ!

کیا اللہ کا کوئی حکم نازل ہوا ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا"۔

نہیں!

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پھر عرض کی"۔

یارسول اللہ!

آج رات آپ ﷺ جو کچھ کر رہے ہیں وہ پہلے کبھی نہ کیا تھا!

اس پر آپ ﷺ نے اپنے سرہانے کے نیچے ہاتھ مارا اور ایک اوقیہ چاندی نکال لی"۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

وہ معاملہ جو تم دیکھ رہی وہ اِس کی وجہ سے ہے"۔

میں اس بات سے خائف ہوں کہ میری قضاء آ جائے اور یہ مال ابھی میرے پاس ہی ہو"۔

چنانچہ حقیقت یہی ہے جودوسخاء میں نہ کوئی عربوں میں آپ سے بڑھ سکا اور نہ عجمیوں میں سے نہ پہلوں میں سے نہ اگلوں میں سے۔ چنانچہ محاسن اخلاق میں سے کوئی بھی آپ ﷺ سے نہ آگے بڑھا ہے نہ کبھی بڑھ سکے گا اور جس مقام پہ آپ ﷺ فائز ہوئے وہ بھی صرف آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ ﷺ انبیاء کے سردار اور خاتم النبین ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے محاسن اعلیٰ کو نہ کوئی شمار کرسکتا ہے نہ کوئی اِن کی انتہا معلوم کرسکتا ہے اس لیے وہ ذات جو فضائل کی انتہا کو پہنچ چکی ہو اور معاملات کی غایت کو درجہ کمال تک پہنچا چکی ہو وہی تمام جہان کی سرداری کا استحقاق رکھتی ہے اور وہی ذات مخلوق کی مصلحتوں کو پورا کرنے کی بجا طور پہ ضامن قرار دی جاسکتی ہے اس لیے اگر ہمارے اندر احساس کی دولت موجود ہے تو ہمیں ہر دم اس امر پہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی امت میں پیدا کیا اس کے ساتھ ہی اہل عرب کی سخاوت کا تذکرہ تمام ہوا اور اللہ کا شکر ہے کہ خصائص العرب کا ذکر بھی تمام ہوا اور ہر اچھے کام کے پیچھے اللہ ہی کا ارادہ کارفرما ہوتا ہے۔

اشاریہ

*1

فرزدق کے یہ اشعار بلوغ الارب جلد اول سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول۔ ص123)

****

*2

فرزدق نے جریر کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول۔ ص127)

****

*3

ذوالرمہ تو دراصل اس کا لقب تھا اس کا اصل نام غیلان بن عقبہ بن نہیس تھا اور اس کی کنیت ابو الحرث تھی۔ اسلامی عہد کا شاعر تھا۔

(شرح امالی جلد اول 82-81)

****

*4

معاویہ بن ابی سفیانؓ پہلے اموی خلیفہ تھے۔ان کا دورِ خلافت ۴۱ ھ سے لے کر ۶۱ ھ تک ہے ۔انہوں نے ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص 46)

****

*5

احنف بن قیس التیمی سادات تابعین میں سے تھے۔وہ حلم میں ضرب المثل تھے۔ان کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے۔اگر چہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا مگر یہ آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔تاہم ان کی قوم انہی کے اشارے پہ اسلام لائی تھی۔احنفؓ نے ۷۲ ہجری میں وفات پائی۔

(بلوغ الارب جلد اول ص46)

****

*6

تاریخ اسلام (جلد اول) اکبر شاہ نجیب آبادی نے نبوت کے لیے عربوں کا انتخاب میں بیان کیا ہے"۔ ص35

****

*7

اس کا اصل نام حصین بن الحمام المری تھا عربوں کا جاہلی شاعر تھا۔ابو عبیدہ کا خیال ہے کہ اس نے اسلام کا زمانہ پایا۔عرب اسے مانع الضیم بھی کہتے تھے۔چنانچہ اس کا پوتا عبدالملک بن مروان کے ہاں اترا اور اس سے کہا وہ مانع الضیم کا پوتا ہے تو عبدالملک سمجھ گیا کہ وہ حصین کا بیٹا ہے۔ (شرح الامالی 626)

****

*8

شجاعت کے ضمن میں عرب شعرا کے کلام سے یہ انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا۔
علامہ محمود شکری آلوسی ۔
بلوغ الارب (جلد اول)

****

*9
تمام اشعار بلوغ الارب جلد اول سے درج کیے گئے۔
علامہ محمود شکری آلوسی
بلوغ الارب (جلد اول ص 322)

****

*10
اشعار بلوغ الارب جلد اول سے درج کیے گئے۔
علامہ محمود شکری آلوسی
بلوغ الارب (جلد اول ص 323)

****

*11
درید بن الصمہ کے یہ اشعار بلوغ الارب سے منتخب کیے گئے۔
علامہ محمود شکری آلوسی
بلوغ الارب (جلد اول ص 327)

****

*12
ربعیہ بن مقدم کی بیوی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔
علامہ محمود شکری آلوسی
بلوغ الارب (جلد اول ص 327)

****

*13

زید الفوارس کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 333)

****

*14

شنفری الحارثی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 333)

****

*15

باپ کا کٹا سر دیکھ کر ورقا بن زہیر نے یہ اشعار کہے۔ بلوغ الارب سے درج کیے جا رہے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 339)

****

*16

مجمع بن ہلال بن خالد کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 353)

****

*17

عربوں کے سردار شاعر مہلہل بن ربیعہ کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 359)

****

*18

اصمعی عربوں کا مشہور مورخ اور لغت دان ہے۔اس کا پورا نام عبدالملک بن قریب الاصمعی ہے اس نے متعدد کتابیں لکھی ہیں اور اس نے ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

علامہ آلوسی شکری (بلوغ الارب جلد اول ص۔ 74)

****

*19

خلف الاحمر عربوں کے معروف شاعر حماد الراویہ کا شاگرد تھا اسے عربی زبان پر پورا عبور حاصل تھا اسے لاکھوں کی تعداد میں اشعار یاد تھے۔کہا جاتا ہے کہ لامیہ قصیدہ جو شنفریٰ کی طرف منسوب تھا در اصل اسی کا لکھا ہوا تھا اس نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص 75)

****

*20

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ماالسماء منذر کا باپ نہ تھا بلکہ وہ اس کی ماں تھی جس کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے اس نے خود کو اپنی ماں کے ساتھ منسوب کر لیا تھا

امام عبداللہ سہیلی (الروض الانف جلد اول ص ۱۱۲)

****

*21

تمام اشعار علامہ محمود آلوسی شکری کی کتاب بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

(جلداول ص ۲۸۹)

****

*22

میدانی نے اس واقعہ کا ذکرالامثال میں کیا ہےاس کے علاوہ اسماعیل بن ہبۃ اللہ نے الاوائل میں بھی شرقی بن القطامی کے حوالے سے اس واقعہ کو اسی طرح روایت کیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی شکری (بلوغ الارب جلداول ص 290)

****

*23

عربوں کا ایک مشہور کھانا ہے جو ترش دودھ اور گوشت کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔یہ ایک طرح کا شوربا ہوتا ہے جسے عرب شوق سے نوش کرتے تھے۔علامہ آلوسی کے علاوہ دیگر مورخین نے بھی عربوں کے اس کھانے کا ذکر کیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی شکری (بلوغ الارب جلداول ص ۲۹۲)

****

*24

علامہ محمود آلوسی شکری کے علاوہ ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں اورامام عبداللہ سہیلی نے روض الانف میں عربوں کے بادشاہ منذر کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے

اشعار ابن عبدربہ کی کتاب العقد الفرید جلددوم ۲۲۱ سے درج کئے گئے۔

****

*25

قبیلہ مضر کے شاعر ابوتمام کے یہ اشعار بلوغ الارب سے منتخب کیے گئے۔

علامہ محمود آلوسی شکری

(بلوغ الارب جلداول ص ۲۹۹)

****

*26

اشعار علامہ محمود آلوسی شکری کی بلوغ الارب جلد اول سے درج کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 263)

****

*27

ابن عبدربہ کا پورا نام احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی ہے قرطبہ کے رہنے والے تھے اوران کا شمار وہاں کے فضلاء میں ہوتا تھا۔وہ عمدہ شعر کہتے تھے انہوں نے بیاسی سال کی عمر میں ۳۲۸ھ وفات پائی۔

****

*28

علامہ کلبی کا پورا نام ہشام بن محمد بن السائب الکلبی ہے۔وہ عربوں کے نسب داں اور مورخ تھے۔ان کی ایک سو پچاس سے زیادہ تصانیف ہیں۔نسب میں ان کی مشہور کتاب ''الجمہرہ فی النسب'' ہے۔انہوں نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

****

*29

خورنق نعمان بن منذر کا محل تھا جسے حیرہ کے مشہور ماہر تعمیر سنمار نے تعمیر کیا تھا۔مگر محل کی تعمیر کے بعد نعمان نے اسے قتل کرادیا تھا تاکہ وہ کسی اور کے لیے ایسا محل تعمیر نہ کراسکے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول؛ص 338)

****

*30

صاب عربوں کا درخت تھا جس سے نہایت کڑوا دودھ نکلا کرتا تھا۔العقد الفرید میں بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول؛ص ۳۴۵)

****

*31

ابوالامنصور عبدالملک الثعلبی کے نام سے مشہور ہیں۔اپنے زمانے میں نیشاپور کے چوٹی کے ادیب اور لغت داں تھے۔انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں ''یتیمیہ الدھر اور فقہ اللغہ'' وغیرہ شامل ہیں۔ثعلبی نے ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

****

*32

حلف بن خلیفہ عہد اسلامی کا خوش گوشاعر تھا۔وہ جریری اور فرزدق کا ہم عصر تھا۔وہ اپنے نام کی بجائے اپنے لقب ''اقطع'' سے زیادہ جانا جاتا تھا اور اقطع اس کو اس لیے کہا جاتا تھا کہ چوری کا الزام ثابت ہونے پر اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔اقطع زبان دراز اور فحش گوشاعر تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول؛ص 215)

****

*33

تمام اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ص 219)

****

*34

قیس بن عاصم کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے قیس بن عاصم بن سنان بن خالد بن منقر۔اس کی کنیت ابوعلی تھی۔قیس اگرچہ جاہلی عہد کا شاعر اور شہ سوار تھا مگر اس نے اسلامی عہد بھی پایا وہ حلم میں ضرب المثل تھا چنانچہ لوگ اسے احلم من قیس بن عاصم بھی کہا کرتے۔وہ عرب کے

حکماء میں شامل تھا جو لوگوں کے درمیان مفاخرت کے فیصلے کیا کرتے تھے۔فتح مکہ کے بعد آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔اس نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

شرح امالی ؛ (۴۸۷۔۴۸۸)

****

*35

مصعب سے مراد دراصل مصعب بن زبیر ہیں جو عبداللہ بن زبیر کے بھائی ہیں اور جو ۷۲ھ میں دیر جاثلیق کی جنگ مارے گئے تھے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ۲۲۵)

****

*36

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص15)

****

*37

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص17)

****

*38

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص20)

****

*39

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص21)

****

*40

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص22)

****

*41

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص26)

****

*42

علامہ اصفہانی کی کتاب اغانی سے

****

*43

علامہ سہیلی کی روض الانف ۔۔۔۔جلد اول

****

*44

اہل عرب کی باہمی مفاخرت کے متعلق یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ؛ ص 37)

****

*45

یہ اشعار ابولبیدؓ کے ہیں

****

*46

علامہ آلوسی کے مطابق یہ اشعار قحافہ بن عوف الاحوص کے ہیں۔

****

*47

اِس مضمون کے بیشتر اشعار علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب جلد دوم سے درج کئے گئے ہیں۔

بلوغ الارب (جلد دوم ص ؛ ۲٦۲)

****

*48

حضرت ہاشم کا یہ خطبہ علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص ۱۰۵)

****

*49

یہ اشعار وعب بن عبد قصیٰ کے ہیں جو قبیلہ قریش ہی کا ایک فرد تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص ۱۰۷)

****

*50

امام ابن ہشام

سیرت ابن ہشام (جلد اول)

****

*51

ابن حجر کی کتاب اصابہ میں بھی اسی طرح تحریر ہے۔

مولف؛ سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*52

قرقیسا ہی میں ۵۱ ہجری میں وفات پائی۔

****

*53

علامہ ابن ہشام کے مطابق مفاخرت کا یہ واقعہ جریر بن عبداللہ بجلیؓ اور فراصفہ کلبی کے مابین ہوا تھا۔

ابن ہشام (سیرۃ ابن ہشام جلد اول)

****

*54

صباح کا معنی صبح ہے چونکہ وہ صبح کے وقت غارت ڈالا کرتے تھے اس لیے خود کو صباح کہا کرتے اور عرب میں ان لوگوں کو بھی صباح کہا جانے لگا جو غارت ڈالا کرتے تھے۔

(لسان العرب)

****

*55

تاہم علامہ سہیلی نے روض الانف میں ان اشعار کو خود جریر بن عبداللہ بجلی کی طرف منسوب کیا ہے۔

(روض الانف جلد اول ص ٦٠)

****

*56

علامہ آلوسی نے بلوغ الارب میں لکھا ہے کہ اس شخص کا تعلق بنی جشم بن عامر بن قداد سے تھا۔

(بلوغ الارب جلد دوم)

****

*57

تمام اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (جلد دوم ص ۱۳۴)

****

*58

اوراس کی مرادرکن یمانی سے تھی ۔

علامہ محمود شکری آلوسی (جلددوم ص ۳۰)

****

*59

اوراس کی مرادحاتم طائی سے تھی جو قبیلہ طے کا مشہور سخی تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلددوم ص ۳۰)

****

*60

اس کی مرادملکہ سبا سے تھی جس کا ذکر قرآن حکیم میں کیا گیا ہے اور جو حضرت سلیمانؑ پہ ایمان لائیں تھیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلددوم ص ۳۷)

****

*61

اس چھچھوندر کو مراد لیا گیا ہے جس نے ان کا مشہور بند سد مارب گرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلددوم ص ۳۷)

****

*62

اس کی عمر میدانیؒ نے مجمع الامثال درج کی ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد دوم ص ۹۴)

****

*63

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب جلد دوم ص ۹۵

****

*64

میدانی نے مجمع الامثال میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*65

ابو حفص بن شاہین عمرو بن احمد البغدادی نے تین سو سے زائد کتابیں لکھیں وہ دار القطنی سے نو سال بڑے تھے مگر اسی ماہ فوت ہوئے جس ماہ دار القطنی نے وفات پائی اور یہ ۳۸۵ھ کا واقعہ تھا۔

(شذرات الذھب ۳:۱۱۷)

****

*66

ابن درید (الاشتقاق)

****

*67

عامر بن عبداللہ حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد تھے ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے انہیں بصرہ اور فارس کا گورنر مقرر کیا۔(شذرات الذھب ۱:۳۶)

****

*68

اقرع بن حابس کی شہادت ۳۰ھ میں ہوئی ۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد دوم ص ۹۳)

****

*69

نجران کے پادری سے مراد قس بن ساعدہ ایادی ہے۔

ابن درید (کتاب الاشتقاق)

****

*70

مالک بن نویرہ بنی تمیم کا سردار تھا جس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے ارتداد کے جرم میں قتل کیا تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد دوم ص ۹۴)

****

*71

یہ اشعار ابوفتح بُستی کے ہیں جو سلطان محمود غزنوی کے دربار کا شاعر تھا (المتوفی ۴۰۱ھ)

{شذرات الذہب ۳:۱۵۹}

****

*72

علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلد دوم ص ۱۱۳)

****

*73

یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

****

*74

حضرت ابوطالب کے یہ اشعار العقد الفرید سے درج کیے گئے۔

علامہ ابن عبدربہ

العقد الفرید (جلد دوم ص ۳۳۲)

****

*75

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی ۔

****

*76

علامہ محمود شکری آلوسی۔

(بلوغ الارب جلد دوم ص ---۱۱۷)

****

*77

شریف مرتضٰی نے اپنی امالی میں ابن الاعرابی کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

****

*78

یہ روایت بھی ابن الااعرابی ہی کی ہے ۔

****

*79

ابوعلی قالی کی امالی میں اس کی سجع کے بہت سے نمونے درج کئے گئے ہیں۔

****

*80

زمخشری (م ۵۳۸ھ) نے اپنی کتاب " **مستقصی الامثال** " میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*81

حذامہ کے شوہر کا نام " **لجیم بن صعب** " تھا (ابوعبیدہ)

****

*82

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام (جلد اول ص ۱۳۸۔۱۳۹)

****

*83

مشہور مورخ جاحظ نے اپنی کتاب " **البیـان والتبین** " میں لکھا ہے کہ عربوں کے ہر قبیلہ میں جہاں ایک شاعر ہوا کرتا تھا وہیں ان کے ہر قبیلے کا اپنا خطیب بھی ہوا کرتا تھا۔علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلد چہارم ص ۱۳۵)

****

*84

ان میں سے ایک کتاب کا نام " **غـایۃ الأدب فی کلام حکماء العرب** " ہے جو تین جلدوں پہ مشتمل ہے۔

****

*85

عمرو بن سعید بن عمرو بن العاص کو الاشدق اس لیے کہا جاتا کہ ان کی باچھیں بہت وسیع اور

آواز دوررس تھی اور وہ عربوں کے بہت بڑے خطیب تھے انہیں عبدالملک بن مروان نے اپنے عہد حکومت میں قتل کرادیا تھا۔ (العقد الفرید جلد چہارم ص ۹۲۔۲۴۔۱۸۹۔۱۹۰) امالی (۱؛ ۱۳۷)

****

*86

یہ اشعار بلوغ الارب جلد چہارم سے درج کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

(بلوغ الارب جلد چہارم)

****

*87

سحبان وائل باہلی نے ۵۴ھ میں وفات پائی

****

*88

حمزہ اصفہانی نے اپنی کتاب ''امثال'' میں یہ شعر درج کئے ہیں۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*89

اور باہلہ قبیلہ عرب بھر میں نیچ شمار کیا جاتا تھا۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*90

ابوحاتم سجستانی نے دوید بن زید کے متعلق لکھا ہے کہ وہ چار سو چھپن سال تک زندہ رہا تھا اس کا شمار عرب کے معمرین میں ہوتا تھا۔عرب ان لوگوں کو معمر خیال کرتے تھے جو ایک سو بیس

سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے ہوں۔

علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلد چہارم ص ۱۴۸)

****

91*زہیر بن جناب کا نسب العقد الفرید سے درج کیا گیا۔

ابن عبدربہ (العقد الفرید ۳ : ۲۸۸)

****

*92

زراع بن ربیعہ عربوں کے مشہور سردار قصیٰ کا اخیافی بھائی تھا اور اسی کی پشت پناہی کے سبب قصیٰ خانہ کعبہ کا والی بننے میں کامیاب ہوا تھا۔

ابن عبدربہ (العقد الفرید ۳ : ۲۹۱)

****

*93

زہیر بن جناب نے یہ اشعار اس وقت کہے تھے جب اس کی عمر دوسو سال تھی اور اس نے دوسو بیس سال کی عمر پائی تھی۔

علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلد چہارم ص ۱۵۲)

****

*94

ابن عبدربہ (العقد الفرید ۷ : ۹۷)

****

*95

تمام اشعار علامہ آلوسی کی بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ۱۶۷)

****

*96

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ الروض الانف نے جلداول میں عربوں کے معمرین کے حالات لکھے ہیں اوران میں سے کئی نام بھی درج کئے ہیں۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ

الروض الانف (جلداول ص ۲۱۴)

****

*97

اشعار عبداللہ سہیلیؒ کی الروض الانف سے درج کئے گئے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ

(جلداول ص ۲۱۵)

****

*98

ابوطمہان القینی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ۱۷۷)

****

*99

ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب ''اغانی'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے اوراس کے کئی خطبے بھی درج کئے ہیں اوراس کے اشعار بھی پیش کئے ہیں مگر ہم نے ذوالصبع العداونی کا یہ خطبہ علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ص ۱۷۱)

****

*100

اشعار علامہ آلوسی کی بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ۲۰۲)

****

*101

علامہ جاحظ نے اس کے احوال بیان کئے ہیں اور ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے اور اسی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ آیت "**وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِراً**" اکثم بن صیفی کے انتقال پہ اتری تھی۔

حاشیہ البیان والتبیان ۳ ؛ ۲۵۵)

****

*102

اکثم بن صیفی کا یہ خطبہ العقد الفرید سے درج کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدربہ

(العقد الفرید جلد سوم ص ۱۲)

****

*103

یہ شعر ابوداؤد الایادی کا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب

(جلد چہارم ص ۱۷۷)

****

*104

یزید بن ابی مہلب کا یہ خطبہ بلوغ الارب سے درج کیا گیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب

(جلد چہارم ص ١٧٩)

****

*105

علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب جلد چہارم میں لکھا ہے کہ طفیل نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ طفیل بن عمرو بن طریف بن العاصی بن ثعلبۃ بن سلیم بن فہم الدوسی۔ طفیل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ میری قوم میں زنا عام ہے ان کے لیے بددُعا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما! طفیل نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا مجھے کونشانی عطا فرما دیں تا کہ میں اپنی قوم میں جا کر ان کو ڈرا سکوں آپ ﷺ نے ان کے لیے نور کی دُعا فرمائی تو ان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور جگمگا اٹھا پھر یہ نور آنحضرت محمد ﷺ کی دعا سے طفیل کے کوڑے کے کنارے پہ منتقل ہو گیا۔

دیکھئے (سمط اللآلی ؛٢٥١)

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب

(جلد چہارم ص ؛ ١٨٧)

****

*106

تمام اشعار علامہ آلوسی کی بلوغ الارب سے تحریر کیے گئے

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ص١٨٩)

****

*107

علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اسے نقل کیا ہے تاہم جاحظ کے مطابق یہ شعر ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کا ہے البیان والتبیان (۳ ؛ ۲۰۳)

ہبیرہ ام ہانئ بنت ابی طالب کا خاوند تھا اُم ہانئ تو مسلمان ہوگئی مگر ہبیرہ شرک پہ قائم رہا ہبیرہ عرب کے شہ سواروں میں سے تھا۔

علامہ ابن درید (الاشتقاق ؛ ۹۵)

(بلوغ الارب جلد چہارم ص ۱۸۹)

****

*108

عمرو بن کلثوم التغلبی کے اس قصیدے کے آخری تین اشعار کے بارے میں امام ثعلبی کا اصرار ہے کہ وہ اشعار عمرو بن کلثوم کے نہیں بلکہ عمرو بن عدی کے اشعار ہیں اور اس بات کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب " لباب الادب " میں کیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد چہارم ص ۵۰)

****

*109

یہ شعر ابن جذل الطعان عمیر بن قیس کا ہے ۔

(سمط الالآلی ؛ ۱۱)

****

*110

یہ شعر کمیت بن زید الاخنس الأسدی کا ہے۔

(سمط الالآلی ؛ ۱۱)

****

*111

کشف الظنون میں ابن خلقان نے لکھا ہے کہ لوگوں میں اس بات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ نہج البلاغہ کا جامع شریف ابو القاسم علی بن طاھر المرتضیٰ ہے۔ جس نے ۴۳۶ھ میں وفات پائی یا اس کا چھوٹا بھائی الشریف الرضی البغدادی ہے اور بعض مورخین نے تو سرے سے نہج البلاغہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام ماننے سے انکار کر دیا ہے جن میں علامہ ذہبی بھی شامل ہے اس لیے اس نے ""میزان الا عتدال" میں لکھا ہے کہ نہج البلاغہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں بلکہ ان پہ محض ایک اتہام ہے کیونکہ اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صریح گالیاں دی گئیں ہیں جن کی توقع حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے درجے کے انسان سے نہیں جاسکتی۔

****

*112

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد چہارم ص ۱۹۱)

****

*113

جعفر بن سلیمان سے جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب مراد ہے جو السفاح اور المنصور کا چچا تھا۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ص ۱۹۵)

****

*114

اِس خطبے کے لیے دیکھیے امالہ قالی (۱ : ۲۷۰)

اس لیے کہ کئی جگہ سے اس خطبے کی **تصحیح** اسی کتاب سے کی گئی ہے

****

*115

اس کا نام دراصل مامون الحارثی ہے جو بلوغ الارب میں غلط درج کیا گیا ہے یہ جاہلیت میں کاہن تھا اور اس کا تعلق بنی الحارث بن کعب بن عمرو بن علہ بن جلد بن مذحج سے تھا۔

تصحیح علامہ جاحظ کی البیان والتبیان سے کی گئی۔

ملاحظہ ہو(البیان ولتبیان ۱ : ۳۶۲)

****

*116

حضرت ابوبکرؓ کا یہ خطبہ تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی جلد اول ص ۳۲۱ سے نقل کیا گیا ہے۔

****

*117

"**منیحتہ**" دودھ دینے والی اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو لوگ کسی دوست یا ہمسائے کو دے دیتے کہ وہ اس کا دودھ پیتا رہے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ جب اس اونٹنی کا دودھ ختم ہو جاتا تو لوگ اسے واپس کر دیتے۔ یعنی شاعر کہنا چاہتا ہے کہ اپنے مہمان کی ضیافت کے لیے اس کا اونٹ ذبح کرنا ایسا ہی معمولی کام ہے جیسا کہ دودھ دینے والی اونٹنی کسی دوست کو دے دی ہو۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ۸۸)

****

*118

مرہ بن محکان التیمی بنی ربیع کا سردار تھا اسے مصعب کے صاحب الشرطہ نے قتل کیا تھا یہ کم گو شاعر اور شریف ڈاکو تھا۔ جریر اور فرزدق کے عہد میں زندہ تھا مگر ان کی شہرت کے سامنے اس کی شہرت ماند پڑ گئی تھی کہ وہ لوگ عربوں کے سردار شاعر تھے۔

علامہ محمود شکری آلوسی(بلوغ الارب جلداول ص ۸۹)

****

*119

ملاحظہ ہو (حماسہ : ۲۹۸)

****

*120

ملاحظہ ہو (حماسہ : ۳۰۱)

****

*121

عروہ بن الورود بن زید اور بعض نے اس کا نام ابن عمرو بن عبداللہ العبسی لکھا ہے اس کا لقب عروۃ الصعالیک تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اس کی کنیت تھی۔ کچھ نے اس کی کنیت ابوالصعالیک بیان کی ہے اور بعض نے کہا کہ اس کی کنیت ابونجدہ ہے۔ بعض نے ابوالمغلس بیان کی۔ کسی نے کہا کہ جنگوں میں اس کی کنیت ابوعیلہ اور زمانہ امن میں ابوھراسہ تھی۔ یہ جاہلی شاعر ہے مگر ابوالطرج نے روایت کی ہے کہ بنونضیر کے جن لوگوں کو نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا یہ اِن میں شامل تھا اس لیے کہ یہ ان دنوں اتفاق سے بنونضیر کے ہاں اترا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک عورت بھی تھی جسے اس نے مدینے سے اٹھایا تھا۔

شرح الامالی (۸۲۳-۸۲۴)

الروض الانف (۲ : ۱۸۱)

علامہ محمود شکری آلوسی(بلوغ الارب جلداول ص ۹۴)

****

*122

حماسہ (۲۹۹) میں ان اشعار کو عربوں کے مشہور شاعر فرزدق کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر لگتا ہے کہ یہ امر تحریر کی غلطی سے ہوگیا ہے اس لیے کہ دیگر مورخین نے ان اشعار کو فرزدق

کے اشعار کے طور پہ بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ۹۴)

****

*123

ابن حرمہ دراصل ابراہیم بن علی بن سلمٰی بن ھرمہ ہے یہ عربوں کے سردار قبیلے قریش کی خُلج میں سے تھا اور خلج قیس بن الحارث بن فہر کو کہتے ہیں۔انہیں خلج اس لیے کہا گیا کہ پہلے عدوان میں تھے پھر یہ ہوازن میں آ گئے۔حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں یہ ان کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ ان کا وظیفہ مقرر کیا جائے تاہم انہوں نے اِن کے نسب کا انکار کر دیا۔پھر حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں یہ اِن کے پاس آئے تو آپ نے انہیں بنی الحارث بن فہر میں درج کر دیا مگر عرب انہیں خلج ہی کہتے رہے اس لیے کہ ان کے نزدیک ان کا نسب مشتبہ تھا۔ابن ھرمہ متقدمین شعرا میں سے تھا۔

شرح امالی (۳۹۹۔۳۹۸)

علامہ محمود شکری آلوسی (بلوغ الارب جلد اول ص ۹۵)

****

*124

ابن عنقاء کے اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد اول ص ۹۴)

****

*125

فدکی کے اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلداول ص ۱۰۴)

****

*126

سخاوت کے ضمن میں عرب شعرا کے کلام سے یہ انتخاب بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلداول)

****

*127

حماسہ میں لکھا ہے کہ آخری شعر نابغہ ذبیانی کی بجائے مفرس بن ربعی کا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلداول ؛ ص ۱۲۸)

****

*128

عربوں کا مشہور مورخ ہے۔

****

*129

شرح امالی ؛ ۳۵۰

****

*130

بیشتر اشعار علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

تاہم چند اشعار عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی کی روض الانف سے بھی حاصل کیے گئے ہیں۔

****

*131

شریح بن الاحوص عربوں کا جاہلی شاعر تھا وہ ان کا سردار شہسوار اور سخی تھا۔عہدِ جاہلیت میں

اسے سادات میں شمار کیا جاتا تھا۔عربوں کی مشہور جنگ رحرحان الثانی میں اس کا باپ ہی بنی عامر کا رئیس تھا اور اس دن عامر بنی صعصعہ نے بنی تمیم پر غلبہ پایا تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب (جلد اول ص ۱۳۴)

****

*132

مسکین دراصل اس کا لقب ہے اس کا اصل نام ربیعہ بن عامر بن انیف ہے اس کے شعار کے لیے ملاحظہ ہو۔

(حماسہ ؛ ۳۲۶)

****

*133

متلم بن ریاح المری عرب کے جاہلی شعرا میں سے تھا۔ان نے حباشہ کو حارث بن ظالم کی پناہ میں قتل کر دیا تھا اور پھر بھاگ کر حصین بن حمام المری کے ہاں پناہ لی۔حصین نے نہ صرف اس کو پناہ دی بلکہ اس کی طرف مقتول حباشہ کے وارثوں کو دیت بھی ادا کی۔

اس کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو۔

(حماسہ ؛ ۳۱۵)

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۲۰)

****

*134

ارطاۃ اسلامی عہد کا شاعر ہے حضرت معاویہؓ کا عہد حکومت پایا اور سلیمان کے عہد تک زندہ رہا۔تاہم ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ اس نے جاہلی عہد بھی دیکھا تھا اور وہ معمرین میں سے تھا ۔

(ابن حجر ؛اصابہ)

(شرح امالی ؛ ۲۹۹ ؛ ٦۳۰)

****

*135

اشعار بلوغ الارب سے درج کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۲۴)

****

*136

بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ اشعار یزید بن الجہم کے نہیں بلکہ یہ حمید بن ثور کے اشعار ہیں۔

یزید کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو۔

حماسہ ؛ ۳۰

****

*137

عورۃ بن الورود کا تعلق بنوطشر سے تھا جو عنز بن وائل کا ایک ذیلی قبیلہ تھا یہ اسلامی عہد کا شاعر تھا اس کے اشعار کے لیے دیکھیں۔

(شرح امالی ؛ ۱۰۳)

(حماسہ ؛ ۳۳۰)

****

*138

عربوں میں مرار نام کے شعرا کی کافی تعداد پائی جاتی ہے جن کو ہم جانتے ہیں ان کے نام درج کئے دیتے ہیں، مرار فقعسی ، مرار عدوی، مرار عجلی، مرار طائی، مرار شیبانی، مرار کلبی، مرار حرشی، مرار بن سعید، اور اسی کی کنیت ابوحسان ہے۔

مرار عہد اسلامی کا شاعر تھا (شرح امالی ؛ ۲۳۱)

اس کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو (حماسہ ؛ ۳۲۹)

****

*139

مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو (حماسہ ؛ ۲۳۹)

مولف سیرۃ المزمل ﷺ (افتخار احمد افتخار)

****

*140

مقنع اس کا لقب تھا مگر اس کا اصل نام محمد بن عمیرہ تھا۔ تاہم بعض لوگ اسے ابن عمیر ابی شمر بن فرحان بھی لکھتے ہیں۔ کندی اسلامی عہد کا شاعر تھا۔ ھیم بن عدی نے کہا کہ کندی بہت خوبصورت جوان تھا وہ اپنے چہرے کا پردہ کیا کرتا تھا کیونکہ وہ جب بھی اپنا چہرہ کھولتا تو اسے نظر لگ جایا کرتی تھی اور وہ بیمار پڑ جاتا یا اسے کوئی اور تکلیف گھیر لیتی۔

اس کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو (شرح امالی ؛ ٦١)

(ابوحاتم کی حماسہ ؛ ۳۳۲)

****

*141

بعض مورخین نے اس آگ کا نام " نَارُالقِرَی " بھی لکھا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ؛ ص ۱۴۵)

****

*142

امام احمد بن حنبلؒ المتوفی (۲۴۱ ھ) ۔

****

*143

علامہ ابن عبدربہ جن کا پورا نام شہاب الدین احمد بن محمد بن عبداللہ ہے انہوں نے اپنی کتاب "العقد الفرید" میں اس واقعہ کو کسی اور طرح بیان کیا ہے جس کو اشتیاق ہو اس واقعہ کو وہاں سے بھی دیکھ لے۔ ہم نے اس واقعہ کو میدانی کی مجمع الامثال کے مطابق بیان کیا ہے۔ ابن عبدربہ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان کا انتقال 81 سال کی عمر میں ۳۲۷ھ میں ہوا۔

****

*144

میدانی کے کافی حوالے اوپر گذر چکے ہیں اس کا اصل نام ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی نیشاپوری ہے۔ قرآن کا مفسر واحدی میدانی کا شاگرد تھا۔ میدانی نے لغت کی کئی کتابیں لکھیں ہیں جن میں کتاب الامثال اور کتاب السامی شامل ہیں۔ انہوں نے عربوں کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ انہوں نے ۵۱۸ ھ میں نیشاپور میں وفات پائی اور بابِ میدان زیاد میں دفن ہوئے۔ یاد رہے کہ میدان زیاد نیشاپور کے ایک محلے کا نام ہے جس کی طرف المیدانی منسوب ہوتے ہیں۔

مجمع الامثال (احمد بن محمد المیدانی)

****

*145

صدی اور حام کی حقیقت کو جاننے کے لیے سیرۃ المزمل کی جلد سوم تمدن عرب پہ نگاہ ڈالیں تب ہی ان الفاظ کے اصل معنی سے آشنائی حاصل ہو سکے گی۔

سیرۃ المزمل ﷺ

جلد سوم (تمدن عرب) افتخار احمد افتخار

****

*146

شاعر نے دراصل یہ اشعار حاتم طائی کی وفات کے بہت بعد اس کے بیٹے حضرت عدی بن حاتمؓ کی مدح میں کہے تھے۔ شاعر کا نام ابودارۃ الغطفانی بیان کیا گیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۵۷)

****

*147

حاتم کی سخاوت کے حوالے سے اشعار کا انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۶۵)

****

*148

عبداللہ بن جدعان تیمی کے احوال اگرچہ علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں بھی بیان کئے ہیں۔ مگر ہم نے عبداللہ بن جدعان کے حالات عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی کے حوالے سے بیان کئے ہیں۔

ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ (الروض الانف جلد اول ص؛ ۳۰۴)

****

*149

عبداللہ بن جدعان کو ملنے والے کتبوں کا ترجمہ سیرت ابن ہشام سے پیش کیا گیا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*150

اِن قدیمی اشعار کو ابن اسحٰق نے درج کیا ہم نے اسے سیرت ابن ہشام سے درج کیا ہے۔

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام جلد اول

****

*151

یہ حدیث ابن قتیبہ کی کتاب ''غریب الحدیث'' سے علامہ سہیلی نے بیان کی ہے۔ابن قتیبہ لغت اور علم نحو کے امام تھے۔وہ بغداد میں پیدا ہوئے اور دینور میں قاضی مقرر ہوئے جس کی وجہ سے دینوری کہلائے۔وہ فاضل اور ثقہ تھے۔۲۷۶ھ میں وفات پائی۔

ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ

(الروض الانف جلداول ص؛ ۳۰۳)

****

*152

عبداللہ بن جدعان التیمی کے بارے یہ اشعار روض الانف سے پیش کئے گئے۔

ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف جلداول ص؛ ۳۰۴)

****

*153

تمام اشعار العقد الفرید سے نقل کئے گئے ہیں اگرچہ ھرم بن سنان اور زھیر بن ابی سلمٰی کا ذکر بلوغ الارب اور روض الانف میں بھی موجود ہے۔

ابن عبدربہ (العقد الفرید جلداول ص: ۳۳۸)

****

*154

کعب بن مامہ کے بارے میں درج کئے گئے اشعار کا انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا اگرچہ یہ قصہ اور اس کے متعلق بہت سے اشعار ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں بھی تحریر کئے ہیں دونوں جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

ابن عبدربہ (العقد الفرید جلداول ص ؛ ۳۳۹)

علامہ آلوسی (بلوغ الارب جلداول ص ؛ ۱۷۷)

****

*155

اوس بن حارثہ اور بشر بن ابی حازم کا یہ قصہ ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں اور علامہ آلوسی نے بلوغ الارب میں بیان کیا ہے۔مگر ہم نے یہ واقعہ ابوالعباس المبرد کی تاریخ الکامل سے نقل کیا ہے۔تاہم اشعار کا انتخاب اور تشریح العقد الفرید سے کی گئی ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص۱۶۵)

العقد الفرید از ابن عبدربہ مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرہ ۱۳۷۲ھ

الکامل للمبرد طبع مصر ۱۳۶۵ھ

****

*156

بلوغ الارب میں اس کا نام امیہ بن صلت لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے اس کا درست نام امیہ بن ابی الصلت ہے۔امیہ کے باپ الصلت کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ ابن عوف تھا۔ امیہ کا تعلق بنی ثقیف سے تھا یہ عہدِ جاہلیت کا شاعر تھا۔اس نے اسلامی عہد بھی پایا

****

****

ماخذ و مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطاامام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکواۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحید الدین خانؒ

ضیا القرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

خطبات ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سیرت سرورکونین ﷺ ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پردہ ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصورات ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زر بار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبدربہؒ
رویات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسید احمد خان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹر حسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسودیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبدالملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسید احمد خانؒ

عہدنامہ قدیم		
عہدنامہ جدید		
احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحاد و لمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہ ؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہ ؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیل ؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاری ؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکری ؒ
الایمان	*****	ابن مندہ ؒ

السنن ***** ابن ماجہؒ

ترکۃ النبیؐ ***** ابو اسماعیل بغدادیؒ

الرسولؐ ***** عبدالحلیم محمودؒ

روح المعانی ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

قیامت اور جدید سائنس ***** ڈاکٹر حشمت جاہؒ

الدیباج ***** امام سیوطیؒ

مکارم اخلاق ***** ابن ابی الدنیاؒ

السنن الکبریٰ ***** امام بیہقیؒ

الخصائص الکبریٰ ***** امام سیوطیؒ

المسند ***** امام احمد بن حنبلؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبری ؒ
مشکوٰۃ المصابیح	*****	الخطیب ؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہ ؒ
بیان العلم وفضلی	*****	ابن عبدالبر ؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتور ؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتور ؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسف ؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزی ؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطی ؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارس ؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزہد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر در منشور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المہشر ہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

انساب الاشراف ***** امام بلاذریؒ

ہدیۃ العارفین ***** اسماعیل باشاؒ

مناہل الصفاء ***** امام سیوطیؒ

مقاصد الحسنہ ***** امام سخاویؒ

المنصف ***** عبدالرزاقؒ

جامع الصغیر للمنادی ***** امام سیوطیؒ

مفاتیح الغیب ***** امام رازیؒ

مسند احمد ***** امام احمدؒ

الشعر والشعرا ***** ابن قتیبہؒ

العبقریات الاسلامیہ ***** العقاد عباس محمودؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خان ؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خان ؒ
الفیض القدیر	*****	المناوی ؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدی ؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدین ؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیم ؒ
سود	*****	سیّد مودودی ؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکل ؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہ ؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودی ؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحئیؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوریؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام ***** محمد اسحٰق سندیلوی ؒ

تفہیمات ***** سیّد مودودی ؒ

سیرت نبویؐ ***** ڈاکٹر مصطفیٰ صباحی ؒ

پیغمبر انسانیت ***** شاہ محمد جعفر پھلواری ؒ

سیرت رسول عربی ***** علامہ نور بخش توکلی ؒ

خطبات مدارس ***** سید سلیمان ندوی ؒ

عہد نبوی نظام حکمرانی ***** ڈاکٹر حمید اللہ ؒ

سیرۃ المصطفیٰؐ ***** محمد ادریس کاندھلوی ؒ

تاجدار دو عالمؐ ***** عزائم عبد الرحمان ؒ

اسلام کا اقتصادی نظام ***** حفظ الرحمٰن ؒ

معجزاتِ سرورِ کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشاداتِ دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصبِ امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاقِ پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحتِ نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبرِ کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاقِ نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ	*****	شیخ محمد رضا مصری ؒ
محمد رسول اللہ ﷺ	*****	توفیق الحکم ؒ
پیغمبر انقلاب	*****	مولانا وحید الدین خان ؒ
عقبریت محمدؐ	*****	عباس محمود العقاد ؒ
نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی	*****	ڈاکٹر نور محمد غفاری ؒ
خاندان نبوت	*****	محمد ادریس ؒ
معرکہ اسلام اور جاہلیت	*****	صدر الدین اصلاحی ؒ
مغازی رسولؐ	*****	حضرت عروہ بن زبیرؓ
تاریخ مکہ	*****	منظور احمد شاہ ؒ
منصب نبوت	*****	سیّد ابوالحسن ندوی ؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ ***** محمد صادق ابراہیمؒ

رسول مبینؐ ***** محمد احسان الحق سلیمانیؒ

سیرت محمدیؐ ***** سرسید احمد خانؒ

سیرت سرور کونینؒ ***** سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

Westren Authors.

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.